تالیف
شیخ صدوق۔ ابن بابویہ
ابی جعفر محمد بن علی بن حسین قمی

مترجم
دلاور حسین حجتی

ناشر
الکساء پبلیشرز
آر۔ ۱۵۹ سیکٹر بی ۲ نارتھ کراچی

معانی الاخبار

تالیف

شیخ صدوق۔ابن بابویہ
ابی جعفر محمد بن علی بن حسین قمی

مترجم
دلاور حسین مجتبیٰ

ناشر

الکساء پبلیشرز

آر۔۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

نام کتاب	معانی الاخبار
مئولف	شیخ صدوق علیہ الرحمہ
مترجم	دلاور حسین مجتبیٰ
تزئین وتصحیح	سید فیضیاب علی رضوی
پیشکش	سید اشفاق حسین نقوی
قیمت	۲۲۵ روپے
اشاعت اوّل	ایک ہزار جنوری 2005 ذالحجہ ۱۴۲۵ھ

الکساء پبلیشرز

آر۔۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

شروع اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
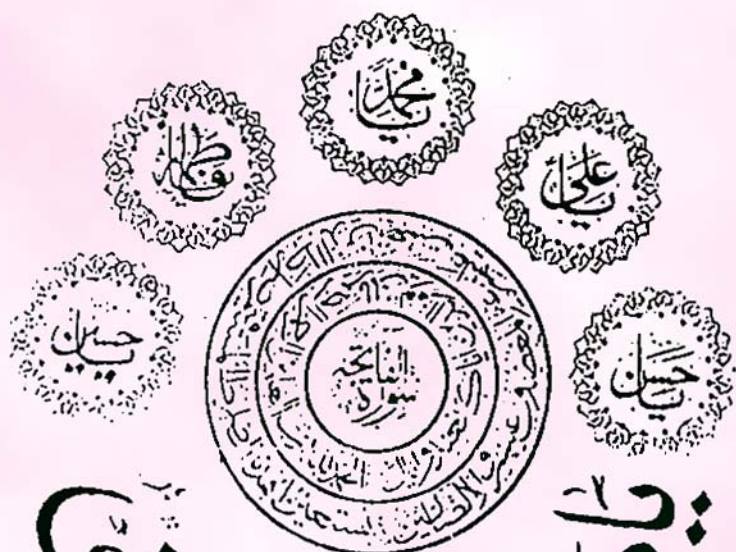
انتساب

ان مومنین ومومنات کے نام

جو معصومین علیهم السلام کے ارشادات پر عمل پیرا

ہو کر اپنی دنیا اور آخرت سدھارنا چاھتے ھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین، و صلّی اللہ علی محمد عبدہ و رسولہ و علی آلہ الطاھرین و سلّم تسلیماً (کثیرا).

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

جلد دوم

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان	باب نمبر

اناللہ واناالیہ راجعون

بلاشبہ خداوندِ عالم نے انسان کو عبث پیدا نہیں کیا۔ البتہ یہ توفیق بھی اسی ربِ جلیل کی طرف سے عطا ہوتی ہے جو انسان کو اپنے مقام اور ذمہ داری سے آگاہ کرتی ہے۔ اور پھر اس انسان آگاہ کو استطاعتِ مالی وجسمانی بھی اسی بے نیاز کی بارگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ اپنی ذمہ داری سے ایک آگاہ شخصیت سید اشفاق حسین نقوی بھی تھے۔ یہ فقرہ کہ ''اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے'' ان پر بجا طور پر صادق آتا ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ضخیم کتابوں کے تراجم کی اشاعت ایسا کام ہے جس کی ہمّت صرف بڑے اشاعتی ادارے یا دینی سوچ رکھنے والے مالی طور پر مستحکم افراد ہی کر سکتے ہیں لیکن کتابت، طباعت، جلد بندی کی نگرانی اور بعض صورتوں میں تصحیح کا کام بھی انہوں نے تن تنہا انجام دیا اور تمام مالی اخراجات خود برداشت کیے۔

ایک بایقین مسلمان کو ہروقت اپنی موت کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ غالب کے بقول دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے کام ہو رہے ہیں ان کی وجہ یہی ہے کہ انسان کو اپنی موت کے وقت کا پتہ نہیں، چنانچہ کہتے ہیں:

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا

نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

مرحوم کے لاشعور میں بھی یہ بات یقیناً موجود تھی چنانچہ وہ جلد از جلد زیادہ سے زیادہ تراجم رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے اقوال سے دلچسپی رکھنے والوں کے سامنے لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ''خصال'' اور ''ثواب الاعمال اور عقاب الاعمال'' نامی دو کتابیں تو صرف تین مہینے کے وقفے میں سامنے آگئیں۔ ''معانی الاخبار'' نامی موجودہ کتاب موصوف کی زندگی میں مکمل ہوگئی تھی اور اس سلسلے میں لکھی جانے والی ''عرض ناشر'' ان کی آخری تحریر ہے۔ جن مزید تراجم پر موصوف نے کام شروع کرادیا تھا ان میں سے ایک تو شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ''عیونِ اخبارِ رضاؑ'' ہے دوسری میرزا محمد تنکابنی کی ''قصص العلماء''۔

دعا فرمائیں کہ جس عظیم کام کی ابتداء مرحوم نے کی تھی وہ اسی طرح آگے بڑھتا رہے۔ قارئین سے یہ بھی التماس ہے کہ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائیں۔

والسلام

فیضیاب رضوی

۷۸۶

عرضِ ناشر

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پیدا کرنے اور پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اس کا کوئی ہمسر اور برابری کرنے والا نہیں ہے۔ وہ رحیم ہے۔ کریم ہے، سبحان ہے، رحمٰن ہے۔ اُس کی تعریف کرنے سے انسان عاجز ہے۔ اے ہمارے پاک پروردگار تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٰ وسلّم اور اُن کی آلِ پاکؑ پر درود و سلام نازل کر جو درود و سلام نازل کرنے کا حق ہے، جن کے صدقے میں تو نے کُل کائنات خلق فرمائی ہے۔ اے ہمارے پاک پروردگار تو محمدؐ اور آلِ محمدؑ کے دشمنوں پر تا قیامت لعنت کر خاص طور پر اُس ملعون پر جس نے تیرے حکم کے خلاف اپنا حکم جاری کیا۔ تیرے رسولؐ کی شان میں گستاخی کی۔ اہلبیتؑ پر ظلم و ستم کیا۔ اِن کو تکلیف اور اذیت پہنچائی۔ جن لوگوں نے اُس ملعون کے حکم کو تسلیم کیا، اس پر راضی رہے اور عمل کیا اُن سب کو (زندہ، مردہ) تو اندھا اور کوڑھی کر دے۔ لاعلاج امراض میں مبتلا کر دے اور آخرت میں جہنم کے بدترین مقام میں پھینک دے اور اُن کو دکھ دینے والا عذاب دے۔

یہ حقیقت ہے کہ پروردگارِ عالم کے ہم پر اتنے اور ایسے احسانات ہیں کہ ہم نہ ان کا شمار کر سکتے ہیں نہ ادراک اور نہ ہی اِن کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔ وہ ایسا رحیم ہے جو اپنے بندوں کو خود شعور مرحمت فرماتا ہے اور خود ہی توفیق عطا کر کے حیران کرتا رہتا ہے اور خود ثواب بھی دیتا ہے، حالانکہ اس میں بندے کا نہ کوئی اختیار ہوتا ہے اور نہ ہی استحقاق۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں صاحبِ توقیر بنا دیتا ہے جس کی خود اپنی نظروں میں کوئی وقعت و عزت نہیں ہوتی۔ وہی کارساز ہے جو کمزوروں اور ناتوانوں سے وہ کام لے لیتا ہے جس کی توقع صرف صاحبانِ علم اور اہلِ دانش اور صاحبانِ ثروت و طاقت وقوت کے حامل افراد سے کی جا سکتی ہے۔ اسی ربِّ کریم نے ہم جیسے بے رضاعت افراد سے وہ کام لے لیا جو صرف اہلِ علم و ثروت کے بس کا تھا۔ اسی ربِّ جلیل کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں وہ شعور اور استطاعت عطا کی اور مذہبِ حقہ کی بنیادی کتاب کے ساتھ شیخ صدوقؒ کی دیگر معرکتہ الآرا کتب جو عربی زبان میں تھیں اردو زبان میں ترجمہ کروا کر شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہم نے اب تک جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیف کردہ مندرجہ ذیل کتب کا اردو میں ترجمہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

۱۔ علل الشرائع (جس میں شریعت کے اسباب بتائے گئے ہیں)

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ (کُتبِ اربعہ میں سے ایک ہے)

۳۔ کمال الدین وتمام النعمہ (غیبت پر امامِ عصرؑ کے حکم پر لکھی جانے والی واحد کتاب)

۴۔التوحید (اللہ کی وحدانیت کے بارے میں معصومین کی گفتگو)

۵۔خصال (انسان کی عادتوں کے بارے احادیث)

۶۔ثواب الاعمال وعقاب الاعمال (انسان کے اعمال کی جزاوسزا کے بارے میں احادیث)

۷۔معانی الاخبار (احادیث کی تشریحات ائمہ کی زبانی) (زیر نظر کتاب)

زیرنظر کتاب کے صفحہ نمبر ۳۱۶ پر ایک بہت مشہور ومعروف حدیث ہے جس کی طرف میں عوام الناس کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ حدیث یہ ہے۔

۱۔ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابولبید محمد بن ادریس شامی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسحاق بن اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد محاربی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا افریقی نے، انہوں نے عبداللہ بن یزید سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب میری امت میں وہی کچھ آئے گا جو نبی اسرائیل پر آیا تھا بالکل ویسا ہی اور یقیناً وہ لوگ بہتر (۷۲) ملّتوں میں متفرق ہو گئے تھے اور عنقریب میری امت ان سے ایک زیادہ تہتر (۷۳) ملّتوں میں متفرق ہو جائے گی، یہ تمام کے تمام (جہنم کی) آگ میں ہوں گے سوائے ایک کے۔'' راوی کہتا ہے: کہا گیا: یارسول اللہؐ! یہ ایک کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یہ وہ ہے کہ جس پر آج ہم ہیں میں اور میرے اصحاب۔''

مذکورہ حدیث پر اُمت کے تمام فرقے جو آپس میں شدید فقہی اختلاف رکھتے ہیں مگر اس حدیث پر سب کا اجماع ہے اور کوئی انکار نہیں کرتا۔اس حدیث کو مسلمانوں کے تمام فرقے (شیعہ، سنّی، وہابی، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث وغیرہ وغیرہ) جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور اپنے اپنے فرقے کو ناجی (نجات پانے والا) اور باقی تمام فرقوں کو جہنمی اور دوزخی گردانتے ہیں۔اور اس بات پر غور وفکر نہیں کرتے کہ درحقیقت حضور اکرمؐ نے کس فرقے کو ناجی (نجات پانے والا) کہا ہے۔اگر ہم اپنے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ان کے اصحاب کی حیات طیبہ پر نظر ڈالیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ نے سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے والے فرقے کو ناجی (نجات پانے والا) کہا ہے۔اس سلسلے میں چند ثبوت پیش کر رہا ہوں۔

۱۔کلمہ شہادت انسان جب تک نہیں پڑھتا وہ مسلمان نہیں بن سکتا۔کلمہ یہ ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ الله.
اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللهِ وَ وَصِيُّ رَسُوْلُ اللهِ وَخَلِيْفَتُهٗ بِلَا فَصْل.

(میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ مومنین کے سردار اور متقیوں کے امام ہیں۔اور اللہ کے ولی اور رسول اللہؐ کے وصی اور خلیفہ ہیں بغیر فاصلے کے)

کلمہ میں جس بات کی گواہی دی جاتی ہے وہ حرف بہ حرف سچ اور حق ہے۔ اس میں رتی برابر بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا حکم سچ بولنے اور اس پر قائم رہنے کا ہے۔ اگر انسان کلمہ پر قائم نہیں رہے گا تو وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہو جائے گا۔

۲۔ حضورِ اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری حیاتِ طیبہ میں (پیدائش سے وفات تک) کبھی جھوٹ نہیں کہا اور حق و صداقت پر قائم رہے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے تمام اہلِ مکہ سے اپنے صادق اور امین ہونے کی گواہی لے لی۔ اس حقیقت کا اقرار آپؐ کے بدترین دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ کفارِ مکہ نے دشمنی میں بہت سے الزام (مجنوں، شاعر، کاہن وغیرہ وغیرہ) لگائے مگر جھوٹ بولنے کے شائبہ کا بھی اظہار نہیں کیا اور نہ آپؐ کے صادق و امین ہونے سے انکار کی جسارت کر سکے۔

۳۔ پروردگارِ عالم نے اپنی کتاب محکم میں سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم ہے۔" یاایھاالذین آمنو ا اتقو اللہ و کونوا مع الصادقین" "اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" (سورۃ توبہ: آیت ۱۱۹) انسان سچ بول کر ہی سچوں کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ جھوٹا سچوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ جیسے کہ

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز   کبوتر با کبوتر باز با باز

۴۔ ہمارے تمام ائمہ علیہم السلام ہمیشہ سچ بولتے رہے اور سچ پر قائم رہے چاہے اُن پر کیسا ہی کڑا وقت پڑا ہو۔ یاد دہانی کے لئے کربلا کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت امام حسینؑ نے پروردگارِ عالم سے عالمِ ارواح میں وعدہ کیا تھا کہ اے میرے پروردگار اگر تیرے دین پر کوئی برا وقت پڑا تو میں اپنی جان پر کھیل کر تیرے دین کو بچاؤں گا۔ اور اپنا مال و اسباب، اولاد کی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے تیرے دین پر آنچ نہ آنے دوں گا۔ آپؑ نے دیکھا جب یزید ملعون نے اسلام کی دھجیاں بکھیرنی شروع کیں تو امام حسینؑ نے اسے روکا اور درمیان میں آ گئے اور اسے اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہونے دیا اور دینِ اسلام کو بگڑنے سے بچا لیا۔ اور اللہ سے عالمِ ارواح میں کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ یعنی سچ پر قائم رہے۔

اب میں قرآن شریف کے چند حوالے اردو میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یوں تو بہت سی آیات پیش کی جا سکتی ہیں مگر طوالت کی وجہ سے صرف چند حوالے پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ (سورۃ البقرۃ۔ آیت: ۱۷۷) ترجمہ: نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف کر لو۔ نیکی تو اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن اور تمام فرشتوں اور تمام کتب اور تمام انبیاء پر ایمان لایا ہو اور خدا کی محبت میں مال، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور (کنیزوں، غلاموں) کی گردنیں آزاد کرانے میں دیا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور جو اپنے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور تنگ دستی اور مصیبت میں، جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں یہی لوگ وہ ہیں، جنہوں نے (عملاً) سچ کر دکھایا

اور یہی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

۲۔ (سورۃ الزمر۔آیت:۳۳) ترجمہ: اور جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔

۳۔ (سورۃ الاحزاب۔آیت:۲۴) ترجمہ: تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے۔اور اگر چاہے تو منافقوں کو عذاب دے یا انُ کو توبہ کی توفیق دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔

آج تک میری نظر سے ایسی کوئی حدیث یا آیت نہیں گزری جس میں کہا گیا ہو کہ سچ بولنے والا جہنم میں جائے گا۔اگر کسی کے علم میں ایسی کوئی حدیث یا آیت ہو تو براہِ کرم میرے علم کے اضافے کے لئے مجھے ضرور بتایئے گا۔ مجھے یقین ہے کہ ایسی کوئی حدیث کسی جھوٹے سے جھوٹے حدیث گھڑنے والے نے نہیں گھڑی ہوگی۔ ہاں ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی ریاکاری، مکاری، حرام کاری، حرام کھا کر، یتیم و بیواؤں کا مال غصب کر کے، جھوٹ بول کر نماز پڑھے یا روزہ رکھے، حج کرے، زکوۃ وخمس ادا کرے، یا دیگر نیک اعمال کرے وہ، جہنم میں جائے گا۔

گناہانِ کبیرہ کے بارے میں تو سب جانتے ہیں کہ کون کونسے گناہ ہیں اہلِ علم و دانش اور صاحبانِ منبر اپنی اپنی تقریروں اور تحریروں میں وقتاً فوقتاً ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں یہ گناہ شرک، کفر، نفاق، قتل، زنا، شراب خوری، والدین کی نافرمانی، غیبت، یتیم و بیواؤں کا مال کھانا وغیرہ وغیرہ ہیں۔مگر آج تک کسی نے یہ نہیں بتایا کہ گناہِ اکبر یعنی سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ لوگ جانتے ہی نہ ہوں یا پھر جان بوجھ کر چھپاتے ہوں اس لئے کہ شاید وہ لوگ خود اس گناہِ اکبر کا ارتکاب کرتے ہوں۔ بہر حال میں عوام الناس اور طالبعلموں کو یہ بتانا چاہوں گا کہ جھوٹ بولنا گناہِ اکبر ہے۔ یہ تمام برُائیوں کی ماں اور جڑ ہے اسے امُ الخبائث بھی کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی سزا لعنت ہے جو اللہ نے اپنے سب سے بڑے دشمن یعنی شیطان پر کی ہے۔ پروردگارِ عالم کا ارشاد گرامی ہے۔ترجمہ: ''اے ابلیس تجھے کیا ہو گیا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہوا۔(شیطان نے) کہا میں ایسا نہ تھا کہ ایسے بشر کو سجدہ کرتا جس کو تو نے سڑے ہوئے کیچڑ کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔(اللہ نے) کہا پھر تو اس جگہ سے نکل جا۔ بیشک تو مردود ہے۔اور بیشک تجھ پر قیامت تک لعنت پڑے گی''۔(سورۃ الحجر: آیت ۳۲۔۳۵)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''پھر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں''۔(سورہ آلِ عمران۔آیت:۶۱)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ان کے دلوں میں (روحانی) مرض ہے۔پس اللہ نے ان کے مرض کو بڑھنے دیا اور ان کے جھوٹ بولتے رہنے کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا''۔(سورہ بقرۃ۔آیت:۱۰)

ایک اور جگہ ربِ العزت کا ارشاد ہے: ''بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جن لوگوں نے قیامت کو جھٹلایا ان کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے''۔(سورہ فرقان: آیت ۱۱)

ان کے علاوہ بہت سے مقامات پر پروردگارِ عالم نے جھوٹ بولنے والوں کے لئے عذاب کی وعید دی ہے، جو ہم مضمون کے طویل

ہونے کی وجہ سے چھوڑ رہے ہیں اور اتنے ہی پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان اور جھوٹ بولنے والے دونوں ہی گناہِ اکبر کا ارتکاب کر کے لعنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اس طرح یہ دونوں لعنتِ خداوندی کی وجہ سے آپس میں لعنت زاد بھائی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی سوائے ان تین مقامات کے جو یہ ہیں: نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے ۔ ۱۔ جنگ میں (دشمن سے) بہانا کرنا ۲۔ اپنی بیوی سے وعدہ میں ۳۔ لوگوں کی اصلاح (کرنے) میں۔ تین مقامات پر سچ بولنا برا ہے۔ ۱۔ (کسی کی) چغلی (کرنے) میں ۲۔ عورت کی بدکاری میں اس کے شوہر کو خبر دینا ۳۔ کسی اور آدمی کی بات جھٹلانا (حوالہ: خصال اردو ترجمہ۔ جلد اول۔ باب نمبر ۳۔ حدیث نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۴۷)۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے۔ ابنِ ابی مالک نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) علیہ السلام سے عرض کیا کہ سارے دین کے آداب سے آگاہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: ۱۔ حق بات کہنا ۲۔ عادلانہ فیصلہ کرنا ۳۔ اپنے عہد (وعدہ) کو پورا کرنا۔ (حوالہ: خصال اردو ترجمہ۔ جلد اول ۔ باب نمبر ۳۔ حدیث نمبر ۷۹ صفحہ نمبر ۶۱)۔

صاحبانِ محراب و منبر اور اہل علم و دانش حضرات اگر عوام الناس کی رہنمائی کرتے تو شاید زبان سے کلمہ پڑھنے اور دکھاوے کے لئے نماز روزہ کرنے والے سچے مسلمان ہو جاتے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ اور اگر یہی حال رہا تو پاکستان میں کبھی اسلامی نظام نہیں آ سکتا۔ بہر حال ناامیدی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھول کر ہم گناہگاروں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ لوگ صرف زبان سے کلمہ پڑھ کر اور اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی سرسری پابندی کر کے مسلمان تو کہلا سکتے ہیں مگر حقیقت میں مسلمان نہیں بن سکتے۔ عوام الناس گناہ اکبر (جھوٹ) کا ارتکاب اس قدر اور اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا معاذ اللہ حکم دیا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ جھوٹ بولنے سے انسان کے تمام نیک اعمال اس طرح ختم ہو جاتے ہیں جیسے سوکھی ہوئی لکڑی کو آگ جلا کر ختم کر دیتی ہے۔ لوگ جھوٹ بولنے کے لئے بہت سے جواز پیش کرتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ یہ کہا جاتا ہے کہ جھوٹ بولے بغیر اس زمانے میں کام نہیں چلتا، سچ بولنے سے آدمی ذلیل و خوار ہو کر بھوکا مر جاتا ہے، جھوٹ کو عقلمندی اور ذہانت کا درجہ دیا جاتا ہے، سچ بولنے والے کو بے وقوف اور احمق کہا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنے سے شاید وقتی طور پر کچھ فائدہ ہو جاتا ہو مگر اس کا نقصان دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہوتا ہے۔ دنیا میں جھوٹ کھل جانے پر انسان سب کی نظروں میں قابلِ نفرت اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور قیامت میں جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا۔ میں ایسے لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے کا حکم دے کر معاذ اللہ غلطی کی ہے؟ کیا حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی سچ پر قائم رہ کر اور سچ بول کر معاذ اللہ غلطی کی ہے؟ کیا امام حسین علیہ السلام نے اللہ سے عالم ارواح میں کیا ہوا عہد پورا کر کے معاذ اللہ غلطی کی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ سچ بولنے والے کو پروردگار عالم ذلیل و خوار کر کے بھوکا مارے اور جھوٹ بولنے والے کو عیش و عشرت میں رکھے اگر

ایسا کہیں دیکھنے میں آتا ہے تو اس کی وجہ کچھ اور ہوگی۔ پروردگارِ عالم تو ایسا رحیم وکریم ہے جو اپنے دشمنوں کو بھی جو جھوٹے، مکار، ریاکار، کافر، مشرک، منافق ہیں ان سب کو روزی دیتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ کسی سچے کو روزی بمعہ برکت نہ دے۔ پروردگار پر اس قسم کے الزامات لگانے سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑ سکتا ہے بلکہ انسان خود اپنے کافر، مشرک، ملعون ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ اللہ پر توکل کم ہوجاتا ہے۔ ایمان ختم ہوجاتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں وہ تمام خواتین وحضرات جو اہلبیت علیہ السلام کی مودت کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے اپنے ہاتھ اپنے اپنے سروں اور سینوں پر رکھ کر آنکھیں بند کر کے خدا کو حاضر ناضر جانسو چیں اور اس بات کا فیصلہ کریں کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں کس حد تک پورے اترتے ہیں۔ ہر شخص اپنے بارے میں خوب جانتا ہے اور خود ہی صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔ ایسے وقت میں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ پروردگارِ عالم دلوں کے بھید بہتر جانتا ہے اور کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی دوسرا کسی کے بارے میں تنقید کرے تو وہ برامان کر لڑنے مرنے کو تیار ہوجاتا ہے۔ اسلیئے میں یہ فیصلہ قارئینِ کرام پر چھوڑتا ہوں مجھے یقین ہے کہ سب کا فیصلہ اثبات میں ہوگا مگر اگر خدانخواستہ جواب نفی میں ہو تو اس بات کا پتہ سوائے آپ خود اور اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہوگا۔ تو آپ اس لمحہ اپنے پروردگار کے روبرو صدقِ دل سے توبہ کریں، اور سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے کا عہد کریں۔ یقیناً وہ غفور ورحیم ہے وہ آپ کی توبہ قبول کرے گا۔ اس نے توبہ کا دروازہ کھول کر ہم پر بڑا احسانِ عظیم کیا ہے۔ انشاءاللہ آپ ناجی فرقہ میں شامل ہوجائیں گے۔

جو خواتین وحضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ جھوٹ بولنے کی عادت اتنی پختہ ہوگئی ہے کہ ختم نہیں ہوسکتی۔ ان کے لئے عرض ہے کہ اللہ کی ذات سے ناامیدی کفر ہے ایسے افراد کیلئے ایک نسخہ تجویز کررہا ہوں ان شاءاللہ عمل کرنے سے کامیابی حاصل ہوگی۔

''گر قبول افتند رہے عزّ وشرف''

''آپ ہر نماز کے بعد کم از کم ایک تسبیح (یعنی ۱۰۰ مرتبہ) سورۃ آلِ عمران کی آیت ۶۱ کے آخری حصّہ کا ورد کریں چاہے عربی میں پڑھیں چاہے اردو میں۔ '' لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ '' (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت)۔ اور جو نماز نہیں پڑھتے ہوں وہ لوگ صبح سے شام تک کسی بھی وقت کم از کم ۵۰۰ مرتبہ اس کا ورد کریں۔ اس طرح سے یہ فائدہ ہوگا کہ جس وقت آپ کے منہ سے جھوٹ نکلے گا تو آپ کو یہ خیال آئے گا کہ میں خود ۵۰۰ مرتبہ جھوٹوں پر لعنت کرتا ہوں اور خود جھوٹ بول رہا ہوں۔ اِس خیال کے آتے ہی آپ یقیناً گناہِ اکبر کا ارتکاب کرنے سے بچ جائیں گے۔ اس طرح ان شاءاللہ کچھ عرصے بعد اس عمل کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوجائیں گے۔ آپ کے تمام نیک اعمال قبول ہونا شروع ہوجائیں گے۔ گھر سے نحوست اور پریشانیاں چلی جائیں گی اور برکت اور آسانیاں آنا شروع ہوجائیں گی۔ آپ کی جائز دعائیں قبول ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے گا اور نیک اعمال کے مواقع فراہم کرے گا۔ اس سے آپ کو اتنے اور ایسے فوائد حاصل ہوں گے جن کو میں بیان نہیں کرسکتا۔ صرف اس جگہ استاد قمر جلالوی کی ایک غزل کا ایک شعر نذر کررہا ہوں۔

دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے

جگہ تلک نہ رہی میرے آشیانے کو

یہاں ایک بات واضح کردوں تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے اور وہ یہ کہ سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولنا ہے اور سچ پر قائم رہنا ہے۔ موقع محل کی نزاکت کو دیکھ کر جھوٹ بولنے سے منافق اور مشرک بن جانے کا امکان ہے۔ کیونکہ سچ بولنا اللہ کا حکم ہے اور جھوٹ بولنے میں ہماری مرضی ہے۔ اس طرح اللہ کی مرضی میں ہماری مرضی شریک ہو کر ہم کو مشرک بنا دے گی۔ اور ایسا سچ انسان کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ جس طرح دس من پاک اور طاہر دودھ میں پیشاب کا ایک قطرہ ڈالنے سے سارا دودھ نجس اور ناپاک ہو جاتا ہے اور استعمال کے قابل نہیں رہتا۔ اسی طرح برسوں کا سچ بولنا اور اس پر قائم رہنا اس وقت بیکار ہو جاتا ہے جب کسی بھی وجہ سے انسان جھوٹ بولتا ہے۔

بہت سے مقامات پر اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچوں کی پہچان کرائی ہے۔ یاد دہانی کے لئے واقعہ مباہلہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جب اہل نجران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کئی دن تک بحث کرتے رہے اور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا: ''ہم اپنے بچوں کو لاتے ہیں تم اپنے بچوں کو لاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو لاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ پھر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں''۔ (سورۃ آل عمران: آیت ۶۱)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ساتھ سچوں کو میدان مباہلہ میں لا کر بتلا دیا کہ سچے افراد کون ہیں؟ اور وہ پنجتن پاک ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) جناب رسولِ خداؐ (۲) امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام (۳) جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا (۴) حضرت امام حسن علیہ السلام (۵) حضرت امام حسین علیہ السلام۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمانا کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ ناجی (نجات پانے والا) ہوگا اور باقی تمام فرقے جہنم میں جائیں گے۔ اور وہ فرقہ سچ بولنے والا اور سچ پر قائم رہنے والا فرقہ ہوگا چاہے وہ کسی مسلک کا پیروکار ہو۔ باقی تمام کے تمام فرقے جہنم میں جائیں گے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔

''وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ''

کتاب کی ضخامت کم رکھنے کے لئے ہم نے عربی متن شامل نہیں کیا البتہ جہاں ناگزیر تھا وہاں عربی متن بھی تحریر کر دیا ہے۔ ہم قوم کے باشعور طبقے کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے ہماری کاوشوں کو سراہا ہے۔ بہت سے کرم فرماؤں نے ہمارے لئے ایسے تعریفی کلمات لکھے جن کے لئے شاید ہم اہل نہیں تھے مگر یہ ان کی محبت اور حوصلہ افزائی ہے۔ ہم ان سب افراد کا دل کی گہرائی سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام حضرات کے لئے پروردگار سے دعا گو ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ان تمام حضرات کے درجات کو دنیا اور آخرت میں بلند فرما، ان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت فرما، سوائے غمِ حسینؑ کے انہیں کوئی غم نہ دے۔

حرفِ آخر کے طور پر عرض ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ وہ چاہے کتنی ہی عرق ریزی کر لے مگر غلطیوں اور خامیوں سے پاک کوئی

کام انجام نہیں دے سکتا۔ بہرحال ہم نے پروردگار عالم سے یہ بھی دعا کی ہے اور اپنی طرف سے اس بات کی کوشش بھی کی ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ، کتابت اور طباعت کے سلسلے میں کسی قسم کی غلطی نہ ہونے پائے۔ اس کے باوجود اگر کوئی خامی یا غلطی رہ گئی ہو یا ہوگئی ہو تو ہم پیشگی معذرت خواہ ہیں۔ اور قارئینِ کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری توجہ اس جانب ضرور مبذول کرائیں تاکہ آئندہ کی اشاعت میں شکریہ کے ساتھ ان کا ازالہ کیا جا سکے۔

ہم اپنی اس حقیری کوشش کو امامِ عصرؑ جو ہمارے آقا و مولا بھی ہیں اور دینِ اسلام کے سرپرست بھی ہیں کے توسط سے تمام معصومینؑ کی بارگاہ میں نذر کرتے ہوئے پروردگارِ عالم سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اس کا ثواب ہمارے والدین جنہوں نے ہماری پیدائش کو حلال بنایا اور کل مومنین و مومنات کو عطا کر اور جملہ قارئینِ کرام کو احکاماتِ معصومینؑ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہم پروردگارِ عالم سے مزید دعا گو ہیں کہ تو محمدؐ اُن کی آلِ پاک کے دشمنوں کو، اسلام کے دشمنوں کو، مشرکوں کو، کفار کو، یہود و نصاریٰ کو، قران پاک کے احکام کے خلاف حکم جاری کرنے والوں کو، اوران احکام کو ماننے اور عمل کرنے والوں (زندہ، مردہ) کو دنیا و آخرت دونوں جگہ سزا دے۔ دنیا میں اذیت ناک اور لاعلاج امراض میں مبتلا کر اور آپس میں لڑا کر تباہ و برباد کردے اور آخرت میں دردناک عذاب عطا کر۔

''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو''

خاکپائے اہلبیت

سید اشفاق حسین نقوی

گفتارِ مترجّم

الحمد للہ ربّ العالمین و الصلاۃ و السلام علی سیّدنا محمدؐ و علی آلہ الطیبین

الطاھرین المعصومین المظلومین۔

کتاب ''معانی الاخبار'' کے مؤلف شیخ صدوق علیہ الرحمہ ہیں جن کی ولادت کے لئے ۳۰۵ ہجری کا سال بیان کیا جاتا ہے اور آپ غیبت صغریٰ کے زمانہ کے ممتاز علماء میں سے ایک ہیں جو اپنے زمانہ کے مرجع وقت اور ایک کامل مجتہد تھے۔ آپ کی کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کتب اربعہ میں شامل ہے۔ آپ کی دیگر کئی کتابیں اردو ترجمہ کے ساتھ منظرعام پر آ چکی ہیں جن کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی تالیفات کو پیش کرنا بغیر توفیق پروردگار اور بغیر نگاہِ خصوصی معصومین علیہم السلام ممکن نہیں ہے۔

آپ علم و عمل اور قول و کردار کے ایسے روشن نشان تھے کہ آپ کی صداقت کی کثرت نے آپ کو صدوق کے نام سے موسوم کر دیا۔ آپ کی وفات ۳۸۱ ہجری میں ہوئی اور اس اعتبار سے آپ نے ۷۶ سال کی عمر پائی مگر جیسے کہ معروف ہے اور صحیح بھی ہے کہ عالم کی زندگی اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک اس کا علم جاری و ساری رہتا ہے، شیخ صدوقؒ ایک ہزار سال گذر جانے کے باوجود آج بھی اپنی تالیفات کے ذریعے سے اسی طرح علوم آلِ محمدؐ کی تشہیر کر رہے ہیں جس طرح سے انہوں نے اپنے زمانہ حیات میں کی تھی۔

شیخ صدوقؒ کی یہ کتاب جو ''معانی الاخبار'' کے نام سے معروف ہے اس اعتبار سے ممتاز و بے مثل ہے کہ اس میں کلامِ معصومؑ کو کلامِ امامؑ کے ذریعے سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک معصومؑ کے کلام کی وضاحت دوسرے معصومؑ کے کلام سے ہو جاتی ہے اور اگر کوئی حدیث معصومؑ سے غلط منسوب کر دی گئی ہو یا اس میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو تو دوسرے معصومؑ اس کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں کہ میرے جدّ نے یہ نہیں فرمایا تھا یا میرے جد نے اس طرح نہیں بلکہ اس انداز سے فرمایا تھا۔ یہاں باتوں کا کیا اختلاف ہوگا جہاں اول بھی محمدؐ ہے، اوسط بھی محمدؐ، جہاں آخر بھی محمدؐ ہے بلکہ کل کے کل محمدؐ ہیں۔ شیخ صدوقؒ نے تقریباً ہر معصومؑ سے روایت کو نقل کیا ہے۔

اُس زمانہ میں جب کہ وسائل کی انتہائی کمی تھی ان راویانِ حدیث نے بستی بستی سفر کر کے کلامِ معصومؑ کو یکجا کیا اور آج ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان پر عمل پیرا ہوں تاکہ ان کی محنتوں کا عملی ثمرہ ظاہر ہو۔

زمانہ قدیم کی طرح اب حصول علم کا وہ رجحان نہیں رہا اور نہ ہی ویسے بلند و بالا مینار سامنے آتے ہیں سوائے چند گنے چنے افراد کے۔ موجودہ دور میں مادی وسائل کے اعتبار سے ہم کسی حد تک آگے نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں مگر علمی اعتبار سے زوال کا شکار ہو گئے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر کیوں ہمارے خاندان بغیر علماء کے نظر آتے؟ کیا ایسا ہونا ممکن ہے کہ آل محمدؐ کے چاہنے والوں کا خاندان ہو اور اس خاندان میں ایک بھی علوم آل محمدؐ کا حامل نہ ہو۔ ہم نے علم کی روح کو ترک کر دیا اور لفاظی کو علم کا نام دے دیا۔ علمی عروج کا وہ زمانہ تب ہی پلٹ کر آ سکتا

ہے جب ہر گھر یا کم سے کم ہر خاندان یہ طے کر لے کہ اس کے گھر میں بھی ایک شیخ صدوق کی مانند عالم ہو۔

اس کتاب کا اردو میں ترجمہ اس لئے بھی مشکل تھا کہ اس کتاب میں کئی مقامات پر عربی الفاظ کی دیگر عربی الفاظ کے ذریعے وضاحت کی گئی ہے(۱) اور اس کے ترجمہ کو واضح کرنے کے لئے درمیان میں عربی الفاظ کو لانا ضروری تھا، پھر بھی کوشش یہی کی گئی ہے کہ ترجمہ اس انداز سے ہو کہ عربی زبان سے ناواقف افراد کو روانی سے مطالعہ کرنے میں دقت پیش نہ آئے۔ البتہ یہ بات تو واضح ہے کہ یقیناً کوتاہی رہی ہوگی اس لئے قارئین اور خاص طور سے اہل علم سے گذارش ہے کہ جہاں پر متوجہ ہوں وہاں پر ہمیں بھی متوجہ کردیں تاکہ آئندہ کے ایڈیشن میں اصلاح کرلی جائے۔

پروردگار عالم سے دعا ہے کہ معصومین علیہم السلام کے صدقے میں اس کتاب کے مؤلف شیخ صدوق علیہ الرحمہ کو، اس کے ناشر جناب اشفاق صاحب کو اور اس کتاب کی تیاری کے مراحل میں ہاتھ بٹانے والے دیگر تمام افراد کو بشمول اس ناچیز کے اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

احقر:
دلاور حسین نجفی
مدرس: جامعہ علمیہ،
ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی۔

(۱) کتاب کی ضخامت کم رکھنے کے لئے عربی متن شامل نہیں کیا گیا البتہ جہاں ناگزیر تھا وہاں عربی متن بھی تحریر کردیا گیا ہے۔ (ادارہ)

جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین، و صلّی اللہ علی محمد عبدہ و رسولہ و علی آلہ الطاھرین و سلّم تسلیماً (کثیرا).

(۱) ☆وہ باب کہ جس کی وجہ سے اس کتاب کا نام "کتاب معنی الاخبار" رکھا گیا☆

شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن موسی بن بابویہ، فقیہ، قمّی، ری سے آنے والے، اس کتاب کے مصنف - رضی اللہ عنہ وقدس روحہ - فرماتے ہیں:

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رضی اللہ عنہما - نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ؛ عبداللہ بن جعفر حمیری؛ احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار - رحمہم اللہ - نے ان تمام نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن خالد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسان واسطی نے، اس شخص سے کہ جنہوں نے ان سے ذکر کیا داود بن فرقد سے، انہوں نے کہا کہ ہم نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: "تم لوگوں میں سب سے زیادہ سمجھ دار اس وقت ہو جب تم ہمارے کلام کے معنی کو پہچان لو، بیشک کلام کو کئی معانی کی طرف پھیرا جا سکتا ہے، پس اگر انسان چاہے تو اپنے کلام کو جس طرف چاہے پھیر دے جبکہ وہ جھوٹ (بھی) نہیں بول رہا ہوتا۔"

۲۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابرہیم بن ھاشم نے، انہوں نے محمد بن عیسی نے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے برید الرزّاز سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اے بیٹے! تم شیعوں کے منازل و مقام کو ہماری روایتوں اور ہماری معرفت کے ذریعے پہچانو، بیشک معرفت ہی روایت کو (کما حقہ) سمجھنا ہے اور روایتوں کو سمجھنے کی وجہ سے مؤمن ایمان کے انتہائی درجہ تک بلند ہوتا ہے، یقیناً میں نے علی علیہ السلام کی کتاب میں نگاہ کی تو اس میں پایا کہ: ہر آدمی کی قیمت اور قدر اس کی معرفت ہے، بیشک اللہ تبارک وتعالی لوگوں سے دنیا میں ان کو عطا کردہ عقلوں کی مقدار کے مطابق حساب لے گا۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرورؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد ابن عامر سے، انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابراہیم الکرخی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "ایک حدیث کہ جس کو تم سمجھ لیتے ہو ان ایک ہزار احادیث سے بہتر ہے کہ جن کو تم روایت کرتے ہو۔ اور تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک فقیہ نہیں بن سکتا جب تک کہ ہمارے کلام کے مختلف اطراف اور زاویوں کی معرفت حاصل نہ کر لے: بیشک ہمارے کلام میں سے

ہر کلمہ ستر تعبیروں کی طرف پھیرا جا سکتا ہے اور ہمارے لئے ان میں سے ہر معانی نکالنے کے لئے راہ کھلی ہوئی ہے۔''

(۲) ☆ اسم کے معنی ☆

۱۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے حسین بن عبد اللہ سے، انہوں نے محمد ابن عبد اللہ، موسیٰ بن عمر اور حسن بن علی بن ابی عثمان سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے ''اسم'' کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(یہ) موصوف کے لئے صفت ہے۔'' ﴿یعنی اسم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے ذریعے سے موصوف - چاہے وہ شخص ہو یا کوئی چیز - کی حالت و کیفیت و خصوصیات اور اسے کس نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ -مترجم-﴾

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے اسی اسناد کے ساتھ، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا اللہ عزّ وجلّ مخلوقات کو خلق کرنے سے پہلے اپنے نفس کی معرفت رکھتا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: کیا وہ اسے دیکھتا تھا اور اس کی باتیں سنتا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ اس بات کا محتاج ہی نہیں تھا چونکہ وہ ایسا نہیں تھا کہ اپنے نفس سے کسی چیز کا سوال کرے اور نہ اس سے کسی چیز کو طلب کرتا تھا، وہ اس کا نفس ہے اور اس کا نفس (ہی) وہ خود ہے، اس کی قدرت نافذ و موثر ہے، پس وہ محتاج ہی نہیں تھا کہ اپنے آپ کا کوئی نام رکھے مگر اس نے دوسروں کی خاطر اپنے کچھ نام رکھے تاکہ وہ اُسے ان ناموں کے ذریعے پکاریں، چونکہ جب نام کے بغیر پکارا جاتا ہے تو پہچان نہیں ہو پاتی، تو پہلا نام کہ جس کو اس نے اپنے لئے پسند فرمایا وہ ''العلی العظیم'' ہے چونکہ وہ تمام کی تمام چیزوں سے بلند ہے، پس اس کی ماہیت و حقیقت ''اللہ'' ہے اور اس کا نام ''العلی العظیم'' ہے اور یہ اس کے ناموں میں سب سے پہلا نام ہے چونکہ وہ ہر چیز پر بلند و بالا ہے۔''

(۳) ☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے عبد اللہ بن سنان سے، انہوں نے ابوعبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس میں "الباء بهاء الله" (حرف با کا مطلب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی)، "السين سناء الله" (سین سے مراد اللہ تعالیٰ کی بلندی)، "الميم مجد الله" (میم سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت)۔ بعض نے روایت کیا ہے "ملک الله" (اللہ تعالیٰ کی بادشاہت)۔ اور اللہ سے مراد ہر چیز کا

پروردگار اور رحمٰن تمام عالم کے لئے (رحمت کے معنی میں) ہے اور رحیم (یعنی وہ رحمت جو) صرف مؤمنین کے لئے خاص ہے۔"

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے عبّاس بن معروف سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جنہوں نے ان سے بیان کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام سے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "با سے مراد اللہ تعالی کی خوشنودی، سین سے مراد اللہ تعالی کی بلندی و رفعت، میم سے مراد اللہ تعالی کا ملک و سلطنت۔" راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: اللہ سے کیا مراد ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "(اللہ کے لفظ میں) الف سے مراد "آلاء" نعمتیں ہیں جو اللہ تعالی نے اپنی مخلوقات پر ہماری ولایت کے ذریعے سے نازل فرمائی ہے، (اللہ کے لفظ میں) لام سے مراد اللہ تعالی کی جانب سے اپنی مخلوق پر ہماری ولایت کا لازم کر دینا ہے۔" راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: لفظ اللہ میں "ھا" سے کیا مراد ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "(اس سے مراد) ھوان (پستی و رسوائی) ہے ان لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے محمدؐ و آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم کی مخالفت کی۔" میں نے عرض کیا: الرحمٰن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: "تمام عالم کے لئے (رحمت)" میں نے عرض کیا: الرحیم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: "صرف مؤمنین کے لئے خاص طور سے (رحمت)"۔

(۴) ☆بسم اللہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابرہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی بنی ھاشم کے غلام احمد بن محمد بن سعید نے، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے "بسم اللہ" کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "کہنے والے کے قول 'بسم اللہ' یعنی (میں) اپنے نفس پر اللہ تعالی کے سمات میں کسی "سمۃ" کے ذریعے نشان لگاتا ہوں، اور یہ عبادت ہے۔" راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے عرض کیا: "سمۃ" سے کیا مراد ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "علامت"۔

(۵) ☆"اللہ" عزّ وجلّ کے معنی☆

ا۔میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہما السلام سے، راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام سے "اللہ" عزّ وجلّ کے معنی کے متعلق سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالی غلبہ رکھتا ہے ان تمام چیزوں پر کہ جو دقیق اور چھوٹی

اور جلیل اور بڑی ہیں۔''

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم جرجانی مفسرؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد اور ابوالحسن علی بن محمد بن سیّار نے اور یہ دونوں امامیہ شیعوں میں سے تھے، ان دونوں نے اپنے اپنے والد سے، انہوں نے امام حسن بن علی بن محمد عسکری علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: ''اللہ وہ ہے کہ جس کی جانب اپنی حاجتوں اور پریشانیوں میں تمام مخلوقات آہ وزاری کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ہر ایک سے جب امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں اور (جب) اسکے علاوہ سب کے سب اسباب وذرائع قطع ہو جاتے ہیں، تم کہتے ہو''بسم اللہ'' یعنی میں اپنے تمام امور میں اس اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے سوائے اس کے، جوفریاد کو پہنچتا ہے جب فریاد کی جائے، وہ کہ جو جواب دیتا ہے جب پکارا جائے، اور یہ وہی بات ہے کہ جب کسی شخص نے صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ: فرزند رسولؐ! اللہ کے سلسلے میں میری رہنمائی کریں، وہ کیا ہے؟ کیونکہ اکثر اوقات بحث کرنے والے میرے ساتھ بحث کرتے ہیں اور مجھے حیرت میں ڈال دیتے ہیں، اس سے امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اے بندۂ خدا! کیا تو کبھی کشتی پر سوار ہوا ہے؟'' اس نے کہا: ہاں، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ کشتی ٹوٹ گئی ہو اور کوئی (دوسری) کشتی ایسی نہ ہو جو تجھے نجات دلادے اور نہ کوئی ماہر تیراک ہو کہ جو تجھے بچالے؟'' اس نے کہا: ہاں، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا اس وقت تیرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ چیزوں میں سے کوئی چیز اس بات پر قادر ہے کہ جو تجھے تیری اس ہلاکت سے نجات دلادے؟'' اس نے کہا: ہاں، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''یہی چیز وہ اللہ ہے کہ جو اس مقام پر نجات دلانے پر قادر ہے کہ جہاں کوئی راہ نجات نہ ہو اور وہ اس جگہ پر اعانت و مدد پر قادر ہے کہ جہاں پر کوئی فریاد رس نہ ہو۔''

(۶) ☆واحد کے معنیٰ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطّار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسٰی سے، انہوں نے ابوھاشم جعفری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر الثانی امام محمد تقی علیہ السلام سے سوال کیا کہ واحد کا معنی کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ کہ جس پر تمام زبانیں وحدانیت کے ساتھ یکجا ہو جائیں۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالوھّاب بن نصر بن عبدالوھّاب بن عطاء بن واصل السجزی نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن ضمرۃ الشعرانی عمّاری نے جو کہ عمّار ابن یاسرؓ کی اولاد میں سے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو محمد عبیداللہ بن یحیٰی بن عبدالباقی اذنی نے اذنہ میں، انہوں نے ابوالمقدام ابن شریح بن ھانی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ جنگ جمل کے دوران ایک اعرابی امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور کہا: یا امیر المؤمنینؑ! کیا آپ کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے؟ راوی کہتا ہے کہ اس وقت لوگ اس شخص پر حملہ آور ہوئے اور کہنے لگے: اے اعرابی! کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ امیر المومنین علیہ السلام دل کے

افتراق (اور جنگ کی شدت) کی کس صورت حال میں مبتلا ہیں؟ (یہ کونسا وقت ہے سوال کرنے کا)، اس موقع پر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، یقیناً جس چیز کا اعرابی نے ارادہ کیا ہے یہ وہی چیز ہے کہ جس کو میں اس قوم سے چاہ رہا ہوں؟ (یعنی اس جنگ سے ہدف اصلی یہی ہے کہ لوگ حق کے بارے میں سوال کریں)، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اعرابی! بیشک اس قول میں کہ اللہ ایک ہے چار قسمیں ہیں: ان میں سے دو قسمیں اللہ عزّ وجلّ کے سلسلے میں جائز نہیں ہیں اور دو قسمیں اس میں ثابت ہیں۔

جہاں تک تعلق ان دو قسموں کا ہے کہ جو اس کے سلسلے میں جائز نہیں ہیں (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) جب کہنے والا "ایک" کہے اور اس کی مراد گنتی والا ایک ہو تو یہ جائز نہیں ہے چونکہ اس کا کوئی دوسرا نہیں ہے (اور اس وجہ سے) وہ گنتی والے ایک میں داخل نہیں ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اس کو "تین کا تیسرا" (۱) کہنے والوں کو کافر قرار دیا ہے، اور (دوسری قسم کہ جو جائز نہیں ہے یہ ہے کہ) کہنے والا کہے کہ وہ لوگوں میں سے ایک ہے اور مراد اس کی جنس میں سے ایک نوع ہو تو یہ جائز نہیں ہے چونکہ یہ تو پروردگار کو تشبیہ و شباہت دینا ہے اور ہمارا پروردگار اس سے بلند و اعلیٰ ہے۔

اور وہ دو قسمیں کہ جو اس کے سلسلے میں جائز ہیں (اس میں سے پہلی یہ ہے کہ) جب کہنے والا کہے کہ وہ ایسا ایک ہے کہ چیزوں میں اس کا مشابہ نہیں ہے، تو ہمارا پروردگار ایسا ہی ہے (اور دوسری قسم یہ کہ) اور کہنے والا کہے "بیشک اللہ عزّ وجلّ احدی المعنی ہے" یعنی وہ ایسا یکتا ہے کہ نہ تو اس کو اس کے وجود میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی عقل میں اور نہ ہی وہم میں، ہمارا عزّت و جلالت والا پروردگار ایسا ہی ہے۔"

(۷) ☆صمد کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ربیع بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اس وقت سنا کہ جب آپؑ سے صمد کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "صمد اسے کہتے ہیں کہ جس کے لئے کوئی (کھوکھلا پن اور) کمی نہ ہو۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاقؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب نے، انہوں نے علی بن محمد سے، انہوں نے سہل بن زیاد سے، انہوں نے محمد بن ولید - اور ان کا لقب شباب الصیرفی ہے - سے، انہوں نے داود بن القاسم الجعفری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ علیہ السلام کا فدیہ قرار پاؤں، صمد کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ایسا سردار جس کی جانب ہر کم اور ہر زیادہ کے سلسلے میں رجوع کر کے بے نیاز ہوا جائے۔"

(۱) امام علیہ السلام کا اشارہ سورۂ مائدہ کی آیت ۷۳ کی طرف ہے۔-مترجم۔

۳۔ہم سے بیان کیا ابو محمد جعفر بن علی ابن احمد الفقیہ القمی ثم الایلاقیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید عبدان بن نفم نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن یعقوب بن محمد بن یونس بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے خجندہ کے شہر میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابو بکر محمد بن احمد بن شجاع الفرغانی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابو محمد الحسن بن حماد العنبری نے مصر میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا اسماعیل بن عبدالجلیل برقی نے، انہوں نے ابوالبختری وھب بن وھب قرشی سے انہوں نے ابو عبداللہ الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''صمد اس چیز کو کہتے ہیں جس کے لئے کوئی (کھوکھلا پن اور) کمی نہ ہو، صمد وہ ہے کہ جس کے ساتھ تمام بلندی اور سرداری انتہا کو پہنچتی ہو، صمد وہ ہے کہ جو نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے؛ صمد وہ ہے کہ جو سوتا نہیں ہے؛ اور صمد وہ ہے کہ جس کے لئے نہ ماضی میں زوال تھا اور نہ ہی حال و مستقبل میں زوال ہے۔ (یعنی وہ ثابت تھا، ہے اور رہے گا)۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: محمد بن حنفیہ-قدس اللہ روحہ-فرمایا کرتے تھے: صمد وہ ہے کہ جو اپنی ذات کے ساتھ قائم ہو اور دوسروں سے بے نیاز ہو، اور ان کے علاوہ دوسرے نے فرمایا ہے: صمد وہ ہے جو کون وفساد (۱) سے بلند و برتر ہے اور صمد وہ ہے کہ جس کو تغیر و تبدیل ہونے والی چیزوں کے ذریعے سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: صمد وہ سردار ہے کہ جس کی ایسی فرماں برداری کی جاتی ہے کہ اس سے بلند و بالا کوئی حکم کرنے والا اور منع کرنے والا نہیں ہے۔

فرمایا: علی بن حسین زین العابدین علیہما السلام سے ''صمد'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''صمد وہ ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ اسے چیزوں کی حفاظت مشقت اور پریشانی میں ڈالتی ہے اور نہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ ہے۔''

وھب بن وھب قرشی کہتے ہیں کہ زید بن علی علیہ السلام نے فرمایا: ''صمد وہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے تو کہے ''کن فیکون'' (ہو جا، تو ہو جاتا ہے)؛ صمد وہ ہے کہ جس نے چیزوں کو خلق کرنے کی ابتداء کی (جبکہ اس کے پاس پہلے سے کوئی نمونہ نہیں تھا)، پس اس نے ان چیزوں کو ایک دوسرے سے مختلف، ہم شکل اور جوڑی بنا کر خلق فرمایا اور وہ یکتا ہونے میں ایسا منفرد ہے کہ نہ کوئی اس کے مدمقابل ہے، نہ وہ شکل رکھتا ہے اور نہ کوئی مثل اور نہ کوئی ہم نشین۔''

وھب بن وھب قرشی کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''فلسطین سے ایک وفد امام باقر علیہ السلام کی

(۱) کون یعنی ہونا یعنی پروردگار اس بات سے بلند ہے کہ اس کے لئے کون کی صفت لگائی جائے کہ نہیں تھا پھر ہوا اور پھر نہیں ہوگا، اور فساد سے مراد حالتوں کی تبدیلی اور کیفیتوں کا فاسد ہونا یعنی پروردگار کی ذات اس بات سے بلند ہے کہ اس کی حالت و کیفیت میں کوئی تبدیلی وفساد واقع ہو کہ پہلے بچہ تھا پھر جوان ہوا اور پھر بوڑھا ہوگا

وغیرہ۔ مترجم۔

خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے چند مسائل کے متعلق سوالات کئے تو امام باقر علیہ السلام نے ان کو جوابات دیئے پھر ان لوگوں نے (سورۂ اخلاص میں موجود لفظ) ''الصمد'' کے بارے میں سوال کیا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اس کی تفسیر یوں ہے کہ ''الصمد'' میں پانچ حروف ہیں، پس اس میں جو الف ہے وہ دلالت کرتا ہے اس کی ''انیت'' (ذات کی نشاندہی) پر، جیسا کہ اللہ عزّ وجل کا فرمان ہے: ''شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُـوَ'' (خدا گواہی دیتا ہے کہ یقیناً کوئی معبود نہیں ہے اس کے سواء۔) ﴿سورۂ آل عمران: آیت-۱۸۔﴾ اور اس میں تنبیہ اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حواس اسے درک نہیں کر سکتے (اور وہ حواس خمسہ سے غائب ہے، نہ اسے دیکھا جا سکتا ہے، نہ سنا جا سکتا ہے، نہ چکھا جا سکتا ہے، نہ چھوا جا سکتا ہے اور نہ ہی سونگھا جا سکتا ہے)، الصمد میں ''لام'' اس کی الٰہیت و معبود ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ معبود وہی اللہ ہے۔

اور الصمد کے ''الف-لام'' ادغام ہو جاتے ہیں (جب ہم سورۂ اخلاص میں اللہ الصمد کو ملا کر پڑھتے ہیں) اور زبان سے ظاہر نہیں ہوتے اور نہ ہی سننے میں واقع ہوتے ہیں صرف یہ دونوں لکھنے میں آتے ہیں، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس کی معبودیت اپنے لطف کی وجہ سے مخفی ہے اور حواس اسے درک نہیں کر سکتے اور نہ وہ کسی صفت بیان کرنے والے کی زبان پر واقع ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی سننے والے کے کان پر، چونکہ ''الہٰ'' کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ایسا ہے کہ مخلوق اس کے ماہیت و کیفیت کو اپنے حواس کے ذریعے سے یا اپنے وہم و گمان کے ذریعے سے سمجھنے کے متعلق حیران و سرگرداں ہے۔ نہیں بلکہ وہی وہم و گمان کو وجود بخشنے والا ہے اور وہی حواس کا خالق ہے (تو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ وہم و گمان جو کہ خود مخلوق ہے اس میں خالق کی ماہیت کا وہم آ سکے اور وہ حواس جس کو حواس جس خالق نے بنایا اسے وہی محسوس کرنے لگے)۔

اور الصمد کا الف-لام لکھتے وقت فقط اس لئے ظاہر ہوتا ہے تا کہ یہ دلیل بن جائے اس بات پر کہ اللہ سبحانہ کی ربوبیت و سلطنت مخلوقات کے وجود میں آنے کے زمانہ سے بالکل واضح ہے، اور پروردگار نے لطیف روحوں کو لوگوں کے کثیف اور موٹے جسموں کے ساتھ مرکب کر دیا کہ جب بندہ اپنے نفس کی طرف دیکھتا ہے تو اپنی روح کو نہیں دیکھ پاتا جس طرح ''الصّمد'' کے تلفظ کے وقت لام ظاہر نہیں ہوتا اور نہ تلفظ کے وقت یہ لام حواس خمس میں سے کسی حس میں داخل ہوتا ہے، پس جب بندہ لکھائی کی طرف نگاہ کرتا ہے تو اس کے لئے مخفی اور لطیف دونوں ہی ظاہر ہو جاتے ہیں۔

یہی صورت حال ہے جب بندہ پروردگار کی ماہیت اور کیفیت کے سلسلے میں غور و فکر کرتا ہے تو اس بارے میں اپنے آپ کو قاصر پاتا ہے اور حیرانی کی حالت میں رہتا ہے اور اس کی فکر کسی ایسی چیز کا احاطہ نہیں کر پاتی کہ جس کو وہ پروردگار کے سلسلے میں تصوّر کرے چونکہ اللہ عزّ وجلّ ہی صورتوں کا خالق ہے (تو پھر اس کی صورت کیسے ذہن میں آ سکتی ہے) (ہاں مگر) جب وہ اس کی مخلوق کی طرف نگاہ کرتا ہے (تو جس طرح الصمد کا لام لکھتے وقت نظر آ جاتا ہے اسی طرح) اس کے لئے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہی عزّت و جلالت والا پروردگار ان تمام کا خالق ہے

اور اسی نے ان کی روحوں کو ان کے جسموں کے ساتھ مرکب کر دیا ہے۔

جہاں تک ''الصمد'' کے صاد کا تعلق ہے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پروردگار عزّ وجلّ صادق ہے، اس کا قول صادق ہے، اس کا

کلام صادق ہے اور اس نے اپنے بندوں کو سچائی کے ساتھ سچائی کی پیروی کرنے کی دعوت دی ہے اور اس نے سچائی کے ساتھ سچائی کے گھر (آخرت) کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور جہاں تک تعلق "الصمد" کے میم کا ہے تو یہ اس کے ملک وسلطنت پر دلیل ہے اور یہ کہ پروردگار عزّ وجل ایسا برحق بادشاہ ہے کہ اس کے لئے نہ ماضی میں زوال تھا نہ حال میں اور نہ مستقبل میں ہوگا اور نہ اس کا ملک زوال پانے والا ہے۔

اور جہاں تک "الصمد" کے دال کا تعلق ہے کہ تو یہ دلیل ہے اس کے ملک کے دوام پر اور اس بات پر کہ پروردگار عزّ وجلّ کو دوام ہے، وہ ہونے (نہ ہونے) اور زوال سے بلند ہے بلکہ وہی عزّ وجلّ ہے کہ جس نے کائنات کو ہونے والی بنایا (جب کہ وہ پہلے نہیں تھی)، وہ وہ ہے کہ جس کے ہونے سے ہر ہونے والی چیز کا ہونا مربوط ہے۔ (کہ ہر چیز اپنے وجود کے لئے پروردگار عالم کی محتاج ہے جبکہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے)۔" اور میں نے اس حدیث کو مکمل طور پر کتاب "التوحید" میں "قل ھو اللہ احد" کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

(۸) ☆ائمہ علیہم السلام کے قول: "بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ شئے ہے" کے معنی ☆

۱۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبّاس بن عمرو فقیمی سے، انہوں نے ھشام بن حکم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے زندیق سے- اس وقت کہ جب اس نے سوال کیا کہ: اللہ کیا چیز ہے؟- فرمایا: "وہ شئے ہے جو چیزوں کے برخلاف، میرا مطلب اپنے قول "شئے" سے اس کے معنی کا اثبات ہے (اعتراف وجود ہے) اور وہ شئے ہے اس معنی میں کہ چیزوں کی حقیقت کے اعتبار سے ایک حقیقت رکھتا ہے نہ اس معنی میں کہ وہ جسم رکھتا ہے اور صورت رکھتا ہے۔" (۱)

۲۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن خالد نے، انہوں نے محمد بن عیسٰی سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جس نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف کہ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ "بیشک اللہ شئے ہے" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ہاں، (مگر) اس کو دو حدوں سے خارج کردو: مہمل کی حد اور تشبیہ کی حد۔" (۲)

(۱) یعنی چیز کہنے سے یہ تصور نہ آئے کہ ایسی چیز ہے کہ جو جسم کی مانند جگہ کو گھیرتی ہے اور نہ اس معنی میں کہ وہ صورت وشکل رکھتا ہے کہ اسے دیکھا جاسکتا بلکہ شئے اس معنی میں کہ اس کا وجود ایک حقیقت ہے۔-مترجم

(۲) یعنی اللہ کو شئے کہا جاسکتا ہے مگر اس کی وجہ سے یہ ذہن میں نہ آئے کہ اس شئے کہنے کی کوئی حد بندی نہیں ہے بلکہ یہ عام اشیاء کی مانند نہیں ہے بلکہ جب شئے کہا جائے تو مراد یہ ہو کہ وہ مہمل کی حد سے نکل کر بالکل واضح حقیقت رکھنے والی شئے ہے اور اسی طرح یہ ایسی شئے نہیں ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۹) ☆ سبحان اللہ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ہشام بن عبدالملک سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''سبحان اللہ'' کے معنی کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاکیزگی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔''

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے طربال کے غلام سلیم سے، انہوں نے ہشام الجوالیقی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجلّ کے قول: ''سبحان اللہ'' کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اس کا پاکیزہ ومنزہ ہونا۔''

۳۔ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن حمزہ شعرانی عماری - جو کہ عمار بن یاسر کی اولاد سے ہیں - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومحمد عبیداللہ بن یحییٰ بن عبدالباقی الاذنی نے اذنہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن الحسن المعانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یزید نے، انہوں نے یحییٰ بن عقبہ بن ابی العیزار سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حجّار نے، انہوں نے یزید بن الاصمؔ سے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے عمر بن الخطابؓ سے سوال کیا کہ اے امیرالمؤمنین ''سبحان اللہ'' کی کیا تفسیر ہے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک اس دیوار کے پیچھے ایک ایسا شخص ہے کہ جب وہ سوال کرتا تھا تو (رسول اللہؐ) اُس کو خبر دیتے تھے اور جب وہ خاموش ہو جاتا تو وہ (رسول اللہؐ) خود سے کلام کی ابتداء فرماتے، پس وہ شخص (وہاں) داخل ہوا، تو وہ علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام تھے۔ پس اس نے کہا: یا ابا الحسن! سبحان اللہ کی کیا تفسیر ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''اللہ عزوجلّ کی بزرگی کی تعظیم کرنا اور اس کو ان تمام باتوں سے پاک ومنزہ قرار دینا کہ جو ہر شرک کرنے والا اس کے سلسلہ میں کہتا ہے۔ پس جب کوئی بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو تمام فرشتے اس کے لئے رحمت طلب کرتے ہیں۔''

کہ جس کو کسی سے تشبیہ دی جا سکے بلکہ خداوند متعال تشبیہ وتمثیل کی حد سے بالا وبرتر ہے۔ - مترجم۔

کے اوصاف بیان کیے جاسکیں۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکلؒ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ العطار نے، انہوں سہل بن زیاد سے، انہوں نے ابن محبوب سے، انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے امامؑ کے پاس "اللہ اکبر" کہا تو آپؑ نے فرمایا کہ: "اللہ کس چیز سے بڑا ہے؟ اس نے کہا: ہر چیز سے۔ پس ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تو نے اسے محدود کر دیا ہے"۔ تو اس شخص نے عرض کیا: پھر میں کس طرح کہوں؟۔ آپؑ نے فرمایا: "اللہ اکبر واعلیٰ ہے اس بات سے کہ اس کی توصیف کی جاسکے۔"

(۱۲) ☆ الاوّل والآخر کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکلؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابی عمیر سے، انہوں نے ابن اُذینہ سے، انہوں نے محمد بن حکیم سے، انہوں نے میمون البان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ جب آپؑ سے اللہ عزوجل کے قول " هو الاوّل و الآخر " کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "وہ ایسا اول ہے کہ جس سے پہلے کوئی نہیں اور نہ اس سے پہلے کسی کی ابتداء ہوئی ہے اور ایسا آخر کہ جس کی انتہاء و اختتام نہیں ہے جیسا کہ مخلوقات کی صفات میں یہ چیز تصور کی جاسکتی ہے۔ لیکن خدا قدیم اول و دیرینہ وجود ہے کہ جس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا اور ایسا آخر جو نہ کبھی زوال پذیر ہوا تھا اور نہ کبھی زوال پذیر ہوگا، بغیر کسی ابتدا اور بغیر کسی انتہا کے، اس پر حوادث عارض نہیں ہوتے اور نہ ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہوتا ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے۔

(۱۳) ☆ ان الفاظ کے معنی جو قرآن مجید اور روایات میں توحید کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے، انہوں نے منصور بن یونس سے، انہوں نے ابوحمزہ کے ہم نشین سے، انہوں نے ابوحمزہ سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "كلُّ شيءٍ هالكٌ الاّ وجهه" (اس

کی ذات کے سواہر شے ہلاک ہونے والی ہے) (سورہ قصص، آیت:۸۸) سے کیا مراد ہے؟

آپ علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''پس ہر چیز ہلاک ہوجائے گی اوراس کی ذات باقی رہے گی'' بیشک اللہ عزوجل اس چیز سے بہت بلند ہے کہ اس کو ''وجہ'' کے ساتھ موصوف کیا جائے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے اس دین اور دستور کے کہ جواس کی جانب سے عطا کیا گیا ہے۔''

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکل نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن الحسین سعدآبادی نے ،انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے ربیع الورّاق سے ،انہوں نے صالح بن سہل سے ،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرہ کے'' کے سلسلہ میں روایت کیا ہے کہ آپؑ نے ارشادفرمایا کہ ''(چہرے سے مراد) ہم ہیں۔''

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس المعاذی نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن سعید کوفی ہمدانی نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن الحسن بن فضال نے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے کہا میں نے الرضا علی بن موسیٰ علیہما السلام سے اللہ عزوجل کے قول: کلا انهم عن ربهم يومئذٍ لمحجوبون۔ ''یادرکھوانہیں روز قیامت پروردگار کی رحمت سے روک دیا جائے گا'' (سورۂ المطففین، آیت:۱۵) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کو کسی ایسی جگہ سے موصوف نہیں کیا جاسکتا کہ جس میں وہ حلول ہوجائے کہ جس کے نتیجے میں وہ اپنے بندوں سے اس جگہ میں پوشیدہ ہو، بلکہ اس سے پروردگار عزوجل کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے ثواب کے متعلق حجاب وپردہ میں ہوں گے۔ اورآپؑ سے میں نے اللہ عزوجل کے قول: وجآء امر ربک والملک صفاً صفا ۔ ''اورتمہارے پروردگار کا حکم اورفرشتے صف درصف آجائیں گے'' (سورۂ فجر: آیت-۲۲) کے متعلق سوال کیا۔تو آپؑ نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل کو آمدورفت (آنے جانے) سے موصوف نہیں کیا جاسکتا وہ (ایک جگہ سے دوسری جگہ) منتقل ہونے سے بہت بلند ہے۔اوراس سے فقط مراد یہ ہے کہ تیرے پروردگار کا امر وحکم اورفرشتے صف درصف آجائیں گے۔'' اورآپؑ سے اللہ عزوجل کے قول: هل ينظرون اِلاّ ان ياتيهم الله فى ظلل من الغمام والملا ئكة ۔ ''یہ لوگ اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ابر کے سایہ کے پیچھے عذاب خدایا ملائکہ آجائیں" (سورۂ بقرہ، آیت:۲۱۰) کے متعلق سوال کیا،تو آپؑ نے فرمایا: ''پروردگار فرماتا ہے کہ وہ لوگ اس بات کے انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کو بادلوں کے سائے میں ان کے پاس لے آئے اور یہ آیت اسی معنی میں نازل ہوئی۔'' اور میں نے آپؑ سے اللہ عزوجل کے قول: سخر الله منهم۔ ''خداان کا بھی مذاق بنادے گا'' (سورۂ توبہ، آیت:۷۹) الله يستهزى بهم. ''خدا خودان کو مذاق بنائے ہوئے ہے'' (سورۂ بقرہ، آیت:۱۵) اور مكروا و مكر الله. ''انہوں نے مکّاری کی تو اللہ نے بھی جوابی تدبیر کی'' (آل عمران، آیت:۵۴) اوریخادعون الله وهو خادعهم ''(منافقین) خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور خداان کو دھوکے میں رکھنے والا ہے'' (سورۂ نساء، آیت:۱۴۲) کے متعلق سوال کیا۔تو آپؑ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نہ ہنسی اڑاتا ہے اور نہ مذاق کرتا ہے، نہ مکّاری کرتا ہے

نہ دھوکہ دیتا ہے بلکہ اللہ عزوجل ان کو بدلہ دیتا ہے۔ ہنسی اڑانے کا بدلہ، مذاق کرنے کا بدلہ، مکر کرنے کا بدلہ، دھوکہ دہی کا بدلہ (جیسا وہ لوگ کرتے ہیں ویسا ہی بدلہ ان کی طرف پلٹا دیتا ہے) اللہ بلند و بالا ہے ان باتوں سے جو ظالمین کہتے ہیں۔

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن محمد بن عصام الکلینیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب کلینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد- جو کہ علان الکلینی کے نام سے معروف ہیں- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ بن عبید نے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمد عسکری علیہما السلام سے اللہ عزوجل کے قول **والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ والسموٰات مطویات بیمینہ** ''جبکہ روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں ہوں گے'' (سورۂ زمر، آیت: ۶۷) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی سرزنش ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اللہ کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انہوں نے کہا کہ بے شک روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اس کے ہاتھ میں ہوں گے تو پروردگار نے (اس آیت کی ابتدا میں) فرمایا ''اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے'' (چونکہ انہوں نے انسانوں کی طرح پروردگار کی طرف ہاتھ کی نسبت دی) جیسا کہ (ایک دوسری جگہ پر) پروردگار عزوجلّ نے ارشاد فرمایا: **وماقدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء** ''اور ان لوگوں نے خدا کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے جب کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے'' (سورۂ انعام، آیت ۹۱) پھر اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو (ان آلائشوں) مٹھی اور ہاتھ سے منزہ وپاکیزہ قرار دیا اور فرمایا۔ **سبحانہ تعالیٰ عما یشرکون** ''وہ پاک و بلند ہے ان باتوں سے جو مشرکین کہتے ہیں'' (سورۂ زمر آیت: ۶۷)

۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن محمد بن عصام کلینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب کلینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد- جو کہ علّان کے نام سے معروف ہیں- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو حامد عمران بن موسیٰ بن ابراہیم نے، انہوں نے حسین بن قاسم الرقام سے، انہوں نے قاسم بن مسلم سے، انہوں نے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول: **نسوا اللہ فنسیھم** ''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا'' (سورۂ توبہ آیت ۶۷) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نہ تو بھولتا ہے نہ ہی سہو و غلطی کرتا ہے۔ فقط حدوث پذیر ہونے والی مخلوق (کسی چیز کو) فراموش کر دیتی ہے اور (کسی چیز میں) سہو اور غلطی کر دیتی ہے۔ کیا تم نے پروردگار عزوجلّ کا قول نہیں سنا کہ پروردگار فرماتا ہے: **وما کان ربک نسیا** ''اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے'' (سورۂ مریم، آیت: ۶۴) اور فقط قابل سزا ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اس کی ملاقات کے دن کو بھلا دیا اس طرح سے کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو بھلا دیا ہے جس طرح کہ اللہ عزوجلّ نے فرمایا ہے: **ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم. اولئک ھم الفاسقون** ''اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے خود ان کے نفس کو بھی بھلا دیا اور وہ سب واقعی فاسق اور بدکار ہیں'' (سورۂ حشر، آیت: ۱۹)۔ ایک اور جگہ پر اللہ عزوجلّ نے فرمایا: **فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقآء یومھم ھذا** ''آج ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے آج کے دن کی

ملاقات کو بھلا دیا تھا'' (سورۂ اعراف، آیت:۵۱) یعنی ہم ان کو ترک کر دیں گے جس طرح انہوں نے اپنی آج کے دن کی ملاقات کی تیاری کو ترک کر دیا تھا۔''

۶۔ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے عباس بن ھلال سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول: اللہ نور السمٰوات و الارض ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے'' (سورۂ نور، آیت:۳۵) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''(پروردگار) ہادی ہے اہل آسمان کے لئے اور ہادی ہے اہل زمین کے لئے۔''

برقی کی روایت میں ہے۔''خدا نے ان لوگوں کی ہدایت کردی ہے جو آسمانوں میں ہیں اور خدا نے ان لوگوں کی (بھی) ہدایت کردی ہے جو زمین میں ہیں۔''

۷۔ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ہارون ہیتی نے مدینۃ السلام میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد ابی ثلج نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن ایوب نے، انہوں نے محمد بن غالب سے، انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے حسن بن ایوب سے، انہوں نے حسین بن سلیمان سے، انہوں نے محمد بن مروان ذہلی سے، انہوں نے فضیل بن یسار سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ '' اللہ نور السموات و الارض.''کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل ایسا ہی ہے۔'' راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ. ''مثل نورہ.'' (نور کی نسبت جو پروردگار کی طرف دی گئی ہے) سے کیا مراد ہے؟۔آپؑ نے مجھ سے فرمایا: ''(اس سے مراد حضرت) محمدؐ ہیں۔'' میں نے عرض کیا۔'' کمشکوٰۃ'' (چراغ دان) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سینہ مبارک''۔ میں نے عرض کیا۔'' فیھا مصباح.'' (کہ اس میں چراغ ہے) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا ''اس سینہ میں علم کا نور ہے یعنی نور نبوت۔'' میں نے عرض کی۔'' المصباح فی زجاجۃ'' (چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''رسول اللہؐ کا علم صادر ہوا ہے علیؑ کے قلب کی طرف۔''

میں نے عرض کی '' کَاَنَّھا'' سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تم نے کیوں '' کانھا'' پڑھا۔ (یعنی ضمیر مؤنث کیوں پڑھی؟) میں نے عرض کی کہ میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں، میں اس کو کس طرح پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: '' کانہ کوکب دری.'' (قندیل ایک جگمگاتے ستارے کی مانند ہے) پڑھو۔ میں نے عرض کی کہ '' یوقد مِن شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ و لا غربیۃ.'' (جو زمینوں کے بابرکت درخت سے روشن کیا جائے جو نہ مشرق والا ہو نہ مغرب والا) (سورۂ نور، آیت:۳۵) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''یہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہیں نہ یہودی مراد ہے نہ نصرانی۔'' میں نے عرض کی: '' یکاد زیتھا یضی و لو لم تمسسہ نار'' (اور قریب ہے کہ اس کا روغن بھڑک اٹھے چاہے اسے آگ مس بھی نہ کرے) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''قریب ہے کہ آل محمدؐ میں سے ایک عالم کے منہ سے علم خارج ہو قبل اس کے کہ اس کے متعلق کوئی بات کی جائے۔'' میں نے عرض کیا۔''نور علیٰ نور.'' (یہ نور بالائے نور

ہے) سے کیا مراد ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''ایک امام کے بعد دوسرا امام ہے۔''(۱)

۸۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن الحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر نے، انہوں نے ابی عبداللہ البرقی سے، انہوں نے عبداللہ بن یحییٰ سے، انہوں نے ابی ایوب خزاز سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اللہ عزوجل کے قول: یا ابلیس ما منعک ان تسجدلما خلقت بیدی ''اے ابلیس تیرے لئے کیا شئے مانع ہوئی کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے''(سورۂ ص: آیت-۷۵) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''ید۔'' (ہاتھ) کلام عرب میں قوت اور نعمت کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ پروردگار نے فرمایا۔ واذکر عبدنا داود ذاالاید ''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو ہاتھ والے (صاحب طاقت) بھی تھے''(سورۂ ص: آیت-۱۷) اور پروردگار نے فرمایا: والسماء بنینھا باید ''اور آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے'' (سورۂ الذاریات: آیت-۴۷) یعنی اپنی قوت سے اور فرمایا: وایدھم بروح منہ ''اور ان کی اپنی خاص روح کے ذریعے تائید کی ہے'' (مجادلہ: ۲۲) یعنی ان کو قوی بنادیا، اور کلام عرب میں کہا جاتا ہے: ''لفلان عندی ید بیضا'' تو یہاں پر ''ید'' سے مراد نعمت ہے۔''

۹۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے حسن بن علی الخزاز سے، انہوں نے ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں گے، اور ہم اپنے نبیؐ کے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں گے، اور ہمارے شیعہ ہمارے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔'' پھر آپؑ نے فرمایا: ''دامن سے مراد نور ہے۔''

۱۰۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے فضالۃ بن ایوب سے، انہوں نے اَبان بن عثمان سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا: ''بے شک اللہ عزوجل کے لئے ایک خاص مخلوق ہے کہ جن کو اس نے اپنے نور سے خلق کیا ہے جو کہ رحمت ہے اس کی رحمت میں سے اس کی رحمت کی خاطر۔ پس وہ مخلوق اللہ کی دیکھنے والی آنکھ ہے اور اس کے سننے والے کان ہیں، اور وہ اس کی مخلوق میں اس کی اجازت سے بولنے والی زبان ہے اور وہ حفاظت کرنے والی ہے پروردگار کی نازل کردہ قبولیت عذر، باخبر کرنے والی چیزوں اور حجت و دلیل کی۔ پس ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ برائیوں کو دفع کرتا ہے اور ان کے ذریعے سے نقصانات کو روکتا ہے اور انہی کی وجہ سے اللہ رحمت کو نازل فرماتا ہے اور انہی کی وجہ سے زندہ کو مردہ کرتا ہے اور مردہ کو زندہ کرتا ہے اور انہی کے ذریعے سے خدا اپنی مخلوق کو بلا میں مبتلا کرتا ہے اور انہی کے ذریعے سے اپنی مخلوق میں کسی مسئلہ میں فیصلے کرتا ہے۔'' میں نے عرض کی: میں آپؑ کا فدیہ قرار

(۱) یہ حدیث سورۂ نور کی آیت-۳۵ کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔-مترجم۔

پاؤں یہ کون لوگ ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اوصیاء۔''

۱۱۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے عمر بن اُذینہ سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول: و نفخت فیه من روحی ''اور اس میں اپنی روح پھونکوں'' (سورۂ حجر: آیت-۲۹) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا ''روح وہ ہے کہ جس کو اللہ نے پسند فرمایا اور اس کو چن لیا اور اس کو خلق فرمایا اور اس کی نسبت اپنی طرف دی اور اس کو تمام ارواح پر فضیلت دی پھر پروردگار نے امر فرمایا (اور چاہا) تو اس روح میں سے بعض حصے کو آدمؑ میں پھونک دیا۔''

۱۲۔ مجھ سے بیان کیا ہمارے اصحاب وعلماء میں سے ایک سے زیادہ نے، انہوں نے محمد بن ابی عبداللہ کوفی سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن الحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر نے، انہوں نے قاسم بن عروۃ سے، انہوں نے عبدالحمید طائی سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول ۔''اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا'' کے متعلق سوال کیا کہ یہ پھونکنے کی کیفیت کیا تھی؟ پس آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بے شک روح ہوا کی طرح متحرک ہے۔ اور اس کا نام روح رکھا گیا چونکہ اس کا نام کوریح (ہوا) سے نکالا گیا ہے۔ اور اس پروردگار نے روح کو نکالا ہے فقط لفظ رَوْح سے اس لئے کہ روح ریح کا ہم جنس ہے (روح اور ریح دونوں کا مصدر رَوْح ہے) اور اس روح کی نسبت پروردگار نے اپنی ذات کی طرف دی اس لئے کہ اس کو تمام ارواح پر چن لیا ہے جس طرح کہ اس نے تمام گھروں میں سے ایک گھر (خانہ کعبہ) کو چنا ہے۔ پس اس نے فرمایا۔ ''بیتی'' (یعنی میرا گھر) اور اس نے تمام رسولوں میں سے ایک رسول کے لئے کہا۔ ''خلیلی'' (میرا دوست) اور اسی طرح یہ روح بھی ہے [اور تمام وہ چیزیں ہیں کہ] جن کو پیدا کیا گیا، بنایا گیا، عدم سے وجود میں لایا گیا۔ ان کی پرورش کی گئی اور ان کو مہیا کیا گیا۔

۱۳۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، محمد بن اسماعیل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن العباس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عیس بن ہشام نے، انہوں نے عبدالکریم بن عمرو سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول:۔ فاذا سوّیت و نفخت فیه من روحی ''پھر جب مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں'' (سورۂ حجر: آیت-۲۹) کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا'' (میری روح سے مراد) میری قدرت ہے۔''

۱۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن الحسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین ابن الحسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ امیرالمؤمنینؑ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''میں ہدایت کرنے والا ہوں، میں ہدایت یافتہ ہوں، میں یتیموں اور مسکینوں کا باپ اور سرپرست ہوں، میں بیواؤں کا سرپرست ہوں، میں تمام ضعیفوں اور تمام خائف لوگوں کی پناہ گاہ ہوں، میں تمام مؤمنین کی جنت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوں، میں اللہ کی مضبوط رسّی ہوں اور اللہ سے توسل کا محکم ترین ذریعہ ہوں۔ میں کلمہء

تقویٰ ہوں، میں عین اللہ اور اس کی سچی زبان اور ید اللہ ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کا وہ حق ہوں کہ جس کے بارے میں وہ فرماتا ہے۔ ان تقول نفس یا حسرتی علیٰ ما فرّطت فی جنب اللہ ''پھر تم میں سے کوئی نفس یہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس کہ میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی'' (سورۂ زمر: آیت-۵۶) اور میں اللہ کا وہ ہاتھ ہوں جو اللہ کے بندوں پر رحمت اور مغفرت کے ساتھ پھیلا یا ہوا ہے، اور میں باب حطۃ (کلمہ استغفار) ہوں جس نے مجھے پہچان لیا، میرے حق کو پہچان لیا، یقیناً اس نے اپنے رب کو پہچان لیا چونکہ میں اس کی زمین پر اس کے نبی کا وصی اور اس کی مخلوق پر اس کی حجت ہوں، اس کا انکار نہیں کرتا ہے مگر وہ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو رد کرنے والا ہے۔''

۱۵۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ابی عبداللہ البرقی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے اسحاق بن عمار سے، انہوں نے اس شخص سے جس سے اس نے سنا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: و قالت الیھود ید اللہ مغلولۃ ''اور یہ یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں'' (سورۂ مائدہ: آیت-۶۴) کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''ان (یہود) کی مراد یہ نہیں ہے (کہ خدا ہاتھ رکھتا ہے) بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہے تو اب وہ کوئی اضافہ یا کمی نہیں کرسکتا۔ پس اللہ جلّ جلالہ نے ان کی بات کو جھٹلانے کے لئے ارشاد فرمایا:۔ غلت ایدیھم و لعنوا بما قالوا بل یدہ مبسوطتٰن ینفق کیف یشآء ''اصل میں انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے'' (سورۂ مائدہ۔ آیت:۶۴) کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: یمحو اللہ ما یشآء ویثبت وعندہ ام الکتاب ''اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے'' (سورۂ رعد۔ آیت:۳۹)۔

۱۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن الحسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے محمد بن الحسن الصفار سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے المشرقی سے، انہوں نے ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بل یداہ مبسوطتان۔'' (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں)۔ میں نے عرض کیا: اسی طرح کے دونوں ہاتھ ہیں۔ اور میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔ تو امامؑ نے فرمایا: ''نہیں، اگر ایسا ہوتا تو وہ مخلوق ہوتا (خدا نہ ہوتا)۔''

(۱۴) ☆ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی کے معانی ☆

ا۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ یقطینی سے، انہوں نے مشرقی حمزہ بن ربیع سے، انہوں نے اس سے جس نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے کہا کہ میں ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی

خدمت میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں عمرو بن عبید آیا اور اس نے امامؑ سے عرض کی: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں، اللہ عز وجّل کے قول: **ومن یحلل علیه غضبی فقد ھویٰ** "جس پر میرا غضب نازل ہوا تو وہ یقیناً گمراہ (ہلاک) ہوا" (سورۂ طٰہٰ: آیت-۸۱) میں غضب سے کیا مراد ہے؟ ابو جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اس سے مراد عقاب وسزا ہے اے عمرو! یقیناً جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ بیشک اللہ عزّ وجلّ ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف زوال پذیر ہوتا ہے تو یقیناً اس نے خدا کے لئے مخلوق کی صفت لگادی، پس بیشک اللہ عزّ وجلّ پر نہ تو کوئی چیز کمزوری اور تنفر کو عارض کر سکتی ہے اور نہ تو کوئی چیز اس پر قوی ہونے اور خوش ہونے (جیسی حالتوں) کو عارض کر سکتی ہے۔"

۲۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ علیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "**فلمّا آسفونا انتقمنا**" (جب ان لوگوں نے ہم کو جھنجھلا دیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا) (سورۂ زخرف: آیت-۵۵) کے بارے میں ارشاد فرمایا: "بیشک اللہ تبارک وتعالی ہماری طرح سے جھنجلاہٹ کا شکار نہیں ہوتا مگر اس نے اپنی ذات کے لئے کچھ ایسے اولیاء کو خلق فرمایا ہے کہ جو (لوگوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے) جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتے ہیں اور (اطاعت کی وجہ سے) راضی ہوتے ہیں، اس نے ان اولیاء کو عاقبت اندیش وصاحب تدبر بنا کر خلق کیا ہے اور پروردگار نے ان کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا ہے اور ان کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ پروردگار نے ان اولیاء کو اپنی جانب دعوت دینے والے اور اپنی طرف سے حجّت ودلیل قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے یہ لوگ اس منزلت اور مقام پر فائز کئے گئے ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پروردگار کے ساتھ بھی وہی چیز متصل و مربوط ہوتی ہے جو اس کی مخلوقات سے متصل ہوتی ہے بلکہ اس کے وہی معنی ہیں جو بیان کئے گئے ہیں (کہ اس سے برگزیدہ بندوں کی رضا اور ناراضگی مراد ہے) اور یقیناً پروردگار نے (حدیث قدسی میں) بھی فرمایا ہے: جس نے میرے ولی ودوست کی توہین کی تو یقیناً وہ میرے ساتھ جنگ کرنے کے لئے مقابلے پر آ گیا اور مجھے جنگ کی دعوت دی۔ اور پروردگار نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: **من یطع الرسول فقد اطاع الله** "جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔" (سورۂ نساء: آیت-۸۰)، اور یہ بھی فرمایا ہے: **ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله** "بیشک وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔" (سورۂ فتح: آیت-۱۰) اور یہ اور اس قسم کی تمام باتیں اسی طرح سے ہیں کہ جس کا میں نے تمہارے سامنے تذکرہ کیا ہے، یہ صورت حال اس کے راضی ہونے، غضب ناک ہونے اور ان دونوں کے علاوہ چیزوں کے لئے ہے کہ جو اِن رضا وغضب کی ہم شکل ہیں۔ اور اگر یہ جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہونا اور پریشان ہونا خود مکوِّن پروردگار کی طرف متصل ہو جاتا جب کہ وہ خود ہی ان دونوں (جھنجھلاہٹ اور پریشانی) کو وجود میں لانے والا اور ان کو پیدا کرنے والا ہے تو پھر کہنے والے کے لئے ممکن ہوتا کہ وہ یوں کہتا: مکوِّن پروردگار کسی دن نابود اور ختم ہو جائے گا چونکہ جب اس کے اوپر پریشانی اور غصے جیسی چیزیں داخل ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات میں تغیّر وتبدیلی داخل ہو رہی ہے، اور جب کسی ذات میں تغیّر اور تبدیلی داخل ہو جائے تو پھر وہ فنا ونابودی سے محفوظ نہیں رہ سکتا، اور اگر ایسا ہو جائے تو مخلوق کی جانب سے خالق کی معرفت ہی نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالی اس بات سے بلند ہے جیسا کہ بلند ہونا چاہئے اور جیسا کہ بڑا اور بزرگ ہونا چاہئے، وہ تمام چیزوں کا خالق ہے اور اس کو کوئی محتاج نہیں ہے اور جب اسے کوئی

محتاج نہیں ہے تو پھر اس کی ذات کی حد بندی کرنا اور اس کی کیفیت بیان کرنا محال ہے، پس تم اس بات کو سمجھو (اور غور وفکر کرو) ان شاء اللہ۔''

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبّاس بن عمرو فقیمی سے، انہوں نے ھشام بن حکم سے کہ ایک شخص نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا اللہ تبارک وتعالی کے لئے راضی ہونا اور ناراض ہونا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، مگر یہ اس انداز سے نہیں ہے کہ جو اس کی مخلوق میں پایا جاتا ہے۔ مخلوق پر بیشک جب خوشی اور غضب داخل ہوتا ہے تو وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے ہیں چونکہ مخلوق چند ایسی اشیاء کا مرکب ہے کہ جس میں خوشی اور غصہ وغیرہ کا تغیر اپنا راستہ بنالیتا ہے، جبکہ ہمارا خالق ایسا ہے کہ اس میں ایسی چیزوں کے داخل ہونے کی کوئی راہ نہیں ہے، وہ واحد ہے، وہ ذات کے اعتبار سے بھی یکتا ہے اور معنی کے اعتبار سے بھی یکتا ہے (کہ اس کی ماہیّت عین ذات ہے) تو پس اس کا راضی ہونا اس کا ثواب ہے اور اس کا ناراض ہونا اس کی سزا ہے بغیر کسی ایسی دوسری چیز کے دخل انداز ہوئے جو ایک حالت کو دوسری حالت میں تبدیل کرنے اور تغیر پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے، پس بیشک یہ تو اس کی مخلوق کی صفت ہے کہ جو عاجز اور محتاج ہیں جب کہ وہ تبارک وتعالی قوّت والا اور عزّت واختیار والا ہے اسے کوئی محتاج نہیں ہے ان چیزوں کی کہ جن کو اس نے خود خلق فرمایا ہے بلکہ ساری کی ساری خلقت اس کی محتاج ہے، اس نے صرف اور صرف چیزوں کو خلق کیا بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی سبب کے عدم سے وجود میں لاتے ہوئے اور بغیر کسی نمونے کے آغاز کرتے ہوئے۔''

(۱۵) ☆ اللہ تعالی کی جانب سے ہدایت، گمراہی، توفیق اور بندوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کے معانی ☆

۱۔ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ ورّاق؛ محمد بن احمد بن شیبانی اور علی بن احمد بن محمد۔ رضی اللہ عنہم۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس احمد بن یحیٰی بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جعفر بن سلیمان بصری سے، انہوں نے عبداللہ بن فضل ھاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: من یھدی اللہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجد لہ ولیاً مرشدا ''وہ کہ جسے اللہ ہدایت دے دے وہی ہدایت قبول کرنے والا ہے اور وہ کہ جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو پس تم اس کے لئے کسی سرپرست اور راہنمائی کرنے والے کو نہیں پاؤ گے۔'' (سورۂ کہف: آیت-۱۷) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تعالی ظالمین کو قیامت کے دن اپنے کرامت کے گھر کے بارے میں گمراہ چھوڑ دے گا اور ایمان رکھنے اور عمل صالح انجام دینے والوں کو اپنی جنّت کی جانب ہدایت فرمائے گا جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے: ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشآء

''اور اللہ ظالمین کو گمراہی میں چھوڑ دے گا اور اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے'' (سورۂ ابراہیم: آیت-۲۷) اور اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: ان الذین آمنو اوعملوا الصالحات یھدیھم ربھم بایمانھم تجری من تحتھم الانھار فی جنات النعیم ''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیا ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی نعمتوں والی جنّتوں (کی طرف) ہدایت کرے گا کہ جن میں ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔'' (سورۂ یونس: آیت-۹) راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اللہ عزّ وجلّ کا یہ قول: وما توفیقی الا باللہ ''میری کوئی توفیق نہیں ہے سوائے پروردگار کی مدد سے'' (سورۂ ہود: آیت-۸۸) اور اللہ عزّ وجلّ کا یہ قول: ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذالذی ینصر کم من بعدہ ''اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غلبہ پانے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو تمہارے حال پر چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا۔'' (سورۂ آل عمران: آیت-۱۶) اس سلسلے میں وضاحت فرمائیے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ اللہ عزّ وجلّ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اس کو انجام دیتا ہے تو اس کا یہ انجام دینا اللہ عزّ وجلّ کے حکم کی موافقت کرنا ہے اور اس بندے کا نام ''موفّق'' (کہ جس کے حکم کو خدا کے ساتھ موافقت کی توفیق نصیب ہوئی) رکھا جاتا ہے، اور جب کوئی بندہ ارادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالی کی نافرمانیوں میں سے کسی چیز میں داخل ہو تو اللہ تعالی اس کے اور اس گناہ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اس نافرمانی کو ترک کر دیتا ہے، تو اس بندے کا اس نافرمانی کو ترک کرنا اللہ تعالی کی توفیق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور جب پروردگار اس کے اور اس نافرمانی کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ڈالے اور اس کے اور اس نافرمانی کے درمیان حائل نہ ہو، تو یقیناً (اس کا مطلب یہ ہے کہ) خدا نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے اور اس کی مدد نہیں کی ہے اور اس کو (نافرمانی سے بچنے کی) توفیق نہیں دی ہے۔

(۱۶) ☆ لاحول ولاقوّۃ الّا باللہ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن زکریا بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارۃ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے "لا حول و لا قوّۃ الاّ باللہ" کے معنی کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(اس کے معنی ہیں کہ) کسی طاقت کے ہم مالک نہیں ہیں اللہ تعالی کی نافرمانی (سے بچنے کے) بارے میں سوائے اللہ کی مدد سے اور کسی قوّت کے ہم مالک نہیں ہیں اللہ تعالی کے اطاعت کرنے پر مگر یہ کہ اللہ عزّ وجلّ کی توفیق کے سبب۔''

(۱۷) ☆قران کے سوروں میں شروع میں آنے والے ''حروف مقطعات'' کے معانی☆

ا۔ہم کو خبر دی ابوالحسن محمد بن ہارون زنجانی نے اس خط میں جس کو انہوں نے علی بن احمد بغدادی کے ہاتھ ہمیں بھیجا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معاذ بن مثنیٰ عنبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن اسماء نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جویریہ نے، انہوں نے سفیان بن سعید ثوری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی خدمت میں عرض کیا: ''یاابن رسول اللہ! اللہ عزّ وجلّ کے قول: الم، المص، الر، کھیعص، طه، طسم، یس، ص، حم، حمعسق، ق، اور ن کے کیا معانی ہیں؟'' امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سورۂ بقرہ کے شروع میں آنے والا ''الم'' کے معنی ہے ''انا اللہ الملک'' (میں اللہ ہوں جو کہ بادشاہ ہوں) اور آل عمران کے شروع میں آنے والے ''الم'' کے معنی ہے ''انا اللہ المجید'' (میں اللہ ہوں جو کہ بغیر استحقاق کے عطا کرنے والا ہوں) اور ''المص'' کے معنی ہے کہ ''انا اللہ المقتدر الصادق'' (میں اللہ ہوں جو کہ اقتدار رکھنے والا اور صادق ہوں) اور ''الر'' کے معنی ہے ''انا اللہ الروف'' (میں اللہ ہوں جو کہ مہربان ہوں)، اور ''المر'' کے معنی ہے ''انا اللہ المحیی الممیت الرزّاق'' (میں اللہ ہوں جو کہ زندہ کرنے والا، مارنے والا اور رزق دینے والا ہوں)، اور ''کھیعص'' کے معنی ہیں ''انا الکافی الھادی الولی العالم الصادق الوعد'' (میں کفایت کرنے والا، ہدایت کرنے والا، سرپرستی کرنے والا، علم رکھنے والا اور وعدے کا سچّا ہوں)، اور ''طه'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے معنی ہیں: ''یا طالب الحق الھادی الیه'' (اے حق کے طلب کرنے والے اور حق کی جانب ہدایت کرنے والے) ''ہم نے قران کو تم پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم زحمت میں پڑ جاؤ'' بلکہ اس لئے کہ تم اس کے ذریعے ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ اور ''طس'' کے معنی ہیں ''انا الطالب السمیع'' (میں طلب کرنے والا، سننے والا ہوں)، اور ''طسم'' کے معنی ہیں ''انا الطالب السمیع المبدی المعید'' (میں طلب کرنے والا، سننے والا اور بغیر کسی وسیلے کے خلقت کی ابتداء کرنے والا ہوں اور اس کو لوٹانے والا ہوں)، اور ''یـــــس'' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی ہیں: ''یاایھا السامع للوحی'' والقران الحکیم انّک لمن المرسلین علی صراط مستقیم (سورۂ یٰس) (اے وحی کے سننے والے، قران حکیم کی قسم یقیناً تم مرسلین میں سے ہو صراط مستقیم پر)، اور ''ص'' تو یہ ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے بہہ رہا ہے اور یہ وہی ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے معراج کے موقع پر وضو کیا تھا، اور اس میں جبرئیل روزانہ ایک دفعہ داخل ہو کر غوطہ لگاتے ہیں پھر اس سے باہر آتے ہیں اور اپنے بالوں کو حرکت دیتے ہیں، پس ان کے بالوں میں سے کوئی قطرہ نہیں گرتا مگر یہ کہ اللہ تبارک وتعالی اس سے ایک فرشتے کو خلق فرماتا ہے جو اللہ کی تسبیح و تقدیس و تکبیر و تحمید قیامت تک کرتا رہے گا۔ اور ''حم'' تو اس کے معنی ہیں ''الحمید المجید'' (وہ جو قابل حمد ہے و بزرگوار ہے) اور ''حمعسق'' تو اس کے معنی ہیں ''الحلیم المثیب العالم السمیع القادر القوی'' (وہ حلیم و بردبار، ثواب عطا کرنے

والا، علم رکھنے والا، سننے والا، قدرت والا اور قوّت والا ہے) اور "ق" تو یہ ایک ایسا پہاڑ ہے کہ جس نے زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اسی سے آسمان کی شادابی ہے اور اسی کے ذریعے اللہ نے زمین کو اہل زمین پر گرا دینے سے روکے رکھا ہے، اور "ن" تو یہ ایک نہر ہے جنت میں، اللہ عزّ وجلّ نے (اس نہر سے) فرمایا: "جم جا" تو وہ جم گئی اور روشنائی میں منتقل ہوگئی، پھر اللہ عزّ وجلّ نے قلم سے فرمایا: "لکھ" تو قلم نے لوح محفوظ میں جو کچھ ہو چکا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اسے تحریر کر دیا، تو پس روشنائی نور کی روشنائی ہے اور قلم نور کا قلم ہے اور لوح نور کی لوح ہے۔" سفیان کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! آپؑ مجھے لوح، قلم اور روشنائی کے متعلق کچھ مزید بیان فرمائیے، اور مجھے تعلیم دیجئے ان چیزوں میں سے جس کی اللہ نے آپؑ کو تعلیم دی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن سعید! اگر تم جواب کے اہل نہ ہوتے تو میں تمہیں جواب نہ دیتا، (سنو) پس نون ایک فرشتہ ہے جو قلم تک پہنچاتا ہے جو ایک فرشتہ ہے، پھر قلم اپنے کو لوح تک پہنچاتا ہے جو ایک فرشتہ ہے، لوح اسرافیلؑ تک پہنچاتا ہے، اسرافیلؑ میکائیلؑ تک پہنچاتا ہے، میکائیلؑ جبرئیلؑ تک پہنچاتا ہے، جبرئیلؑ انبیاء اور رسولوں صلوات اللہ علیہم تک پہنچاتے ہیں۔" راوی کہتا ہے: پھر امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: "اٹھ جاؤ، اے سفیان! تم پر (اس سے زیادہ بیان کرنا) امن دینے والا نہیں ہے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی ابن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی عمران سے، انہوں نے یونس بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے سعدان سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "الم یہ اللہ کے اس اسم اعظم کے حرفوں میں سے ہیں کہ جس کو قرآن میں مختلف اجزاء کی شکل میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور امام علیہ السلام (ان کے اجزاء کو جوڑ کر) اس کی تالیف کر لیتے ہیں، پس جب اس کے ذریعے سے وہ دعا مانگتے ہیں تو وہ مستجاب ہوتی ہے۔ ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین "یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے متقین کے لئے ہدایت ہے" فرمایا: یہ ہمارے شیعوں کے متعلق بیان ہے، الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلاة و مما رزقناهم ینفقون "وہ لوگ کہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز کو قائم کرتے ہیں اور ان کو جو ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے انفاق کرتے ہیں" (سورۂ بقرہ: آیت-۳) کے سلسلے میں فرمایا: "جو کچھ ہم نے انہیں تعلیم دی ہے ان سے باخبر ہوتے ہیں اور جو کچھ قرآن میں سے ہم نے ان کو سکھایا ہے اس میں تابعداری کرتے ہیں۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ابراہیم بن ھاشم سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے علی بن رئاب سے، انہوں نے محمد بن قیس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ: ایک دفعہ اخطب کے دونوں فرزند حیی اور ابو یاسر اہل نجران کے یہود کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: کیا آپ جس کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کیا ہے اس میں "الم"، نہیں ہے؟" آپؐ نے فرمایا: "یقیناً ہے" انہوں نے کہا: کیا یہ آپ کے پاس جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لیکر آئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "ہاں"،

انہوں نے کہا: یقیناً آپ سے پہلے انبیاء مبعوث کئے گئے ہیں لیکن ہم ان میں سے کسی نبی کی مدّت حکومت اوران کی امّت کی مدت کے متعلق اس کے علاوہ کوئی بات نہیں جانتے جوآپؐ نے بیان کی ہے؟۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: پھر حیی بن اخطب اپنے ساتھیوں کے روبرو آیااوران سے کہا: ''الف یعنی ایک، لام یعنی تیس اور میم یعنی چالیس، تو یہ اکہتر (۷۱) سال ہو گئے تو تعجب ہے ان لوگوں کے بارے میں کہ جو ان کے دین میں داخل ہو رہے ہیں کہ جس کی سلطنت اور جس کی امّت کی مدّت اکہتر (۷۱) سال ہوگی!'' امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روبرو آیا اور کہا: اے محمدؐ! کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' اس نے کہا: پیش کریں، آپؐ نے فرمایا: ''المص'' اس نے کہا: یہ تو زیادہ بھاری اور زیادہ طویل ہے، الف سے ایک، لام سے تیس، میم سے چالیس اور صاد سے نوے (۹۰) تو یہ ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) سال ہو گئے۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں'' اس نے کہا: پیش کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''الر''، اس نے کہا: یہ بھی بھاری اور طویل ہے، الف سے ایک، لام سے تیس، را سے دوسو۔ پھر اس نے رسول اللہؐ سے کہا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں''، اس نے کہا: پیش کریں، آپؐ نے فرمایا: ''المر'' اس نے کہا یہ بھی بھاری اور طویل ہے، الف سے ایک، لام سے تیس، میم سے چالیس اور را سے دوسو، پھر اس نے آپؐ سے کہا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے، آپؐ نے فرمایا: ''ہاں''، تو ان لوگوں نے کہا: ہم پر آپ کا معاملہ غیر واضح ہو گیا ہے پس ہم نہیں سمجھ پاتے کہ آپ کے سامنے کیا پیش کریں! پھر وہاں سے اٹھ گئے، پھر ابو یاسر نے اپنے بھائی حُیَیْ سے کہا: کیا ہاتھ آیا تیرے؟ شاید محمدؐ کے پاس ان تمام باتوں اور اس سے زیادہ کا بھی علم جمع شدہ ہے۔

راوی کہتا ہے: پس ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے (اس بات کے بیان کے اختتام پر) ذکر فرمایا کہ: یہ آیتیں ان میں نازل کی گئی ہیں (کہ جن کے لئے قرآن نے کہا ہے کہ) منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب و اخر متشابھات ''اس قرآن میں کچھ آیات محکمات ہیں جو امّ الکتاب ہیں اور دوسری کچھ متشابہات ہیں'' (سورۂ آل عمران: آیت-۰۷)۔ فرمایا: یہ آیتیں حیی اور ابو یاسر اور ان کے ساتھیوں کی تاویل سے ہٹ کر دوسرے معنی میں جاری ہوتی ہیں۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم استر آبادی - جو کہ ابوالحسن جرجانی مفسرؒ کے نام سے معروف ہیں- نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد اور ابوالحسن علی بن محمد بن سیار نے، ان دونوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہم اجمعین (امام عسکری علیہ السلام) سے آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب قریش اور یہودیوں نے قرآن کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ تو واضح جادو ہے کہ جس کی نسبت خدا کی طرف دی گئی ہے تو (اس کے جواب میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''الم ذلک الکتاب ''یعنی اے محمد! یہ وہی کتاب ہے جس کو ہم نے تم پر نازل کیا ہے یہ انہی حروف مقطعات پر مشتمل ہیں کہ جن میں سے ''الف، لام، میم'' ہیں اور یہ حروف تمہاری اپنی زبان کے اور تمہارے اپنے حروف ہجائیہ میں سے ہیں تو تم اس کی مثل لے آؤ اگر تم (اپنے دعوے میں کہ یہ قرآن خدا کی جانب سے نہیں ہے) سچے ہو اور تم لوگ اس کام کے سلسلے میں تمام اپنے گواہوں کی مدد طلب کر لو، پھر اللہ

تعالیٰ نے اپنے اس قول سے کہ: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القراٰن لایاتون بمثله ولو کان بعض لبعض ظهیراً ''تم کہہ دو، اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قران کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے اگر چہ ان میں سے کچھ دوسرے کچھ کے لئے پشت پناہ و مددگار ہی (کیوں نہ) ہو جائیں'' (سورۂ اسریٰ، آیت-۸۸) واضح کر دیا کہ وہ لوگ اس بات پر قادر نہیں ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''الم'' یہ وہ قران ہے کہ جس کا آغاز ''الم'' سے ہو رہا ہے، ''یہ کتاب'' وہ ہے کہ جس کے ذریعے سے میں نے تم کو موسیٰ کی اور ان انبیاء کی جو ان کے بعد آئے، خبر دی ہے، اے محمدؐ! ان انبیاء نے بنی اسرائیل کو اس بات سے خبردار کر دیا تھا کہ عنقریب تم پر ایک ایسی کتاب عزیز نازل ہونے والی ہے کہ لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ''باطل نہ تو اس کے آگے بھٹک سکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے، خوبیوں والے حکیم و دانا پروردگار (کی بارگاہ) سے نازل ہوئی ہے'' (سورۂ حم سجدہ، آیت-۴۲) کہ ''اس میں کوئی ریب و شک نہیں ہے'' اور کوئی شک نہیں ہے اس بات میں کہ یہ ان لوگوں پر ظاہر و آشکار ہے جیسا کہ ان کو اس قران سے ان کے انبیاء نے باخبر کر دیا تھا کہ بیشک محمد (نام کا ایک نبی آنے والا ہے) جس کے اوپر ایک ایسی کتاب نازل ہوگی کہ جس کو باطل مٹا نہیں سکے گا، وہ اور اس کی امّت تمام حالتوں میں اس کی تلاوت کرے گی۔

(اور یہ کتاب) گمراہی سے نجات کے لئے ''هدی'' ہدایت و راہنمائی ہے ''للمتقین'' ان اہل تقویٰ کے لئے کہ جو عقاب آور باتوں سے بچتے ہیں اور اپنے نفس پر سفاہت و کم فہمی کے مسلط ہونے سے بچتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ ان باتوں کا علم حاصل کر لیتے ہیں کہ جو ان پر واجب ہیں تو ایسا عمل انجام دیتے ہیں کہ جو ان کے حق میں ان کے پروردگار کی رضا کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: الف لفظ اللہ کے حروف میں سے ایک حرف ہے کہ پروردگار اس حرف کے ذریعے سے تمہارے قول ''اللہ'' پر راہنمائی کرتا ہے اور لام کے ذریعے تمہارے قول: ''الملک العظیم القاهر الخلق اجمعین'' (ایسا بادشاہ کہ جو عظیم ہے اور اپنی تمام مخلوقات پر غلبہ رکھتا ہے) پر راہنمائی کرتا ہے، اور میم کے ذریعے سے اس بات پر کہ وہ اپنے تمام افعال میں مجید و محمود ہے، اور پروردگار نے اس قول کو یہودیوں پر حجّت و دلیل قرار دیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ بن عمران کو اور پھر ان کے بعد دیگر انبیاء کو بنی اسرائیل کی جانب مبعوث کیا تو ان میں سے کوئی بھی ایسا نبی نہیں تھا مگر یہ کہ ان سے عہد و میثاق لیا کہ وہ اس محمد عربی امّی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پر ایمان لے آئیں گے کہ جن کو مکّہ میں مبعوث کیا جائے گا اور وہ مدینے کی طرف ہجرت فرمائیں گے، وہ ایک ایسی کتاب کے ساتھ آئیں گے کہ جن کے کچھ سورۂ کا آغاز حروف مقطعات سے ہوگا، ان کی امّت اس کتاب کو حفظ کرے گی اور اٹھتے، بیٹھتے، چلتے (پھرتے) اور ہر حالت میں اس کی تلاوت کرے گی، اللہ عزّ وجلّ اس کتاب کا حفظ کرنا امّت پر سہل و آسان بنا دے گا، اور (یہ قران کو حفظ کرنے والی امّت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ساتھ ان کے اس بھائی اور وصی علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ و السلام کو (بھی محبت اور اطاعت کی رسی میں) باندھ دے گی کہ جو نبیؐ سے ان کے ان علوم کو اخذ کرنے والے ہیں کہ جن کی انہوں نے ان کو تعلیم دی، اور وہ نبیؐ کی مقدّر امانتوں کے امانت دار، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہر دشمن اور عناد رکھنے والے کو اپنی تیز دھار تلوار سے ذلیل کرنے

والے ہیں، اور ہر (الفاظ و بیان کے میدان میں) مجادلہ ومخاصمت کرنے والے کو واضح دلیل کے ذریعے خاموش کرتے ہیں، اللہ کے بندوں سے تنزیل قران کے سلسلے میں جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ چاہتے یا نہ چاہتے (دل سے یا صرف زبانی) تنزیل قران کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے، پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ عزّ وجلّ کی رضا و رضوان کی جانب انتقال فرما گئے تو بہت سے وہ لوگ جو ظاہری طور پر ایمان لائے تھے مرتد ہو گئے اور قران کی تاویلات میں تحریف کی، اس کے معانی کو تبدیل کر دیا اور اس کے معانی کو اصلی جگہ کے بجائے برخلاف صورتوں میں وضع کیا، (تو مولا نے پھر) اس کے بعد قران کی تاویل پر جنگ کی یہاں تک کہ ابلیس ان لوگوں کو ہلاکت میں لے ڈوبا اور وہی ابلیس جو نقصان اٹھانے والا، ذلیل، دھتکارا ہوا اور زنجیروں میں جکڑا ہوا کینہ باز ہے۔"

امام عسکری علیہ السلام فرماتے ہے: "جب اللہ تعالی نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا اور آپؐ کو ملّہ میں ظاہر فرمایا پھر ان کو مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت کروائی اور وہاں پر بھی ان کو آشکار و ظاہر فرمایا، پھر ان کی طرف کتاب نازل کی اور اس کتاب کے بڑے سورے کی ابتداء "الم" سے کی یعنی "الـم ذلک الکتـاب"، اور یہ وہی کتاب ہے کہ میں نے جس کی سابق انبیاء کو خبر دی تھی کہ یقیناً میں عنقریب اس کو تم پر نازل کروں گا اے محمدؐ!، "لا ریب فیـه" کہ یقیناً یہ ظاہر و آشکار ہے جیسا کہ ان (یہود و نصارا) کو اس کی خبر ان کے انبیاء نے دی تھی کہ بیشک محمدؐ پر ایک مبارک کتاب نازل کی جائے گی جس کو باطل مٹا نہیں سکے گا، جس کتاب کی محمدؐ اور آپؐ کی امّت تلاوت کرے گی اپنی تمام حالتوں میں، پھر یہودیوں نے اس (خبر) میں ایک جہت سے تحریف کر دی اور اس کی ایسی تاویل کی کہ جو مراد نہیں تھی، اور وہ لوگ اس علم کو پانے کی کوشش میں لگ گئے (جب کہ) اللہ تعالی اِس امّت کی زمان و مدّت اقتدار کے بارے میں ان کو یقیناً آگاہ کر چکا تھا، پھر ان لوگوں میں سے ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کو اپنا ولی نامزد کیا، آپ علیہ السلام ان سے مخاطب ہوئے، پس ان میں سے کہنے والے نے کہا: "اگر وہ بات جو محمد۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ کہتے ہیں حق ہے تو پھر یقیناً ان کی امّت کی سلطنت واقتدار کی مدّت کو ہم جانتے ہیں کہ وہ اکہتر (۷۱) سال ہے؛ "الف" ایک، "لام" تیس اور "میم" چالیس۔

پھر علی علیہ السلام نے فرمایا: "تو تم لوگ "المص" کے سلسلے میں کیا بناتے ہو؟، جبکہ یہ بھی آپؐ پر نازل کیا گیا ہے۔" انہوں نے کہا: یہ ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) سال ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو تم لوگ "الر" کے سلسلے میں (تعداد) کیا بناتے ہو، جبکہ یہ بھی آپؐ پر نازل کیا گیا ہے؟"، تو انہوں نے کہا: یہ اس سے زیادہ ہے، یہ دو سو اکتیس (۲۳۱) سال۔ آپؐ نے فرمایا: تو تم لوگ "الـمـر" کہ جو آپؐ پر نازل کیا گیا ہے، کے سلسلے میں کیا بناتے ہو؟" انہوں نے کہا: یہ دو سو اکہتر (۲۷۱) سال ہے۔

پس علی علیہ السلام نے فرمایا: "تو ان میں سے ایک تعداد ان کے لئے ہے یا تمام تعداد کا مجموعہ ان کے لئے ہے؟" تو ان لوگوں کے کلام ایک دوسرے سے جدا جدا ہو گئے، پس بعض نے کہا کہ ان میں سے ایک تعداد اور کچھ دوسروں نے کہا ان تمام کا مجموعہ جو کہ سات سو چونتیس (۷۳۴) سال ہے (کہ اس مدّت تک امّتِ محمدؐ کی حکومت رہے گی) اور پھر سلطنت و اقتدار ہماری طرف یعنی یہودیوں کی طرف پلٹ آئے گا۔

پس علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کی (نازل کردہ) کتابوں میں سے کوئی کتاب اس بارے میں کچھ کہتی ہے یا صرف تمہاری آراء ہی اس پر دلیل ہیں؟'' ان میں سے کچھ نے کہا: اللہ کی کتاب اس سلسلے میں کہتی ہے؛ اور دوسروں نے کہا: بلکہ ہماری آراء اس پر دلالت کرتی ہیں۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ''تم لوگ کتاب خدا سے وہ گواہی لے آؤ کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کچھ کہا ہے۔'' پس وہ کتاب خدا سے کوئی دلیل لانے سے عاجز ہو گئے۔ امام علیہ السلام نے دوسرے گروہ سے کہا: ''پس تم لوگ اپنی آراء کے صحیح ہونے کے بارے میں کوئی دلیل لے کر آؤ''، اس نے کہا: ''ہماری رائے کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ جُمّل (۱) کا حساب ہے''۔

پس علی علیہ السلام نے فرمایا: ''تم جو باتیں کہتے ہو اس پر دلیل کیا ہے جب کہ ان حروف میں (یہ جو تعداد نکالی گئی ہے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم نے اس کو بغیر کسی بیان و دلیل کے نکالا ہے، تم کیا دیکھتے ہو اگر تم سے کہا جائے کہ یہ حروف امتِ محمدؐ کے اقتدار کی مدت نہیں بتا رہے بلکہ ان میں سے ہر ایک دلالت کر رہا ہے کہ اس تعداد میں تم پر لعنت ہے یا یہ کہ یہ عدد بتا رہا ہے کہ تم میں سے اور ہم میں سے ہر ایک کے لئے اس حساب کی تعداد میں درہم اور دینار ہیں یا یہ کہ شاید تم میں سے ہر ایک کے اوپر اس عدد کے مقابلہ میں بننے والے حساب کے مطابق مال کا قرضہ ہے۔''

ان لوگوں نے کہا: ''یا اباالحسنؑ! آپؑ نے جو ذکر کیا ان میں ''الم، المص، الر، اور المر'' میں کوئی واضح دلالت نہیں ہے۔ جواب میں امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تو تم نے جو باتیں ''الم، المص، الر اور المر'' کے سلسلے میں کہیں اس پر کوئی دلالت نہیں ہے، پس اگر ہماری بات جو ہم نے کہی ہے وہ باطل ہے تو پھر تمہاری بات بھی جو تم نے کہی ہے وہ (بھی) باطل ہے۔''

پس ان کا خطیب اور بولنے والا بولا: اے علیؑ جو بات آپ نے کہی اس پر آپ کو خوش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے چونکہ اگر ہم آپ نے جو بات ہمارے دعوے کے برخلاف کہی ہے اور اس پر دلیل قائم کرنے میں عاجز و ناکام ہوئے ہیں تو آپ کے پاس کون سی دلیل و حجت اپنے دعوے کے سلسلے میں ہے؟ ورنہ آپ ہمیں اپنی دلیل و حجت سے عاجز کر دیتے، تو جب ہمارے پاس ہماری بات کی کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر آپ کے پاس اپنی بات کے لئے بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں (تمہارا اور ہمارا قول) مساوی نہیں ہے، بیشک ہم سخت و مضبوط معجزے کے مالک ہیں۔'' پھر آپ علیہ السلام نے یہودیوں کے اونٹوں کو آواز دی: اے اونٹو! تم لوگ محمدؐ اور اس کے وصی کے حق میں گواہی دو'' پس اونٹ تیزی سے لپکے اور بولے: آپؑ سچے ہیں، آپؑ سچے ہیں اے محمدؐ کے وصی! اور یہ یہودی جھوٹے ہیں۔''

علی علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ تو گواہی کی ایک قسم ہے، اے لباسِ یہود جو یہودیوں (کے بدن) پر ہے! محمدؐ اور آپؐ کے وصی کے حق میں گواہی دو۔'' تو تمام لباس بول پڑے: آپؑ نے سچ فرمایا، آپؐ نے سچ فرمایا اے علیؑ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک محمدؐ حقیقتاً اللہ کے رسول

(۱) یہ حروف ابجد کا حساب ہے جو اکثر تاریخیں نکالنے کے لئے شاعر شعروں میں استعمال کرتے ہیں

ہیں، اور آپ، اے علیؑ! آنجنابؐ کے وصی ہیں محمدؐ کے قدم کسی مقامِ اکرام میں ثابت نہیں ہوئے مگر یہ کہ آپؑ نے بھی آپؐ کے قدم کی جگہ پر ان کے مقامِ اکرام میں قدم رکھا اور آپ دونوں اللہ تعالیٰ کے (خلق شدہ) نوروں کے کئے گئے حصّوں میں سے دو حصّے ہیں، تو اس کی وجہ سے آپ دو کے طور پر جدا ہوئے جب کہ آپ دونوں فضائل میں شریک ہیں مگر یہ کہ بیشک محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ پس اس موقع پر یہودی گونگے بن گئے (اور ان کے پاس بولنے کو کچھ نہیں رہا) اور یہ منظر دیکھنے والوں میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لے آئے، (جب یہ صورت حال دیکھی تو) یہودیوں اور اس منظر کو دیکھنے والے دوسرے تمام لوگوں پر بدبختی طاری ہوگئی۔ پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لا ریب فیہ'' بیشک یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور آپؐ کے وصی نے ربّ العالمین کے قول کے متعلق فرمایا ہے، پھر خداوندِ متعال نے فرمایا: ''ھدی'' کہ بیان اور شفاعت ہے ''للمتقین'' اہل تقویٰ کے لئے کہ جو محمدؐ اور علیؑ کے شیعوں میں سے ہیں کہ یقیناً یہ لوگ کفر کی تمام قسموں سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں کہ ان کو ترک کر دیتے ہیں اور عقاب آور گناہوں سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں تو ان سے چشم پوشی کرتے ہیں، اور وہ اللہ کے رازوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد خدا کے اوصیا اور پاکیزہ بندوں کے رازوں کے متعلق تقویٰ اختیار کرتے ہیں تو ان کو پوشیدہ رکھتے ہیں (اور آشکار نہیں کرتے) وہ علم کے اہل اور حقداروں سے علوم کو چھپانے کے سلسلے میں تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور ان کے درمیان علوم کو پھیلاتے ہیں۔''

۵۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود عیاشی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن احمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن خصیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ایک ثقہ و قابل بھروسہ شخص نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو جمعہ رحمہ بن صدقہ نے، انہوں نے کہا کہ بنوامیہ میں سے ایک شخص - کہ جو زندیق تھا - امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ: اللہ عزّ وجلّ کا اپنی کتاب میں قول: ''الـمـص'' سے کونسی چیز مراد ہیں؟ اور اس میں کونسی چیزیں حلال ہیں اور کونسی حرام؟ اور اس میں کونسی چیز لوگوں کے فائدے کی ہے؟ پس امام علیہ السلام (اس کے اس اندازِ گفتگو کی وجہ سے) جلال میں آ گئے اور ارشاد فرمایا: ''ٹھہر جا، وائے ہو تجھ پر، ''الف'' ایک ہے، ''لام'' تیس ہے، ''میم'' چالیس ہے اور ''الصاد'' نوے (۹۰) ہے، تیرے نزدیک کتنے ہوئے؟'' اس شخص نے کہا: ایک سو اکتیس (۱۳۱)، پس امام جعفر بن محمد علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ''جب ایک سو اکتیس (۱۳۱) سال گذر جائیں گے تو تمہارے ساتھیوں (بنوامیہ) کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔'' راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ جب ایک سو اکتیس (۱۳۱) سال پورے ہو گئے اور عاشور کا دن آیا تو اس دن کالے جھنڈے والے (بنو عباس) کوفے میں داخل ہوئے اور بنوامیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے، انہوں نے ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی محمد بن زکریا نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد ابن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں امام جعفر الصادق بن محمد الباقر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپؑ کی خدمت میں آیا اور آپؑ سے ''کھیعص'' کے متعلق سوال

کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کاف'' (یعنی خدا) کافی ہے ہمارے شیعوں کے لئے، ''ھا'' ھادی ہے ہمارے شیعوں کے لئے، ''یا'' ولی وسرپرست ہے ہمارے شیعوں کے لئے، ''عین'' وہ عالم اور جاننے والا ہے ہمارے اطاعت گذاروں کو، ''صاد'' وہ صادق ہے ہمارے شیعوں کے لئے ان سے کیئے ہوئے وعدے میں یہاں تک کہ ہمارے شیعوں تک وہ منزلت پہنچ جائے گی کہ جس کا پروردگار نے ان سے قرآن کے باطن وگہرائی کے ذریعے سے وعدہ کیا ہے۔''

(۱۸) ☆ ''استواءعلی العرش'' کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا مقاتل بن سلیمان نے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''الرحمن علی العرش استویٰ'' (وہ رحمٰن کہ جو عرش پر غالب ہے) (سورۂ طٰہٰ: آیت-۵) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ ہر چیز پر اس طرح سے غالب اور قریب ہے کہ کوئی بھی چیز اس سے زیادہ کسی چیز سے قریب نہیں ہے۔''

(۱۹) ☆ عرش وکرسی کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو جعفر احمد بن عیسیٰ بن ابی مریم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن عبداللہ بن زیاد عرزمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حاتم منقری نے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرش اور کرسی کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا چیزیں ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''عرش کا ایک معنی تمام خلق ہے اور کرسی اس کا ظرف ہے (کہ جس میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں) اور عرش کے دوسرے معنی ہیں کہ عرش سے مراد وہ علم ہے کہ جس پر اللہ نے اپنے انبیاء، اپنے رسولوں اور اپنی حجّتوں کو مطلع کیا ہے، اور کرسی سے مراد وہ علم ہے کہ جس پر [اللہ نے] اپنے انبیاء، اپنے رسولوں اور اپنی حجّتوں میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری سے، انہوں نے حفص بن غیاث سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ

عزّ وجلّ کے قول: وسع کرسیه السموٰات والارض ''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر وسعت رکھتی ہے''(سورۂ بقرہ: آیت-۲۵۵) کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(اس سے مراد) اس کا علم ہے۔''

(۲۰) ☆لوح وقلم کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوجعفر احمد بن عیسی بن ابی مریم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن عبداللہ بن زیاد عرزمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حاتم منقری نے، انہوں نے ابراہیم کرخی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے لوح اور قلم کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ دونوں فرشتے ہیں''۔

(۲۱) ☆ان میزانوں کا مطلب جس کے ذریعے بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوجعفر احمد بن عیسی بن ابی مریم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن عبداللہ بن زیاد عرزمی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا علی بن حاتم منقری نے، انہوں نے ھشام بن سالم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ونضع الموازین القسط لیوم القیامة فلا تظلم نفس شیئاً ''ہم عدل کے میزانوں کو قیامت کے دن رکھیں گے کہ پس کسی نفس پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(سورۂ انبیاء: آیت-۴۶) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ میزانِ عدل انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام ہیں۔''

(۲۲) ☆صراط کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوجعفر احمد بن عیسی بن ابی مریم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن عبداللہ بن زیاد عرزمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے

بیان کیا علی بن حاتم منقری نے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے صراط کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''وہ اللہ عزّ وجلّ کی معرفت کی جانب راستہ ہے، اور یہ دوصراط اور راستے ہیں، ایک صراط دنیا میں اور ایک صراط آخرت میں، جہاں تک تعلق اس صراط کا ہے جو کہ دنیا میں ہے تو وہ صراط ایسا امام ہے کہ جس کی اطاعت کوفرض کیا گیا ہے، جس شخص نے دنیا میں اس امام کی معرفت حاصل کر لی اور اس کی ہدایت کی پیروی کی وہ اُس صراط سے گذر جائے گا جو آخرت میں جہنم کے اوپر پل کی صورت میں ہے، اور جس نے دنیا میں امام کی معرفت حاصل نہیں کی تو آخرت میں صراط کے سلسلے میں اس کے قدم لڑکھڑا جائیں گے جس کے نتیجے میں وہ جہنم کی آگ میں جا گرے گا۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن علی بن صلت نے، [انہوں نے عبداللہ بن صلت سے]، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جس نے ان سے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے عبیداللہ [بن] حلبی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''صراط مستقیم امیر المؤمنین علی علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا احمد بن علی بن ابراہیم بن ہاشمؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے میرے جد سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "اھدنا الصراط المستقیم" (سورۂ حمد) کے سلسلے میں نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''یہ صراط مستقیم امیر المؤمنین علیہ السلام اور ان کی معرفت ہے، اور اس بات پر دلیل کہ یہ صراط مستقیم امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں اللہ عزّ وجلّ کا یہ قول ہے کہ: وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلیٌ حکیم ''بیشک وہ (قران) لوح محفوظ میں ہمارے پاس بلندرتبہ اور پر از حکمت ہے'' (سورۂ زخرف: آیت-۴) اور یہ امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں کہ جو لوح محفوظ میں ہیں، اللہ عزّ وجلّ کے اس قول میں "اھدنا الصراط المستقیم"۔

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم استر آبادی مفسر نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن یسار نے، ان دونوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قول: "اھدنا الصراط المستقیم" کے سلسلے میں ارشادفرمایا: ''(اس کے معنی ہیں کہ) تو اپنی اس توفیق کو ہمارے لئے دائمی رکھ جس کی وجہ سے ہم نے گذشتہ دنوں میں تیری اطاعت کی تھی یہاں تک کہ ہم تیری اسی طرح سے مستقبل کی اپنی عمروں میں بھی اطاعت کریں۔ اور صراط مستقیم دوصراط ہیں: ایک صراط دنیا میں اور ایک صراط آخرت میں۔ وہ صراط مستقیم جو دنیا میں ہے یہ وہ ہے کہ جس سے انسان غلو وحد سے تجاوز کی وجہ سے اس سے نیچے آجاتا ہے اور (اطاعت میں) تقصیر وکوتاہی کی وجہ سے اوپر ہو جاتا ہے (یعنی دونوں صورتوں میں صراط پر نہیں ٹھہرتا کبھی نیچے تو کبھی اوپر ہو جاتا ہے) اور وہ شخص کہ جو (صراط پر) مستقیم ہوتا ہے وہ باطل میں سے کسی چیز کی جانب مائل نہیں ہوتا۔ البتہ وہ دوسرا راستہ اور صراط تو پس یہ جنّت کی جانب ان مؤمنین کا راستہ ہے کہ جو مستقیم ہے کہ مؤمنین جنّت کے علاوہ

(جہنم کی) آگ کی جانب مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی جنّت کے سوا (جہنم کی) آگ کے علاوہ کسی اور جانب (مائل ہوتے ہیں)۔

امام عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں: جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "اهدنا الصراط المستقيم" کے سلسلے میں فرمایا: "(اس کے معنی ہیں کہ) کہنے والا کہتا ہے کہ: پروردگار تو ہمیں صراط مستقیم کی [جانب] راہنمائی فرما، تو ہمیں اس لازمی راستے کی جانب راہنمائی فرما کہ جو تیری محبت کی جانب پہنچانے والا ہے، جو تیرے دین کی [جانب] تبلیغ کرنے والا ہے، جو ہمیں ہلاکت تک پہنچانے والی خواہشات کی پیروی سے اور ہلاک کردینے والی اپنی آراء وخیالات کو اخذ کرنے سے منع کرنے والا ہے۔"

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: "بیشک جو شخص اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اپنی رائے پر خوش ہوجاتا ہے یہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے کہ جس کے لئے میں نے سنا تھا کہ سادہ لوح افراد اس کو بڑا جانتے ہیں اور وہ بے وقوف بن جاتے ہیں، میں نے پسند کیا کہ اس سے ملاقات اس طرح سے کروں کہ وہ مجھے نہ پہچانتا ہو، تاکہ میں اس کے قدر و مقام پر نگاہ کرسکوں، اتفاق سے ایک دن میں نے اس کو اس مقام پر دیکھا کہ سادہ لوح عوام میں سے بہت سارے لوگ اس کے اردگرد جمع تھے، میں وہاں ایک اجنبی شخص کی مانند چہرا چھپا کر ٹھہر گیا اور اس کی جانب اور ان لوگوں کی جانب نگاہ کرنے لگا، پس لوگ اس کے ساتھ مسلسل رغبت کئے ہوئے تھے اسے قرار نہیں تھا اور لوگوں کو اپنی باتوں سے دیر تک بے وقوف بناتا رہا، پھر عوام اپنے کاموں کے سلسلے میں اس سے جدا ہو گئے اور میں اس کے پیچھے چپکے چپکے چلتا رہا۔ جب وہ ایک نانبائی کی دکان سے گذرا تو اس وقت دکاندار غفلت میں تھا اور اس نے دو روٹیاں چرالیں، مجھے اس کے اس فعل سے تعجب ہوا مگر پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ شاید معاملہ ہو چکا ہوگا (کہ پہلے قیمت دے دی ہوگی اور اب روٹی لے جارہا ہے)، پھر وہ ایک انار فروش کے پاس سے گزرا تو وہیں ٹہرا رہا جب تک کہ انار فروش غفلت میں مبتلا نہ ہوا۔ جب وہ غافل ہوا تو اس نے دو اناروں کی چوری کرلی، مجھے اس کے اس فعل سے تعجب ہوا مگر پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ شاید معاملہ ہو چکا ہو اور پھر میں نے (اپنے آپ سے) کہا کہ اس کو اس وقت چوری کرنے کی کیا ضرورت و حاجت ہے؟

میں نے اس کا پیچھا جاری رکھا یہاں تک کہ وہ ایک مریض کے پاس سے گذرا تو اس کے سامنے اس نے دو روٹی اور دو انار رکھ دیئے اور چل پڑا، میں نے اس کا پیچھا جاری رکھا یہاں تک کہ وہ صحرا کے حصّے میں پہنچ گیا تو میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! میں نے یقیناً تیرے بارے میں سنا تھا اور میں تیری ملاقات کا خواہشمند تھا اور میں نے تجھ سے ملاقات کرلی مگر میں نے تجھ میں ایسی بات دیکھی کہ جس نے میرے دل کو پریشان کردیا! میں تجھ سے اس چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں تاکہ میرے دل کی پریشانی دور ہو جائے، اس نے کہا: وہ کیا سوال ہے؟ میں نے کہا: میں نے دیکھا کہ تو ایک نانبائی کے پاس سے گذرا تو وہاں سے دو روٹی چوری کرلی، پھر ایک انار فروش کے پاس سے گذرا تو وہاں سے دو انار چوری کرلئے! امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اس نے مجھ سے کہا: ہر چیز سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی امت میں سے ایک مرد ہوں، اس نے کہا: آپ مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اولاد میں سے ایک مرد ہوں، اس نے کہا: آپ کا شہر کونسا ہے؟ میں نے کہا: مدینہ، اس نے کہا: شاید

آپ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہم ہوں، میں نے کہا: یقیناً، اس نے مجھ سے کہا: تمہارے لئے تمہارے حسب ونسب کی شرافت کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی جب کہ تم اس بات سے لاعلم ہو کہ مجھے کیا شرف حاصل ہے اور تمہارے جد اور والد کے علم نے تم کو ترک کر دیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اس کام کا انکار نہ کرتے کہ جن پر اس کے کرنے والے کی تعریف اور مدح کرنا ضروری ہے؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: قران، اللہ کی کتاب! میں نے کہا: میں اس سے جاہل نہیں ہوں۔ اس نے کہا: اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: من جآء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جآء با لسيئة فلا يجزىٰ الا مثلها ''جو شخص ایک نیکی لائے گا تو اس کے لئے اسی کی مثل دس نیکیاں ہیں اور جو شخص ایک برائی لائے گا تو اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا سوائے اسی کے مثل کے۔'' (سورۂ انعام: آیت-۱۶۰)، تو جب میں نے دو روٹی چوری کی تو دو برائیاں انجام دی اور جب میں نے دو انار چوری کئے تو یہ بھی دو برائیاں ہوئیں اور اس طرح کل چار برائیاں انجام دیں پس جب ان میں سے ہر [ایک] کو جو میرے پاس تھا [اس کے ذریعے سے] صدقہ کیا تو چار چیزوں کی وجہ چالیس نیکیاں ہوئیں، پس چالیس میں سے چار برائیاں کم ہوئیں تو پھر میں چھتیس (۳۶) نیکیوں کا مالک بن گیا۔ میں نے کہا: ''تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! تو تو اللہ کی کتاب سے جاہل ہے، کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے: انما يتقبل من المتقين ''اللہ فقط متقین سے قبول کرتا ہے'' (سورۂ مائدہ: آیت-۲۷)، تو جب تو نے دو روٹیوں کی چوری کی تو یہ دو برائیاں تھیں، پھر جب تو نے دو انار کی چوری کی تو یہ بھی دو برائیاں تھیں، اور جب تو نے ان دونوں کو ان کے اصلی مالک کے علاوہ دوسرے کو بغیر ان کے مالک کی اجازت کے دے دیا تو تو نے فقط یہ کام کیا ہے کہ چار برائیوں میں مزید چار کا اضافہ کر دیا ہے، تو نے چالیس نیکیوں کو چار برائیوں سے حاصل نہیں کیا ہے۔ پس وہ مجھے دیکھتا رہ گیا اور میں وہاں سے واپس پلٹ گیا اور اس کو (اس کے حال پر) چھوڑ دیا۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اسی طرح کی قبیح و ناپسندیدہ تاویلات کے ذریعے سے لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور اسی طرح کی تاویل معاویہ نے کی تھی جب عمار بن یاسرؓ (جنگ صفین) میں قتل کر دیئے گئے تو بہت سے لوگوں کے دل متزلزل ہو گئے اور لوگ کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا: عمار تمہیں باغیوں کا گروہ قتل کرے گا۔ اس موقع پر عمرو (بن عاص) معاویہ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین! لوگ ہیجان میں مبتلا ہیں اور مضطرب ہو گئے ہیں، اس نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: عمار کو قتل کر دیا گیا ہے، معاویہ نے کہا: عمار کو قتل کر دیا گیا، تو کیا ہوا؟ اس نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نہیں فرمایا تھا کہ: [عمار] تم کو باغی گروہ قتل کرے گا، تو معاویہ نے اس سے کہا. تمہاری بات میں دم نہیں ہے (دلیل غلط ہے) کیا ہم نے اس کو قتل کیا ہے؟ اس کو تو فقط علی بن ابی طالب نے قتل کیا ہے کہ جب اس کو انہوں نے تیروں و نیزوں کے درمیان بھیج دیا! جب یہ بات علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام تک پہنچی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی تھے کہ جنہوں نے حمزہ کو قتل کیا جب آپؐ نے ان کو مشرکوں کے نیزوں کے درمیان بھیج دیا تھا!۔''

پھر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''خوش بختی ہے ان لوگوں کہ لئے کہ (جو اس بات کے مصداق ہیں کہ) جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اس علم کا بار ہر اس خلیفہ عادل (امام معصوم) سے (مربوط) ہے کہ جو غلو کرنے والوں کی تحریف کی نفی کرتے

ہیں اور باطل کرنے والے باطل پرستوں کی (باطل باتوں) کو اور جاہلوں کی تاویلوں کو دور کرتے ہیں۔"

۵۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ثابت ثمالی نے، انہوں نے سید العابدین علی بن حسین علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "اللہ اور اس کی حجّت کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے، پس اللہ کے لئے ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنی حجّت کے بارے میں پردہ قائم کرے، ہم اللہ کے دروازے ہیں، ہم صراط مستقیم ہیں، ہم اس کے علم کے (محفوظ کرنے والے) صندوق ہیں، ہم اس کی وحی کے ترجمان ہیں، ہم اس کی توحید کے ارکان ہیں اور ہم اس کے راز کے مقام ہیں۔"

۶۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن ھاشم سے، انہوں نے عبداللہ بن موسیٰ عبسی سے، انہوں نے سعد بن طریف سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "اے علی! جب قیامت کا دن آئے گا تو میں، تم اور جبرئیل (پل) صراط پر بیٹھے ہوں گے، پس کوئی بھی اس کو عبور نہیں کرے گا سوائے اس شخص کے کہ جس کے ساتھ ایک تحریر نامہ ہوگا کہ جس میں تیری ولایت کی وجہ سے نجات لکھی ہوئی ہوگی۔"

۷۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فرات بن ابراہیم کوفی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن ابراہیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا الوان بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حنان بن سدیر نے، انہوں نے جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے، آپ علیہ السلام نے سورۂ حمد میں اللہ عزّ وجلّ کے قول: "صراط الذین انعمت علیھم" کے متعلق ارشاد فرمایا: "یعنی (وہ لوگ کہ جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں) محمدؐ اور ان کی ذریت صلوات اللہ علیہم ہیں۔"

۸۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فرات بن ابراہیم نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبید بن کثیر نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن مروان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبید بن یحیٰی بن مہران عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضّالین" کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "(اس سے مراد) علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں کہ جن پر خدا نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے ذریعے سے نعمتیں نازل کی ہیں اور خدا ان پر غضب ناک نہیں ہوا اور نہ وہ کبھی گمراہ ہوئے۔"

۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم استرآبادی مفسّر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سیّار نے، ان دونوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ ابن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "صراط الذین انعمت علیھم" کے سلسلے میں نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "(اس کا مطلب یہ کہ) یعنی تم لوگ کہو: پروردگار تو ہم کو ان لوگوں کے راستے کی جانب ہدایت فرما کہ جن پر تو نے اپنے دین اور اپنی اطاعت کی توفیق

کے ذریعے نعمت نازل کی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں کہ اللہ عزّ وجلّ (جن کے سلسلے میں) فرماتا ہے: ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین و حسن اولئک رفیقاً ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں پس یہی وہ لوگ ہیں کہ جو ان کے ساتھ ہوں گے کہ جن پر اللہ نے نعمت نازل کی ہے (جو) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہداء میں سے اور صالحین میں سے ہیں اور یہ لوگ رفاقت کے اعتبار سے کتنے اچھے ہیں۔ (سورہ نساء آیت ۔۶۹)'' اسی طرح کی روایت بعینہ امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی منقول ہے، راوی کہتا ہے کہ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ان لوگوں پر مال اور صحت بدن کی نعمتیں نازل نہیں کی گئی ہیں اگر چہ یہ تمام چیزیں بھی اللہ تعالی کی ظاہر وآشکار نعمتیں ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ نعمتیں پانے والے کبھی کفار اور فاسق بھی ہوتے ہیں، تو پس تم کو اس بات کا شوق نہیں دلایا گیا ہے کہ تم دعا مانگو کہ خدا تم کو ان (مال اور صحت بدن پانے والے کفار اور فاسقوں) کے راستوں کی جانب رہنمائی کرے، تم کو فقط اس دعا کا حکم کیا گیا ہے کہ تمہاری راہنمائی ہو ان لوگوں کے راستے کی جانب کہ جن پر نعمت نازل کی گئی ہے [اللہ پر] ایمان، اس کے رسول کی تصدیق کے ذریعے، محمدؐ اور ان کی طاہر و پاکیزہ آل اور ان کے پسندیدہ اور انتخاب شدہ اصحاب کی ولایت اور دوستی کے ذریعے، اس نیک تقیہ کے ذریعے کہ جس کی مدد سے اللہ کے بندوں کے شر سے سلامتی حاصل ہوتی ہے اور اللہ کے دشمنوں کے گناہ اور کفر میں اضافے سے بچاتا ہے، کہ ان کو دھوکہ نہ دو اور ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ تا کہ اس کے مقابلے میں تم کو یا دیگر مؤمنین کو تکلیف نہ پہنچے، (اور نعمت نازل کی گئی) اپنے مؤمن بھائیوں کے حقوق کی معرفت کے ذریعے سے، بیشک کوئی بھی بندۂ خدا یا کنیزِ خدا جو کہ محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کو دوست رکھنے والا اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھنے والا نہیں ہے مگر یہ کہ انہوں نے اللہ کے عذاب سے (بچنے کے لئے) ایک مضبوط قلعہ اور ایک مضبوط بچاؤ کو حاصل کرلیا ہے۔ جو بھی بندہ یا کنیز اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی کرے تو پس یہ بہترین نرمی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ (کبھی بھی) باطل میں داخل نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے وہ (کبھی بھی) حق سے خارج نہیں ہوگا مگر یہ کہ اللہ تعالی اس کے سانس لینے کو تسبیح قرار دے گا، اس کے عمل کو پاکیزہ بنا دے گا اور اس کو ہمارے پوشیدہ رازوں پر بصیرت عطا فرمائے گا، ان کا ہمارے دشمنوں سے سنی جانے والی باتوں پر آنے والے غصے پر صبر سے کام لینا اور برداشت کرنا راہ خدا میں اپنے خون میں غوطہ زن ہونے کا ثواب رکھتا ہے۔ اور کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جس نے اپنے آپ کو اپنے بھائیوں کے حقوق کی بجا آوری میں لگا دیا ہے کہ ان کے حقوق کو اپنی کوشش سے وفا کرتا ہے اور ممکنہ حد تک عطا کرتا ہے اور ان کو ان کے عفو و درگزر سے راضی کرتا ہے اور انکی لغزشوں کی جستجو کو ترک کرتا ہے اور ان کو ان کے حق میں بخش دیتا ہے مگر یہ کہ (جب بندے نے یہ اوصاف پیدا کر لئے تو) اللہ تعالی اس کے لئے اپنی ملاقات کے دن (روز قیامت) فرمائے گا: اے میرے بندے! تو نے اپنے بھائیوں کے حقوق کی بجا آوری کی اور تو نے ان چیزوں کی جستجو نہیں کی جو تیرے حق میں ان پر تھی، تو میں اس سے بڑا سخی و جواد اور کرم کرنے والا اور بلند ہوں اس کی مثل کہ جو تو نے فیاضی اور کرم کو انجام دیا ہے پس بیشک آج کے دن میں تجھے [اس] حق کے طرف پہنچا دوں گا [جس کا] میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا اور میں تجھے اپنے وسیع فضل سے مزید بھی دوں گا اور میں تیری میرے بعض حقوق کے سلسلے میں کی ہوئی تقصیر کی جستجو نہیں کروں گا۔''

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: ''پس پروردگار اس کو محمدؐ اور آل محمدؐ کے ساتھ ملحق کردے گا اور محمدؐ وآل محمدؐ کے پسندیدہ شیعوں میں سے قرار دے گا۔'' پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اپنے بعض اصحاب سے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ کے بندے! اللہ کی راہ میں محبت کر اور اللہ کی راہ میں بغض رکھ، اور اللہ کی راہ میں دوستی رکھ اور اللہ کی راہ میں دشمنی رکھ، بیشک اللہ کی ولایت اور دوستی نہیں پہنچ سکتی سوائے اِن چیزوں کے ذریعے، اور کوئی بھی آدمی ایمان کا مزہ چکھ نہیں سکتا اگرچہ اس کی نمازیں اور روزے بہت زیادہ ہوں جب تک کہ وہ ایسا نہ ہو (کہ اس کی محبت وعداوت کا معیار اللہ ہو جائے) اور یقیناً لوگوں کے درمیان ان دنوں اکثر برادرانہ تعلق کی بنیاد دنیا ہے کہ اس کی بنیاد پر آپس میں محبت کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر آپس میں دشمنی رکھتے ہیں جب کہ یہ چیزیں ان کو اللہ کے سلسلے میں کسی طرح بھی بے نیاز کرنے والی نہیں ہیں۔'' اس شخص نے کہا: یا رسول اللہؐ! ہم کیسے جانیں کہ یقیناً ہماری محبت وعداوت راہ خدا میں ہے؟ اور کون ولی خدا ہیں کہ جن سے ہم دوستی کریں اور کون دشمن خدا ہیں کہ جن سے ہم دشمنی کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف اشارہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تو اس کو دیکھتا ہے؟'' اس نے کہا: یقیناً آپؐ نے فرمایا: ''اس کا ولی اور دوست اللہ کا دوست ہے تو تو اس سے دوستی رکھ اور اس کا دشمن اللہ کا دشمن ہے تو تو اس سے دشمنی رکھ، اور تو اس کے دوست سے دوستی رکھ اگرچہ وہ تیرے باپ کا [اور بیٹے کا] قاتل (ہی کیوں نہ) ہو، اور تو اس کے دشمن سے دشمنی رکھ اگرچہ وہ تیرا باپ یا بیٹا (ہی کیوں نہ) ہو۔''

(۲۳) ☆اذان اور اقامت کے حروف کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مروزی حاکم مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام ابوزید عبّاس بن یزید بن حسن جمّال نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی (میرے والد) یزید بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ ابن جعفر بن محمد علیہم السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے کہ فرمایا: ''میں مسجد میں بیٹھا تھا جب مؤذن اذان کے لئے منارہ پر چڑھا اور اس نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اس وقت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام گریہ کرنے لگے، ان کے گریہ کرنے پر ہم لوگ بھی رونے لگے، جب مؤذن اذان سے فارغ ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم لوگ سمجھے کہ مؤذن نے کیا کہا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول اور اس کا وصی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہیں معلوم ہو

جاتا کہ اس نے کیا کہا ہے تو تم لوگ کم ہنستے اور زیادہ روتے! پس مؤذن کے قول: اللہ اکبر کے بہت زیادہ معنی ہیں ان میں سے (ایک یہ ہے کہ) بیشک مؤذن کا قول ''اللہ اکبر'' (مؤذن کے اس اقرار کے ساتھ) واقع ہوتا ہے کہ اللہ قدیم ہے، ازلی ہے، ابدی ہے، علیم ہے، قوی ہے، قادر ہے، حلیم ہے، کریم ہے، جواد ہے، عطا کرنے والا ہے، اور بزرگی والا ہے۔ پس جب مؤذن کہتا ہے ''اللہ اکبر'' تو بیشک وہ کہتا ہے کہ: اللہ وہ ہے کہ جس کے لئے خلق اور امر کا حق ہے، اس کی مشیت و مرضی کے ساتھ خلق ہے، ہر چیز کے لئے خلق ہونا اور وجود میں آنا اسی سے ہے، اور ساری مخلوقات کو اسی کی طرف پلٹنا ہے، وہ ہر چیز سے پہلے ایسا ہے کہ اس کے لئے زوال نہیں تھا اور وہ ہر چیز کے آخر میں ایسا ہے کہ اسے زوال آنے والا نہیں ہے، وہ ہر چیز کے اوپر ایسا ظاہر ہے کہ اسے درک نہیں کیا جا سکتا اور ہر چیز کے بغیر ایسا پوشیدہ ہے کہ اس کی حد بندی نہیں کی جا سکتی، وہی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور اس کے علاوہ تمام چیزیں فنا ہونے والی ہے۔

اور دوسرا ''اللہ اکبر'' یعنی وہ اپنی خلق پر علم رکھنے والا اور خبر رکھنے والا ہے اُس کے بارے میں جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا (بھی) اس کے ہونے سے پہلے (وہ علم رکھتا ہے)۔

اور تیسرا ''اللہ اکبر'' یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے، جو چاہے وہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے، وہ قوی و توانا ہے اپنی قدرت کے ذریعے سے، وہ اپنی مخلوقات پر اقتدار رکھتا ہے، وہ قوی ہے اپنی ذات کے ذریعے، اس کی قدرت تمام چیزوں پر قائم ہے، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

اور چوتھا ''اللہ اکبر'' اس کی بردباری اور کرامت کے معنی میں ہے وہ ایسی بردباری دکھاتا ہے گویا کہ اسے معلوم ہی نہیں ہے، ایسی درگذر کرتا ہے گویا کہ اس نے دیکھا ہی نہیں ہے، اس طرح پردہ پوشی کرتا ہے گویا بندے نے گناہ ہی نہیں کیا ہے اور وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اپنے کرم، درگزر اور بردباری کی وجہ سے۔

ایک اور صورت ''اللہ اکبر'' کے معنی کی یہ ہے کہ ''اللہ اکبر'' یعنی وہ بغیر عوض اور فائدے کی خواہش کے دیتا ہے، جس کی عطا بزرگ اور جس کے افعال کریمانہ ہیں۔

ایک اور صورت ''اللہ اکبر'' کا معنی یہ ہے کہ ''اللہ اکبر'' یعنی اس میں اس کی تمام صفت اور کیفیت کی نفی ہے گویا کہ (اللہ اکبر کہنے والا) یہ کہتا ہے: اللہ اس بات سے بزرگ و برتر ہے کہ صفت بیان کرنے والے اس کی اس صفت و منزلت کو درک کر لیں کہ جس سے وہ موصوف ہے، صفت بیان کرنے والے فقط اپنی صلاحیت کے مطابق اس کی توصیف کرتے ہیں نہ کہ اس کی عظمت و جلالت کی منزلت کے مطابق، ہمارا پروردگار اس بات سے بہت بلند اور بڑا ہے کہ صفت بیان کرنے والے اس کی حقیقی صفت کو درک کر سکیں۔

ایک اور صورت ''اللہ اکبر'' کی یہ ہے کہ گویا وہ کہتا ہے: اللہ سب سے بلند اور سب سے بزرگ ہے اور وہ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے اور اسے کوئی محتاجی نہیں ہے اپنی مخلوق کے اعمال کی۔

جہاں تک تعلق مؤذن کے قول: ''اشھد ان لا الہ الاّ اللہ'' کا ہے تو یہ اعلان ہے کہ شہادت اور گواہی دل کی معرفت کے بغیر جائز و

سزاوار نہیں ہے، گویا کہ وہ کہہ رہا ہے: میں یہ جانتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ عزّ وجلّ کے اور ہر معبود باطل ہے سوائے اللہ عزّ وجلّ کے، اور میں اقرار کرتا ہوں اپنی زبان سے اس بات کا کہ جو میرے دل میں ہے کہ بیشک کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے، اور میں گواہی دیتا ہے کہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اللہ سے مگر یہ کہ اسی کی جانب اور کوئی راہ نجات نہیں ہے ہر صاحب شر کے شر سے اور ہر صاحب فتنہ کے فتنے سے مگر اللہ کی مدد سے۔ اور جب دوسری دفعہ "اشھد ان لا الہ الاّ اللہ" (کہتا ہے تو اس) کا مطلب یہ ہے کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی ہادی نہیں ہے سوائے اللہ کے اور کوئی دلیل ورہنمائی نہیں ہے میرے لئے دین کی جانب سوائے اللہ کے، اور میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور میں گواہ بناتا ہوں آسمان کے رہنے والوں کو، زمین کے رہنے والوں کو اور ان فرشتوں اور تمام لوگوں کو کہ جو ان میں ہیں اور ان تمام کو کہ جو پہاڑوں، درختوں، چوپایوں، درندوں اور ہر خشک وتر چیزوں میں سے ان میں ہیں، (گواہ بناتا ہوں) اس بات پر کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی خالق نہیں ہے سوائے اللہ کے اور نہ کوئی رازق ہے اور نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی ضرر پہنچانے والا ہے اور نہ کوئی نفع پہنچانے والا ہے، اور نہ کوئی تنگی دینے والا ہے اور نہ کوئی وسعت اور آسانی دینے والا ہے، اور نہ کوئی عطا کرنے والا ہے، اور نہ کوئی روکنے والا ہے، اور نہ کوئی نصیحت کرنے والا ہے، نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے، نہ کوئی شفا دینے والا ہے، نہ کوئی مقدم ہے اور نہ کوئی مؤخر ہے سوائے اللہ کے، اسی کے لئے خلق اور امر ہے، اسی کے ہاتھ میں تمام کی تمام اچھائیاں ہیں، بابرکت ہے اللہ کہ جو عالمین کا پروردگار ہے۔

اور جہاں تک تعلق مؤذن کے قول: "اشھد انّ محمداً رسول اللہ" کا ہے تو (گویا مؤذن) کہتا ہے: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ بیشک کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے اور بیشک محمدؐ اس کے بندے، اس کے رسول، اس کے نبی، اس کے صفی (برگزیدہ)، اس کے نجی (ہم راز) ہیں کہ جن کو اس نے تمام لوگوں کے طرف ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کے دین کو تمام ادیان پر ظاہر کردے اگر چہ مشرک ناپسند (ہی کیوں نہ) کریں، اور میں گواہ بناتا ہوں ان کو کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں انبیاء، مرسلین، فرشتوں اور تمام لوگوں میں سے کہ بیشک محمدؐ اولین اور آخرین کے سردار ہیں۔ جب دوسری دفعہ "اشھد انّ محمداً رسول اللہ" (مؤذن کہتا ہے تو گویا وہ) کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ کسی کو (کسی سے) کوئی حاجت نہیں ہے سوائے اللہ کے کہ جو ایک ہے، غالب آنے والا ہے، اپنے بندوں، مخلوقات اور تمام لوگوں سے بے نیاز ہے، اور اس نے محمدؐ کو لوگوں کی طرف بشارت دینے والے، ڈرانے والے، اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والے اور روشن چراغ بنا کر بھیجا، تو جو ان کا انکار کرے، ان کو جھٹلائے اور ان پر ایمان نہ لائے تو اللہ عزّ وجلّ اسے جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے داخل فرمادے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس سے علیحدہ کبھی بھی نہ ہوگا۔

جہاں تک اس کے قول: "حیّ علی الصلاۃ" کا تعلق ہے تو اس کے معنی ہیں کہ تم لوگ چلے آؤ اپنے اعمال میں سب سے بہترین عمل کی طرف اور اپنے ربّ کی دعوت کی طرف اور تم لوگ تیزی دکھاؤ اپنے ربّ کی مغفرت کی جانب اور اپنی اس آگ کو بجھانے کی جانب کہ جس کو تم نے (خود) جلایا ہے اور اپنی گردنوں کو چھڑانے کی طرف کہ جن کو تم نے (خود) رہن رکھوایا ہے، تا کہ پروردگار تم سے تمہاری برائیوں کو

دور کر دے اور تمہارے گناہوں کو تمہارے حق میں معاف فرما دے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے، یقیناً وہ ایسا کریم بادشاہ ہے کہ جو صاحب فضل عظیم ہے کہ یقیناً اس نے ہم گروہ مسلمین کو اس کی خدمت میں داخل ہونے کی اور اپنے سامنے کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے۔ اور دوسری دفعہ "حیّ علی الصلاۃ" یعنی (مؤذن کہتا ہے کہ) تم لوگ کھڑے ہو جاؤ اپنے پروردگار اللہ کی مناجات کے لئے اور اپنے ربّ کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرنے کے لئے، اور اس کی جانب وسیلہ بناؤ اس کے ساتھ کے کلام وگفتگو کو اور ذکر، قنوت، رکوع، سجود، خضوع اور خشوع میں کثرت دکھاؤ اور اس کی جانب اپنی حاجتوں کو بلند کرو کہ یقیناً اس نے ہمیں اس سلسلے میں اجازت دی ہے۔

اور جہاں تک تعلق اس کے قول: "حیّ علی الفلاح" کا ہے تو پس وہ (مؤذن) کہتا ہے: ایسی بقا کی طرف حاضر ہو جاؤ کہ جس کے ساتھ فنا نہیں ہے اور ایسی نجات کی طرف کہ جس کے ساتھ ہلاکت نہیں ہے اور تم لوگ بلند ہو ایسی حیات کی طرف کہ جس کے ساتھ موت نہیں ہے اور ایسی نعمت کی طرف کہ جس کے لئے اختتام نہیں ہے اور ایسے ملک کی طرف کہ جس کے ساتھ زوال نہیں ہے اور ایسی خوشی کی طرف کہ جس کے ساتھ غم نہیں ہے، اور ایسی انسیت کی طرف کہ جس کے ساتھ وحشت نہیں ہے اور ایسی روشنی کی طرف کہ جس کے ساتھ تاریکی نہیں ہے اور ایسی وسعت کی طرف کہ جس کے ساتھ تنگی نہیں ہے اور ایسی خوش بختی کی طرف کہ جس کے لئے درمیان میں منقطع ہونا نہیں ہے اور ایسی بے نیازی کی طرف کہ اس کے ساتھ فاقہ نہیں ہے اور ایسی صحت کی طرف کہ جس کے ساتھ بیماری نہیں ہے (اور ایسی عزّت کی طرف کہ جس کے ساتھ ذلّت نہیں ہے) اور ایسی قوّت کی طرف کہ جس کے ساتھ کمزوری نہیں ہے اور ایسی کرامت کی طرف کہ جس کے برابر کوئی کرامت نہیں ہے، تم لوگ جلدی کرو دنیا اور آخرت کی خوشی کی جانب اور آخرت اور دنیا کی نجات کی جانب۔ اور جب دوسری دفعہ "حیّ علی الفلاح" (مؤذن کہتا ہے تو گویا) بیشک وہ کہتا ہے: تم لوگ ایک دوسرے کے اوپر سبقت کرو اس چیز کی طرف کہ جس کی جانب میں تم لوگوں کو بلا رہا ہوں، بڑی اور بہت زیادہ کرامت کی طرف، عظیم احسان کی طرف، بلند مرتبہ نعمتوں کی طرف، عظیم کامیابی کی طرف اور ابدی نعمت کی طرف کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جوار میں پسندیدہ مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں (مقرب) ہوں گے۔

جہاں تک تعلق مؤذن کے قول "اللہ اکبر" کا ہے تو (گویا) وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ اس بات سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ان باتوں کا علم حاصل کر سکے کہ جو اس کے پاس اپنے اس بندے کے لئے کرامت واچھائی ہے کہ جو اس کے حکم کو مانتا ہے، اس کی اطاعت کرتا ہے، اس کے حکم کی اطاعت کرتا ہے، اس کے وعد و وعید (جزا وسزا) کی معرفت رکھتا ہے، اس کی طرف اور اس کے ذکر کی طرف متوجہ رہتا ہے، اس سے محبت رکھتا ہے، اس پر ایمان رکھتا ہے، اس کی جانب (اس کے خزانہ میں جو کچھ ہے اس) سے اطمینان رکھتا ہے، اس پر بھروسہ رکھتا ہے، اس سے خوف رکھتا ہے، اس سے امید رکھتا ہے، اس کی جانب مشتاق ہے، اس کے حکم میں اس کی موافقت کرتا ہے اور اس کے حکم کو بجالاتا ہے اور اس پر راضی رہتا ہے۔

اور دوسرا "اللہ اکبر" (جب مؤذن کہتا ہے تو گویا) وہ کہتا ہے: اللہ اکبر اور اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے اس بات سے کہ کوئی بھی اس کی اس کرامت کی انتہاء کو جان سکے کہ جو اس کی اپنے دوستوں کے لئے ہے اور اس کی اس سزا کی انتہاء کو جان سکے کہ جو اس کی اپنے دشمنوں کے

لئے ہے اور اس کے عفوو درگز راور مغفرت کی اور اس شخص کی نعمت کی انتہاء کو جان سکے کہ جو اس کے فرمان کو اور اس کے رسولؐ کے فرمان کو قبول کرتا ہے اور اس کے عذاب اور عبرتناک سزا کی انتہاء کو (جان سکے) اور یہ عذاب وعبرتناک سزا اس شخص کے لئے ہے کہ جو اس کا انکار کرتا ہے اور جو اس کو جھٹلاتا ہے۔

اور جہاں تک تعلق مؤذن کے قول "لا الــــه الاّ الله" کا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ: اللہ کے لئے ہی ان لوگوں کے اوپر رسول، رسالت، بیان اور دعوت کے ذریعے سے مکمل وانتہاء تک پہنچنے والی حجت ودلیل ہے، اور وہ اس بات سے بزرگ وبرتر ہے کہ لوگوں میں سے کسی ایک کے حق میں بھی خدا کے اوپر کوئی حجت ودلیل ہو، پس جو پروردگار کے حکم کو قبول کرے گا تو اس کے لئے نور اور کرامت ہے، (اور جو اس کا انکار کرے) تو یقیناً اللہ عالمین سے بے نیاز ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اقامت میں "قـد قـامت الصلاة" کا مطلب ہے کہ زیارت، مناجات، حاجتوں کی تکمیل، آرزوؤں کے حصول اور اللہ عزّ وجلّ (کی بارگاہ) کی جانب، اس کی کرامت، اس کے عفوو درگزر، اس کی رضا اور اس کی مغفرت کی طرف پہنچنے کا وقت آ پہنچا۔

اس کتاب کے مصنف - رضی اللہ عنہ - فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کے راوی نے "حـی ّ علی خیر العمل" کا تذکرہ صرف اور صرف تقیّے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور یقیناً ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے "حــی ّ عــلــی خـیـر الــعــمــل" (سب سے بہترین عمل کی طرف آؤ) کے معنی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "سب سے بہترین عمل ولایت ہے۔" اور دوسری روایت میں ہے کہ "سب سے بہترین عمل فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ان کی اولاد علیہم السلام کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔"

۲۔ مجھ سے بیان کیا ابوالحسن بن عمر(و) بن علی بن عبداللہ بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو محمد خلف بن محمد بلخی نے بلخ میں، انہوں نے اپنے والد محمد بن احمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عیّاش بن ضحّاک نے، انہوں نے مکّی ابن ابراہیم سے، انہوں نے ابن جریح سے، انہوں نے عطاء سے، انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ابن عباسؓ کے ساتھ طائف میں تھے جہاں پر میں، ابوالعالیہ، سعید بن جبیر اور عکرمہ موجود تھے، اس وقت مؤذن آیا اور اس نے کہا: الله اکبر ، الله اکبر . مؤذن کا نام قثم ابن عبدالرحمٰن ثقفی تھا۔ پس ابن عباسؓ نے کہا: کیا تم لوگ سمجھ رہے ہو کہ مؤذن کیا کہہ رہا ہے؟، ابوعالیہ نے سوال کیا اور کہا کہ آپ ہمیں اس کی تفسیر سے آگاہ کیجئے۔ ابن عباسؓ نے کہا: جب مؤذن "الله اکبــر ، الله اکبــر" کہتا ہے تو گویا وہ کہتا ہے: اے زمین پر مشغول لوگو! یقیناً نماز واجب ہو چکی ہے تو تم لوگ اس کی جانب فراغت اختیار کرو؛ جب وہ کہتا ہے کہ: "اشهـد ان لا الـه الاّ الله" تو گویا وہ کہتا ہے: قیامت کا دن قائم ہوگا اور میرے حق میں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ گواہی دے گا کہ یقیناً میں تم کو دن میں پانچ دفعہ آگاہ کرتا تھا، اور جب مؤذن کہتا ہے: "اشهد انّ محمداً رسول الله" تو گویا وہ کہتا ہے کہ: قیامت قائم ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے حق میں تم پر گواہ ہوں گے کہ یقیناً میں نے تم کو اس بات کی دن میں پانچ دفعہ خبر دی تھی۔ اور جب مؤذن کہتا ہے "حــی ّ علی الصلاة" تو گویا وہ کہتا ہے: مضبوط ذمّہ داری آ پہنچی تو تم لوگ اسے قائم کرو۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ "حـی ّ علی الفلاح" تو گویا کہتا ہے: حاضر ہو جاؤ اللہ کی اطاعت کی جانب اور اللہ کی رحمت سے اپنے

حصے کو حاصل کرلو، یعنی جماعت کو۔ (اور) جب بندہ کہتا ہے: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" تو گویا وہ کہتا ہے کہ: (نماز کے علاوہ دیگر) کام حرام ہو گئے۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ "لا الـــہ الا اللہ" تو گویا وہ کہتا ہے: ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کی امانت تمہاری گردن پر ہے اب چاہو تو اس کو قبول کرتے ہوئے سامنے آؤ اور چاہو تو پیٹھ دکھا کے روگردانی کرو۔

۳۔ ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ ورّاق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی نے کہ جو ابن مقبرہ کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ بن ابی خلف اشعری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس ابن سعید الازرق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابونصر نے، انہوں نے عیسیٰ بن مہران سے، انہوں نے حسن بن عبدالوھّاب سے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ "حیّ علی خیر العمل" کی کیا تفسیر ہے؟" میں نے عرض کیا: نہیں، آپؑ نے فرمایا: "وہ (مؤذن) تم کو نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے، کیا تم جانتے ہو کن لوگوں کے ساتھ نیکی (کی دعوت دیتا ہے)؟" میں نے عرض کیا: نہیں، امام علیہ السلام نے فرمایا: "وہ تم کو دعوت دیتا ہے فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ان کی اولاد علیہم السلام کے ساتھ نیکی کی طرف۔"

۴۔ ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ ورّاق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس بن سعید الازرق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابونصر نے، انہوں نے عیسیٰ بن مہران سے، انہوں نے یحییٰ بن حسن بن فرات سے، انہوں نے حماد بن یعلی سے، انہوں نے علی بن حزوّر سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے محمد بن حنفیہ سے کہ جب ان کے سامنے اذان کے متعلق تذکرہ کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم (معراج کے موقع پر) آسمان کی جانب سفر میں تھے اور چھٹے آسمان کے قریب پہنچنے والے تھے اس وقت ساتویں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا کہ جو اس سے پہلے کبھی بھی نازل نہیں ہوا تھا اس نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر. پس اس وقت اللہ جلّ جلالہ نے ارشاد فرمایا: میں ایسا ہی ہوں۔ پھر اس فرشتے نے کہا: اشھد ان لا الــہ الا اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے) تو اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: میں ایسا ہی ہوں، کوئی معبود نہیں ہے سوائے میرے۔ پھر فرشتے نے کہا: اشھد انّ محمداً رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں)۔ اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: میرے بندے اور میرے امین ہیں میری مخلوقات پر، میں نے ان کا انتخاب کیا ہے اپنے بندوں پر اپنی رسالات کے سلسلے میں۔ پھر فرشتے نے کہا: "حیّ علی الصلاۃ"۔ اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: میں نے اس نماز کو اپنے بندے پر فرض کر دیا ہے اور میں نے اس کو اپنے حق میں (ان کے اوپر قرض کی مانند) ایک ذمہ داری کے طور پر قرار دیا ہے۔ پھر فرشتے نے کہا: "حیّ علی الفلاح". اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: فلاح و کامیابی ہے اس کے لئے جو نماز کی جانب چل پڑا اور میری رضا کے حصول کے لئے اس پر کاربند رہا۔ پھر فرشتے نے کہا: "حیّ علی خیر العمل". اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ نماز سب سے افضل عمل ہے اور سب سے زیادہ پاکیزہ عمل ہے۔ پھر فرشتے نے کہا: قد قامت الصلاۃ. پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آگے بڑھے اور اہل آسمان کی امامت کی، پس اسی دن سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا شرف و منزلت اپنے کمال کو پہنچا۔

(۲۴)☆حروف تہجی کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن بکران نقاشؒ نے کوفہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن علی ابن موسی الرضا علیہما السلام سے کہ (آپؑ نے فرمایا): ''پہلی چیز کہ جس کو اللہ عزّ وجل نے اپنی مخلوق کو لکھنے (پڑھنے) سے آگاہ کرنے کے لئے خلق فرمایا وہ حروف تہجی تھے، بیشک جب کوئی شخص کسی کے سامنے ان حروف کو پیش کرتا تھا تو محسوس کرتا تھا کہ کچھ باتیں وہ فصیح اور صحیح انداز سے نہیں بول پارہا تو انہوں نے اس سلسلے میں فیصلہ کیا کہ وہ اس کے سامنے حروف تہجی کو پیش کرتے جائیں اور حروف تہجی کی جتنی مقدار کا وہ صحیح تلفظ نہ کرسکے اس مقدار میں دیَت ادا کرے۔ اور (امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں) یقیناً مجھ سے بیان کیا میرے پدر بزرگوارؑ نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے، انہوںؑ نے اپنے جدِ امجدؑ سے، انہوںؑ نے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ السلام سے کہ آپؑ نے ''الف، ب، ت، ث'' کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ: ''الف'' سے آلاء اللہ (اللہ کی نعمتیں)، ''ب'' سے بہجۃ اللہ (اللہ کی خوشی اور اچھائی)، ''ت'' یعنی امر دین تمام و مکمل ہوگا قائم آل محمدؑ کے ذریعے سے، ''ث'' سے مؤمنین کا ثواب اپنے نیک اعمال پر۔

''ج، ح، خ''۔ ''جیم'' سے اللہ کا جمال اور اللہ کا جلال، ''حا'' سے اللہ تعالی کا گناہ گاروں پر حلم و بردباری اور ''خا'' سے اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک نافرمانوں کی خمول و ہلاکت۔

'د، ذ' دال سے اللہ کا دین اور ذال سے ذی الجلال (صاحب جلال پروردگار) ہے۔

''ر، ز''۔ ''راء'' سے رؤوف اور رحیم ہے اور ''زا'' سے قیامت کے دن کے زلزلوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

''س، ش''۔ ''سین'' سے سناء اللہ (اللہ تعالی کی بلندی و برتری) اور ''شین'' یعنی (شاء اللہ) اللہ جو چاہنا چاہے وہ چاہ سکتا ہے اور جس کا ارادہ کرنا چاہے اس کا ارادہ کرسکتا ہے اور وہ لوگ (اہل بیت علیہم السلام) تو کچھ چاہتے ہی نہیں مگر یہ کہ اللہ جو چاہے۔

''ص، ض''۔ ''صاد'' وعدے کے صدق و سچائی پر دلالت کرتا ہے جو اس نے لوگوں کو پل صراط پر اٹھانے اور ظالموں کو ظلم کا حساب دینے کے لئے انتظار گاہ میں قید کرنے کے سلسلے میں کیا ہے۔ ''ضاد'' سے محمدؐ اور آل محمدؑ کے مخالفین کی ضلالت و گمراہی کی طرف اشارہ ہے۔

''ط، ظ''۔ ''طاء'' سے مؤمنین کے لئے طوبی (جنّت میں درخت) و خوش بختی اور بہترین انجام اور ''ظاء'' کا اشارہ ہے کہ مؤمنین اللہ تعالی کے بارے میں اچھائی کا ظن و گمان رکھتے ہیں جبکہ کافرین اللہ تعالی کے متعلق بُرا ظن رکھتے ہیں۔

''ع، غ''۔ ''عین'' عالم سے ہے اور ''غین'' غنی سے۔

''ف، ق''۔ ''فاء'' فرج و کشادگی ہے کشادگی کے دروازوں سے اور فوج و گروہ ہے (جہنم کی) آگ کی افواج میں سے۔ اور

''قاف'' سے قران ہے کہ جس کی جمع آوری اور اس کی بطور قران حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی کے اوپر ہے۔

''ک، ل'' - ''کاف'' کافی سے ہے اور ''لام'' کافروں کا اللہ تعالی کے اوپر جھوٹا بہتان باندھنے کے لغو و بیکار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

''م، ن'' - ''میم'' اللہ تعالی کا ملک و سلطنت ہے اس دن کہ جس دن اس کے علاوہ کوئی مالک و بادشاہ نہیں ہوگا کہ اس دن پروردگار عزّ وجلّ فرمائے کہ: لمن الملک الیوم ''آج کے دن کس کا ملک و سلطنت ہے''؟ پھر اس کے ابنیاء، مرسلین اور حجتوں کی روحیں بول پڑیں گی اور سب کہیں گے: اللہ واحد اور غالب کے لئے (آج کی حکومت و سلطنت) ہے، اس وقت پروردگار جلّ جلالہ فرمائے گا: آج کے دن ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا ہے اور آج کے دن کوئی ظلم نہیں ہوگا بیشک اللہ تیز ترین حساب لینے والا ہے۔ اور ''نون'' اللہ تعالی کا مؤمنین کے لئے عطا کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کافروں کے لئے اس کی عبرتناک سزا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

''و، ھ'' پس ''واؤ'' ویل (جہنم کے ایک کوئیں کا نام) ہے اس کے لئے جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور ''ھا'' یعنی اللہ تعالی کی جانب سے اس کی نافرمانی کرنے والوں کی اہانت و ذلّت ہے۔

''لا، ی'' - ''لام-الف'' اشارہ ہے لا الہ الاّ اللہ کی طرف اور یہ کلمہ اخلاص ہے کہ کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جس نے خلوص کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو مگر یہ کہ اس کے حق میں جنّت واجب ہے۔ ''ی'' سے اللہ کا ید اور ہاتھ اور قوّت اپنی مخلوقات کے اوپر چھائی ہوئی ہے، وہ رزق کو پھیلانے والا، پاک و پاکیزہ اور بلند ہے ان باتوں سے کہ جو مشرکین کہتے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: بیشک اللہ تبارک وتعالی نے اس قران کو انہی حروفوں کے ساتھ نازل فرمایا کہ جن کو تمام عرب استعمال کرتے ہیں، پھر فرمایا: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یا توا بمثل ھذا القران لا یا تون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ''اور کہہ دو کہ اگر تمام جن وانس اس بات پر جمع واکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے اگر چہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے لئے پشت پناہ و مددگار (کیوں نہ) ہو جائیں۔'' (سورۂ اسرا-آیت-۸۸)

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمن مقری حاکم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو عمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو زید عیّاش بن یزید بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام علی کحّال نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی میرے والد نے، انہوں نے یزید بن حسن سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسی بن جعفر علیہما السلام نے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے کہ فرمایا: ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ کے نزدیک امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام تشریف فرما تھے، اس نے آکر سوال کیا: حروف تہجی کا کیا فائدہ ہے؟، اس وقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ الصلاۃ والسلام کوفرمایا: اس کا جواب دواور (دعا کرتے ہوئے فرمایا) پروردگار اس کی موافقت فرما اور اس کومضبوط بنا۔

پس مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: حروف میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اللہ عز وجل کے ناموں میں سے کوئی نام ہے۔ پھر فرمایا: جہاں تک ''الف'' کا تعلق تو پس (اس سے مراد وہ) اللہ ہے کہ وہ ایسا ہے کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے، وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے، جہاں تک تعلق ''باء'' کا ہے تو وہ باقی رہنے والا ہے اس کی مخلوقات کے فنا ہونے کے بعد (بھی)، اور جہاں تک ''تاء'' کا تعلق ہے تو وہ توّاب ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ کوقبول کرتا ہے۔ اور جہاں تک ''ثاء'' کا تعلق ہے تو وہ ثابت وکائن ہے (ہمیشہ ثابت رکھنے والا اور ہونے والا) کہ ''اللہ تعالیٰ پکے قول کے ساتھ ایمان لانے والوں کوثابت قدم رکھتا ہے۔''

اور جہاں تک ''جیم'' کا تعلق ہے تو پس اس کی ثناء جلیل و بلند ہے اور اس کے اسماء مقدس ہیں، اور جہاں تک ''حاء'' کا تعلق ہے تو اس سے حق، حیّ (زندہ) اور حلیم ہے۔ اور جہاں تک تعلق ''خاء'' کا ہے تو خبیر ہے کہ وہ بندوں کے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اور ''دال'' تو قیامت کے دن کا دیّان وجزا دینے والا ہے، اور ''ذال'' سے ذوالجلال والاکرام ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''راء'' کا ہے تو وہ اپنے بندوں پر رؤوف ومہربان ہے۔ اور ''زا'' تو یہ معبودوں کی زینت ہے، اور ''سین'' تو وہ سمیع، سننے والا اور دیکھنے والا ہے، اور جہاں تک تعلق ''شین'' کا ہے تو وہ شاکر ہے کہ اپنے مؤمن بندوں کے شکر کوقبول کرتا ہے۔ اور ''صاد'' تو وہ اپنے وعدے اور وعید میں صادق اور سچا ہے، اور ''ضاد'' تو وہ ضرر پہنچانے اور نفع دینے (کی قدرت) والا ہے۔

جہاں تک ''طاء'' کا تعلق ہے تو وہ طاہر و پاک ہے اور مطہر و پاک کرنے والا ہے، اور ''ظاء'' تو وہ ظاہر وآشکار ہے اور اپنی آیتوں و نشانیوں کوظاہر کرنے والا ہے۔ اور جہان تک ''عین'' کا تعلق ہے تو وہ اپنے بندوں کے بارے میں عالم اور جاننے والا ہے اور ''غین'' تو وہ غیاث المستغیثین (فریاد کرنے والوں کا فریادرس) ہے۔

اور جہاں تک ''فاء'' کا تعلق ہے تو وہ دانے اور (کھجور کی) گٹھلی کا فالق اور شگافتہ کرنے والا ہے، ''قاف'' تو وہ اپنی تمام مخلوقات پر قادر ہے، اور ''کاف'' تو وہ ایسا کافی ہے کہ اس کے لئے ہم پلّہ کوئی بھی نہیں ہے اور نہ اس نے (کسی کو) جنا ہے اور نہ اسے جنا گیا ہے۔

اور جہاں تک ''لام'' کا تعلق ہے تو وہ اپنے بندوں کے بارے میں لطیف ہے اور ''میم'' تو وہ مالک (الملک) ہے اور ''نون'' تو آسمان وزمین کا نور اس کے عرش کے نور سے ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''واؤ'' کا ہے تو پس وہ واحد ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے (کسی کو) جنا ہے اور نہ اسے جنا گیا ہے۔ اور ''ہا'' تو وہ اپنی مخلوقات کے لئے ہادی اور ہدایت کرنے والا ہے اور ''لام-الف'' (لا) تو پس لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ (کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اور اس کے لئے کوئی شریک نہیں ہے۔) اور جہاں تک تعلق ''یاء'' کا ہے تو یداللہ (اللہ کا ہاتھ اور قوّت واقتدار) اپنی مخلوقات پر پھیلا ہوا ہے۔

''قاف'' سے قران ہے کہ جس کی جمع آوری اوراس کی بطور قران حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے اوپر ہے۔

''ک،ل''۔''کاف'' کافی سے ہے اور''لام'' کافروں کا اللہ تعالیٰ کے اوپر جھوٹا بہتان باندھنے کے لغو وبیکار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

''م،ن''۔''میم'' اللہ تعالیٰ کا ملک وسلطنت ہے اس دن کہ جس دن اس کے علاوہ کوئی مالک و بادشاہ نہیں ہوگا کہ اس دن پروردگار عزّ وجلّ فرمائے کہ: لمن الملک الیوم ''آج کے دن کس کا ملک وسلطنت ہے''؟ پھر اس کے انبیاء، مرسلین اور حجتوں کی روحیں بول پڑیں گی اور سب کہیں گے: اللہ واحد اور غالب کے لئے (آج کی حکومت وسلطنت) ہے، اس وقت پروردگار جلّ جلالہ فرمائے گا: آج کے دن ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا ہے اور آج کے دن کوئی ظلم نہیں ہوگا بیشک اللہ تیز ترین حساب لینے والا ہے۔ اور''نون'' اللہ تعالیٰ کا مؤمنین کے لئے عطا کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کافروں کے لئے اس کی عبرتناک سزا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

''و،ھ'' پس''واؤ'' ویل (جہنم کے ایک کوئیں کا نام) ہے اس کے لئے جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور''ھا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی نافرمانی کرنے والوں کی اہانت وذلّت ہے۔

''لا،ی''۔''لام-الف'' اشارہ ہے لا الہ الاّ اللہ کی طرف اور یہ کلمہ اخلاص ہے کہ کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جس نے خلوص کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو مگر یہ کہ اس کے حق میں جنّت واجب ہے۔''ی'' سے اللہ کا ید اور ہاتھ اور قوّت اپنی مخلوقات کے اوپر چھائی ہوئی ہے، وہ رزق کو پھیلانے والا، پاک وپاکیزہ اور بلند ہے ان باتوں سے کہ جو مشرکین کہتے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قران کو انہی حروفوں کے ساتھ نازل فرمایا کہ جن کو تمام عرب استعمال کرتے ہیں، پھر فرمایا: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ''اور کہہ دو کہ اگر تمام جن وانس اس بات پر جمع واکھٹے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے اگر چہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے لئے پشت پناہ ومددگار (کیوں نہ) ہو جائیں۔''(سورۂ اسرا۔آیت-۸۸)

۲۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری حاکم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوزید عیاش بن یزید بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام علی کحّال نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی میرے والد نے، انہوں نے یزید بن حسن سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے کہ فرمایا: ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؑ کے نزدیک امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام تشریف فرما تھے، اس نے آکر سوال کیا: حروف تہجی کا کیا فائدہ ہے؟، اس وقت

عورت !اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو لے جا، یقیناً یہ تعلیم یافتہ ہے اس کو حصول علم کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی الخطاب اور احمد بن حسن بن علی بن فضال نے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے حسن بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سالم نے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ و السلام نے ارشاد فرمایا کہ عثمان بن عفان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ''ابجد'' کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ ''ابجد'' کی تفسیر کو سیکھو کہ بیشک اس میں تمام عجائبات موجود ہیں، افسوس ہے اس عالم کے لئے کہ جو اس کی تفسیر سے جاہل ہے۔'' عرض کیا گیا: یارسول اللہؐ! ''اَبْجَدْ'' کی کیا تفسیر ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک ''الف'' کا تعلق ہے تو یہ اللہ کی آلاء اور نعمتیں ہیں، اس کے ناموں میں سے ایک حرف ہے اور جہاں تک ''با'' کا تعلق ہے تو یہ اللہ کی بہجت اور خوشی ہے اور جہاں تک تعلق ''جیم'' کا ہے تو یہ اللہ کی جنّت اور اللہ کے جمال کی طرف اشارہ ہے، اور جہاں تک تعلق ''دال'' کا ہے تو یہ اللہ کا دین ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''ھوز'' کا ہے تو ''ھا'' سے مراد ''ھاویہ'' (دوزخ) ہے، پس افسوس ہے اس کے لئے جو اس آگ کا مشتاق ہے اور اس میں جھونک دیا جائے گا، اور ''واؤ'' تو یہ (جہنم کی) آگ والوں کے لئے ویل وافسوس ہے، اور ''زا'' تو یہ جہنم کے زاویے اور گوشے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں اس چیز سے کہ جو ان زاویوں اور گوشوں میں ہیں یعنی جہنم کے (چاروں) زاویوں میں۔

اور جہاں تک تعلق ''حطی'' کا ہے تو ''حا'' یہ شب قدر میں مغفرت طلب کرنے والوں کی خطاؤں کا حطّ ہو جانا اور ختم ہو جانا ہے اور وہ چیزیں کہ جن کے ساتھ جبرئیلؑ فرشتوں کے ساتھ طلوع فجر تک نازل ہوتے ہیں۔ اور ''طا'' تو یہ ''طوبیٰ لھم و حسن مآب'' (طوبیٰ کا درخت خاص ہے مؤمنین کے لئے اور کتنا اچھا انجام ہے ان لوگوں کا)، یہ وہ درخت ہے کہ جس کو اللہ عزّ وجلّ نے اگایا ہے اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا ہے اور بیشک اس کی شاخیں جنّت کے پھیلاؤ کے اطراف میں دیکھ سکتے ہو، زیورات اور زینت کے لباس اس سے ظاہر ہوتے ہیں کہ اہل جنّت کے منہ تک اس کے میوے پہنچتے ہیں۔ اور ''یا'' تو اس سے مراد اللہ کا ید (ہاتھ اور قوّت) ہے کہ جو اس کی خلق پر چھائی ہوئی اور پھیلی ہوئی ہے کہ وہ پاک و پاکیزہ اور بلند ہے ان باتوں سے کہ جو شرک کرنے والے کہتے ہیں۔

اور جہاں تک تعلق ''کَلِمَن'' کا ہے تو پس ''کاف'' اللہ کے کلام کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے کلمات کے لئے کوئی تبدیلی نہیں ہے اور تم اس کے علاوہ کسی سے بھی جائے پناہ کبھی نہیں پاؤ گے۔ اور ''لام'' تو یہ اہل جنّت کا آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات اور آداب وسلام بجا لانے کے لئے جمع ہونے اور اہل جہنم کا آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اور ''میم'' تو یہ اشارہ ہے اللہ کے ملک و سلطنت کی طرف کہ جو زائل ہونے والی نہیں ہے اور اللہ کے ایسے دوام کی طرف کہ جس کو فنا نہیں ہے۔ اور ''نون'' تو یہ اشارہ ہے نون اور قلم اور

اس چیز کی طرف کہ جو لکھتے ہیں اور قلم سے مراد نور کا قلم ہے اور کتاب نور کی ہے، لوح محفوظ میں کہ مقربین جس کی گواہی دیتے ہیں اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''سعفص'' کا ہے تو ''صاد'' صاع کے مقابلے میں صاع ہے اور انگوٹھی کے نگینے کے مقابلے میں انگوٹھی کا نگینہ ہے یعنی جزاء کے مقابلے میں جزاء ہے، جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، یقیناً اللہ بندوں کے لئے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اور جہاں تک تعلق ''قرشت'' کا ہے تو اس کا مطلب ہے ان کو اِدھر اُدھر سے جمع کیا جائے گا تو ان کا اکٹھے ہونا اور منتشر ہونا قیامت کے دن کی جانب ہوگا، پھر ان کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ہم سے بیان کیا اسی حدیث کو ابو عبداللہ بن [ابی] حامد نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو نصر احمد بن محمد بن یزید بن عبدالرحمٰن بخاری نے بخارا میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن احمد بن یعقوب بن اخی سہل بن یعقوب بزّاز نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسحاق بن حمزہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو احمد عیسی بن موسی نجار نے، انہوں محمد بن زیاد سکری سے، انہوں نے فرات بن سلیمان سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے انس سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ''ابی جاد'' کی تفسیر سکھو، بیشک اس میں تمام عجائبات ہیں اور پھر اسی کی مثل حدیث کا ذکر کیا کہ جو حرف بحرف بالکل مساوی ہے۔

۳۔ ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ شمعون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا کہ آپؐ مجھے خبر دیجئے کہ ''ابی جاد'' کیا چیز ہے اور ''ھوز'' کیا چیز ہے؟ اور ''حطی'' کیا چیز ہے؟ اور ''کلمن'' کیا چیز ہے؟ اور ''سعفص'' کیا چیز ہے؟ اور ''قرشت'' کیا چیز ہے اور ''کتب'' کیا چیز ہے؟

اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''جہاں تک تعلق ''ابو جاد'' کا ہے تو یہ آدم علیہ السلام کی کنیت ہے وہ درخت سے کھانے سے انکار کر رہے تھے مگر جب (شیطان کے اس درخت سے کھانے کو عمدہ چیز کے طور پر پیش کرنے اور آدم علیہ السلام کے بھوکے ہونے کے سبب) ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے اس میں سے کھالیا (اور چونکہ ہلاکت تک پہنچے والے نیک شخص کو ''جاد'' کہتے ہیں اس لئے کنیت ابو جاد پڑ ی)۔ اور جہاں تک تعلق ''ھوز'' کا ہے تو آدم علیہ السلام کو آسمان سے نیچے بھیجا گیا (کہ جس کو عربی میں ھوی کہتے ہیں جس کی طرف ھوز اشارہ کر رہا ہے) تو وہ زمین کی طرف نازل ہوئے۔ اور جہاں تک تعلق ''حطی'' کا ہے تو آدم علیہ السلام کی خطا ط کر دی گئی اور مٹادی گئی، اور جہاں تک تعلق ''کلمن'' کا ہے تو اللہ عزّ وجلّ نے کلام کیا اور جہاں تک تعلق ''سعفص'' کا ہے تو اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا ہے: صاع کے بدلے صاع ہے، جیسا دو گے ویسا ہی لو گے اور جہاں تک ''قرشت'' کا تعلق ہے تو اس سے مراد ہے کہ اس نے برائیوں کا اعتراف کیا تو خدا نے اس کی مغفرت کر دی، اور جہاں تک تعلق ''کتب'' کا ہے تو اللہ تعالی نے [اپنے پاس] آدم علیہ السلام کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق فرمائے گا اور عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمائے گا اور اللہ عزّ وجلّ ان کو اپنی تصدیق کے طور پر نازل فرمائے گا کہ ''بیشک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی مثال کی طرح ہے کہ ان کو مٹی سے خلق کیا''۔ شمعون نے کہا:

اے محمدؐ! آپؐ نے سچ فرمایا۔

(۲۶) ☆انبیا، رسولوں اور دوسروں کے ناموں کے معانی☆

ا۔ہم سے بیان کیا ہمارے اساتذہ -رضی اللہ عنہم- نے اپنی اسناد کے ساتھ، سلسلے کو بلند کرتے ہوئے اور متصل کرتے ہوئے (بغیر راویوں کے اسماء کو ذکر کئے سلسلے کو امام علیہ السلام سے متصل کر دیا) کہ یقیناً میں نے کتاب ''علل الشرائع والاحکام والاسباب'' میں اس کو مختلف ابواب میں ذکر کیا ہے [اور] اور وہاں میں نے مرتب کیا تھا جس میں تھا کہ:

آدم کے معنی ہیں کہ خدا نے ان کو ادیم ارض (سطح زمین) سے خلق کیا ہے- اور ادیم چوتھی زمین ہے-، حوّاء کے معنی کہ ان کو ''حی'' سے خلق کیا گیا اور وہ آدمؑ ہیں، انسان کے معنی ہیں کہ وہ نسیان میں مبتلا ہونے والا اور فراموش کر جانے والا ہے، نساء کے معنی ہے کہ وہ عورتیں مردوں کے لئے انسیت رکھنے والی ہیں اور مرأۃ (عورت) کا معنی ہے کہ اس کو مرء (مرد) سے خلق کیا گیا ہے؛ ادریس کے معنی ہے کہ وہ اللہ عزّ وجلّ کے احکام اور اسلام کی سنت کا کثرت سے درس دیا کرتے تھے؛ اور نوح کے معنی ہے کہ وہ اپنے نفس کے سلسلے میں نوحہ کیا کرتے تھے اور پانچ سو سال تک گریہ وزاری کی اور اپنے آپ کو اس گمراہی سے کہ جس میں ان کی قوم گرفتار تھی رہائی بخشی؛ ان کے زمانے میں آنے والے طوفان کا مطلب ہے پانی ہر چیز کے اوپر چھا گیا (چھا جانے کو عربی میں طفی کہتے ہے)۔

ھود کے معنی ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ تھے اس چیز کی جانب کہ جس کے بارے میں ان کی قوم گمراہ تھی اور ان کو مبعوث کیا گیا تھا تا کہ ان کی گمراہی سے ان کو ہدایت کی طرف لے آئیں۔

''ریحِ عقیم'' کے معنی (وہ ہوا ہے کہ) جس کے ذریعے سے اللہ عزّ وجلّ نے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا کہ یہ ایسی ہوا تھی کہ جو عذاب سے بھری ہوئی تھی اور ہوا کی خوبیوں (ٹھنڈک وغیرہ) سے عقیم و بانجھ تھی جیسے کہ اس مرد کو خالی و عقیم کہا جاتا ہے کہ جب وہ لا ولد ہو اور اس کے لئے کوئی اولاد نہ ہو، پس اس ''ریحِ عقیم'' نے قوم عاد کے قصر و محلات، قلعوں، شہروں اور مضبوط عمارتوں کو اس طرح سے پیس ڈالا کہ وہ سب کے سب ریت اور آٹے کی صورت ہو گئے کہ جن کو ہوا اڑا لے گئی۔

اور ''ذات العماد'' (کہ جو قوم عاد کو کہا جاتا تھا) کا مطلب یہ ہے کہ قوم عاد پہاڑوں سے بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑوں کو کاٹتی تھے اور اس کو ستون کی مانند بناتی تھی ایسا ستون کہ جو پہاڑ کی مانند نیچے سے اوپر تک ہوتا تھا پھر وہ ان ستونوں کو منتقل کرتے تھے اور جہاں چاہتے تھے وہاں نصب کر دیتے تھے (اتنے قوی اور مضبوط تھے) اور پھر ان ستونوں اور بنیادوں کے اوپر اپنے قصر تعمیر کرتے تھے، اس وجہ سے ان کو ''ذات العماد'' کہا گیا۔

ابراہیم کے معنی ہیں، ہم و غم میں مبتلا ہوئے اور پھر برّ اور خوشی پائی؛ اور ذوالقرنین کے معنی ہیں کہ انہوں نے ایک مدت تک اپنی قوم کو

اللہ عزّ وجلّ کی طرف دعوت دی تو ان کی قوم نے ان کے سر کے داہنے حصّے کی طرف مارا تو وہ ان سے ایک مدت تک کے لئے غائب ہو گئے اور پھر واپس ان کی طرف آئے تو ان کی قوم نے پھر ان کے سر کے بائیں حصّے کی طرف ضرب لگائی۔

اصحاب رسّ کے معنی ہے کہ ان لوگوں کو ایک نہر کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ جس کو رس کہا جاتا تھا اور جو مشرق کے شہروں میں سے تھا اور یقیناً یہ بھی کہا گیا ہے کہ: بیشک رس ایک کنواں تھا، اور وہاں کے باشندوں نے سلیمان بن داود علیہما السلام کے بعد اپنے نبی کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ (اور زندہ دفن کرنے اور دھنسا دینے کو بھی رس کہتے ہیں) اور یہ لوگ صنوبر کے درخت کی پرستش کرتے تھے کہ جس کو ''شاہ درخت'' کہا جاتا تھا کہ جس کو یافث بن نوح نے لگایا تھا اور پھر نوحؑ کے طوفان کے بعد پیدا ہو گیا تھا اور اس شہر کی عورتیں مردوں کے بجائے عورتوں کے ساتھ مشغول ہو گئی تھیں کہ جس کے نتیجے میں اللہ عزّ وجلّ نے ان کو شدید سرخ تیز ہوا کے ذریعے سے عذاب کیا اور پروردگار نے زمین کو اس کے نیچے سے گندھک کے پتھر کی مانند انگارہ بنا دیا اور اللہ سبحانہ نے ان کے اوپر انکے کرتوتوں کو سیاہ سایہ بنا دیا کہ پھر وہ یکا یک انگاروں کا ایک قبر بن کر ان پر گرا اور ان کے بدن اس طرح پگھل گئے جس طرح آگ میں تانبا پگھل جاتا ہے۔

اور یعقوب کے معنی یہ ہیں کہ وہ اور (ان کے بھائی) عیص جڑواں پیدا ہوئے، پہلے عیص پیدا ہوئے پھر یعقوب پیدا ہوئے تو وہ اپنے بھائی کے عقب میں پیدا ہوئے (اس وجہ سے یعقوب کہے گئے)۔

اور اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ چونکہ اسراء بندے کو کہتے ہیں اور ایل یعنی اللہ عزّ وجلّ، اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ ''اسر'' یعنی قوّت اور ایل یعنی اللہ عزّ وجلّ۔ اور اسی طرح جبرئیل کے معنی ہیں اللہ کی قوّت، اور یہی صورت ہے ہر اس نام کی کہ جس کے آخر میں ''ایل'' ہو اور اس سے پہلے عبد یا عبید ہو، اور ''ایل'' سے مراد اللہ عزّ وجلّ ہے، اور اسی طرح جبرئیل کے معنی ہے عبداللہ اور میکائیل کے معنی ہے عبیداللہ اور اسی طرح اسرافیل کے معنی ہے عبید اللہ، اور یوسف کے معنی ''آسف - یوسف'' سے اخذ کیا گیا کہ جس کے معنی ہے کہ ''اغضب - یغضب'' (یعنی) کہ ان پر ان کے بھائی غضب ناک ہوئے۔'' (جیسا کہ) اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ: ''فلمّا آسفونا انتقمنا منهم'' (پس جب ہم پر غضب ناک ہوئے تو ہم نے ان سے انتقام لیا) (سورۂ زخرف: آیت - ۵۵) (کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسف کا لفظ غضب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے)، یوسف کا نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ان پر ان کے بھائی ان کی فضیلت دیکھ کر غضبناک ہوئے۔

موسیٰ کے معنی ہیں کہ ان کو آل فرعون دو دریاؤں، پانی اور درخت کے درمیان تلاش کر رہے تھے جبکہ وہ تابوت میں تھے، اور قبطیوں کی زبان سے یہ لفظ پانی اور درخت سے اخذ کیا گیا ہے ان کو موسیٰ کہا جاتا ہے چونکہ پانی کو ''مو'' اور ددخت کو ''سی'' (زبانِ قبط میں کہا جاتا ہے) پس انہوں نے موسیٰ کا نام اسی وجہ سے موسیٰ رکھ دیا۔

اور خضر کے معنی ہیں کہ وہ کبھی بھی سوکھی لکڑی پر نہیں بیٹھتے تھے اور نہ ہی ویران زمین پر جب تک کہ اس کو (معجزے سے) سبز نہ بنا دیتے (اور سبز کو عربی میں خضراء کہتے ہیں جس سے یہ نام نکلا) جب کہ ان کا نام تالیا بن ملکان بن عابر بن ارفخشذ ابن سام بن نوح علیہ السلام

تھا۔

اورطور سیناء کے معنی ہیں وہ (پہاڑ مراد کہ) جس پر زیتون کا درخت تھا اور ہر وہ پہاڑ کہ جس پر ایسی چیز ہو جو نباتات اور درختوں کے لئے فائدہ مند ہو اس کو طور سینا اور طور سینین کہتے ہیں اور ہر وہ پہاڑ کہ جس کے اوپر کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ جو نباتات اور درختوں کو فائدہ پہنچائے تو اسے ''جبل'' یا ''طور'' کہتے ہے اور اسے ''طور سینا'' یا ''طور سینین'' نہیں کہا جائے گا۔

اور اللہ عزّ وجلّ کا موسیٰؑ کے لئے یہ قول کہ: فاخلع نعلیک ''اپنے نعلین کو نکال دو'' (سورۂ طٰہٰ: آیت-۱۲) یعنی تم اپنے دونوں خوفوں کو نکال دو یعنی اپنے اہل کے ضائع ہونے کا خوف کہ یقیناً موسیٰ علیہ السلام جن کو وضع حمل کی حالت میں پیچھے چھوڑ آئے تھے اور دوسرا خوف فرعون کا تھا۔ اور یقیناً روایت کیا گیا ہے کہ ان کے نعلین مردار گدھے کے چمڑے سے بنی ہوئی تھیں۔ اور وادی المقدس سے مراد مطہر و پاکیزہ ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''طویٰ'' کا ہے تو یہ وادی کا نام ہے؛ اور اللہ عزّ جلّ کے قول: فقولا لہ قولاً لیناً ''پس تم دونوں (موسیٰ و ہارون) اس (فرعون) سے نرم گفتگو کرو'' (سورۂ طٰہٰ: آیت-۴۴) یعنی اس کے ساتھ کنیت کے ساتھ مخاطب ہو اور دونوں کہو: اے ابومصعب، جبکہ وہ فرعون تھا اور اس کا نام ولید بن مصعب تھا اور اس کی کنیت ابومصعب تھی۔

اور "فرعون ذی الاوتاد'' (سورۂ فجر: آیت-۱۰) کے معنی ہیں یہ کہ جب وہ کسی آدمی کو سزا دیتا تھا تو اس کو زمین پر یا لکڑی پر پھیلا دیتا تھا اور اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے چاروں طرف چار کیلیں لگواتا تھا، پھر اسے اسی حالت میں چھوڑ دیتا تھا یہاں تک کہ وہ مر جائے اسی وجہ سے اللہ عزّ وجلّ نے اس کا نام ''ذی الاوتاد'' رکھا۔

داؤد کے معنی ہے وہ اپنے زخموں کی دوا محبت پروردگار سے کرتے تھے اور یقیناً کہا جاتا تھا کہ: داؤد اطاعت پروردگار میں اس حد تک آگے بڑھ جاتے کہ ان کو ''عبد'' (بندہ) کہا جانے لگا۔ ﴿جیسا کہ پروردگار نے سورۂ ص کی آیت ۱۷ میں فرمایا: ''واذکر عبدنا داود''۔-مترجم﴾

اور ایوّب کے معنی ہیں کہ یہ لفظ ''آب یؤوب'' سے ہے کہ انہوں نے بلا ومصیبت کے بعد عافیت، نعمت، اہل، مال اور اولاد کو واپس پایا تھا؛

اور یونس کے معنی ہیں کہ (اپنی بستی سے) چل نکلے تھے اپنے ربّ سے انسیت رکھتے ہوئے اور اپنی قوم پر غضب ناک ہوتے ہوئے اور واپس پلٹ کر اپنی قوم سے انسیت رکھنے والے ہو گئے تھے؛ اور پروردگار کی جانب سے اسماعیل بن حزقیل کو ''صادق الوعد'' (سورۂ مریم: آیت-۵۴) کہے جانے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایک شخص سے وعدہ کیا تو اس کے لئے (اس وعدہ گاہ پر) ایک سال تک انتظار کرتے ہوئے بیٹھے رہے۔

مسیح کے معنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں سیّاح تھے اور (ہمیشہ) روزے کی حالت میں رہتے تھے۔ اور ''نصاریٰ'' کے معنی ہیں کہ ان لوگوں کو نسبت دی گئی ہے اس بستی سے کہ جس کو ''ناصرہ'' کہا جاتا ہے (جو) شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔

''حواریین'' کے معنی ہیں وہ لوگ اپنے نفسوں کو خالص بناتے تھے اور دوسروں کو بھی نصیحت اور تذکر کرے کے ذریعے سے گناہ کے میل کچیل سے خالص کرتے تھے اور وہ لوگ دھوبی تھے اور یہ نام ان کے لئے نکالا گیا خبز حوار (سفید روٹی) سے۔

اور نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام کا اولی العزم نام رکھا گیا چونکہ یہ سب صاحب عزم و صاحب شریعت ہیں، ایک دوسرا معنی بھی روایت کیا گیا ہے کہ اولی العزم یعنی یہ لوگ محمدؐ اور ائمہ صلوات اللہ علیہم کے سلسلے میں ان سے لئے گئے عہد پر اقرار کے ساتھ عزم رکھنے والے تھے۔

(۲۷) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم [اور اہل بیت علیہم السلام] کے ناموں کے معانی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن علی بن شاء نے مروالرّود میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو بکر محمد ابن جعفر بن احمد بغدادی نے آمد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن سخت نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن اسود ورّاق نے، انہوں نے ایوّب بن سلیمان سے، انہوں نے ابوبختری سے، انہوں نے محمد بن حمید سے، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں آدمؑ سے لوگوں میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں، ابراہیمؑ لوگوں میں مجھ سے خلقت اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں، اللہ نے اپنے عرش کے اوپر سے مجھے دس ناموں سے موسوم کیا ہے۔ اللہ نے میری صفت بیان کی ہے اور میرے بارے میں ہر اس رسول کو زبانی بشارت دی ہے کہ جس کو اس کی قوم کی جانب مبعوث کیا گیا۔ اس نے میرا نام رکھا اور میرے نام کو توریت میں نشر کیا اور اہل توریت اور اہل انجیل کے درمیان میرے ذکر کو آشکار کر دیا، مجھے اپنے کلام کی تعلیم دی اور اپنے آسمان میں بلند کیا اور میرے لئے اپنے ناموں میں سے ایک نام کو نکالا تو اس نے مجھے محمد سے موسوم کیا جبکہ وہ محمود ہے اور مجھے میری امّت کے بہترین زمانے میں بھیجا، اور میرے نام کو توریت میں ''احید'' قرار دیا اور توحید کی وجہ سے میری امّت کے جسموں کو آگ پر حرام کر دیا، اور اس نے انجیل میں مجھے ''احمد'' سے موسوم کیا پس میں آسمان میں محمود ہوں اور میری امّت کو ''حامدون'' (حمد کرنے والی) قرار دیا، اور اس نے زبور میں میرا نام ''ماح'' قرار دیا کہ اللہ عزّ وجل نے میرے ذریعے سے زمین سے بتوں کی پرستش کو محو و نابود کر دیا، اور پروردگار نے قران میں میرا نام محمد قرار دیا کہ میں محمود ہوں تمام اہل قیامت کے لئے فیصلے کے زمانے میں کہ میرے علاوہ کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ پروردگار نے مجھے قیامت میں ''حاشر'' سے موسوم کیا ہے کہ لوگوں کا حشر میرے قدم پر ہوگا اور میرا نام ''موقف'' رکھا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ جلّ جلالہ کے سامنے ٹہراؤں گا، میرا نام ''عاقب'' رکھا ہے کہ میں نبیوں کے عقب و بعد میں آنے والا ہوں کہ میرے بعد کوئی رسول نہیں ہے، اور پروردگار نے مجھے رسولِ رحمت، رسولِ توبہ اور جنگ کرنے والوں کو ہمیشہ کی شکست دینے

والا قرار دیا ہے، (میرا نام) "مقفّی" ہے کہ میں تمام گروہِ انبیاء پر فوقیت وفضیلت رکھتا ہوں اور میں "قیّم (بے عیب)، کامل اور جامع ہوں۔ میرے پروردگار نے مجھ پر احسان کیا ہے اور میرے حق میں فرمایا ہے: اے محمدؐ! تم پر اللہ کی صلوات ہو، یقیناً میں نے ہر رسول کو ان کی اپنی ہم زبان امت کی طرف بھیجا ہے اور میں نے تجھے اپنی مخلوق میں سے ہر سرخ وسیاہ کی طرف بھیجا ہے اور میں نے تیری اس رعب کے ذریعے سے مدد کی ہے کہ جس کے ذریعے سے کسی کی میں نے مدد نہیں کی، اور میں نے تیرے لئے غنیمت کو حلال قرار دیا ہے جبکہ تجھ سے پہلے کسی کے لئے غنیمت کو حلال قرار نہیں دیا تھا اور میں نے تیرے لئے اور تیری امت کے لئے عرش کے خزانوں میں سے خزانہ (جو کہ) فاتحۃ الکتاب (سورۂ الحمد) اور سورۂ بقرہ کا آخری حصہ (ہے) عطا کیا ہے، اور میں نے تیرے لئے اور تیری امت کے لئے پوری کی پوری زمین کو سجدہ گاہ اور مٹی کو پاک کرنے والی (چیز) قرار دیا ہے اور میں نے تجھے اور تیری امت کو تکبیر عطا کی ہے اور میں نے تیرے ذکر کو اپنے ذکر سے ایسا ملا دیا ہے کہ تیری امت میں سے کوئی بھی میرا ذکر اس وقت تک نہیں کرے گا جب تک کہ میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر نہ کرے۔ تو سعادت مندی ہے تیرے لئے اے محمدؐ! اور تیری امت کے لئے۔

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہؒ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ابوالحسن علی بن حسین رقّی سے، انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے، انہوں نے معاویہ بن عمّار سے، انہوں نے حسن بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے آباء واجداد سے، انہوں نے اپنے جدِ بزرگوار حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے کہ آپ نے فرمایا: یہودیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے کافی علمی سوالات کئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ: کس وجہ سے آپؐ محمد، احمد، ابوالقاسم، بشیر، نذیر اور داعی کے اسماء سے موسوم قرار پائے ہیں؟ اس کے اس سوال کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "جہاں تک محمد کا تعلق ہے تو بیشک میں زمین میں قابل حمد ہوں اور احمد تو بیشک میں آسمان میں قابل حمد ہوں، اور ابوالقاسم تو بیشک اللہ عزّ وجلّ قیامت کے دن (جہنم کی) آگ کے حصّوں کو تقسیم کرے گا تو اولین اور آخرین میں سے جس شخص نے میرا انکار کیا وہ (جہنم کی) آگ میں ہوگا اور جنّت کے حصّوں کو تقسیم کرے گا تو جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور میری نبوت کا اقرار کیا تو وہ جنّت میں ہوگا، اور جہاں تک تعلق "داعی" کا ہے تو بیشک میں لوگوں کو اپنے ربّ عزّ وجلّ کے دین کی طرف دعوت دینے والا ہوں، اور "نذیر" تو بیشک میں اپنی نافرمانی کرنے والوں کو (جہنم کی) آگ سے ڈراتا ہوں اور "بشیر" (اس وجہ سے کہ) بیشک میں اپنی اطاعت کرنے والوں کو جنّت کی بشارت دیتا ہوں۔

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یوسف بن سعید کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے الرضا ابوالحسن امام علی بن موسیٰ علیہما السلام سے دریافت کیا کہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کنیت ابوالقاسم کس وجہ سے قرار پائی؟ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک بیٹا تھا جس کا نام "قاسم" تھا اسی نام سے آپؐ کی کنیت قرار پائی" راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کیا آپؐ مجھے کچھ زیادہ بیان کرنے کا اہل پاتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہاں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میں اور علی اس امّت کے باپ ہیں!'' میں نے عرض کیا: یقیناً، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی پوری امت کے باپ ہیں اور علی علیہ السلام امّت میں رسولؐ کی منزلت رکھتے ہیں۔'' میں نے عرض کیا: یقیناً، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ بیشک علیؑ جنّت اور جہنم کے قاسم (تقسیم کرنے والے) ہیں؟'' میں نے عرض کیا: یقیناً۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تو رسولؐ کو ابوالقاسم (قاسم کے باپ) کہا جاتا ہے چونکہ آپؐ جنّت اور جہنم کے قاسم کے باپ ہیں۔''

میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: اس کا کیا مطلب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اپنی امت پر شفقت ویسی ہی ہے جیسی باپ کی شفقت اپنی اولاد پر ہوتی ہے اور نبیؐ کی امت میں سب سے افضل علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، اور آپؐ کے بعد علی علیہ السلام کی امت پر شفقت آپؐ جیسی ہی رہی چونکہ علی علیہ السلام آپؐ کے وصی، خلیفہ اور ان کے بعد امام ہیں۔'' پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اور علی اس امّت کے باپ ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پھر فرمایا: جو شخص (مرجائے اور) قرضہ یا تلف شدہ مال کی ذمہ داری چھوڑ جائے تو وہ مجھ پر ہے اور میری جانب ہے (کہ میں ان کو حقداروں تک پہنچاؤں) اور جو کوئی (مرجائے اور) مال چھوڑ جائے تو وہ ان کے وارثوں کے لئے ہے، (امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں) تو اس طرح آپؐ ان کے سلسلے میں ان کے باپ اور ماں سے بہتر ہو گئے (کہ جو ذمہ داری ماں باپ بھی نہیں اٹھاتے ہیں آپؐ نے اٹھالی) اور آپؐ ان کے اپنے نفسوں سے بھی ان پر اولیٰ ہو گئے، اور اسی طرح امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے آپؐ کے بعد اس طریقے کو اسی انداز سے جاری فرمایا جس انداز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جاری فرمایا تھا۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے، انہوں نے سلمان بن مہران سے، انہوں نے عبایہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابنِ عباسؓ سے اللہ عزّ وجلّ کے قول ''اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَآوٰی'' (کیا خدا نے تم کو یتیم پا کر اپنی پناہ میں نہ لے لیا) (سورۂ ضحیٰ، آیت۔۷) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: فقط اس وجہ سے آپؐ کو یتیم سے موسوم کیا گیا چونکہ زمین پر اولین اور آخرین میں کوئی بھی آپؐ کا نظیر نہیں ہے تو اللہ عزّ وجلّ نے اس نعمت کو آشکار کرنے کے لئے فرمایا کہ: ''کیا تم کو یتیم نہ پایا'' یعنی ایسا اکیلا کہ تمہارا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے ''تو خدا نے پناہ دی'' تمہاری جانب لوگوں کو، اور لوگوں کو تمہاری فضیلت کی ایسی پہچان کروادی کہ انہوں نے تمہیں پہچان لیا۔ اور جب ''وَ وَجَدَکَ ضَالًّا'' (خدا نے تم کو گمشدہ پایا) کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ نسبت آپؐ کی قوم کی طرف ہے کہ جب قوم کو گمراہ و گمشدہ پایا تو خدا نے لوگوں کو آپؐ کی معرفت کے سلسلے میں ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ اور جب ''وَ وَجَدَکَ عَائِلًا'' (اور خدا نے تم کو تنگدست پایا) کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا: آپؐ اپنی قوم کے نزدیک فقیر و تنگدست (سمجھے جاتے) تھے تو انہوں نے کہا کہ: تمہاری ملکیت میں تو کوئی مال نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خدیجہؑ کے مال سے غنی کر دیا، پھر اپنے فضل سے اس میں اور اضافہ کیا کہ آپؐ کی دعا کو مستجاب قرار دیا یہاں تک

کہ آپؐ کسی پتھر پر دعا کرتے کہ پروردگار اس کو سونا قرار دے تو آپؐ مراد کو پا لیتے اور خدا نے آپؐ کو ایسی جگہ سے کہ جہاں غذا ہونے کا کوئی امکان نہ ہو غذا عطا فرمائی اور ایسی جگہ سے پانی عطا فرمایا جہاں پانی ہونے کا کوئی امکان نہ تھا اور آپؐ کی فرشتوں کے ذریعے سے ایسی جگہ پر مدد فرمائی کہ جہاں کوئی مددگار نہیں پایا جاتا کہ خدا نے آپؐ کو ان فرشتوں کی مدد سے اپنے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمائی۔

۵۔ ہم سے بیان کیا حمزہ بن محمد علویؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو العباس احمد بن محمد کوفی نے، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے اپنے بھائی احمد سے، انہوں نے محمد بن عبداللہ بن مروان سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ عزّ وجلّ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یتیم بنایا تا کہ آپؐ کے اوپر کسی کی بھی اطاعت لازم نہ قرار پائے۔''

۶۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابوعبداللہ محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے جعفر بن محمد صوفی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی الرضا امام تقی علیہما السلام سے سوال کیا: فرزند رسولؐ! کیوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ''امّی'' سے موسوم کیا گیا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''لوگ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟'' میں نے عرض کیا: وہ خیال کرتے ہیں کہ ''امّی'' نام رکھے جانے کی وجہ یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) آپؐ لکھنا نہیں جانتے تھے۔'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ لوگ جھوٹے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت ہو، وہ کیسے یہ کہہ سکتے ہیں جبکہ اللہ عزّ وجلّ اپنی محکم کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ" (پروردگار وہ ہے کہ جس نے اُمّیوں میں انہیں میں سے رسول مبعوث کیا کہ جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔) (سورۂ جمعہ :آیت-۲) تو کیسے کوئی شخص کسی کو تعلیم دے سکتا ہے کہ جس کو خود نہ آتا ہو، قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بہتر (۷۲) - یا فرمایا: تہتر (۷۳) - زبانیں پڑھ سکتے تھے اور لکھ سکتے تھے، آپؐ کو امّی فقط اس وجہ سے کہا گیا چونکہ آپؐ اہل مکہ میں سے تھے اور مکہ امّہات القری (کہ جن مقامات سے آبادی کی ابتداء ہوئی) میں سے ہے۔ اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے کہ: "لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَ مَنْ حَوْلَهَا" (تا کہ تم امّ القری اور اس کے اطراف والوں کو ڈراؤ) (سورۂ انعام-۹۲)

(۲۸) ☆ محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور ائمہ علیہم السلام کے اسماء کے معانی ☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری سے، انہوں نے حفص بن غیاث نخعی قاضی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''ابلیس موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس آیا جبکہ آپؑ اپنے پروردگار سے مناجات میں مصروف تھے، تو اس وقت فرشتوں میں

سے ایک فرشتے نے ابلیس سے کہا: تو ان سے کس بات کا امیدوار ہے جبکہ وہ اس حالت میں ہیں کہ اپنے رب سے مناجات میں مصروف ہیں؟، ابلیس نے کہا: میں ان سے اسی بات کا امیدوار ہوں کہ جس کی مجھے ان کے باپ آدم سے امید تھی جبکہ وہ جنّت میں تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنی مناجات میں مشغول تھے اس وقت پروردگار نے ان سے فرمایا: اے موسیٰ! نماز کو پیش نہ کرو مگر اس کے سامنے جو میری عظمت کے آگے تواضع اور انکساری رکھتا ہو اور اپنے دل میں میرے خوف کو لازم کئے ہوئے ہو، اور اپنا دن میرے ذکر میں گزارتا ہو اور رات کو گناہ کرتے ہوئے نہ گزراتا ہو اور میرے دوستوں اور میرے پیاروں کے حق کی معرفت رکھتا ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میرے پروردگار! تیری مراد تیرے پیاروں اور تیرے دوستوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے ہے؟ پروردگار نے فرمایا: ''وہ تو اسی طرح ہیں اے موسیٰ! مگر یہ کہ میں نے اس سے ارادہ کیا ہے ان افراد کا کہ جن کی وجہ سے میں نے آدم اور حوّاء کو خلق فرمایا اور وہ افراد کہ جن کی وجہ سے میں نے جنّت اور جہنم کو خلق فرمایا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: وہ کون لوگ ہیں اے پروردگار!، خداوند متعال نے فرمایا: ''محمد احمد کہ جس کے نام کو میں نے اپنے نام سے نکالا چونکہ میں محمود ہوں۔'' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! تو مجھے ان کی امّت میں سے قرار دے۔'' پروردگار نے فرمایا: ''اے موسیٰ! ان کی امّت میں سے (اس وقت) ہو گے (کہ) جب تم ان کی معرفت حاصل کرلو، ان کی منزلت کی معرفت حاصل کرلو اور ان کے اہل بیت کی معرفت حاصل کرلو، بیشک ان کی مثال اور ان کے اہل بیت کی مثال اور وہ کہ جن کو میں نے خلق کیا، جنّتوں میں فردوس کی طرح ہے کہ نہ ان کے پتے خشک ہوتے ہیں اور نہ ان کا مزہ تبدیل ہوتا ہے، پس جو شخص ان کی معرفت حاصل کرلے اور ان کے حق کی معرفت حاصل کرلے تو میں اس کے لئے جہل کے موقع پر حلم و بردباری اور ظلم و تاریکی کے موقع پر نور اور روشنی قرار دوں گا اور اُس کو جواب دوں گا قبل اس کے کہ وہ مجھے پکارے اور میں اسے عطا کردوں گا قبل اس کے کہ وہ مجھ سے سوال کرے۔''

یہ حدیث طویل ہے، میں نے اس میں سے موضوع کے مطابق ضروری حصّے کو اخذ کیا ہے۔

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا جوھری غلابی بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر ابن محمد بن عمار [ة] نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا گیا کہ جب آدمؑ جنّت میں تھے تب آپؐ کہاں تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں ان کے صلب میں تھا اور مجھے ان کے صلب میں ہونے کی حالت میں زمین کی طرف اتارا گیا، میں اپنے والد نوحؑ کے صلب میں کشتی میں سوار تھا اور میں صلب ابراہیمؑ میں تھا جب انہیں آگ میں پھینکا گیا اور میرے والدین کبھی بھی گناہوں سے آلودہ نہیں ہوئے، اللہ عزّ وجلّ مسلسل مجھے پاکیزہ صلبوں سے طاہر [اور مطہر] رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا کہ جو ہادی تھے اور ہدایت یافتہ تھے یہاں تک کہ اللہ نے مجھ سے نبوت کا عہد اور اسلام کا میثاق لیا اور میری صفتوں میں سے ہر چیز کو بیان کر دیا اور توریت اور انجیل میں ذکر کو ثابت کر دیا اور مجھے اپنے آسمان کی جانب بلند کیا اور میرے لئے اپنے ناموں میں سے ایک نام کو نکالا کہ میری امّت (کا نام) حامدون (حمد کرنے والے) ہے اور صاحب عرش پروردگار محمود ہے اور میں محمد ہوں۔

اور یقیناً یہ حدیث بہت سارے طریقوں سے روایت کی گئی ہے۔

۳۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن ہیثم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو العباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو محمد تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جد بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام موجود تھے، تو اس وقت آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اس کی قسم کے جس نے مجھے حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا بنا کر بھیجا، کوئی سطح زمین پر ایسی مخلوق نہیں ہے کہ جو اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں ہم سے زیادہ محبوب اور قابل عزّت ہو، بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے لئے اپنے نام میں سے نام نکالا، پس وہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اور اس نے اے علی تمہارے لئے اپنے ناموں میں سے نام نکالا، پس وہ علی الاعلیٰ ہے اور تم علی ہو، اور اے حسن پروردگار نے تمہارے لئے اپنے ناموں میں سے ایک نام نکالا کہ وہ محسن ہے اور تم حسن ہو، اور اے حسین تمہارے لئے خدا نے اپنے ناموں میں سے ایک نام نکالا کہ وہ ذوالاحسان (صاحب احسان) ہے اور تم حسین ہو اور اے فاطمہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے ایک نام نکالا کہ وہ فاطر ہے اور تم فاطمہ ہو۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: پروردگار میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میری صلح ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کے ساتھ صلح کرتے ہیں اور میری جنگ ہے اُن کے لئے جو ان کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور میری محبت ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کے لئے محبت رکھتے ہیں اور میرا بغض وعداوت ہے ان لوگوں کے لئے کہ جو ان کے ساتھ بغض وعداوت رکھتے ہیں، میری دشمنی ہے اُن کے لئے جو ان سے دشمنی رکھتے ہیں، میری دوستی ہے ان کے لئے جو ان کو دوست رکھتے ہیں چونکہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید نیشاپوری مروانی نے نیشاپور میں۔ اور میں نے کسی ایک کو بھی ان سے زیادہ بڑائی والا نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران سرّاج نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن عرفہ عبدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا وکیع بن جرّاح نے، انہوں نے محمد بن اسرائیل سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے ابوذر۔ رضی اللہ عنہ۔ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا کہ: ''مجھے اور علیؑ کو ایک ہی نور سے خلق کیا گیا کہ ہم عرش کی داہنی طرف آدمؑ کی خلقت سے دو ہزار سال قبل اللہ کی تسبیح میں مشغول تھے، جب اللہ نے آدمؑ کو خلق فرمایا تو اس نور کو ان کے صلب میں قرار دیا اور یقیناً آدمؑ نے جنّت میں سکونت اختیار کی اور ہم ان کے صلب میں موجود تھے، اور جب انہوں نے (ترک اولیٰ کی) خطا کا عزم اٹھایا تو ہم ان کے صلب میں تھے اور یقیناً نوحؑ نے کشتی میں سواری کی اور اس وقت ہم ان کے صلب میں تھے، اور یقیناً ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا اور ہم ان کی صلب میں تھے، پس اللہ عزّ وجلّ مسلسل ہم کو پاکیزہ وطاہر صلبوں سے پاکیزہ وطاہر رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ یہ سلسلہ عبد المطلبؑ تک پہنچا، پس پروردگار نے ہم کو دو نصف حصّوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے عبداللہؑ کے صلب میں قرار دیا اور علیؑ کو ابو طالبؑ

کے صلب میں قرار دیا اور پروردگار نے مجھ میں نبوت اور برکت کو قرار دیا اور پروردگار نے علیؑ میں فصاحت اور شجاعت و بہادری کو قرار دیا، اور ہمارے لئے اپنے ناموں میں سے دونام نکالے کہ پس صاحب عرش محمود ہے اور میں محمدﷺ ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔''

۵۔ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سعید ہاشمی کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فرات بن ابراہیم کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن [علی بن] حسین بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن فضل بن جعفر بن علی بن ابراہیم بن سلیمان بن عبداللہ بن عبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن ابن علی زعفرانی بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن بشار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن علی طالقانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بنی ہاشم کے غلام محمد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن اسحاق سے، انہوں نے واقدی سے، انہوں نے ہذیل سے، انہوں نے مکحول سے، انہوں نے طاووس سے، انہوں نے ابن مسعود سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے فرمایا: ''جب اللہ۔جس کا ذکر عزیز وجلیل ہے۔نے آدمؑ کو خلق فرمایا اور ان میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ان کے لئے فرشتوں نے سجدہ کیا اور خدا نے ان کو جنّت میں ٹھہرایا اور اپنی کنیز حواء سے اُن کی تزویج کروائی تو اس وقت آدمؑ نے اپنی آنکھ کے گوشے کو عرش کی طرف اٹھایا (عرش کی طرف دیکھا) تو وہاں پر پانچ سطریں لکھی ہوئی تھی۔آدمؑ نے کہا: اے پروردگار! یہ لوگ کون ہیں۔اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگ ان کو میری بارگاہ میں اپنا شفیع بنائیں گے تو میں اپنے خلق (کے لئے ان بزرگ ہستیوں کی) شفاعت (قبول) کروں گا۔پھر آدمؑ نے کہا: اے پروردگار! تیرے نزدیک جوان کی قدر و منزلت ہے اس کی قسم! ان کے نام کیا ہیں؟ اللہ تعالی نے فرمایا: ان میں جو پہلا ہے تو میں محمود ہوں اور وہ محمد ہے؛ اور جو دوسرا ہے تو میں عالی ہوں اور وہ علی ہے؛ اور جو تیسرا ہے تو میں فاطر ہوں اور وہ فاطمہ ہے اور جو چوتھا ہے تو میں محسن ہوں اور وہ حسن ہے؛ اور جو پانچواں ہے تو میں صاحب احسان ہوں اور وہ حسین ہے؛ تمام کے تمام اللہ عزّ وجلّ کی حمد کررہے ہیں۔''

۶۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا جوھری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس بن بکار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباد بن کثیر اور ابوبکر ہذلی نے، انہوں نے ابوزبیر سے، انہوں نے جابرؓ سے، انہوں نے کہا کہ: جب فاطمہ سلام اللہ علیہا حسن علیہ السلام کا حمل اٹھائے ہوئے تھیں اور پھر جب ان کی ولادت ہوئی تو یقیناً (اس سے پہلے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ بچّے کو سفید کپڑے میں لپیٹا جائے مگر حسن علیہ السلام کو انہوں نے زرد کپڑے میں لپیٹا۔حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: یا علی! آپ اس کا نام رکھئے، تو مولائے کائنات علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس کا نام رکھنے میں رسول اللہؐ پر سبقت لے جاؤں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما ہوئے، آپؐ نے حسنؑ کو لیا، ان کا بوسہ دیا اور اپنی زبان مبارک ان کے دہن مبارک میں داخل فرمائی تو حسن علیہ السلام اس کو چوسنے لگے، پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: کیا میں نے پہلے تم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کو سفید کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹا جائے؟، پس آپؐ نے سفید کپڑے کا ٹکڑا منگوایا اور حسنؑ کو اس میں لپیٹا اور پیلے کپڑے کو پھینک دیا، حسنؑ کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں میں

اقامت کہی، پھر علی علیہ السلام سے فرمایا: تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ میں اس کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت کروں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس کا نام رکھنے میں اپنے رب پر سبقت لے جاؤں، پس اللہ جس کا ذکر بلند ہے نے جبرئیل علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی کہ: بیشک محمدؐ کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، تم نیچے ان کی طرف جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام پیش کرو اور میری اور اپنی جانب سے مبارک باد دو اور کہو: بیشک علی کی نسبت آپ سے وہی ہے جو ہارون کی نسبت موسیٰ سے تھی پس تم اس کا نام ہارون کے بیٹے کے نام سے رکھو۔ پس جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو مبارک باد پیش کی اور آپؐ کی خدمت میں [جیسا کہ] پروردگار نے فرمایا تھا وہ عرض کیا کہ آپؐ اپنے بیٹے کا نام ھارون کے بیٹے کے نام سے رکھئے، آپؐ نے فرمایا: ان کا کیا نام تھا؟، جبرئیلؑ نے کہا: شبّر، آپؐ نے فرمایا: میری زبان عربی ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ ان کا نام حسن رکھئے۔ پس آپؐ نے ان کا نام حسنؑ رکھ دیا۔ پھر جب حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ان کے پاس نبیؐ تشریف لائے اور وہی کچھ انجام دیا جو حسنؑ کے ساتھ انجام دیا تھا اور جبرئیلؑ نبیؐ کی خدمت میں نازل ہوئے اور عرض کیا: بیشک اللہ۔ کہ جس کا ذکر عزیز وجلیل ہے۔ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کے لئے فرماتا ہے کہ بیشک علی کی نسبت تم سے وہی ہے جو ھارون کی نسبت موسیٰ سے تھی، تو آپ ان کا نام ھارون کے بیٹے کے نام سے رکھئے، آپؐ نے فرمایا: اس کا کیا نام تھا؟ جبرئیلؑ نے کہا: شبیر، آپؐ نے فرمایا: میری زبان عربی ہے، جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ ان کا نام حسین رکھئے، پس آپؐ نے ان کا نام حسینؑ رکھ دیا۔"

۷۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن یحییٰ علویؒ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے جد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا داود بن قاسم نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی عیسیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی یوسف بن یعقوب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عنبسہ نے، انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے کہا کہ جب حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے یہاں حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ سلام اللہ علیہا ان کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف فرما ہوئیں، پس اس وقت آپؐ نے ان کا نام حسنؑ رکھا، پھر جب حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت زہرا، سلام اللہ علیہا آپؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور فرمایا: یارسول اللہ! یہ ان سے احسن ہیں، تو آپؐ نے ان کا نام حسینؑ رکھا۔

۸۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن یحییٰ علویؒ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے جد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن صالح تمیمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن عیسیٰ نے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے حسنؑ بن علیؑ کے نام کو جنت کے لباس میں سے ریشم کے ایک ٹکڑے میں رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کیا اور حسینؑ کا نام حسنؑ (کے لفظ) سے نکالا گیا۔"

۹۔ ہم سے بیان کیا ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے بصرہ میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مغیرہ بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا رجاء بن سلمہ نے، انہوں نے عمرو بن

شمر سے، انہوں نے جابر جعفی سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام نے نہروان (کی جنگ) سے فارغ ہونے کے بعد کوفے میں خطبہ ارشاد فرمایا جب کہ آپ علیہ السلام تک خبر پہنچی کہ معاویہ آپؑ کو گالی دیتا ہے (اور دلواتا ہے) اور آپؑ پر لعنت کرتا ہے (اور لوگوں کو لعنت کرنے کا حکم دیتا ہے) اور آپؑ کے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ پس امام علیہ السلام خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد بجالائے، اللہ کی ثناء و تعریف بیان کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا اور ان نعمتوں کا تذکرہ کیا کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اور ان پر نازل فرمائی ہیں، پھر فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں وہ آیت نہ ہوتی جس کا میں ذکر کر رہا ہوں تو میں اس مقام پر کبھی (وہ مقام و منزلت جو مجھے حاصل ہے) اس کا تذکرہ نہ کرتا (مگر) اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ'' [اور تمہارے پروردگار کی نعمتیں تو تم (ان کا) تذکرہ کرو] (سورۂ الضحیٰ، آیت-۱۱)۔ اے پروردگار تیرے لئے حمد ہے تیری ان نعمتوں پر کہ جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور تیرے اس فضل پر کہ جس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اے لوگو! بیشک مجھ تک وہ چیز پہنچ چکی ہے جو مجھ تک پہنچنے والی تھی اور یقیناً میں دیکھ رہا ہوں کہ میری اجل و موت نزدیک ہے، اور جیسا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم میرے امر سے جاہل ہو، اور بیشک میں تم میں وہی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تم میں چھوڑا تھا، اللہ کی کتاب اور میری عترت اور وہ خاتم الانبیاء، پاکیزہ لوگوں کے سردار اور نبی المصطفیٰ کی نجات کی جانب ہدایت کرنے والی عترت ہے۔ اے لوگو! شاید تم میرے بعد میری طرح کی باتیں کہنے والے کو نہ سن پاؤ، میں رسول اللہ کا بھائی ہوں، ان کے چچا کا بیٹا، ان کی سزا دینے والی تلوار، ان کی نصرت کا ستون، ان کی شجاعت اور ان کی قوّت ہوں، میں (جہنمیوں کے لئے) جہنم کا دائرہ کھینچنے والا ہوں، (ظالموں کو واصل جہنم کرنے کے) جہنم کی خوراک اور پانی کا بندوبست کرنے والا ہوں، میں (لوگوں کے) بیٹوں اور بیٹیوں کو اذیتوں و تکلیفوں سے نجات دلانے والا ہوں، میں روحوں کا قبض کرنے والا ہوں اور ''اللہ کا عذاب ایسا ہے کہ جس کو خدا گناہ گار قوم سے نہیں ٹالے گا'' ﴿اشارہ ہے سورۂ انعام کی آیت-۴۷ کی طرف۔﴾ میں باطل پرستوں سے مجادلہ کرنے والا ہوں، میں (ظالم) شہ سواروں کا قاتل، رحمٰن کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کرنے والا، لوگوں میں سب سے بہترین ہستی (پیغمبر اسلامؐ) کا داماد ہوں، میں سید الاوصیاء اور خیر الانبیاء کا وصی ہوں، میں باب مدینۃ العلم اور رسول کے علم کا خازن اور وارث ہوں، میں بتول، سیدۃ النساء العالمین، فاطمہ، تقیہ، نقیہ، زکیہ، مبرّہ، مہدیہ ﴿تمام اوصاف حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔﴾ کا شوہر ہوں، کہ (وہ زہراء کہ جو) اللہ کے حبیب کی (بھی) حبیبہ ہیں (کہ پیغمبر اسلامؐ ان کو سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے)، ان کی دختروں اور اولادوں میں سب سے بہتر، رسول اللہ کا خوشبودار پھول ہیں، رسول اللہؐ کے نواسے سب نواسوں سے بہترین اور میرے دونوں فرزند تمام فرزندوں سے بہترین فرزند ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کا انکار کرتا ہے؟ کہاں ہیں وہ مسلمان کہ جو (پہلے) اہل کتاب تھے، میرا نام انجیل میں ''الیا'' ہے، توریت میں ''بریٔ'' ہے، زبور میں ''اریٔ'' ہے، اہل ہند کے نزدیک ''کبکر'' ہے، اہل روم کے نزدیک ''بطریسا'' ہے، پارسیوں کے نزدیک ''جبتر'' ہے، ترکیوں کے نزدیک ''بثیر'' ہے، اہل زنج ﴿افریقہ کہ ایک ملک کا قدیم نام ہے۔ -مترجم-﴾ کے نزدیک ''حیتر'' ہے۔ کھنۃ (یہودی دانشوروں) کے نزدیک ''بویٔ'' ہے، اہل حبشہ کے نزدیک ''بثر یک'' ہے، میری ماں کے نزدیک ''حیدرہ'' میرا

دایہ کے نزدیک ''میمون'' ہے، عربوں کے نزدیک ''علی'' ارمن (ارمنیا والوں) کے نزدیک ''فریق'' میرے والد کے نزدیک ''ظہیر'' ہے۔ جان لو کہ میں قران میں چند اسماء کے ساتھ مخصوص ہوں ڈرو کہ تم ان پر غالب نہ آجاؤ کہ پھر اپنے دین میں گمراہ ہو جاؤ۔ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا کہ ''بیشک اللہ سچّوں کے ساتھ ہے'' اور میں سچا ہوں (جس کا تذکرہ خدا نے کیا ہے)، میں دنیا اور آخرت میں مؤذن واعلان کرنے والا ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ فاذن موذن بینهم ان لعنة الله علیٰ الظالمین ''موذن ان کے درمیان اذان دے گا یقیناً اللہ کی لعنت ہے ظالمین پر۔'' (سورۂ اعراف: آیت-۴۴) اور میں یہ مؤذن ہوں، اور پروردگار نے فرمایا: واَذان من الله رسوله ''اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے اذان واعلان ہے......'' (سورۂ توبہ: آیت-۳) تو میں یہ اذان واعلان ہوں، میں احسان کرنے والا ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ ان الله مع المحسنین ''بیشک اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورۂ عنکبوت: آیت-۶۹) اور میں صاحب دل ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان له قلب ''بیشک اس میں پند ونصیحت ہے اس کے لئے کہ جو صاحب دل ہے۔'' (سورۂ ق: آیت-۳۶) اور میں ہی ذکر کرنے والا ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ الذین یذکرون الله قیاماً و قعوداً وعلیٰ جنوبهم ''وہ لوگ کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل......'' (سورۂ آل عمران: آیت-۱۹۱) اور ہم اصحاب اعراف ہیں کہ میں، میرے چچا (حمزہؑ)، میرا بھائی (جعفر طیّار) اور میرے چچا کے بیٹے (پیغمبر اسلامؐ)، اور اس اللہ کی قسم کہ جو دانے اور (کھجور کی) گٹھلی کو شگافتہ کرنے والا ہے (جہنم کی) آگ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی ہمارے محبّ کو اور جنّت میں داخل نہیں ہوگا ہم سے بغض رکھنے والا، اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: وعلیٰ الاعراف رجال یعرفون کلّا بسیماهم ''اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر شخص کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے (کہ وہ جہنمی ہے یا جنّتی)۔'' (سورۂ اعراف: آیت-۴۶) اور میں ہی وہ سسرال والا (داماد) ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: وهو الذی خلق من السماء بشراً فجعله نسباً وصهراً ''وہ خدا وہ ہے کہ جس نے پانی سے بشر کو خلق کیا اور پھر اسے خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔'' (سورۂ فرقان: آیت-۵۴) اور میں یاد رکھنے والا کان ہوں کہ وتعیها اذن واعیه ''اور اسے یاد رکھنے والا کان یاد رکھے'' (سورۂ الحاقہ: آیت-۱۲) میں رسولؐ کا تابعدار ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: ورجلاً سلماً لرجل ''ایک مرد جو کہ ایک مرد کا تابعدار ہے'' (سورۂ زمر: آیت-۲۹) اور اس امّت کا مہدی میری اولاد میں سے ہوگا، آگاہ ہو جاؤ کہ میں تم لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہوں کہ مجھ سے بغض کے ذریعے منافقوں کو پہچانا جاتا ہے اور میری محبت کے ذریعے اللہ نے مؤمنین کا امتحان لیا ہے، یہ نبی امّی کا عہد و پیمان تھا یہاں تک کہ (فرمایا اے علی!) تم سے محبت نہیں رکھے گا مگر مؤمن اور تم سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دنیا اور آخرت میں علم بردار ہوں، رسول اللہؐ میری پیاس بجھائیں گے اور میں اپنے شیعوں کی پیاس بجھاؤں گا، قسم بخدا! میرے محبت کرنے والوں کے لئے کوئی پیاس نہیں ہے اور میرے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اور میں مؤمنین کا ولی و سرپرست ہوں اور اللہ میرا اولی ہے، میرے دوستوں کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ان چیزوں سے محبت کریں جن کو اللہ محبوب جانتا ہے (احکام خدا کی بجا آوری کریں) اور مجھ سے بغض ودشمنی رکھنے والوں کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ان چیزوں سے بغض ودشمنی کریں کہ جن کو اللہ محبوب جانتا

ہے (احکام خدا کی نافرمانی کریں)، آگاہ ہو جاؤ! اور یقیناً مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ معاویہ مجھ کو گالی دیتا ہے (اور دلواتا) ہے اور مجھ پر لعنت کرتا (اور کرواتا) ہے، پروردگار! تو اپنی سخت پکڑ کو اس پر شدید کر اور لعنت کو مستحقِ لعنت پر نازل فرما، آمین [اے] دونوں جہانوں کے پالنے والے، اسماعیلؑ کے پالنے والے، ابراہیمؑ کو مبعوث کرنے والے بیشک تو حمید و مجید ہے۔" پھر آپ علیہ السلام منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور پھر منبر پر نہ آئے یہاں تک کہ ابن ملجم - اللہ اس پر لعنت کرے - نے امام علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ مجھے ان بیان کردہ اسماء کی تاویل بیان کی گئی۔ تو امام علیہ السلام کا جو یہ قول تھا کہ میرا نام انجیل میں "الیا" ہے تو اس کے معنی عربی زبان میں وہی ہیں جو لفظ "علی" کے ہیں، اور توریت میں "بریی" تو اس کا مطلب ہے شرک سے بری و بیزار، کہنہ کے نزدیک "بوئی" ہے اس کے معنی ہیں کہ وہ شخص کہ جو ایک جگہ ٹہرتا ہوا اور اپنے غیر کو دوسری جگہ ٹہراتا ہو، تو (امام علیہ السلام) وہ تھے کہ جو حق کو اپنی اصلی جگہ رکھتے اور ٹہراتے تھے اور باطل کو باطل اور فاسد کر دیتے تھے، زبور میں "ارئ" ہے تو یہ اس شکاری کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جو ہڈیوں کو نرم اور گوشت کو جدا کرتا ہے۔ اور اہل ہند کے نزدیک "کبکر" ہے، فرمایا: وہ لوگ اپنی موجود کتاب میں پڑھتے ہیں کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے اور اس میں ہے کہ آپؐ کا ناصر و مددگار "کبکر" ہے اور یہ وہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے حصول کی کوشش میں اس وقت تک لگا رہے کہ اسے پالے۔ اور روم کے نزدیک "بطریسا" ہے، فرمایا: اس کے معنی ہیں روحوں کو جھپٹا مار کر چھیننے والا، پارسیوں کے نزدیک "جبتر" اور یہ شکار میں ماہر باز کو کہتے ہیں، ترکیوں کے نزدیک "بشیر" کہا: جس کے معنی ہیں: وہ بھیڑیا کہ جو جہاں پر بھی ناخن لگائے اسے پارا پارا کر دے، اور زنج کے نزدیک "حیتر" ہے، کہا: یعنی وہ کہ جو جوڑ (توڑ) کو منقطع کرنے والا ہے، حبشہ والوں کے نزدیک "بثر یک" ہے، کہا: اس کے معنی ہیں وہ کہ جو حملہ آور ہونے والی ہر چیز کو ہلاک کرنے والا ہے۔

اپنی ماں کے نزدیک "حیدرہ" ہے، کہا: اس کے معنی ہیں جو اپنی رائے میں پکا اور چیزوں کی گہرائیوں کے اوپر باریک بینی سے ہوشیار نگاہ رکھنے والا، اور دایہ کے نزدیک "میمون" ہے۔ جابرؓ فرماتے ہے کہ مجھ سے امام محمد بن علی الباقر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: "علی علیہ السلام کی ایک دایہ تھی کہ جس نے آپؑ کو دودھ پلایا تھا جس کا تعلق بنی ھلال سے تھا، وہ آپؑ کو اپنے خیمے میں لے گئی تھی، اس عورت کے یہاں ایک لڑکا بھی تھا کہ جو علی علیہ السلام کا رضاعی بھائی بنتا تھا اور عمر میں علی علیہ السلام سے ایک سال میں کچھ دن کم بڑا تھا، اس خیمے کی نزدیک ایک پرانا کنواں تھا؛ یہ بچہ (کہ جو علی علیہ السلام کا رضاعی بھائی تھا) وہ اس کنوئیں کے قریب گیا اور اپنا منہ کنوئیں میں ڈالا (کہ قریب تھا کہ اس میں گر پڑتا) جب علی علیہ السلام نے (جب کہ آپؑ دودھ پیتے بچّے تھے) دیکھا تو اس کے پیچھے بھاگے مگر علی علیہ السلام کا پاؤں خیمے کی رسّی میں پھنس گیا، اس موقع پر آپؑ نے کوشش کر کے اپنے بھائی تک اپنے ایک ہاتھ اور ایک پیر کو پہنچایا اور اس کے ایک ہاتھ کو اپنے منہ سے پکڑ لیا اور اس کے ایک پاؤں کو اپنے ہاتھ سے (اور اس کو گرنے سے بچا لیا) اس دوران اس کی ماں دوڑ کر آئی اور چلائی: اے خاندان والوں، اے خاندان والوں، اے خاندان والوں! (تعجب کی بات ہے) اس مبارک لڑکے کے متعلق کہ جس نے میرے بیٹے کو بچا لیا، پس (لوگ اکھٹے ہو گئے اور) لوگوں نے دونوں بچّوں کو کنوئیں کے منہ سے اٹھا لیا اور سب لوگ علی علیہ السلام کی بچپنے میں اس قوّت و جواں مردی پر تعجب کرنے لگے کہ ایک پاؤں

رسّی میں پھنسا ہونے کے باوجود بچّے کو پکڑے رکھا یہاں تک کہ لوگ پہنچ گئے، پس اس موقع پر اس بچّے کی ماں نے آپ کا نام ''میمون'' رکھا یعنی مبارک، پس بنی ھلال کا وہ لڑکا ''معلّق میمون'' کے نام سے معروف ہوا اور آج کے دن تک وہ اور اس کی اولاد اسی نام سے پہچانی جاتی ہے۔ ارمن والوں کے نزدیک ''فریق'' ہے کہا: یعنی ایسا شجاع شخص کہ جس سے لوگ خوفزدہ ہوں، اپنے والد کے نزدیک ''ظہیر'' ہے، فرمایا: آپؑ کے والد نے اپنے بیٹوں اور اپنی بھائیوں کے بیٹوں کو جمع کیا اور سب کو کشتی لڑنے کا حکم دیا اور یہ عربوں میں ایک معروف کھیل تھا، علی علیہ السلام نے اپنی آستین چڑھالی، پھر اپنے بڑے اور چھوٹے بھائیوں سے کشتی کی، اپنے چچا کے بڑے اور چھوٹے فرزندوں سب کے ساتھ کشتی کی، اس موقع پر آپ کے پدر بزرگوارؑ نے فرمایا: علی کامیاب ہوئے اور آپ کا نام ''ظہیر'' رکھ دیا۔ اور عربوں کے نزدیک ''علی'' ہے، جابرؓ فرماتے ہیں: لوگوں میں سے اہل معرفت افراد میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ علیؑ کا نام علی کیوں رکھا گیا، ایک گروہ کہتا ہے: اولاد آدم میں سے اس سے قبل نہ کسی عرب کا اور نہ کسی عجم کا یہ والا نام رکھا گیا مگر یہ کہ عرب میں سے کوئی شخص کہتا کہ میرا یہ بیٹا علی ہے اور اس سے اس کی مراد علو اور بلند ہوتی نہ کہ بطور نام، فقط لوگوں نے یہ والا نام رکھنا علی علیہ السلام کا نام علی رکھے جانے کے بعد یا اسی زمانے میں شروع کیا۔ ایک گروہ کا کہنا ہے: علیؑ کا نام علی اس لئے رکھا گیا چونکہ آپؑ ہر مدمقابل آنے والے پر علو اور بلندی رکھتے تھے (اور اس کو شکست دیتے تھے)، ایک گروہ کا کہنا ہے: علی علیہ السلام کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ جنّتوں میں آپؑ کا گھر اتنا بلند ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی منزلوں کے مساوی و مقابل ہے کہ کسی بھی نبی کی منزلت علیؑ کی منزلت سے بلند نہیں ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے: علی علیہ السلام کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ آپؑ اللہ عزّ وجلّ کی اطاعت کی خاطر کعبہ کی چھت سے بتوں کو گرانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دوش مبارک پر اپنے دونوں قدموں کے ساتھ بلند ہوئے تھے۔ ایک گروہ کہتا ہے: علی علیہ السلام کا نام صرف علی اس لئے رکھا گیا کہ چونکہ آپؑ کی تزویج آسمانوں کی بلندی میں واقع ہوئی تھی جبکہ اللہ عزّ وجلّ کی مخلوق میں سے کسی اور کی تزویج اس مقام میں نہیں ہوئی۔ ایک گروہ کہتا ہے: علی علیہ السلام کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد علم کے اعتبار سے تمام انسانوں سے بلند و اعلیٰ تھے۔''

۱۰۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد بن عمران الدقاق -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن جعفر اسدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران نے، انہوں نے حسین بن یزید سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضّل ابن عمر سے، انہوں نے ثابت بن دینار سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے کہا کہ یزید بن قعنب نے کہا کہ میں عباسؓ بن عبد المطلبؑ اور بنو عبد العزیٰ کے چند لوگوں کے ساتھ بیت اللہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، جب امیر المؤمنین علیہ السلام کی مادر گرامی فاطمہ بنت اسد (سلام اللہ علیہا) تشریف لائیں جب کہ وہ نو مہینے کی حاملہ تھیں، آپ کو دردِ زہ پیدا ہوا تو آپؑ نے فرمایا: پروردگار یقیناً میں تجھ پر اور ان چیزوں پر ایمان رکھنے والی ہوں کہ جو تیرے پاس سے تیرے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے آئی ہیں اور یقیناً میں تصدیق کرنے والی ہوں اپنے جد ابراہیم خلیلؑ کے کلام کی کہ جنہوں نے اس بیت عتیق کی بنیاد رکھی، پس اس نبی کے حق کے واسطے سے کہ جس نے اس بیت کی بنیاد رکھی اور اس مولود کے حق کا واسطہ کہ جو میرے پیٹ میں ہے تو مجھ پر میری ولادت (کے وقت) کو آسان کردے۔'' یزید بن قعنب کہتے ہیں: پس ہم نے بیت کو دیکھا کہ

یکا یک وہ پشت کی طرف سے (شگافتہ ہوکر) کھلا اور فاطمہ (بنت اسد) اس میں داخل ہوئیں اور ہماری آنکھوں سے غائب ہوگئیں دیوار واپس سمٹ گئی، پس ہم نے دروازے کے قفل کو کھولنے کی کوشش کی مگر وہ نہ کھل سکا تو ہمیں معلوم ہوگیا کہ یہ اللہ عزّ وجلّ کی حکمتوں میں ایک حکمت ہے۔ پھر چوتھے دن کے بعد وہ باہر تشریف لائیں جبکہ ان کے دست مبارک میں امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام تھے۔ پھر فا بنت اسد سلام اللہ علیہا نے فرمایا: یقیناً میں اپنے سے پہلے گذرنے والی تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی ہوں چونکہ آسیہ بنت مزاحم نے اللہ عزّ و کی عبادت خفیہ طور پر ایسے مقام پر کی کہ جس جگہ پر اللہ کی عبادت کرنا پسندیدہ نہیں ہے مگر مجبوری کی حالت میں، اور بیشک مریم بنت عمران کھجور کے خشک درخت کو اپنے ہاتھ سے ہلایا یہاں تک کہ اس سے تازہ کھجوروں کو کھایا، پس بیشک میں بیت اللہ الحرام میں داخل ہوئی اور ج کے پھلوں اور پتوں سے کھایا، پس جب میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک ہاتف نے مجھے صدا دی: اے فاطمہ! اس کا نام علی رکھ کہ یہ علی اور ہے جبکہ اللہ علی الاعلیٰ (بلندوں میں بھی سب سے بلند ہے) وہ فرماتا ہے: میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے نکالا ہے، اور میں نے اپنے اد واخلاق سے اس کی تربیت کی ہے، میں نے اس کو اپنے علم کی گہرائیوں سے واقف کیا ہے، یہ وہی ہے کہ جو میرے گھر سے بتوں کو توڑے گا وہی ہے کہ جو میرے گھر پر چڑھ کر اذان دے گا اور میری تقدیس و پاکیزگی بیان کرے گا اور میری تمجید و بزرگی بیان کرے گا، پس خوش بختی ان لوگوں کے لئے جو اس سے محبت کریں اور اس کی اطاعت کریں اور ویل و افسوس ہے ان لوگوں کے لئے کہ جو اس سے بغض رکھیں اور اس نافرمانی کریں۔''

۱۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے تمیم بن بہلول سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے، انہوں سلیمان بن مہران سے، انہوں نے عبایہ بن ربعی سے، انہوں نے کہا کہ ابن عباس - رضی اللہ عنہ - کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہا آپ مجھے علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے سلسلے میں ''انزع البطین'' کے بارے میں خبر دیجئے کیونکہ لوگ اس میں اختلاف کر ہیں۔ پس ابن عباسؓ نے اس سے کہا: اے شخص! قسم بخدا، یقیناً تو نے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد کوئی بھی کنکر روندنے والا (انسان) ان سے افضل نہیں ہے، اور بیشک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بھائی، ان کے چچا بیٹے، ان کے وصی اور ان کی امّت پر ان کے خلیفہ ہیں (انزع نام اس لئے کہ) بیشک انہوں نے شرک کو اپنے سے دور رکھا تھا اور (بطین لئے کہ) وہ علم و دانش سے بھرے ہوئے تھے، اور یقیناً میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمارہے تھے: جو شخص کل (قیامت) نجات کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اس ''انزع'' یعنی علی علیہ السلام کے دامن کو پکڑ لے۔''

۱۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن محمد بن عصام کلینی - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب نے، انہوں علاّن کلینی سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''امیر المؤمنین علیہ السلا تلوار کا نام ذوالفقار فقط اس وجہ سے رکھا گیا چونکہ اس تلوار کے درمیان میں لمبائی میں ایک نشان تھا جو ''فقار'' (ریڑھ کی ہڈی) سے شباہت

تھااس وجہ سے اس کا نام ذوالفقار (فقار والی یعنی ریڑھ کی ہڈی کے نشان والی) رکھا گیا اور یہ وہی تلوار تھی کہ جس کے ساتھ آسمان سے جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے تھے اور اس تلوار کا دستہ چاندی کا تھا، اور یہ وہی تلوار ہے کہ جس کے ساتھ منادی نے آسمان سے ندا دی تھی ''لا سیف الّا ذوالفقار، ولا فتی الّا علی'' (کوئی تلوار نہیں ہے سوائے ذوالفقار کے اور کوئی جوان نہیں ہے سوائے علیؑ کے)۔''

۱۳۔ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد ابن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جبرئیل بن احمد فاریابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن خرزاذ نے، انہوں نے محمد بن موسیٰ بن فرات سے، انہوں نے یعقوب بن سوید بن مزید حارثی سے، انہوں نے عمرو ابن شمر سے، انہوں نے جابر بن یزید سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں، امیر المؤمنین علیہ السلام کو امیر المؤمنین کیوں کہا گیا؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''چونکہ (یمیرھم العلم) بیشک علی علیہ السلام ان کو علم کا غلّہ عطا کرتے تھے، کیا تم نے اللہ عزّ وجلّ کی کتاب میں سنا ہے ''ونمیر اھلنا'' (اور ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلّہ لے آئیں گے) (سورۃ یوسف: آیت ۶۵)۔''

۱۴۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسعید الحسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن زکریا غلابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محدوج ابن عمیر حنفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بشر بن ابراہیم انصاری نے، انہوں نے اوزاعی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوھریرہ سے، انہوں نے کہا: فاطمہؑ کا نام فاطمہ فقط اس وجہ سے رکھا گیا چونکہ اللہ عزّ وجلّ ان لوگوں کو کہ جو فاطمہؑ سے محبت کرتے ہیں (جہنم کی) آگ سے الگ کر دے گا۔

۱۵۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا جوہری نے، انہوں نے جعفر بن محمد بن عمارہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے فاطمہؑ کے متعلق سوال کیا کہ آپؑ کو ''زہراء'' کیوں کہا جاتا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''چونکہ حضرت فاطمہؑ جب اپنی محراب میں (عبادت کے لئے) کھڑی ہوتی تو آپؑ کا نور اہل آسمان کے لئے اسی طرح چمکتا جس طرح اہل زمین کے لئے ستاروں کا نور چمکتا ہے۔''

۱۶۔اور یقیناً روایت کیا گیا ہے کہ: زہراء نام فقط اس وجہ سے رکھا گیا چونکہ اللہ عزّ وجلّ نے آپؑ کو اپنی عصمت کے نور سے خلق فرمایا ہے۔

۱۷۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن اسباط نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن زیاد قطّان نے،

انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوطیّب احمد بن محمد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے، انہوں نے اپنے آباء واجداد سے، انہوں نے عمرؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا گیا: بتول کے کیا معنی ہیں؟ یارسول اللہؐ! بیشک ہم نے آپؐ سے سنا کہ یقیناً مریم بتول ہیں اور فاطمہ بتول ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''بتول یعنی وہ عورت کہ جس کو بالکل خون حیض نہ آتا ہو، بیشک حیض انبیاء کی بیٹیوں کے سلسلے میں ناپسندیدہ (قرار پایا) ہے۔ اور امام کو امام اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ یہ لوگوں کے لئے نمونہ ہے کہ جو بلند ذکر والے اللہ کی جانب سے معین کیا جاتا ہے کہ جس کی اطاعت بندوں پر فرض کردی گئی ہے، اور علی بن حسین علیہما السلام کو ''سجّاد'' اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ ان کے سجدے کے مقامات پر سجدوں کے آثار تھے جبکہ وہ یقیناً دن اور رات میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اور آپؑ کا ''ذوالثفنات'' (گٹھوں والا) اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ آپؑ کے سجدوں کے مقامات پر سجدے کے آثار ابھر آتے تھے، پس سال میں دو دفعہ پانچ اعضاء سجدہ میں سے ہر جگہ سے ان گٹھوں کو کاٹا جاتا تھا، اسی وجہ سے آپؑ کو ''ذوالثفنات'' کہا جاتا ہے۔

باقر علیہ السلام کو باقر اس لئے کہا گیا کیونکہ آپؑ نے علم کو شگافتہ کردیا جیسا کہ شگافتہ کرنا چاہیے یعنی اس کو جدا، جدا کردیا جیسا کہ جدا، جدا کرنا چاہیے تھا اور اس کو ظاہر وآشکار کردیا جیسا کہ ظاہر وآشکار کرنا چاہئے تھا۔ اور صادق علیہ السلام کو صادق اس لئے کہا گیا تا کہ آپؑ بغیر حق کے امامت کا دعویٰ کرنے والوں سے جدا وممتاز ہو جائیں اور وہ جھوٹا دعوے دار جعفر بن علی تھا کہ جو فطحیہ فرقے کا دوسرا امام تھا۔ اور موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو کاظم اس لئے کہا گیا چونکہ آپؑ نے اس شخص کے اوپر اپنے غصّے اور غیض کو ضبط کیا ہوا تھا کہ جس کے بارے میں آپؑ جانتے تھے کہ وہ عنقریب دنیا کے ملک وثروت کے لالچ میں آپؑ پر توقفِ (امامت) کرے گا (اور فرقہ واقفیہ کی بنیاد رکھے گا) اور آپؑ کے بعد آنے والے امام (رضا علیہ السلام) کی امامت سے انکار کردے گا۔ اور علی بن موسیٰ علیہما السلام کا رضا اس لئے نام پڑا کیونکہ آپؑ بلند ذکر والے اللہ کے اس کے آسمان میں پسندیدہ تھے اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے بعد آنے والے ائمہؑ کے زمین میں پسندیدہ تھے اور آپؑ سے ان کے دشمنوں میں مخالفت کرنے والے بھی اسی طرح سے راضی تھے جس طرح سے آپؑ کے دوستوں میں موافقت کرنے والے راضی تھے۔ اور محمد بن علی الثانی علیہما السلام کا نام تقی رکھا گیا کیونکہ آپؑ اللہ عزّ وجلّ سے ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے بھی آپؑ کو مامون کے شر سے حفاظت میں رکھا جب وہ آپؑ کے پاس رات کو نشے کی حالت میں پہنچا اور اپنی تلوار سے ضرب لگائی یہاں تک کہ اس کا گمان تھا کہ آپؑ یقیناً قتل ہو گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے آپؑ کی حفاظت فرمائی۔ دو اماموں۔ علی بن محمد اور حسن بن علی۔ علیہما السلام کو عسکریین کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں امام ''سرمن رای'' شہر کے جس محلّے (عسکر) میں رہتے تھے اس کی طرف نسبت دیتے ہوئے یہ نام پڑا۔ اور قائم علیہ السلام کا قائم نام رکھا گیا ہے کیونکہ یقیناً آپؑ اپنے ذکر کے مردہ ہو جانے کے بعد قیام کریں گے۔''

اور یقیناً اس معنی میں اس کے علاوہ بھی روایت کیا گیا ہے، اور یقیناً میں ان فصول کو ترتیب کے ساتھ، سلسلۂ سند کے بیان کے ساتھ کتاب ''علل الشرائع والاحکام والاسباب'' میں ذکر کر چکا ہوں۔

(۲۹) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" (میں جس کا مولا ہوں پس علی اس کے مولا ہیں) کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جعفر بن محمد حسنی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن خلف نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن [اسماعیل بن] عامر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زافر بن سلیمان نے، انہوں نے شریک سے، انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے کہا کہ میں نے علی ابن حسین علیہما السلام سے عرض کیا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے کیا معنی ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "آپ نے لوگوں کو خبر دی کہ بیشک علی علیہ السلام آپ کے بعد امام ہیں۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالحسن موسیٰ بن محمد ابن الحسن ثقفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صفوان بن یحییٰ بیّاع السابری نے، انہوں نے یعقوب بن شعیب سے، انہوں نے ابان بن تغلب سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اے ابا سعید! تم اس قسم کا سوال کر رہے ہو؟ (کہ جو کہ بالکل واضح ہے) نبیؐ نے لوگوں کو پہچان کروائی کہ علیؑ لوگوں میں ان کے قائم مقام ہیں۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو عبداللہ محمد بن قاسم محاربی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباد بن یعقوب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ زید بن علی [بن حسین] علیہ السلام کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا "رسولؐ نے علیؑ کو مختلف فرقوں میں اللہ عزّ وجلّ کے گروہ کی پہچان کی خاطر بطور عَلَم ونشان معین فرمایا۔"

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حارث ابو بکر واسطی نے اپنی کتاب کے اصل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یزید بن سلیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسماعیل بن ابان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو مریم نے، انہوں نے عطا سے، انہوں نے ابن عبّاس سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ میرا پروردگار ہے اور کوئی امارت وحکومت میرے لئے اس کے ساتھ نہیں ہے، اور میں اپنے پروردگار کا رسول ہوں اور کوئی امارت وحکومت میرے ساتھ (کسی اور کو حاصل) نہیں ہے، اور علی (میرا ولی ہے اور) ان لوگوں کے لئے ولی ہے کہ جن کا میں ولی ہوں اور کوئی امارت وحکومت اس کے ساتھ (کسی اور کو حاصل) نہیں ہے۔"

۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عبید اللہ عسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن بسّام حرانی نے اپنی کتاب کے اصل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معلّل بن نفیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سلمہ کے بھائی ایوّب بن سلمہ نے، انہوں نے بسّام صیرفی سے، انہوں نے عطیّہ سے، انہوں نے نے ابوسعید سے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "میں جس کا ولی ہوں پس علی اس کا ولی ہے اور میں جس کا امام ہوں پس علی اس کا امام ہے اور میں جس کا امیر ہوں پس علی اس کا امیر ہے اور میں جس کا نذیر اور ڈرانے والا ہوں پس علی اس کا نذیر اور ڈرانے والا ہے اور میں جس کا ہادی ہوں پس علی اس کا ہادی ہے اور میں جس کا اللہ تعالی کی جانب وسیلہ ہوں پس علی اس کا اللہ عزّ وجلّ کی جانب وسیلہ ہے، پس اللہ سبحانہ علی اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ کرے گا۔"

۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن سعید بن زیاد ابومحمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن قیس نے، انہوں نے عطیّہ سے، انہوں نے ابوسعید سے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "علی میرے بعد ہر ایک [مؤمن] کے امام ہیں۔"

۷۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن سعید بن زیاد نے اپنی کتاب کے اصل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حفص بن عمر عمری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عصام ابن طلیق نے، انہوں نے ابوھارون سے، انہوںؒ نے ابوسعید سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "و قفوھم انّھم مسؤلون" (اور ذرا ان کو ٹھہراؤ کہ ابھی ان سے سوال کیا جائے گا) (سورۂ صافات: آیت-۲۴) کے متعلق نقل کیا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "ولایت علی کے بارے میں (سوال کیا جائے گا) کہ انہوں نے اس معاملہ میں کیا کیا؟ جبکہ یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے ان کو پہچان کروادی تھی کہ وہ اس کے رسول کے بعد خلیفہ ہیں۔"

۸۔ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن حسین بن یوسف بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا رشید کے غلام علی بن محمد ابن عنبسہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا دارم بن قبیصہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نعیم بن سالم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا: - جبکہ غدیرخم کا دن تھا اور آپؐ علیؑ کے ہاتھ کو تھامے ہوئے تھے - کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟، لوگوں نے کہا: یقیناً، آپؐ نے فرمایا: تو میں جس کا مولا ہوں پس یہ علی اس کا مولا ہے، پروردگار! تو دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور تو دشمن رکھ اس کو جو اس سے دشمنی رکھے، تو مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور تو اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دے جو اس کی مدد کو ترک کرے۔"

اس کتاب کے مصنف ابوجعفر محمد بن علی بن حسین - رضی اللہ عنہ - فرماتے ہیں کہ ہم اس بات پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر نص قائم کردی ہے اور آپؑ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا ہے اور آپؑ کی اطاعت کو تمام مخلوق پر فرض قرار دیا ہے اس پر ہم صحیح

روایتوں کی مدد سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ ان روایتوں کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم ان روایتوں کے سلسلے میں ہے کہ جن کو نقل کرنے کے سلسلے میں تو ہمارے مخالفین ہمارے ساتھ متفق ہیں مگر ان کی تاویل میں انہوں نے ہم سے اختلاف کیا ہے، اور دوسری قسم کہ جس میں ہمارے مخالفین نے ان روایتوں کو نقل کرنے کے سلسلے میں بھی ہم سے اختلاف کیا ہے، ان لوگوں کے سلسلے میں کہ جو ہم سے نقل میں موافق ہیں مگر تاویل میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ہم پر سزاوار ہے کہ ہم ان کے لئے کلام کی تقسیم، کلام کو مشہور لغات اور معروف ورائج استعمال کی طرف پلٹانے کے متعلق بحث کو واضح کریں تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس سے وہی والا معنی مراد ہے کہ جس کے ہم نص کے سہارے قائل ہیں اور اس سے خلافت کا ہی معنی مراد ہے نہ کہ وہ والا معنی جو اس کے حقیقی معنی کے خلاف ہے اور جس کے وہ قائل ہوئے ہیں۔ اور ان لوگوں کے سلسلے میں کہ جو ہم سے نقلِ روایات کے سلسلے میں ہی اختلاف کرتے ہیں سزاوار ہے کہ ہم یہ واضح کر دیں کہ یہ روایت اتنی زیادہ وارد ہوئی ہے کہ جس سے ہر قسم کا عذر منقطع ہو جاتا ہے، اور یہ روایت انہی روایتوں کے جیسی ہے کہ جن کو وہ قبول کرتے ہے اور جن سے ان کا عذر منقطع ہو جاتا ہیں اور (انہی روایتوں کی طرح ہیں کہ) جن روایتوں کا سہارا لے کہ وہ اپنے مخالفین پر دلیل قائم کرتے ہیں جب کہ وہ روایتیں کہ جن کے سہارے وہ اپنے مخالفین پر دلیل قائم کرتے ہیں ان کو نقل کرنے میں وہ اکیلے ہیں جب کہ ان کے مخالفین نے ان روایتوں کو نقل ہی نہیں کیا ہے (پھر بھی وہ اپنے مخالفین پر دلیل قائم کرتے ہیں) اور اس کے باوجود ان روایتوں کے عذر کو منقطع کرنے والی اور اپنے مدمقابل لوگوں پر حجت قرار دیتے ہیں۔ پس ہم کہیں گے اور اللہ ہی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں:

ہم اور ہمارے مخالفین نے یقیناً ہم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غدیر خم کے دن کھڑے ہوئے جب کہ سارے مسلمان جمع تھے، پھر فرمایا: ''اے لوگو! کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ وبلند نہیں ہوں؟ پس سب نے کہا: پروردگار گواہ ہے، یقیناً ایسا ہی ہے، آپؐ نے فرمایا: ''میں جس کا مولا ہوں پس علی اس کا مولا ہے، پروردگار تو دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے، تو دشمن رکھ اس کو جو اس سے دشمنی رکھے، تو مدد کرے اس کی جو اس کی مدد کرے اور تو بے یار و مددگار چھوڑ دے اس کو کہ جو اس کی نصرت سے کنارہ کشی کرے۔'' پھر ہم نگاہ کریں گے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے ''اولیٰ'' نہیں ہوں؟ پھر آپؐ کے قول: میں جس کا ''مولا'' ہوں پس علی اس کا ''مولا'' ہے، تو دیکھیں گے کہ یہ معنی لغتِ (عرب) میں کئی شکلوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں کہ جن کو لغت میں غیر لغت والا نہیں جانتا - میں ان شاء اللہ اس کا تذکرہ کرنے والا ہوں - اور ہم نگاہ کریں گے ان باتوں کے سلسلے میں کہ جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان کو خطبہ دیا اور وہ کونسا عظیم الشان مقصد تھا، پس یقیناً وہ کوئی ایسی چیز ہوگی کہ جس کو لوگ پہلے سے نہیں جانتے ہوں گے کہ ان کے اوپر اس بات کی تکرار کی گئی ہو (یہ کہا جا سکے) اور نہ وہ کوئی ایسی چیز ہوگی کہ جس کو بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہو چونکہ یہ چیزیں (لوگوں کو معلوم ہو پھر بھی بتایا جائے یا بے فائدہ بات کے لئے لوگوں روکا جائے) عبث اور فضول کام کرنے والے کے اوصاف ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس قسم کے عبث کام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پس پہلے ہم اس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ لفظ ''مولا'' کے سلسلے میں لغت میں کیا کیا احتمالات ہیں۔ (ایک) احتمال ہے کہ مولا سے مراد غلام کا مالک، جیسا کہ مولا اپنے غلام

کا مالک و آقا ہوتا ہے اور اس کو غلام کو بیچنے اور تحفے میں دینے کا حق حاصل ہوتا ہے؛ (دوسرا) احتمال ہے کہ مولا سے مراد آزاد شدہ غلام کا آقا؛ (تیسرا) احتمال ہے کہ مولا سے مراد آزاد ہونے والا غلام، یہ تینوں معانی ہر خاص و عام کے نزدیک مشہور ہیں، پس یہ تینوں معنی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے قول میں ساقط ہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپؐ نے ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے ان تینوں میں سے کوئی ایک معنی مراد لئے ہوں، چونکہ آپؐ مسلمانوں کی خرید و فروخت کے مالک نہیں تھے اور نہ ہی آپؐ نے مسلمانوں کو اپنی غلامی سے آزاد کیا ہوا تھا اور نہ ہی ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو غلام بنایا تھا (کہ آزاد کردہ غلام والے معنی لئے جائیں)۔ (چوتھا) احتمال یہ بھی ہے کہ مولا سے مراد چچا کا بیٹا ہو، شاعر کا قول ہے:

مهلاً بنی عمنا مهلاً موالینا ☆ لِمَ تظهرون لنا ما کان مدفونا

(جلد بازی نہ کراے ہمارے چچا کے بیٹے جلد بازی نہ کراے ہمارے مولا ☆
کیوں تم لوگ ہمارے لئے اس چیز کو ظاہر کر رہے ہو جو دفن ہو چکی تھی)

اور (پانچواں) احتمال ہے کہ مولا سے مراد عقاب و سزا ہو، اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: ''مأویکم النار هی مولیکم'' (تم سب کی منزل (جہنم کی) آگ ہے اور یہ تمہاری سزا ہے) (سورۂ حدید: آیت-۱۵) یعنی (یہاں پر مولا سے مراد یہ ہے کہ) تمہاری سزا اور وہ چیز کہ جس کی طرف تمہاری حالت کو پھیر دیا جائے گا؛ (چھٹا) احتمال ہے کہ مولا سے مراد وہ کہ جو کسی چیز سے متصل ہو جیسے کسی چیز کے پیچھے ہونا یا آگے ہونا، شاعر کا قول ہے:

فغدت، کلا الفرجین تحسب انه ☆ مولی المخافة خلفها و امامها

(پس اس ناقے نے صبح کی، جبکہ فکر لگی ہوئی تھی کہ دونوں طرف کے درمیان آیا یہ خوف سے متصل ہو سکے گا اپنے پیچھے سے اور اپنے آگے سے)

اور ہم نہیں پاتے ان معانی میں سے بھی کسی چیز کو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے قول: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے یہ والا معنی مراد لیا ہو کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہو کہ: ''میں جس کے چچا کا بیٹا ہوں پس علی اس کے چچا کا بیٹا ہے'' چونکہ یہ بات تو معروف اور سب کو معلوم تھی اس کی مسلمانوں پر تکرار کرنا عبث و بیکار اور بغیر فائدہ والا کام تھا اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ آپؐ کی مراد ان کے کام کا انجام و سزا یا اس کے پیچھے ہونا یا آگے ہونے والا معنی مراد ہو چونکہ اس معنی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ کوئی فائدہ ہے۔ ہم نے لغت میں (یہ معنی بھی) پایا ہے کہ جائز ہے کوئی شخص کہے: فلاں میرا مولا ہے، جب وہ اس کی اطاعت کا مالک ہو، پس یہی وہ معنی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے قول: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے مراد لیا تھا، چونکہ دیگر معانی کی وہ قسمیں کہ جس کا لغت احتمال دیتی ہے وہ والے معانی لینا جائز نہیں ہے، اُنہی وجوہات کی وجہ سے کہ جن کا ہم نے ذکر کیا اور اس قسم کے علاوہ کوئی اور قسم باقی نہیں بچتی، تو لازم و واجب ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے قول: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے یہ والا معنی مراد لیا ہو۔ اور اس بات کی تاکید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ قول: کیا میں مؤمنین کے اپنے نفسوں سے ''اولیٰ'' نہیں ہوں؟ بھی کر رہا ہے کیونکہ آپؐ نے یہ فرمانے کے بعد پھر فرمایا ''فمن

کنت مولاہ فعلی مولاہ ''تو یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مولا کے معنی مؤمنین پران کے اپنے نفسوں سے اولیٰ ہونا ہے، چونکہ لغت اور عرف میں مشہور یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کہے کہ: بیشک تم میرے لئے اپنے نفس سے اولیٰ ہو، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس شخص کو اپنے لئے قابل اطاعت اور اپنے اوپر آمر وحاکم قرار دیتا ہے اور اس کی نافرمانی کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہوتا، اور یقیناً اگر ہم کسی شخص سے اپنے لئے بیعت اخذ کریں اور وہ اقرار کرے کہ بیشک ہم اس کے نفس سے اولیٰ ہیں تو پھر اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ہمارے احکام میں سے کسی چیز میں ہماری مخالفت کرے۔ اگر وہ مخالفت کرے گا تو اس کے اس اقرار کا مطلب باطل ہو جائے گا کہ ہم اس کے نفس سے اولیٰ ہیں، اور چونکہ عربوں میں بھی جب کوئی انسان دوسرے انسان کو کسی چیز کا حکم کر دیتا ہے اور اس کو انجام دینے پر مجبور کرتا ہے جبکہ وہ حق رکھتا ہو اس کی نافرمانی کرنے کا اور پھر وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ اس کو کہتا ہے: اے شخص میں اپنے آپ میں تجھ سے اولیٰ ہوں، بیشک مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں جو چاہوں کروں اور تجھے اس سلسلے میں مجھ پر کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تو پس انسان کا یہ قول کہ: میں اپنے آپ میں تجھ سے اولیٰ ہوں، یہ سبب بنتا ہے کہ اس کو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔ مگر جب وہ حقیقت میں اپنے نفس سے دوسرے کو اولیٰ قرار دے تو پھر اس اولیٰ شخص کو حق حاصل ہے کہ اس شخص سے کہ جس پر یہ اولیٰ ہے جو چاہے فعل طلب کرے اور جب صورت حال اس انداز سے ہوگی تو اِس کو اپنے مولا کی مخالفت اور نافرمانی کا حق نہیں ہوگا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟'' تو اس کے ذریعے سے آپؐ نے علی علیہ السلام کے حق میں ان سے اقرار لیا اور پھر بالکل پہلے قول سے بغیر کسی فاصلے کے ارشاد فرمایا: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' تو یقیناً معلوم ہو گیا کہ آپؐ کے قول میں ''مولاہ'' سے اسی معنی کو تعبیر کیا گیا ہے کہ جن کا لوگوں نے اقرار کیا کہ بیشک آپؐ ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ ہیں۔ پس جب آپؐ نے اپنے قول: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' میں اولیٰ والا معنی لیا تو یہی والا معنی اپنے قول: ''فعلی مولاہ'' کے ذریعے سے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے بھی قرار دیا، چونکہ یہ جملہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ پیغمبرؐ نے اپنے قول: فعلی مولاہ'' سے ان اقسام میں سے کوئی معنی لیا ہو کہ جس کے سلسلے میں ہم بیان کر چکے کہ وہ معنی نبیؐ کا اپنے لئے لینا محال ہے، چونکہ وہ قسمیں یعنی کہ غلام کا مالک یا آزاد شدہ غلام یا چچا کا بیٹا یا انجام کار یا پیچھے ہونا یا آگے ہونا ہے۔ تو پس جملہ میں سے کوئی معنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے مناسب نہیں ہیں تو اسی طرح یہ والے معنی علی علیہ السلام کے لئے بھی مناسب نہیں ہیں (چونکہ پیغمبرؐ نے اپنے اور علیؑ دونوں کے لئے مولا کا لفظ استعمال کیا ہے) اور باقی بچا ''اطاعت کا مالک ہونا''، تو ثابت ہو گیا کہ یہی والا معنی آپؐ نے مراد لیا ہے۔ اور جب مسلمانوں کے لئے علی علیہ السلام کی اطاعت واجب ہوگئی تو یہی امامت کا مطلب ہے چونکہ امامت کا لفظ ''ائتمام'' سے نکلا ہے اور ائتمام کا مطلب ہے اتباع کرنا، اقتداء کرنا، اس کے عمل کے مطابق عمل انجام دینا اور اس کے قول کے مطابق قول انجام دینا، اس کے اصلی معنی لغت میں ایسے تیر کے ہیں جو نمونہ قرار پائے جس کے مطابق دوسرے تیروں کو ڈھالا جاتا ہے اور تیروں کی صناعت و بناوٹ میں اس کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کی مقدار کے مطابق ہی مقدار رکھی جاتی ہے، (اسی طرح امام نمونہ ہوتا ہے تمام لوگوں کے لئے کہ وہ اپنے آپ کو ان کے مطابق

ڈھالیں)۔ پس جب علی علیہ السلام کی اطاعت مخلوق پر واجب ہوگئی تو آپؑ امامت کے معنی کے بھی حقدار ہوگئے۔

پس اگر وہ لوگ کہیں: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قول کے ذریعے سے فقط علی علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا بیان کیا ہے اور یہاں پر امامت کا معنی نہیں ہے۔

ان سے جواب میں کہا جائے گا: جب یہ روایت ہم تک پہنچے تو سب سے پہلے جس بات کی طرف نفس متوجہ ہوتا ہے وہ یہی بات ہے مگر کلام کی تقسیم بندی کے بعد اور لفظ ''مولا'' میں لغت کے اعتبار سے موجود احتمالات کے واضح کرنے کے بعد یہاں تک کہ وہ معنی حاصل ہوگیا جو اس لفظ ''مولا'' کے ذریعے سے علی علیہ السلام کے لئے حاصل ہوتا ہے پھر یہ صرف فضیلت والے معنی لینا جائز نہیں ہے چونکہ یقیناً ہم نے دیکھا کہ لغت میں لفظ ''مولا'' کے کئی معنی ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے یا علی علیہ السلام کے لئے مراد نہیں لیا ہے اور صرف ایک معنی باقی رہ گیا تو لازم ہے کہ وہی معنی آپؐ نے اپنے آپ کے لئے اور علی علیہ السلام کے لئے مراد لیا ہوگا اور وہ معنی اطاعت کے مالک ہونے کے ہیں۔ اگر وہ کہیں: کہ شاید آپؐ نے وہ معنی مراد لیا ہو کہ جس کو ہم نہیں جانتے، کیونکہ ہم مکمل لغت کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

ان کے لئے کہا جائے گا: اگر یہ بات صحیح قرار پائے تو پھر ہمارے لئے وہ تمام باتیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ہیں اور وہ تمام باتیں کہ جو قرآن میں آئی ہیں ان کے سلسلے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاید اس سے وہ معنی ہو کہ جو لغت میں استعمال نہیں کیا جاتا اور یہ بات مشکوک ہوگی اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر کلام تفہم سے خارج اور بیکار قرار پائے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں، پھر جب لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' یہ بالکل اس قول کے جیسا ہے کہ جب کوئی شخص ایک گروہ سے کہے: کیا یہ مال ومتاع میرے اور تمہارے درمیان نہیں ہے کہ جس کو میں فروخت کروں اور جو نفع حاصل ہو اس میں ہم نصف، نصف کے حصہ دار ہوں اور اگر نقصان ہو تو وہ بھی اسی طرح ہوگا؟ پس جواب میں وہ سب کہیں: ہاں، پھر وہ شخص کہے: تو میں جس کا شریک ہوں پس زید بھی اس کا شریک ہے، تو یقیناً وہ جانتا ہے کہ اپنے قول: میں جس کا شریک ہوں پس زید بھی اس کا شریک ہے، سے کیا مراد ہے، [یقیناً] فقط اس نے وہی معنی لئے ہیں کہ جس کا اس نے مال ومتاع کو فروخت کرنے سے پہلے لوگوں سے نفع ونقصان کی تقسیم کے سلسلے میں اقرار لیا تھا، اور پھر اس نے یہ معنی جو شرکت کے ہیں یہ کہہ کہ: ''زید اس کا شریک ہے''، زید کے لئے قرار دیئے ہیں۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے: کیا میں مؤمنین کے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں اور پھر ان لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' یہ صرف اس بات کا اعلان تھا کہ آپؐ نے اس لفظ سے وہی معنی لئے ہیں کہ جس کا شروع میں لوگ اقرار کر چکے ہیں اور اسی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے لئے ''پس علی اس کے مولا ہیں'' کو اسی طرح سے قرار دیا ہے جس طرح اس شخص نے زید کو شریک قرار دینے کے لئے کہا تھا کہ: زید اس کا شریک ہے، اور ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم نے جو معنی بیان کئے ہیں اس سے ہٹ کر کوئی لغت میں معنی ہیں تو اس

معنی کو لے آئے ،مگر وہ ایسے کسی معنی کو نہیں پاتا۔اگر اعتراض اس بات کے ذریعے سے ہو کہ جن کا وہ دعویٰ زید بن حارثہ کی یا دوسروں کی روایتوں کو بنیاد بنا کر کرتے ہیں جو روایت فقط ان سے خاص ہیں تو یہ اعتراض ان کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا چونکہ وہ لوگ ایک ایسی روایت پر کہ جس کے وارد ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اس روایت کو بنیاد بنا کر اعتراض کر رہے ہیں جس کے صرف وہ راوی ہیں اور ہمارے پاس وہ روایت نہیں ہے۔اور یہ ظلم ہے چونکہ ہمارے پاس بہت ساری روایتیں ہیں کہ جو"من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے معنی کی تاکید کرتی ہیں،اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس حدیث کے ذریعے سے علی علیہ السلام کی خلافت اور ان کی اطاعت کے فرض ہونے کو طلب کیا ہے،اور اسی طرح ہم اس خبر کو واضح نص کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں تو ہمارے پاس بھی خاص روایت موجود ہے ان کی خاص روایت کے مقابلے میں،(اور جب اس بارے میں دونوں مساوی ہیں تو دونوں گروہ اپنی خاص خبر کو ایک طرف رکھ دیں) اور روایت اپنے عمومیت پر باقی ہے کہ جس کے ذریعے سے ہم اور وہ دونوں اس معنی کے ذریعے سے دلیل پیش کریں کہ جس کو لغت بیان کرتی ہے اور جس میں استعمال ہوتا ہے اور تقسیم کلام اور کلام کو صحیح معنی کی طرف پلٹانے سے (دلیل پیش کریں)۔اور ہمارے مدمقابل والوں کے پاس نہ کوئی ایسی روایت ہے کہ جس پر اجماع قائم ہو اور نہ کوئی ایسی دلیل ہے کہ جیسی ہمارے پاس ہے۔

ان لوگوں نے زید بن حارثہ سے اس سلسلے میں جو روایت نقل کی ہے تو اس کے مقابلے میں خود ان کی زبان سے ایسی کئی روایتیں آئی ہیں کہ جو بتاتی ہیں کہ بیشک زید (بن حارثہ) غزوہ موتہ ﴿جو کہ ۸ ہجری میں واقع ہوا تھا۔﴾ جعفر بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ شہید ہو گئے تھے اور یہ غزوہ یوم غدیر خم سے کافی مدت پہلے کا ہے چونکہ یوم غدیر حجۃ الوداع کے بعد کا ہے اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دنیا میں صرف تین ماہ سے بھی کم مدت تک حیات رہے،پس جب تمہاری زید والی روایت میں کہ جس کو تم نے روایت کیا ہے اس کی رد کے لئے تمہاری اپنی روایت موجود ہے تو پھر تمہارے حق میں کوئی دلیل اس روایت کے مقابلے میں باقی نہیں رہی ہے کہ جس پر سب کا اجماع ہے۔

اور اگر (یہ مان لیا جائے کہ) زید یوم غدیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول کے موقع پر حاضر تھے،تو ان کا حاضر ہونا بھی تمہارے حق میں حجت نہیں بن سکتا کیوں کہ تمام عرب اس بات کو جانتے تھے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا غلام ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اہل بیت علیہم السلام اور چچا کے بیٹے علیہ السلام کا بھی غلام ہے،یہ بات تو ان کی لغت میں مشہور و معروف تھی اور وہ لوگ اس کو جانتے تھے تو مناسب نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول لوگوں کے لئے یوں ہو:تم لوگ جان لو اُس بات کو کہ جس کو تم پہلے سے جانتے ہو،اگر یہ ممکن ہے تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کہنے والا کہے:نبیؐ کے والد کے بھائی کا بیٹا ان کے چچا کا بیٹا نہیں ہے،تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کھڑے ہوئے اور فرمایا:پس جو میرے والد کے بھائی کا بیٹا ہے وہ میرے چچا کا بیٹا ہے،اور یہ فاسد و غلط ہے چونکہ اس قسم کا کلام کرنا عیب ہے اور اس کو زیب نہیں دیتا سوائے اس شخص کہ جو فضول کام کرنے والا بے وقوف ہو،اور اس قسم کا کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ناممکن ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے:بیشک ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم ہر اس روایت کے مقابلے میں کہ جس کو تم نقل کرتے ہو اپنی اس روایت کو نقل

کریں کہ جو "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے معنی میں فرق کرتی ہے۔

اس سے کہا جائے گا: اظہارِ نظر کے قاعدے کے تحت یہ غلط ہے چونکہ تمہارے اوپر یہ ذمہ داری ہے کہ ہماری روایتوں میں سے کوئی ایسی روایت پیش کرو کہ جو اس مسئلہ میں تمہارے حق میں قرار پاتی ہو، (ورنہ اگر صرف تم اپنی روایت پیش کرو گے) تو پس ہماری مخصوص روایت تمہاری مخصوص روایت سے ٹکرائے گی اور "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" والی حدیث اس حیثیت سے کہ ہم سب نے اس کو نقل کرنے میں اجماع قائم کیا ہے ہمارے حق میں تمہارے خلاف حجّت باقی رہے گی، جو سبب بنے گی اس بات کو ثابت کرنے کی کہ جس پر دلالت ہے نص کی بنیاد پر، اور یہ ایسی بات ہے کہ جس میں کسی مزید بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ پس اگر کہنے والا کہے: اگر آپ لوگوں کی بات صحیح ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں فصیح وواضح طور سے کیوں نہیں فرمایا اور کیوں ایسا قول ارشاد فرمایا کہ جس کی وجہ سے اس قسم کی تاویل کی ضرورت پیش آئی اور بحث مباحثہ کی ضرورت ہوئی؟

اس سے کہا جائے گا: اگر یہ لازم آتا ہے کہ یہ روایت (تاویل والے معنی لینے کی وجہ سے) باطل قرار پائے یا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے خلافت کا اور علی علیہ السلام کی اطاعت کے فرض ہونے کا معنی مراد نہ لیا ہو، اس میں احتمالِ تاویل پایا جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ اس کے علاوہ کوئی اور معنی آپ کے نزدیک زیادہ واضح اور زیادہ فصیح معنی موجود ہیں تو اگر آپ کا تعلق (فرقہ) معتزلہ سے ہے تو لازم آئے گا کہ اللہ عزّ وجلّ کو اپنی کتاب (قران) میں یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ: "لاتُدرِکُہ الابْصار" (نگاہیں اسے پا نہیں سکتیں) (سورۂ انعام: آیت: ۱۰۳) یعنی اس کو دیکھا نہیں جا سکتا تو آپ کا کہنا کہ "اس کو دیکھا نہیں جا سکتا" اس میں احتمال تاویل ہے، اور اسی طرح اللہ عزّ وجلّ کو اپنے اس قول کو اپنی کتاب میں وارد نہیں کرنا چاہئے تھا کہ: "واللہ خلقکم و ما تعملون" (اور اللہ نے تمہیں اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس کو خلق کیا ہے) (سورۂ صافات: آیت-۹۶) کہ بیشک اللہ نے ان جسموں کو خلق کیا ہے کہ جن میں بندے افعال کو انجام دیتے ہیں نہ کہ ان کے افعال کو، پس اگر اس سے لفظی معنی مراد ہوتا تو چاہئے تھا کہ اس قول کے مقابلہ میں- کہ بقول آپ کے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں- خدا اس سے زیادہ واضح ارشاد فرماتا۔ (ورنہ ظاہری اعتبار سے تو معنی کچھ اور نکل رہا ہے) اسی طرح سے اللہ عزّ وجلّ اپنے اس قول کو اس طرح وارد نہ کرتا کہ: "و من یقتل مؤمنا متعمداً فجزائوہ جھنّم" (اور جو کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے) (سورۂ نساء: آیت-۹۳) چونکہ اس کا معنی یہ نکل رہا ہے مؤمن کا ہر قاتل جہنم میں ہے چاہے اس کے ساتھ نیک اعمال ہوں یا نہ ہوں چونکہ خدا نے اپنے قول میں- کہ آپ کے بقول جس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے- اس بات کی وضاحت نہیں کی (کہ قاتل اگر نیک اعمال والا ہوگا تو کوئی رعایت ہوگی یا نہیں ہوگی)۔ اگر آپ کا تعلق (فرقہ) اشاعرہ سے ہے تو آپ کے اوپر بھی وہ تمام باتیں لازم آئیں گی جو معتزلہ کے لئے ہم نے ذکر کیا ہے جو بات آپ کے نزدیک حق ہے اس کو کوئی لفظِ فصیح بیان نہیں کر رہا۔ (بلکہ آپ نے اپنی معنی کو بھی الفاظ کو تاویل کر کے ہی نکالا ہے)۔

اور اگر کہنے والے کا تعلق اصحاب حدیث سے ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ آپ پر لازم ہو جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اس حدیث کو نہ مانیں کہ جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں رات کے چاند کو

دیکھتے ہو اور اس کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی'' چونکہ یہ ایسا قول ہے کہ جس میں تاویل کے بغیر چارا نہیں ہے جبکہ (آپ کے بقول) تاویل والا کلام فصیح نہیں ہوتا۔ چونکہ پیغمبر اسلامؐ نے دیکھنے کے سلسلے میں یہ نہیں بیان کیا کہ تم آنکھوں کے ذریعے سے یا دل کے ذریعے سے دیکھو گے۔ اور جب اس روایت میں تاویل کا احتمال ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے وہ والا دیکھنا مراد نہیں لیا ہے کہ جس کے تم دعوے دار ہو اور یہ بہت سخت مغالطہ ہے چونکہ زیادہ تر کلام جو قران میں اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی روایتوں میں وارد ہوا ہے عربی زبان میں اور ایسی فصیح قوم کو مخاطب کر کے وارد ہوا ہے کہ جو اس صورت حال سے واقف تھی کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مراد پر دلالت کرتی ہے۔

کبھی کبھی علم المعنی عقول کے سپرد کرنا پڑتا ہے تا کہ کلام سمجھ میں آسکے۔ اور میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: کیا میں مؤمنین کے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں، میں کسی ایسی تعبیر کو نہیں جانتا کہ جو اطاعت کے فرض ہونے کے معنی سے زیادہ تاکیدی معنی رکھتا ہو۔ چونکہ آپؐ نے یہ کہنے کے بعد پھر فرمایا: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' چونکہ یہ پورا کلام مرکب ہے کہ جس میں مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ و سلّم کے حق میں اقرار کیا یعنی اطاعت کا اور اس بات کا اقرار کیا کہ آپؐ ان کے نفسوں سے اولیٰ ہیں تو (گویا) اس کے بعد پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا :''تو میں جس کے نفس سے اولیٰ ہوں پس علی اس کے نفس سے اولیٰ ہیں'' چونکہ ''فمن کنت مولاہ'' کا معنی یہ ہے کہ: میں جس کے نفس سے اولیٰ ہوں چونکہ یہ اس کی معنی کے اعتبار سے تعبیر بنتی ہے، چونکہ لغت میں اس کے علاوہ معنی لینا ممکن نہیں ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر کہنے والا ایک گروہ سے کہے: کیا ایسا نہیں ہے کہ یہ مال ومتاع ہمارے درمیان ہے کہ ہم اس کو فروخت کریں اور اس کے نفع ونقصان کو تقسیم کریں؟ تو جواب میں وہ لوگ کہیں گے: ہاں، پس وہ کہے: ''میں جس کا شریک ہوں زید اس کا شریک ہے'' تو یہ کلام صحیح ہوگا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شریک ہونے کو ہی اس نے اپنے قول: ''یہ مال ہمارے درمیان ہے اور ہم نفع ونقصان کو تقسیم کرلیں'' میں تعبیر کیا ہے اور اس وجہ سے اس کے بعد اس کا یہ کہنا صحیح ہے کہ: جس کا میں شریک ہوں پس زید اس کا شریک ہے، اور اسی طرح [یہاں پر] صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے قول: کیا میں تم سے تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟ [فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ] چونکہ اپنے اس قول سے: ''کیا میں تم سے تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں'' کے بارے میں ''مولاہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتو پھر بعد والے جملے کا ''فاء'' کے ساتھ آنا بہتر نہ قرار پاتا اور اگر ''فاء'' نہ ہوتا تو پھر کلام کا نہ تو کوئی مفہوم ہوتا اور نہ کوئی حقیقت بلکہ یہ کلام ہذیان گوئی میں شامل ہو جاتا اور اس قسم کی چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف نسبت دینا عظیم اللہ کا انکار ہے۔ اور اس بنیاد پر کہ جو ہم نے دیکھا، جب ''فمن کنت مولاہ'' کا لفظ ''میں جس کے نفس سے اولیٰ ہوں'' کے معنی پر دلالت کر رہا ہے اور پھر پیغمبرؐ نے بعینہ ایسا ہی لفظ علیؑ کے لئے استعمال کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کو مؤمنین کے اپنے نفسوں سے اولیٰ قرار دیا اور اسی کا مطلب ہے کہ علی علیہ السلام کے حق میں اطاعت کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں بیان کیا تھا۔

اور وہ بات کہ جس کے ذریعے سے بیان کو زیادہ کیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ آپؐ کے قول: فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے

"تمہارے اپنے نفسوں سے اولیٰ" والا معنی وارد نہ ہو تو پھر یہ بھی ممکن ہو جائے کہ یہ والا معنی "فمن کنت مولاہ" سے بھی وارد نہ ہو یعنی "میں جس کے اپنے نفس سے اولیٰ ہوں" (یہ والا معنی بھی نہ نکلے) اور جب یہ ممکن قرار پائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے پہلے جو کلام تھا وہ خلط، فاسد، غیر منظم اور معنی کے سمجھانے سے قاصر قرار پائے اور یہ ان باتوں میں سے نہیں ہے کہ حکیم اور عاقل شخص اس کا تلفظ کرے، تو یقیناً ہمارے گذشتہ کلام اور بیان سے واضح ہو گیا کہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم: "کیا میں تم سے تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ ان کی اطاعت کے مالک ہیں اور آپؐ کے قول: "فمن کنت مولاہ" سے لازم ہے کہ آپؐ نے فقط اس بات کا ارادہ کیا ہو کہ "پس میں جس کی اطاعت کا مالک ہوں پس علی اس کی اطاعت کا مالک ہے، یہ مراد ہو آپؐ کے قول: فعلی مولاہ سے، اور یہ واضح ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس کی اعانت و توفیق پر۔

(۳۰) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علی علیہ السلام کے لئے قول:

"انت منی بمنزلة هارون من موسی الاّ انّه لانبیّ بعدی"

(تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے کوفہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن معمر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن علی رملی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یعقوب بن اسحاق مروزی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عمرو بن منصور نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسماعیل بن ابان نے، انہوں نے یحییٰ بن کثیر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو ھارون عبدی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علی علیہ السلام کے حق میں قول: "تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے" کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: "قسم بخدا! اس قول کے ذریعے سے آپؐ نے علیؑ کو اپنی امت پر اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کیا ہے اور امت پر ان کی اطاعت کو فرض کیا ہے، پس جس نے اس قول کے بعد علی علیہ السلام کے حق میں خلافت کی گواہی نہیں دی تو وہ ظالموں میں سے ہے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی محمد بن زکریا نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو خالد کابلی سے، انہوں نے کہا کہ سید العابدین امام علی ابن حسین علیہما السلام سے عرض کیا گیا: بیشک لوگ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد

لوگوں میں سب سے بہتر ابوبکر ہے، پھر عمر ہے، پھر عثمان ہے، پھر علی علیہ السلام ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں نے اُس روایت کا کیا کیا کہ جس کو سعید بن مسیّب نے سعد بن ابی وقاص سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''؟ پس موسیٰؑ کے زمانہ میں ھارونؑ کی مثل کون تھا؟''

اس کتاب کے مصنف - قدّس اللہ روحہ - فرماتے ہیں کہ ہم اور ہمارے مخالفین کا اجماع ہے اس بات پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے علی علیہ السلام کے حق میں نقل کیا گیا ہے کہ: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' پس یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ علی علیہ السلام کی منزلت پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے تمام حالتوں میں اسی طرح سے ہے جس طرح سے ھارونؑ کی منزلت موسیٰؑ سے تھی سوائے اس صورت کے کہ جس کو پیغمبرؐ نے خود اسی روایت میں استثناء کر کے الگ کر دیا ہے، پس ھارونؑ کی جو منزلت موسیٰؑ سے تھی اس میں ایک چیز یہ تھی کہ ھارونؑ موسیٰؑ کے ولادت کے اعتبار سے بھائی تھے اور عقل اس منزلت کا استثناء کر دیتی ہے اور بتا دیتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اپنے قول سے یہ منزلت مراد نہیں ہو سکتی چونکہ علیؑ آپؐ کے ولادت کے اعتبار سے بھائی نہیں تھے۔ ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت میں سے ایک چیز یہ تھی کہ ھارونؑ بھی موسیٰؑ کے ساتھ ساتھ نبی تھے اور (روایت میں) نبوت کا استثناء اس بات کو منع کرتا ہے کہ علی علیہ السلام نبی ہوں، ھارونؑ کی موسیٰؑ سے ان کے علاوہ دیگر جو منزلتیں ہیں اس میں کچھ ظاہری چیزوں پر مشتمل ہیں اور کچھ باطنی چیزوں پر مشتمل ہیں۔ ظاہری چیزوں میں سے یہ ہے کہ ھارونؑ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل تھے، تمام لوگوں سے زیادہ موسیٰؑ کو محبوب تھے، تمام لوگوں سے زیادہ موسیٰؑ سے خاص تھے، تمام لوگوں سے زیادہ اپنے آپ میں قابل بھروسہ تھے اور موسیٰؑ جب اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے وہ اپنی قوم پر خلیفہ تھے اور وہ موسیٰؑ کے علم کے دروازے تھے اور یہ کہ اگر موسیٰؑ کا انتقال ہو جاتا اور ھارونؑ زندہ ہوتے تو موسیٰؑ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہوتے۔ اور یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ یہ تمام کی تمام خصلتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے علی علیہ السلام کے حق میں ہیں۔

اور وہ منزلیں جو ھارونؑ کی موسیٰؑ سے باطنی طور پر تھیں، لازمی ہے کہ عقل اس کا استثناء نہیں کرے گی جس طرح عقل نے ولادت کے اعتبار سے بھائی ہونے کا استثناء کیا تھا اور نتیجتاً یہ باطنی منزلتیں بھی اسی انداز سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے علی علیہ السلام کے حق میں قرار پائیں گی، اگر چہ ہمارا علم ان باطنی خصوصیات کا احاطہ نہیں کر پاتا مگر چونکہ روایت کا یہی تقاضا ہے (کہ تمام منزلتوں میں مساوی ہیں جن میں باطنی منزلتیں بھی شامل ہیں)۔ کسی کہنے والے کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ یوں کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بعض منزلتیں مراد لی ہیں اور بعض مراد نہیں لی ہیں چونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا اور یوں کہا جائے گا کہ: مراد بعض دوسری منزلتیں لی ہیں نہ کہ وہ والی کہ جو تم ذکر کرتے ہو اور نتیجتاً اس صورت میں تمام بات باطل ہو جائے گی کہ مراد و معنی ناقص ہو جائے اور کلام بے فائدہ ہو جائے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بے فائدہ کلام نہیں کرتے، آپؐ فقط اس لئے کلام کرتے ہیں تا کہ ہمیں سمجھائیں اور ہمیں تعلیم دیں، پس اگر یہ ممکن ہو جائے کہ آپؐ نے

ھارونؑ کی موسیٰؑ سے بعض منزلتیں مراد لی ہوں اور بعض نہ لی ہو جبکہ روایت میں کوئی تخصیص دینے والی بات بھی موجود نہ ہو اس صورت میں ہم کلام کو سمجھ نہیں پائیں گے کہ آیا قلیل منزلتیں مراد ہیں یا کثیر، اور جب ایسا نہیں ہوسکتا تو واجب و لازم ہے کہ یقیناً آپؐ نے تمام منزلتیں مراد لی ہیں کہ جو ھارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھیں اور جن کا عقل اور خود روایت استثناء نہیں کر رہی۔ اور جب یہ لازمی ہو گیا تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اصحاب میں سب سے افضل ہیں، ان میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو محبوب ہیں، خود کے نزدیک سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہیں، اور علی علیہ السلام کے حق میں یہ بھی لازم آجائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپؑ کو اپنی قوم پر خلیفہ مقرر کریں جب آپؐ لوگوں سے غائب ہوں، چاہے سفر کی وجہ سے ہو یا پھر موت کی وجہ سے، چونکہ یہ تمام چیزیں ھارونؑ اور ان کی موسیٰؑ سے منزلت کی شرائط میں سے ہیں۔ پس اگر کہنے والا کہے: بیشک ھارونؑ کا انتقال موسیٰؑ سے پہلے ہو گیا تھا اور وہ موسیٰؑ کے بعد امام نہیں تھے، تو پھر آپ کیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: وہ مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہیں، سے علی علیہ السلام کے معاملے کا ھارونؑ سے قیاس کر رہے ہیں جبکہ علی علیہ السلام یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد باقی تھے۔ اس سے کہا جائے گا: ہم نے علی علیہ السلام کے معاملے کو ھارونؑ پر قیاس فقط اس وجہ سے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ: وہ مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہے، تو جب علی علیہ السلام کے لئے یہ والی منزلت تھی اور پھر علی علیہ السلام (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے بعد) باقی رہے تو لازم ہے کہ علی علیہ السلام ہی امّتِ نبیؐ میں نبی کی وفات کے بعد آپؐ کے خلیفہ ہیں۔

اس بات کی وضاحت کے لئے میں ان شاء اللہ مثال بیان کرنے والا ہوں: ''اگر کوئی خلیفہ اپنے وزیر سے کہے کہ: زید کا حق تم پر یہ ہے کہ جس دن میں وہ تم سے ملاقات کرے ایک دینار دینا ہے اور عُمرو کے حق میں بھی تم پر وہی ذمہ داری ہے جو میں نے زید کے سلسلے میں بیان کی ہے''، تو عمرو کے حق میں بھی وہی واجب ہو گیا جو زید کے حق میں لازم قرار پایا تھا، پس جب زید وزیر کے پاس تین دن تک آتا رہا تو اس نے تین دینار حاصل کئے، پھر آنا بند کر دیا اور اس وجہ سے وزیر نے اسے دینار عطا نہیں کئے اور عمرو وزیر کے پاس تین دن تک آیا تو اس نے بھی تین دینار حاصل کئے، اب عمرو کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چوتھے دن، پانچویں دن اور ہمیشہ ہمیشہ جب تک کہ عمرو زندہ ہے آتا رہے اور اس وزیر پر لازم ہے کہ جب تک عمرو باقی اور زندہ ہے ہر اس دن میں جس میں وہ اس کے پاس آیا ہے ایک دینار عطا کرتا رہے اگر چہ زید نے تین دن سے زیادہ دینار کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اور وزیر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عمرو کو یوں کہے: ''میں تمہیں عطا نہیں کروں گا سوائے اتنا کہ جتنا زید نے حاصل کیا ہے''، چونکہ زید کے لئے شرط لگائی گئی تھی کہ جب وہ تمہارے پاس آئے اس وقت ایک دینار دینا تو اگر زید آتا تو وہ اسے حاصل کرتا اور یہی شرط عمرو کے لئے بھی تھی اور وہ یقیناً آیا (جب اس نے شرط پوری کر دی) تو لازم ہے کہ وہ دیناروں کو حاصل کرے۔

پس اسی طرح ھارونؑ کے وصی ہونے کے لئے شرط تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی قوم میں باقی رہے اور اسی طرح کی شرط علی علیہ السلام کے لئے بھی تھی، تو علی علیہ السلام اپنی قوم میں (پیغمبرؐ کے بعد زندہ) باقی رہے تو اسی طرح سے علی علیہ السلام کے حق میں یہ ضروری ہو گیا کہ آپؑ نبیؐ کی قوم میں آپؐ کے خلیفہ قرار پائیں اُسی طرح سے کہ جو ہم نے زید اور عمرو کی مثال میں بیان کیا، اور یہ بالکل لازمی چیزوں

میں سے ہے اور یہاں جو قیاس کیا گیا وہ بالکل حق بجانب ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے کہ اگر موسیٰؑ انتقال فرما جاتے اور ھارونؑ زندہ ہوتے تب بھی ان کو ان کی قوم پر خلافت کا حق نہ ہوتا۔

تو اس سے کہا جائے گا کہ کونسی چیز ہے کہ جس کو یہ کہنے والا جواب میں پیش کرے گا، اگر اس سے کوئی کہنے والا کہے کہ: ھارونؑ موسیٰؑ کے بعد اپنے زمانہ میں سب سے افضل نہیں تھے، نہ وہ ان کے نزدیک قابل بھروسہ تھے، نہ ان کے علم میں نائب تھے؟ (تو وہ جواب میں یہی کہے گا کہ) یہ فضیلتیں ھارونؑ سے جدا نہیں کی جاسکتی چونکہ یہ منزلتیں ھارونؑ کی موسیٰؑ سے مشہور ہیں، تو اگر کوئی انکار کرنے والا ان میں سے کسی ایک کا انکار کر دے گا تو لازم آئے گا کہ تمام کا انکار کر دے۔ پس اگر کہنے والا کہے: بیشک یہ منزلت کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کے لئے قرار دی ہے یہ فقط آپؐ کی حیات میں ہی تھی۔ اس سے کہا جائے گا: ہم واضح دلیل کے ساتھ اس بات پر دلالت پیش کریں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علی علیہ السلام کے حق میں یہ قول: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''، یہ فقط علیؑ کے حق میں آپؐ نے اپنی وفات کے بعد کے لئے قرار دیا ہے نہ کہ آپؐ کے ساتھ آپؐ کی حیات میں، اس بات کو وہ سمجھ جائیں گے ان شاء اللہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''، میں جو باتیں دلالت کرتی ہیں وہ دو معنی ہیں: پہلا: علی علیہ السلام کی آپؐ سے جو فضیلت اور منزلت ہے اس کو ثابت کرنا؛ دوسرا: آپؐ کے بعد کسی کے نبی ہونے کی نفی کرنا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ نبیؐ کا علیؑ کے لئے اس بات کی نفی کرنا کہ علیؑ آپؐ کے بعد نبی نہیں ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر پیغمبر اسلامؐ اس کی نفی نہ کرتے تو وہم کرنے والے کے لئے یہ وہم کرنا ممکن ہوتا کہ علیؑ آپؐ کے بعد نبی ہوں، چونکہ آپؐ نے فرمایا تھا: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو''، اور یقیناً ھارونؑ نبی تھے مگر جب آپؐ نے نبوت کی نفی کر دی تو ضروری ہے کہ یہ نفی اس وقت کے اندر ہو کہ جس میں آپؐ نے علیؑ کے لئے فضیلت اور منزلت کو قرار دیا تھا، چونکہ اسی فضیلت اور منزلت کی وجہ سے آپؐ کو علیؑ سے نبی ہونے کی نفی کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ چونکہ اگر آپؐ یہ نہ فرماتے کہ: علیؑ مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہے تو پھر یہ فرمانے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی کہ: ''مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا''، تو آپؐ نے نبی ہونے کی نفی کی اس کی وجہ صرف اور صرف اس فضیلت اور منزلت کی وجہ سے ہے کہ جو نبوت کے سبب قرار پاتی تھی اور اسی وجہ سے آپؐ کے لئے لازم ہوا کہ اسی وقت میں کہ جس میں علیؑ کے لئے فضیلت قرار دی اور ھارونؑ والی تمام منزلتیں قرار دیں علیؑ سے نبوت کی نفی کر دیں، اور اگر نبیؐ اس کے بعد کسی اور وقت میں نبوت کی نفی کرتے اور اس وقت کے لئے نفی کرتے کہ جو آپؐ (کی وفات) کے بعد کا ہے، تو ہمارے مخالفین کے پاس یہ گنجائش نکل آتی کہ وہ کہتے کہ اس روایت میں علی علیہ السلام کے لئے کوئی ایسی منزلت ثابت نہیں ہے کہ جو نبوت کا سبب بنتی ہو اور یہ بعد میں استثناء ہونے کی وجہ سے کلام لغو قرار پاتا چونکہ (اس فرض پر کہ استثناء کسی اور وقت میں واقع ہوا ہے) یہ استثناء فقط وفات کے بعد کے لئے واقع قرار پاتا اور وہ منزلت کہ جو سبب نبوت بن رہی ہے وہ صرف حیات پیغمبرؐ

کے لئے قرار پاتی کہ جس میں نبوت کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ پس اگر نبوت کا استثناء وفات کے بعد ہوتا اس بات کے باوجود کہ فضیلت آپؑ کی حیات میں ثابت ہے تو لازم آتا کہ علیؑ آپؐ کی حیات میں نبی ہوتے (چونکہ استثناء تو بعد کے لئے ہے) مگر یہ بات فاسد ہے اور لازم ہے کہ نبوت کا استثناء اسی زمانے کے لئے قرار پائے کہ جس زمانے کے لئے نبیؐ نے علیؑ کے لئے یہ منزلت قرار دی ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ آپؑ اس فضیلت و منزلت کے مستحق ہونے کے باوجود نبوت کے مستحق نہیں ہیں۔

اس کا مزید بیان یوں ہوسکتا ہے کہ: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اگر فرماتے: ''علی مجھ سے میری وفات کے بعد ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہے مگر یہ کہ میرے ساتھ میری زندگی میں کوئی نبی نہیں ہے'' تو اس قول سے لازم آتا کہ علیؑ کا نبیؐ کی وفات کے بعد نبی ہونا ممکن ہے چونکہ نبی ہونے کا منع فقط اپنی زندگی کے لئے کیا ہے اور علیؑ کے لئے اپنی وفات کے بعد نبی ہونے کو ثابت کیا ہے چونکہ یہ نبی ہونا یہ ھارونؑ کی منزلتوں میں سے ایک ہے چونکہ ھارونؑ نبی تھے، تو جب صورت حال ایسی ہے تو لازم ہے کہ نبیؐ نے علیؑ کے نبی ہونے کی نفی صرف اس وقت و زمان کے لئے کی ہے کہ جس میں آپؑ کے لئے یہ فضیلت قرار دی ہے چونکہ اسی وجہ سے آپؐ نبوت کی نفی کرنے کی طرف محتاج ہوئے ہے؛ اور جب ضروری قرار پایا کہ منزلت میں سے نبوت بھی ہے تو لازم ہے کہ یہ وفاتِ پیغمبر کے بعد بھی ہو چونکہ نبوت کی نفی وفات کے بعد کے لئے کی گئی ہے، اور جب یہ لازم ہو گیا کہ علی علیہ السلام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد موسیٰؑ کی حیات میں جو موسیٰ سے ھارونؑ کی منزلت تھی وہ ہے، تو یہ بھی لازم آ گیا کہ علی علیہ السلام کے حق میں مسلمانوں پر خلافت اور اطاعت کا فرض ہونا ہے، اور آپؑ تمام سے زیادہ علم رکھنے والے اور تمام سے افضل ہیں چونکہ یہی ساری منزلتیں ھارونؑ کی موسیٰؑ سے موسیٰ کی حیات میں تھی۔

پس اگر کہنے والا کہے: شاید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: بعدی (میرے بعد) سے مراد بعد نبوتی (میری نبوت کے بعد) ہے نہ کہ بعد وفاتی (میری وفات کے بعد)۔ اس سے کہا جائے گا: اگر یہ جائز ہو جائے تو یہ بھی جائز ہو جائے کہ وہ تمام روایتیں کہ جن کو مسلمانوں نے بیان کیا ہے کہ جس میں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، تو اس سے مراد لیا جائے آپؐ کی نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (نہ کہ آپؐ کی وفات کے بعد) اور یہ چیز جائز بنا دے گی کہ آپؐ کی وفات کے بعد اور انبیاء بھی ہوں۔ پس اگر وہ کہے: یقیناً مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' سے مراد ''میری وفات کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا'' ہے۔ تو اسی طرح اس سے کہا جائے گا: کہ یہی بات تمام روایتوں اور آثار میں ہے کہ جس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔

پس اگر وہ کہے: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علی علیہ السلام کے حق میں یہ قول: تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو'' یہ فقط اس وقت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غزوۂ تبوک کی جانب نکلے اور علی علیہ السلام کو پیچھے چھوڑ دیا تو آپؑ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو آپؑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزل پر ہو؟ کہا جائے گا: استدلال کے قانون کے تحت یہ غلط ہے چونکہ آپ اجماع والی روایت کو ایسی روایت سے تخصیص نہیں دے سکتے کہ جو فقط آپ کے لئے خاص ہے ورنہ ہم بھی اس اجماع والی روایت کو ایسی روایت سے تخصیص دیں گے کہ

جس کو ہم مانتے ہیں اور آپ نہیں مانتے اور اس طرح سے نہ آپ کے حق میں اور نہ ہمارے حق میں کوئی حجّت و دلیل باقی رہے گی چونکہ دونوں مخصوص روایتیں ہیں (آپ کی مخصوص روایت اور ہماری مخصوص روایت ٹکرا کر ختم ہو جائے گی) اور عمومی روایت (کہ جس کو دونوں گروہ مانتے ہیں) اپنے عمومیت پر باقی رہے گی اور اسی کی بنیاد پر دلیل قائم ہوگی۔

وہ روایت جو اس عمومی روایت پر ہمارے حق میں وارد ہوئی ہے، آپ کے حق میں نہیں، وہ یہ ہے کہ ہم آپ کی مخصوص روایت کے مقابلے میں روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے ارشاد فرمایا: ''یقیناً میں نے علی کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے اور تمہارے امور کو اس کے سپرد کیا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے اس سلسلے میں میری طرف وحی کی گئی ہے۔''

پھر آپؐ نے اس قول کے بعد اس کی تاکید کے لئے ارشاد فرمایا: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزل پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' تو یہ قول پہلے قول کی شرح وتشریح کرنے والا ہو گیا اور تمہارے مخصوص (غزوۂ تبوک والی روایت) کے مدمقابل ہو گیا۔ (اور جب دونوں کی مخصوص روایتیں ساقط ہو گئیں، آپ کی غزوۂ تبوک والی اور ہمارے باقاعدہ مجمع کو جمع کر کے خلافت کے اعلان اور امور کو سپرد کرنے والی) تب وہ روایت باقی رہ گئی کہ جس پر ہم سب (مسلمانوں) کا اجماع ہے اور جس کی نقل پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کے حق میں ارشاد فرمایا: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' یہ اس حالت میں باقی ہے کہ اس کے معنی وہی ہیں کہ لغت جسے سمجھا رہی ہے اور قانونِ تقاہم کے اعتبار سے جو مشہور ہے اور یہ وہی ہے کہ جس کے متعلق ہم نے گفتگو کی اور جس کی تشریح کی اور اس کی وجہ سے ہم پر لازم ہوگا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی وفات کے بعد کے لئے یقیناً علی علیہ السلام کی امامت کے اوپر نص قائم کردی ہے اور آپؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے اور آپؑ کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا ہے۔ حق وواضح راستہ دکھانے پر تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں کہ جو عالمین کا رب ہے۔

(۳۱) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حسن وحسین علیہما السلام کے لئے فرمان کہ: ''تم میرے بعد مستضعفین ہو'' کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد ہیثم عجلی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو العبّاس احمد بن یحیٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی، حسن اور حسین علیہم السلام کی طرف نگاہ فرما کر، گریہ کیا اور ارشاد فرمایا: تم لوگ میرے بعد

مستضعفین ہو۔'' مفضل کہتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! اس کے کیا معنی ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا :''(پیغمبرؐ کے فرمان کا مطلب ہے) تم لوگ میرے بعد ائمہ ہو، بیشک اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمة و نجعلھم الوارثین ''ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنادیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دے دیں۔'' ﴿(سورۂ قصص: آیت ۵﴾، پس یہ آیت قیامت کے دن تک ہمارے سلسلے میں جاری رہنے والی ہے۔''

(۳۲) ☆ان الفاظ کے معانی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفات میں وارد ہوئے ہیں☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق الطالقانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوصالح حذّاء کے نام سے معروف ابو احمد القاسم بن بندار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن نصر بن عبدالعزیز الرازی نہاوند والے نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوغسان ملک اسماعیل النہدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جمیع ابن عمیر بن عبدالرحمٰن عجلی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ایک راوی نے مکہ میں، انہوں نے ابن ابی ہالہ تمیمی سے، انہوں نے حسن بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ہالہ۔ جو صفات بیان کرنے میں ماہر تھے۔ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کیا۔ اور مجھ سے بیان کیا حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن منیع نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر ابن محمد بن علی بن الحسینؑ نے مدینہ رسول میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ ابن محمدؑ بن علیؑ نے، انہوں نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے، آپؑ نے علی ابن الحسین علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ ابن علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں۔ ''ھند بن ابی ہالہ''۔ سے رسول اللہ کے حلیہ اقدس کے بارے میں سوال کیا۔ اور مجھ سے بیان کیا حسنؒ بن عبداللہ بن سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن احمد عبدان اور جعفر بن محمد بزّاز بغدادی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سفیان بن وکیع نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جمیع بن عمیر عجلی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا بنی تمیم کے ایک شخص نے جو ابو ہالہ کی اولاد میں سے تھا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسنؑ بن علیؑ سے، آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ہالہ تمیمی۔ جو نبی کریمؐ کی صفات کو بیان کرنے والے تھے۔ سے سوال کیا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ آپ میرے سامنے نبی کریمؐ کی صفات بیان کریں تا کہ میں ان کا گرویدہ ہو جاؤں۔ پس انہوں نے کہا : ''کَانَ رَسولُ اللّٰہؐ فخماً، مفخماً، یتلالا و جه تلالو القمر لیلة البدر، اطول من المربوع، واقصر من المشذب، عظیم

الهمامة رجل الشعر ، ان انفرقت عقیقته فرق ، والافلا یجا وز شعره شحمة اذنیه اذا هو وفره ، ازهر اللون ، واسع الجبین ، ازج الحواجب ، سوابغ فی غیر قرن ، بینهما عرق یدره الغضب، اقنی العرنین، له نور یعلوه ، یحسبه من لم یتامله اشم ، کث اللحیه، سهل الخدین، ضلیع الفم ، اشنب ، مفلّج الاسنان ، دقیق المسربة ، کان عنقه جیددمیة فی صفاء الفضة ، معتدل الخلق ، بادنا، متماسکاً، سواء البطن والصدر ، بعید ما بین المنکبین ضخم الکرادیس، عریض الصدر ، انور المتجرد، موصول ما بین اللبة والسرة بشعر یجری کالخط، عاری الثد یین والبطن مما سوی ذلک، اشعر الذراعین والنکبین واعلی الصدر ، طویل الزّ ندین، رحب الراحة، ششن الکفین والقدمین ، سائل الاطراف، سبط القصب خمصان الاخمصین ، مسیح القدمین ینبو عنهما الماء، اذا زالزال قلعا، یخطو تکفواً ، ویمشی هونا، ذریع المشیة اذا مشی کانما ینحط فی صبب واذا التفت جمیعا، خافض الطرف نظره الی الارض اطول من الی السماء، جل نظره الملا حظة، یبدرمن لقیه بالسلام.

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نگاہوں میں عظمت اور سینے میں ہیبت رکھتے تھے۔آپؐ کا پرنور چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح درخشندہ تھا۔آپؐ میانہ قد سے کچھ اونچے لیکن زیادہ بلند قامت نہیں تھے اور آپؐ کا سر مبارک بڑا اور آپؐ کے بال نہ زیادہ پیچیدہ اور نہ الگ الگ تھے۔آپؐ کے سر کے بال اکثر اوقات کان کی لَو سے نیچے نہیں جاتے تھے۔اور اگر زیادہ بڑھ جاتے تو مانگ نکال کر سر کے دونوں طرف پھیلا دیتے تھے۔آپؐ کا چہرہ سفید اور نورانی اور آپؐ کی پیشانی کشادہ تھی۔آپؐ کے ابرو باریک کمانی دار اور کشیدہ تھے۔آپؐ کی پیشانی کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پُر ہو کر اُبھر آتی تھی۔آپؐ کی ناک باریک اور کشیدہ اور درمیان میں سے تھوڑی سی ابھری ہوئی تھی اور اس سے نور نکلتا تھا۔آپؐ کی ریش مبارک گھنی اور دندان مبارک سفید چمکدار نازک اور کشادہ تھے اور آپؐ کی گردن صفائی ،نورانیت اور استقامت میں ان مورتیوں کی گردن کی طرح تھی جو چاندی سے بنائی جاتی اور صیقل کی جاتی ہیں۔آپؐ کے تمام اعضاء بدن معتدل اور سینہ اور شکم برابر تھے آپؐ کے دو کندھوں کے درمیان والی جگہ پھیلی ہوئی تھی اور مفاصل اور جوڑ کی ہڈیوں کے سرے قوی اور سخت تھے اور یہ چیز شجاعت و قوت کی علامات میں داخل اور عرب کے نزدیک ممدوح ہے۔آپ کا بدن سفید اور نورانی تھا اور وسط سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا مثل چاندی کے جسے صیقل کیا گیا ہو اور اس کے درمیان سے زیادہ صفائی کی بناء پر خط سیاہ نظر آتے۔آپؐ کے سینہ کے اطراف اور شکم بالوں سے صاف تھا اور آپؐ کے بازو اور کندھوں اور سینہ کے اوپر کے حصہ پر بال تھے، آپؐ کی انگلیاں سیدھی اور بڑی تھیں۔آپؐ کے بازو اور پنڈلیاں صاف وشفاف اور سیدھی تھیں۔آپؐ کے پاؤں کے تلوے ہموار نہیں تھے بلکہ درمیانی حصہ زمین سے دور تھا اور پاؤں کی پشت بہت صاف اور نرم تھی، اس حد تک کہ اگر پانی کا قطرہ اس پر پڑ جاتا تو رک نہیں سکتا تھا۔جب آپؐ راستہ چلتے تو متکبروں کی طرح قدم نہیں رکھتے تھے لیکن وقار کے ساتھ چلتے تھے۔جب آپؐ کسی کی طرف متوجہ ہوتے کہ کوئی بات کریں تو ارباب حکومت کی طرح گوشۂ چشم سے اشارہ نہیں کرتے تھے بلکہ پورے بدن کے ساتھ اس کی طرف مڑتے اور بات کرتے تھے۔اکثر اوقات آپؐ کی نگاہیں نیچے کی طرف ہوتیں اور

زمین کی طرف زیادہ نظر رکھتے تھے اور جسے دیکھتے سلام میں سبقت کرتے تھے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تکلم (انداز گفتگو) کے بارے میں بیان کریں۔ انہوں نے جواب میں کہا: كان عليه السلام متواصل الاحزان، دائم الفكر، ليست له راحةِ، طويل السكت، لا يتكلم في غير حاجة، يفتتح الكلام ويختمه با شداقه، يتكلم بجوامع الكلم فصلا لا فضول فيه ولا تقصير، دمثاً[ليناً] ليس بالجافي ولا بالمهين، تعظم عنده النعمة وان دقت، لا يذم منها شيئا، غير انه كان لا يذم ذوافا ولا يمدحه، ولا تغضبه الدنيا وما كان لها، فاذا تعو طى الحق لم يعرفه احد ولم يقم لغضبه شيء حتى ينتصر له، اذا اشار بكفه كلها، واذا تعجب قلبها، واذا تحدث اتصل بها، فضرب براحته اليمنى باطن ابهامه اليسرى، واذا غضب اعرض واشاح، واذا فرح غضّ طرفه، جل ضحكه التبسم، يفتر عن مثل حب الغمام.

آپ کا کلام ہمیشہ غم انگیز اور فکر پرور ہوتا۔ آپ ہمیشہ غور وفکر کرتے اور اس سلسلہ میں آپ کوئی وقفہ نہیں دیتے۔ زیادہ تر خاموش رہتے اور ضرورت کے بغیر کلام نہیں کرتے تھے۔ آپ کلام کا آغاز واختتام وضاحت کے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ کا کلام کلام کی خوبیوں سے پر، ایسے فاصلہ کے ساتھ کہ جو نہ فضول ہو اور نہ (بالکل ہی) کم ہو (یعنی نہ بہت رفتار سے اور نہ ہی اتنا ٹھہر ٹھہر کے کہ اتنا ٹھہرنا فضول کہا جائے۔) نرمی (ملائمت) کے ساتھ۔ سختی آپ کے خلق کریم میں نہیں تھی، کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے اور تھوڑی نعمت کو زیادہ سمجھتے اور کسی نعمت کی مذمت نہیں فرماتے تھے اور کھانے پینے کی چیزوں کی مذمت بھی نہیں کرتے تھے اور تعریف بھی نہیں کرتے تھے۔ امور دنیا کے ختم ہونے پر غصّے میں نہیں آتے تھے۔ اور خدا کے معاملے میں تو اتنا جلال میں آتے کہ کوئی شخص ان کی پہچان نہیں کرسکتا تھا۔ جب اشارہ فرماتے تو اپنے پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ جب آپ کسی بات پر تعجب کرتے تو ہاتھ کی ہتھیلی کو الٹا دیتے تھے، گفتگو کے دوران آپ کے ہاتھ متحرک ہوتے تھے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے تھے، جب غضب ناک ہوتے تو اعراض کرتے اور دوری اختیار کرتے اور جب خاموش ہوتے تو آنکھیں بند کر لیتے، آپ کا زیادہ تر ہنسنا تبسم ہوتا اور اس وقت آپ کے دندان مبارک سفید بادلوں کے چھوٹے ٹکڑوں کی مانند ظاہر ہوتے۔

یہاں تک ابو القاسم بن منیع نے اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن محمد سے روایت کی ہے اور باقی آخر تک عبد الرحمٰن کی روایت کے مطابق ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں نے ان (اوصاف) کو ایک عرصے تک (اپنے بھائی) حسینؑ سے پوشیدہ رکھا پھر میں نے ان سے بیان کیا تو میں اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ مجھ پر اس معاملے میں سبقت رکھتے تھے۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے کس سے دریافت کیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے پدر بزرگوارؑ سے نبیؐ کے گھر میں داخل ہونے کے وقت، نکلتے وقت، آپ کی نشست اور آپ کے سراپا اقدس کے بارے میں معلوم کیا تھا۔ پس انہوں نے کسی بات کو بھی چھوڑا نہیں تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گھر میں داخل ہوتے وقت

کے بارے میں سوال کیا؟ تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: آپ کا گھر میں داخل ہونا اپنے حق میں اجازت کے ساتھ تھا۔ پس جب آپؐ گھر میں داخل ہو جاتے، تو اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصّہ پروردگار کے لئے، ایک حصہ گھر والوں کے لئے، اور ایک حصہ اپنے لئے۔ پھر اپنے حصہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ایک اپنی ذات کے لئے اور ایک دوسرے لوگوں کے لئے ملاقات کے موقع پر پہلے مخصوص لوگوں کو عام لوگوں پر مقدم فرماتے اور ان میں سے کسی کو بھی ذرّہ برابر حقیر نہیں قرار دیتے۔ آپؐ کا طریقہ کار یہ تھا کہ اپنی امت میں سے ان افراد کو تقسیم اموال کے موقع پر مقدم فرماتے تھے جنہیں دینی معاملات میں فضیلت حاصل ہوتی تھی۔ پھر آپؐ اسی فضیلت کے معیار کے مطابق ان کا حصہ مقرر فرماتے تھے۔ پس ان میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جو ایک حاجت رکھتے تھے اور کچھ دو حاجتیں اور کچھ زیادہ حاجتیں رکھتے تھے۔ آپؐ تمام امور کا خیال رکھتے تھے اور لوگوں کو اصلاح احوال اور اصلاح اُمّت کی ترغیب دلاتے تھے۔ انہیں اصلاحی مسائل اور ان کی دیگر جزئیات کے بارے میں آگاہ فرماتے آپؐ فرمایا کرتے تھے: تم میں سے حاضر و موجود شخص میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ غائب و غیر حاضر شخص تک (پیغام) پہنچائے، اسی طرح تم لوگ ان غیر موجود لوگوں کی حاجتیں مجھ تک پہنچاؤ جو اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتے۔ پس جو شخص حاکم تک اس شخص کی حاجت پہنچائے کہ جو اپنی حاجت پہنچانے پر قادر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دونوں قدموں کو ثابت رکھے گا۔ آپؐ کے ساتھ فقط ضرورت کے مطابق بات کی جاتی تھی۔ کسی کو غلطی پر مورد مواخذہ قرار نہیں دیتے تھے۔ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کو امور مملکت کے بارے میں اطلاعات فراہم کرتے اور جب آپؐ کی خدمت سے واپس لوٹتے تو ہر شخص دنیا کی رہبری کا فریضہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر باہر نکلتا فرمایا: میں نے پوچھا گھر سے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رفتار کیا تھی؟ تو آپؐ نے فرمایا: پیغمبر خدا اپنی باتوں کو اپنے دل کے خزانے میں جمع رکھتے تھے اور سوائے ان مواقع کے کہ جہاں بات کرنا ضروری ہوتا یا لوگوں کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا کسی اور مقام پر گفتگو نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے اور ان کے ساتھ ناپسندیدگی کا رویہ نہیں اپناتے، ہر قوم کے بزرگ کا احترام کرتے اور اس کو اس کی قوم پر ذمہ دار قرار دیتے تھے۔ لوگوں سے بڑی احتیاط اور پرہیز کے ساتھ سامنا کرتے لیکن اس کے باوجود اپنی خوش رفتاری اور کشادہ روئی کو کسی سے بھی کم نہیں کرتے تھے۔ اگر ایک مدت تک اپنے ساتھیوں کو نہ دیکھتے تو ان کے حالات دریافت کرتے اور لوگوں سے ان کے حالات کے بارے میں پوچھتے تھے، نیک کاموں پر آفرین کہتے اور نیکی کے فروغ کو تقویت دیتے جبکہ برائی کی مذمت فرماتے اور اسے حقیر اور بے قدر و قیمت قرار دیتے، تمام امور میں میانہ روی اختیار فرماتے، کبھی تندروئی نہیں کرتے، لوگوں کی اکتاہٹ اور لوگوں کی غفلت کے خوف سے غافل نہیں رہتے اور حق میں کوتاہی نہیں فرماتے۔

لوگوں میں سے اچھے اور نیک لوگ آپؐ کی خدمت میں بیٹھتے تھے۔ آپؐ کی نظر میں وہ شخص دوسروں سے زیادہ محترم ہوتا تھا جو دوسروں کی نسبت لوگوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا۔ جو شخص لوگوں کی مالی یا غیر مالی زیادہ خدمت کرتا وہ آنحضورؐ کے نزدیک برتر ہوتا۔

میں نے آپؑ سے آپؐ کی مجلس و نشست کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: آپؐ نہ بیٹھتے تھے اور نہ اٹھتے تھے مگر ذکر (خدا) کے ساتھ، ہمیشہ ایک مخصوص جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ہمیشہ ایک معین جگہ پر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ جب کسی

ایسی مجلس میں وارد ہوتے جہاں دوسرے لوگ آپؐ سے پہلے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین فرماتے تھے، اپنی توجہ اور نظر کو (کسی ایک طرف مرکوز نہیں رکھتے تھے بلکہ) سب پر برابر تقسیم فرماتے تھے۔ چنانچہ مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کو یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ حضورؐ کی نظر میں قابلِ اکرام وعزت ہے۔ جو شخص بھی آپؐ کے حضور بیٹھتا تو آپؐ مروت سے کام لیتے یہاں تک کہ وہ شخص خود اٹھ کر چلا جائے، جو حاجت مند بھی آپؐ کے پاس حاضر ہوتا وہ نہیں پلٹتا مگر اپنی حاجت پا کر یا اچھی گفتگو وتسلی خاطر کے ساتھ۔

آپؐ کے اخلاق جاذبہ کا یہ عالم تھا کہ ہر کسی کے لئے آپؐ (گویا کہ) والد بن گئے تھے۔ مخلوق میں سے تمام لوگ آپؐ کی نظر میں یکساں تھے، آپؐ کی مجلس بردباری، حیا، صدق اور امانت کی مجلس ہوتی۔ جس میں آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ کی مجلس عشق ومحبت کی پرورش کا گہوارہ تھی۔ اس مجلس میں لوگوں کا احترام محفوظ رہتا تھا، (اہل مجلس) آپس میں عدل کرنے والے اور ایک دوسرے کو تقویٰ کی وصیت کرنے والے تھے، ایک دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتے تھے۔ سب اہل مجلس بڑوں کی عزت کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے، حاجتمندوں کو مقدم کرتے تھے، پردیسی کی حفاظت کرتے تھے۔

میں نے عرض کی آپؐ کی اپنی نشستوں میں کیسی سیرت تھی؟ فرمایا: آپؐ ہمیشہ خندہ پیشانی اور نرمی کے ساتھ پیش آتے، جلدی راضی ہو جاتے، آپؐ نرم دل اور بے آزار تھے۔ غصہ نہ کرتے اور نہ سخت مزاج تھے، کسی کو برا بھلا کہنے والے نہ تھے، نہ کسی کی عیب جوئی کرنے والے تھے اور نہ کبھی کسی کی چاپلوسی کرتے، جس کی خواہش نہ ہوتی اسے نظر انداز کرتے، آپؐ سے مایوس نہ ہوا جاتا بلکہ حاجت روائی ضرور فرماتے، آرزومند خالی ہاتھ واپس نہیں جاتے تھے، تین چیزوں کو اپنے آپ کے لئے ترک کر دیا تھا۔ کسی سے بحث کرنا، زیادہ گفتگو کرنا، اور بے فائدہ کام میں مشغول ہونا اور تین چیزوں کو لوگوں کے سلسلہ میں ترک کر دیا تھا۔ کسی کی مذمت نہیں فرماتے تھے، کسی کی طرف عار کی نسبت نہیں دیتے، اور لوگوں کے رازوں اور پوشیدہ باتوں کی جستجو نہیں فرماتے تھے۔

کلام نہیں کرتے تھے مگر ان چیزوں کے سلسلہ میں جہاں ثواب کی امید ہو، جب آپؐ کلام فرماتے تو اہل جلسہ نیچے سر ڈال کر اس طرح زمین کی طرف دیکھتے رہتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ اگر سر کو حرکت دی تو وہ اڑ جائیں گے)، پس جب آپؐ خاموش ہو جاتے تو لوگ کلام کرتے، آپؐ کے حضور بات کرنے میں جھگڑا نہیں کرتے، جب کوئی ایک بات کرتا تو دیگر خاموش رہتے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے، ان کی باتیں آپؐ کی خدمت میں وہی ہوتیں جو ان کے پہلے کی بات ہوتیں، جس بات سے لوگ ہنستے ہیں آپؐ بھی مسکراتے اور جس بات سے لوگ تعجب کرتے آپؐ بھی تعجب فرماتے، آپؐ اجنبی و پردیسی شخص کے سوال اور بول چال میں جفا پر صبر فرماتے، جب کہ آپؐ کے اصحاب ان کو اپنے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں لے آئے ہوتے، حضورؐ فرماتے: جب تم کسی حاجت مند کو دیکھو کہ وہ حاجت کو طلب کر رہا ہے تو فوراً تم اس کی مدد کرو۔ ثنا قبول نہیں فرماتے مگر اس شخص کی کہ جس پر احسان کیا گیا ہو، اور آپ کسی کی بات کو اس وقت تک قطع نہیں فرماتے تھے جب تک کہ جائز ہو جائے (مثلاً باطل کلام کہنے لگے) اس وقت آپؐ اسے منع فرماتے یا اٹھ جاتے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سکوت (خاموشی) کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا: "آنحضرتؐ کا سکوت چار موقعوں پر ہوتا تھا: حلم کے موقع پر، احتیاط کے موقع پر، شان وقدر کے موقع پر اور غور وفکر کے موقع پر۔ جہاں تک قدر ومنزلت کے سکوت کا تعلق ہے تو یہ نگاہ میں مساوات اور لوگوں کی باتیں سننے کے موقع پر ہوتا اور جہاں تک آپؐ کے غور وفکر کا تعلق ہے تو یہ ان امور کے بارے میں ہوتا کہ جو باقی رہنے والی (آخرت کے) ہیں اور جو فنا ہونے والی (دنیا کے) ہیں۔ آپؐ نے حلم کو صبر میں جمع کر دیا تھا۔ پس کوئی چیز آپؐ کو غضب ناک نہیں کرتی تھی اور نہ ہی کوئی چیز آپؐ کو مضطرب کرتی، آپؐ نے احتیاط کو چار چیزوں میں جمع کر دیا تھا، احتیاط کو اخذ کر کے نیکی کو انجام دیتے تا کہ لوگ اس میں آپؐ کی پیروی کریں، اور بطور احتیاط قبیح افعال کو ترک کر دیتے تا کہ لوگ ان سے باز رہیں، اپنی امت کی فلاح و بہبود میں رائے کے ذریعے اجتہاد کرنے میں، اور ان امور کو قائم کرنے میں جن میں لوگوں کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی جمع کر دی گئی ہے۔ یہ انتہا ہے اس روایت کی کہ جس کو عبدان نے ذکر کیا ہے۔

اور ہم سے بیان کیا ابو علی احمد بن یحییٰ مؤدّب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ہیثم انباری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن صقر سکری ابوالعباس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سفیان بن وکیع بن جراح نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جمیع بن عمیر عجلی نے املاء کرتے ہوئے اپنی کتاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوھالہ تمیمی کی اولاد میں سے بنی تمیم کے ایک راوی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے امام حسن بن علی ابن ابی طالبؑ سے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ھند ابی ھالہ تمیمی سے سوال کرتے ہوئے کہا: جبکہ وہ نبی کی صفات بیان کرنے والے (افراد میں سے ماہر) تھے۔ کہ میں خواہش رکھتا ہوں کہ نبیؐ کی صفات میں سے کچھ میرے لئے (بیان کر کے) اضافہ کریں امید ہے کہ میں آپؐ کا گرویدہ ہو جاؤں۔ پس انہوں نے کہا: "رسول اللہؐ بہت عظیم اور زبردست صفات کے مالک تھے۔۔۔ اور انہوں نے اس حدیث کو جو گذر چکی طوالت سے بیان کیا۔

اس کتاب کے مصنف محمد ابن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ابواحمد حسن ابن عبداللہ بن سعید عسکری سے اس روایت کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ روایت کے جملے: "کان رسول اللہ فَخِما مُفَخَماً" کے معنی ہیں کہ آپؐ (لوگوں) کے سینوں اور آنکھوں میں عظیم اور معظم تھے۔ نہ یہ کہ آپؐ کی جسمانی خلقت میں ضخامت اور گوشت کی زیادتی تھی اور حدیث کے اس جملے: "یتلا لأتلألؤ القمر" ۔ کے معنی یہ ہیں کہ وہ چاند کی روشنی کی طرح دوسروں کو منور اور روشن فرماتے تھے۔ اور حدیث کے جملے: "اطول من المربوع واقصر من مشذَّب" تو مشذّب کا لفظ عربوں کے نزدیک اس دراز قد آدمی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو زیادہ موٹا نہ ہو۔ ایک محاورے میں کہا جاتا ہے۔ "جِذْعٌ مشذّب" کھجور کا وہ تنا کہ جو چھلکوں اور اس کی مانند چیزوں سے آراستہ ہو جائے، جب ان چھلکوں کو کھجور کے تنے سے الگ کر دیا جائے تو انہیں "شذب" کہا جاتا ہے۔ ایک شاعر نے گھوڑے کی صفت میں کہا ہے:

اَمّا اِذا اِستَقبَلتُهُ فَكَاَنَّهُ ☆ فِي العَينِ جذعٌ مِن اَوالِ مُشذَّب

(میں جب بھی اس کے سامنے جاتا ہوں تو وہ میری آنکھوں میں اس کھجور کے تنے کی مانند

نظر آتا ہے کہ ابتداء سے ہی جس کے چھلکے اتار دیئے گئے ہوں)۔

اورحدیث کا جملہ: ''رَجِلَ الشَّعْر'' اس کے معنی ہیں کہ آپؐ کے بالوں میں کنگھی کی ہوئی ہوتی تھی اور آراستہ و پیراستہ ہوتے تھے۔ ''شعر رجل'' کہا جاتا ہے جب بال اس طرح ہوں، اور ''شَعر سبط ورسل'' کہا جاتا ہے جب بال پھیلے ہوئے ہوں اور کنگھی نہ کی ہو اورحدیث کا جملہ: ''اِنْ تَفَرَّقَت عَقِيقَتُه'' میں عقیقہ کا لفظ ان بالوں کے بارے میں استعمال ہوتا ہے جو سر میں اکٹھے ہوں۔ ''عقيقة المولود'' سے مراد نومولود بچے کے سر کے وہ بال ہیں جو رحم مادر سے اس کے سر پر موجود ہوں۔ اس بال کو بھی عقیقہ کہتے ہیں جو نومولود بچے کے پہلے بال کاٹنے کے بعد دوبارہ پیدا ہوں۔ اور اس جانور کو بھی عقیقہ کہا جاتا ہے جو نومولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے: ہر بچہ اپنے عقیقہ کا گروی ہے۔ پیغمبرؐ نے مبعوث برسالت ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لئے عقیقے کے طور پر دو بھیڑوں سے عقیقہ کیا۔ اور ''ازهر اللون'' کا مطلب چمکدار رنگ ہے۔ جب کوئی مرغ چمکدار پروں والا ہو تو اسے ''يزهر'' کہا جاتا ہے اور جب کوئی فانوس سے زیادہ تابناک ہو تو اسے ''السراج يزهر'' کہا جاتا ہے۔ حدیث کا قول: ''اَزَجُّ الحَواجِب'' یعنی آپؐ کے ابرو گھنے بالوں والے باریک بلند اور کھنچے ہوئے تھے۔ اور کنپٹی کی ہڈی تک کھنچے ہوئے (دراز) تھے۔ شاعر کہتا ہے:

اِنّ ابتِسا ماً بالنقيِّ الافلَج ☆ ونظراً فى الحاجِبِ المُزَجَّج

مَئِنَة مِنَ الفِعال الاَعوَج

(دراز قد اور خوش قامت انسان کو دیکھ کر تبسم کرنا اور گھنی ابرو کو غور سے دیکھنا کامیابی تک پہنچنے کی علامت ہے)

''مئنة'' کا معنی ''علامت'' ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا طولانی نماز پڑھنا اور مختصر بات کرنا اس کی دانش مندی کی علامت ہے۔ شاعر نے حاجب (ابرو) کو تثنیہ کی بجائے جمع کے لفظ کے ساتھ استعمال کیا ہے اور حواجب کہا ہے جبکہ اسے حاجبین کہنا چاہیئے تھا تو اس کا یہ قول اس لغت کی بناء پر ہے کہ جو تثنیہ کی جگہ پر جمع کو استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کی دلیل یہ آیت: ''وكنا لحكمهم شاهدين'' ہے کہ جس کے مطابق حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے حکم کی طرف اشارہ ہے لیکن جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ نیز اس فرمان نبیؐ کو بھی وہ لوگ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''الاثنان وما فوقها جماعة۔'' (دو اور اس سے زیادہ جماعت ہے) اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ ممکن ہے کہ (شعر میں حواجب کا لفظ) جمع کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہو (اور تثنیہ مراد نہ ہو) اس بناپر کہ ''ازج الحواجب'' میں حاجب کے ہر حصّہ کو مستقل طور پر حاجب کہا جائے لہذا مختلف ٹکڑوں کے مجموعے کو حواجب کہا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر عورت کو ''حسنة الاجساد'' کہا جاتا ہے (جبکہ اس کا جسد و جسم ایک ہی ہے مگر جسم کے مختلف حصّوں کو الگ سے جسم قرار دے کر ''حسنة الاجساد'' کہا گیا)۔ یقیناً اعشیٰ نے کہا ہے:

وَ مِثْلِكِ بَيضَاء مَمكُورَةً ☆ وَصَاكِ العَبِيرُ بِاَجسَادِهَا

(تیری طرح خوش قامت اور سفید بھری پنڈلیوں والی کہ جس نے اپنے بدن کے ہر حصے کو معطر کیا ہوا ہے)

''صاک'' کا مطلب لگانا ہے۔

حدیث کا جملہ: '' فِي غَيرِ قَرن ''اس معنی میں ہے کہ جب دو ابروؤں کے درمیان فاصلہ اور سفیدی ہو، چنانچہ اگر دو ابروؤں کے درمیان جگہ پر بال ہوں تو اسے ''البلج و البلجه ''کہا جاتا ہے، جب اس انداز سے ہو تو ''حاجبه ابلج '' کہا جاتا ہے اور جب بال ابرو کے درمیان متصل ہو جائیں تو اسے '' قرن'' کہتے ہیں۔

''اَقنَى العِرنَين'' کے جملے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ناک کی ہڈی درمیان سے قدرے بلند تھی۔عرنین یعنی ناک۔اور۔''كث اللّحية'' کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی ریش مبارک چھوٹی تھی اور اس میں بال کثیر تھے۔

''ضليع الفم '' کا مطلب ہے: بڑے منہ والا۔عرب بڑے منہ والوں کی مدح کرنا ترک نہیں کرتے تھے اور چھوٹے منہ کے آدمی کی مذمت کرتے تھے، چنانچہ شاعر ایک آدمی کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے:

ان كان كدِى و اِقدامى لفى جُرُذ ☆ بَينَ العَواسِجِ اَجْنىٰ حَولَهُ المُصع

اس کا مطلب ہے: اگر میرا زحمت اٹھانا اور ہمت کرنا ایسے مرد کے لئے ہے جس کا منہ چوہے کی طرح چھوٹا سا ہے کہ جو کانٹے دار جھاڑیوں کی بجائے میوہ دار درخت سے پھل کھاتا ہے۔

اور بعض شعراء نے کہا ہے:

لَحىَ اللهُ اَفوَاهَ الدَّبَا مِن قَبِيلَةِ ۔ خدا قبیح کرے اور لعنت کرے (اس پر جو ہے) چھوٹے منہ والے قبیلے سے۔

شاعر نے ایک قبیلے کے افراد کی مذمت اس بنیاد پر کی ہے کہ ان کے منہ چھوٹے تھے، جس طرح عرب بڑے بڑے نامور سخنوروں ''اشداق'' (بڑے منہ والے) کی کشادگی کی وجہ سے مدح کرتے تھے۔

چنانچہ حدیث کے جملے ''كان يفتتح الكلام و يختمه باشداقه ''کا یہی مطلب ہے چونکہ ''شدق'' کے معنی جمیل اور قابل تعریف کے ہیں اس لئے عربوں کے نزدیک کہا جاتا ہے: ''خطيب اهرت الشدقين'' اور ''هريت الشدق''۔

عمرو ابن سعید کو اشدق کہا جاتا تھا اور خنساء نے اپنے بھائی کے سوگ میں یہ شعر کہے:

وَاَحيَا مِن مُحيّاه حَياءً ☆ وَاَجرئ مِن اَبِى لَيثٍ هُزَبر

هَرِيتَ الشَّدقِ رِئبال اِذَا مَا ☆ عدا لم ينه عدوته بزجر

(میں اس کے چہرہ سے بہت شرمندہ ہوں۔قبیلہ ابولیث سے ایک شیر چلا گیا ہے، سخنور اور دہن دار وہ شیر کہ جب بھی میدان جنگ میں جاتا تھا دشمن اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔)

ابن مقبل کہتا ہے:

''هُرتُ الشَّقاشِق ظَلّامُون لِلجُرُز''

اورقول: ''اَشنَب'' کالفظ منہ کی صفت ہے، انہوں نے کہاہے: اس کا منہ ایسا ہے کہ جس کا لعاب میٹھا اور ٹھنڈا ہے۔ اسی طرح دانتوں کی تیزی، تازگی اور ان کی کاٹ کو بھی اس کلمے سے انہوں نے تعبیر کیا ہے اور قریب ہے کہ یہ (صفت) نہ ہو مگر بچپن کے عالم میں یا جوانی میں۔ شاعر نے کہا ہے:

یا بَابِی اَنتَ وَفُوکَ الاَشنَبُ ☆ کَاَنَّمَا ذُرَّ عَلَیهِ الزَّرنَب

(اے والد! تم پر فدا اور تمہارے اس منہ پر فدا کہ جس کے دانت ایسے سفید اور تیز ہیں کہ ایسا لگتا ہے زعفران اس پر ملا ہوا ہے)۔

اورقول: ''دَقِیقَ المَسرُبَۃِ'' تو مسربہ کا مطلب ہے کہ بالوں کی ایک لکیر جو سینے سے ناف تک کھنچی ہوئی ہے۔ حارث بن وعلہ جرمی کہتا ہے:

الآن لمَا اَبیَضَّ مَسرُبَتِی ☆ وَعَضَضتُ مِن نابی علی جِذمِ

[اب کہ سینے سے ناف تک کے میرے بال سفید ہو گئے ہیں (یعنی میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں)

اور کاٹنے والی تلوار کو میں نے دانتوں سے پکڑا ہوا ہے]۔

اورقول: ''کان عنقه جید دُمیة۔'' تو ''دمیة'' صورت کو کہا جاتا ہے جسکی جمع ''دمیٰ'' ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

اَو دُمیة'' صُوِّر مِحرَابُها ☆ اَو دُرَّة'' سِیقَت اِلی تاجِر

(یا وہ ایسی صورت ہے جس کی محرابوں پر نقش ونگار کیا گیا ہے یا وہ قیمتی گوہر ہے جس کو تاجر کے پاس لے جایا جا رہا ہے)

''جید'' گردن کو کہتے ہیں۔

اورقول: ''بادِنا مُتَمَا سِکاً'' یعنی آپؐ کے اعضائے بدن کامل تھے۔ نہ زیادہ موٹے اور نہ زیادہ دبلے پتلے۔

اورقول: ''سَواءَ البَطنِ وَالصَّدرِ'' یعنی پیٹ متوازن اور سینہ فراغ وکشادہ۔ اس جہت سے سینہ اور شکم برابر تھے۔

اورقول: ''کَرادِیس'' کا مطلب ہے ہڈیوں کے سرے۔

اورقول: ''اَنوَرَ المُتَجَرَّد'' کا مطلب ہے لباس سے خالی (حالت میں بھی) نورانی بدن۔

اورقول: ''طَوِیلُ الزَّندَین'' کا مطلب ہے۔ ہر ذراع (کہنی تک کا ہاتھ) میں دو (ہتھیلیوں جتنی بڑی ایک) ہتھیلی تھی کہ جو ذراع کی بڑی ہڈی سے متصل تھی، پس ہتھیلی کا وہ سرا کہ جو انگوٹھے سے ملا ہوتا ہے اسے ''الکوع'' کہا جاتا ہے اور ہتھیلی کا وہ حصہ جو چھوٹی انگلی سے متصل ہوا سے ''الکُرسوع'' کہا جاتا ہے، کہا جاتا ہے ''رَحبَ الرَّاحۃ'' یعنی بڑی ہتھیلی والا۔ عرب بڑی اور چوڑی ہتھیلی والے شخص کی تعریف کرتے ہیں اور چھوٹی ہتھیلی والے کی مذمت۔ شاعر کہتا ہے:

فناطوا من الکذّاب کفاً صغیرۃ ☆ وَ لیسَ عَلَیهِم قتلُه بکبیر

(ان چھوٹے ہاتھ والوں نے اس کے خلاف دروغ پردازی شروع کی جبکہ اس کا قتل کرنا ان کے لئے اتنا اہم نہ تھا)۔

اسی طرح عرب اپنے محاورے میں کہتے ہیں: " رَحبَ الرَّاحَة ۔ " یعنی (بڑے ہاتھ والا اور مراد ہوتا ہے کہ) شخص بہت سخی ہے جبکہ مذمت کے وقت کہتے ہیں: " ضیق الباع۔ "

اورقول: " شَثِنَ الکَفَّین " یعنی کھردری ہتھیلیوں والا۔ عرب سخت اور مضبوط ہتھیلی والے مرد اور نرم ہتھیلی والی عورت کی مدح کرتے ہیں۔

اورقول: " سَائِلَ الاَطرَاف " یعنی بے نقص، نہ زیادہ دراز نہ زیادہ کوتاہ۔

اورقول: " سَبطُ القَصَب " یعنی پاؤں کا سیدھا ہونا ان میں ٹیڑھا پن نہ ہونا۔ " قصب " پاؤں کی اس ہڈی کو کہتے ہیں جو اوپر کے حصے میں سیدھی ٹخنے کے وسطی جوڑ کی طرف سے ملی ہوتی ہے۔

اورقول: " خُمصَان اَخمَصَین " یعنی ان کے پاؤں کے تلوے کا خم زمین سے کافی بلند تھا۔ " اخمص " پاؤں کے تلوے کے اس درمیانی اور نیچے کے حصے کو کہتے ہیں کہ جو زمین سے بلند ہو۔ اگر کسی کے پاؤں میں یہ خم نہ ہو بلکہ اس کا پاؤں کا تلوا زمین سے ملا ہوا ہو تو اسے " أرح " کہا جاتا ہے اور ایسے پاؤں والے کو " رجل ارح " کہا جاتا ہے، جب اس کے پاؤں میں " اخمص " نہ ہو۔

اورقول: " مَسِیحَ القَدَمین " کا مطلب ہے قدموں میں اور ان کا ظاہری حصہ زیادہ لحیم شحیم نہ تھا (بلکہ متناسب و موزوں تھے) کہ اگر ان پر پانی کا قطرہ گرایا جائے تو رکے نہیں۔

اورقول: " زَالَ قلعًا " کا مطلب ہے مضبوطی سے (قدموں کو) رکھنا،

اورقول: " یَخطُو تَکَفُّوًا " یعنی قدم اٹھانے میں جلدی نہ کرتے تھے یعنی چلنے میں جلدی نہ دکھاتے تھے بلکہ بڑے وقار اور تمکنت سے چلتے تھے۔

اورقول: " یمشی هونا " سکون و وقار کے ساتھ راستہ چلتے تھے۔

اورقول: " ذریعَ المِشیَة " کا مطلب ہے لمبے قدم اٹھاتے تھے لیکن یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ جلدی میں ہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے کہ " رجل ذریع فی مشیة " (مرد چلنے میں ذریع ہے یعنی بڑے قدم اٹھاتا ہے مگر رفتار ظاہر نہیں ہوتی) اور جب عورت کاتنے کے کام میں تیزی سے ہاتھ چلائے تو کہا جاتا ہے " امراة ذراع "۔

اورقول: " کانَّمَا ینحَط فی صَبَبٍ " صبب کا مطلب ہے اترنا (گویا کہ نشیب میں اتر رہے ہوں)

اورقول: " دمثا " یعنی نرم اخلاق کے مالک۔ اخلاق کی نرمی کو ریت کی نرمی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قیس بن خطیم کہتا ہے:

یمشی کمشی الزّهراء فی دَمث ☆ الرَّمل اِلی السهل دونه الجرف

(وہ اس طرح قدم اٹھاتا ہے جس طرح غنچہ نرم ریت پر اس بیابان کی طرف رواں ہو جس کے کنارے نہر جاری ہے)۔

" مُهِین " یعنی حقیر یا ذلیل۔ بعض راویوں نے اسے " مهیّن " روایت کیا ہے، یعنی آپ اپنے اصحاب کی حقارت نہیں کرتے تھے

اور نہ ہی ان کو ذلیل کرتے تھے۔

''تعظم عنده النعمة'' کا مطلب ہے آپؐ کو اچھائی سے یاد کیا جاتا کہ آپؐ کے نزدیک کمترین چیز کی بھی بڑی اہمیت تھی۔

اور قول: '' فاذا تعوطی الحق'' جب کوئی غلط کام ہوتا دیکھتے تو ناراض ہو جاتے لیکن آپؐ کا غصہ خدا کے لئے ہوتا تھا۔اعشیٰ کہتا ہے:

تعاطی الضَّجیع اِذا سامها ☆ بعید الرُّقاد و عِندَ الوَسَن

(اپنے ہمخواب کو تلاش کرو کہ جب بھی وہ خود کو پیش کرتا تھا تھوڑے خواب یا بے ہوشی میں آنے کے بعد چلا جاتا تھا)

یہاں پر ''تعاطی'' ''تناول'' کے معنی میں ہے۔

اور قول: ''اذا غضب اعرض و اشاح'' عرب ''اشاح'' کہتے ہیں جب غصے میں جلدی اور تیزی ہو۔عرب اسی معنی میں جذ، جزع اور استعد کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔شاعر کہتا ہے:

و اسطائی عَلَی العِلاتِ مالی ☆ و ضربی هامَةَ البَطَلِ المُشیح

(میں نے اپنا مال اپنے غیر سگے بھائیوں کو بخش دیا ہے اور سنجیدہ اور کوشش کرنے والے پہلوانوں کے سروں پر مارا ہے)

اور قول: ''یسوق اصحابه'' انکساری اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ اصحاب کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کو (راستہ چلتے ہوئے) آگے رکھتے تھے۔بعض لوگوں نے ''یسوق'' کی جگہ ''یفوق'' نقل کیا ہے۔اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اصحاب کو ان کی دینداری، بردباری اور فضیلت کی وجہ سے برتری اور فوقیت دیتے تھے۔

اور قول: ''یفتر عن مثل حبَّ الغمام'' کا مطلب ہے کہ بات کرنے کے لئے جب لبہائے مبارک کو کھولتے تو سفید بادلوں کے ٹکڑوں کی مانند آراستہ دندان مبارک نمودار ہوتے۔

اور قول: '' قد فررت الفرس'' جب اس کے دانت آشکار کئے جاتے تب یہ کہا جاتا ہے۔اسی طرح محاورہ میں ''فررت الرجل عما فی قلبه'' کہا جاتا ہے جب بھی کسی آدمی سے دل کا حال پوچھا جائے اور وہ سب کچھ کھول کر سامنے رکھ دے۔

اور قول: ''لکل حال عنده عتاد'' عتاد یعنی آمادہ و تیار رہنا۔تمام امور کی انجام دہی کے لئے تیار رہتے تھے۔اور جنہوں نے ''فلا یقید من احد عثرة'' ''یقید'' کو دال کے ساتھ روایت کیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آپؐ سے گستاخی کرتا اسے بزرگواری فرماتے ہوئے بخش دیتے اور مکمل معافی دے دیتے۔بشرطیکہ یہ بخشش اللہ کے حقوق کی کسی قسم کی پامالی کا سبب نہ بنتی ہو، کسی بندۂ خدا کے حق کو ضائع کرنے کا سبب نہ بنتی ہو اور نہ کسی فرض کو فاسد کرتی ہو اور جن لوگوں نے اسے ''یقیل'' یعنی لام کے ساتھ روایت کیا ہے ان کے نزدیک مطلب یہ ہوگا کہ آپؐ لوگوں کے وہ حقوق بھی ضائع نہیں ہونے دیتے تھے جو بعض کے حق میں بعض پر واجب ہیں۔

اور قول: ''ثم یرد ذالک بالخاصة علی العامة'' کا مطلب ہے آپؐ یہ اعتماد رکھتے تھے کہ آپؐ کے خصوصی صحابہ آپؐ سے سیکھے ہوئے علوم و مسائل اور دانش کو عام لوگوں تک پہنچائیں گے۔اس میں ایک اور قول بھی ہے جس کے مطابق جب خصوصی افراد کی محفل ختم

ہوتی تو عمومی لوگ بھی آتے تھے۔ اس طرح ''باء'' کا لفظ ''من'' اور ''علیٰ'' کا لفظ ''الیٰ'' کا قائم مقام ہے۔ جس طرح بعض صفات دوسری صفات کی جگہ آتی ہیں۔

اور قول: ''یدخلون روّاداً'': ''روّاد'' ''رائد'' کی جمع ہے جس کا مطلب ہے وہ شخص جو صحراؤں اور بیابانوں میں گھومنے پھرنے کے بعد واپس لوٹ کر دوسروں کو نہ دیکھے ہوئے سرسبز و شاداب علاقوں کی خبریں دے۔ یعنی جو لوگ پیغمبر اکرمؐ کے پاس حاضر ہوتے تھے وہ واپس اپنے وطن جا کر یہاں کی باتیں اور خبریں پہنچاتے تھے۔

اور قول: ''لا یفترقون الاعن ذواق'' وہ (لوگ) علم و دانش کہ جس کی کچھ مٹھاس وہ چکھ چکے ہوتے تھے، جس کھانے کی خواہش ہو اس کا ذائقہ چکھ چکے ہوتے تھے (یعنی آپؐ) لوگوں کو ان کے دینی امور میں رہنمائی فرماتے تھے۔

اور قول: '' لا تؤبن فیہ الحرم''۔ دوسروں پر عیب نہیں لگاتے۔ ''آبن'' عیب لگانے والے، ''مأبون'' جس پر عیب لگایا جائے اور ''ابنة'' عیب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ابو درداء کہتا ہے ''اگر تم اس عیب کو بیان کرو جو ہم میں نہیں تو کبھی کبھار یہ ان چیزوں سے اپنے آپ کو پاک کرنے کا سبب بنے گا جو ہم میں نہیں ہیں، اس لحاظ سے معنی شاید یہ ہیں کہ جو عیب ہم میں موجود نہیں ہے اس کے بارے میں تم نے عیب لگایا ہے۔ اعشیٰ کہتا ہے:

سَلاجِمُ کَالنَّخلِ اَلبَستها ☆ قَضیبُ سَرَاء قلیلُ الاَ بَن

[(دراز پیکان مانند درخت جنہیں درخت سراء کی شاخوں نے چھپا رکھا ہے (سراء وہ درخت ہے جس سے کمان بناتے ہیں) اور کم عیب ہے۔]

اور قول: ''ولا تنشی فلتاتہ'' کا معنی ہے اگر محفل میں کوئی غلطی کا ارتکاب کر دیتا تو اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ ہوتی بلکہ بعد میں بھی اس سے پوچھ گچھ نہ ہوتی تھی۔ ''نثوت الحدیث انثوہ نثوا'' کہا جاتا ہے جب کسی بات کو دہرایا جائے۔

اور قول: ''اذا تکلم اطرق جلسائوہ کانّ علی رئووسھم الطیر'' یہ حاضرین مجلس اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت کی وجہ سے حرکت نہیں کرتے تھے اور اس طرح ساکت بیٹھے ہوئے ہوتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں جن کا وہ شکار کرنا چاہتے ہیں کہ اگر انہوں نے حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے۔ اس میں ایک اور قول بھی ہے کہ اس طرح ساکت بیٹھتے تھے اور حرکت نہیں کرتے تھے کہ اگر پرندہ وہاں سے گذرتا تو گمان کرتا کہ کوئی دیوار یا عمارت ہے اور وہ ان کے سروں پر بیٹھنے سے بالکل نہ گھبراتا (اور بے خوف وخطر بیٹھ جاتا)۔ شاعر کہتا ہے:

اِذَا حُلتَ بُیوتَھم عکاظاً ☆ حَسبتَ عَلٰی رُئووسِھم الغُرابا

(جب بھی عکاظ میں ان کے گھروں کے قریب سے گذرے تو ایسے پتہ چلے گا کہ کوا ان کی چھتوں پر بیٹھا ہے)

یعنی ان کی خاموشی کی وجہ سے کوا ان کے سروں پر ہے۔ کوے کا نام شاعر نے اس لئے لیا کہ یہ دوسرے پرندوں کی نسبت زیادہ احتیاط کرتا ہے۔

اورقول: "و لا یقبل الثناء الاّ من مکافی" کا مطلب ہے کہ: آپؐ کے نزدیک جن کا اسلام صحیح ہو ان کی ثناء و تعریف آپؐ کے نزدیک کرنا مناسب قرار پاتا اور جو آپؐ سے نفاق رکھتے ہوئے اور اپنی دیانت میں ضعف رکھنے کے باوجود شعر کہتا تو اسے منع فرماتے اور اسے اہمیت نہ دیتے۔

اورقول: "اذا جاء کم طالب الحاجة یطلبها فارفدوه" یعنی (آپؐ اصحاب کو فرماتے کہ) جب کوئی تم سے حاجت طلب کرے تو اس کی مدد کرو اور اس کی خواہش پوری کرو۔ کہا جاتا ہے "رفدت رفدا"۔ را کو زبر دیں گے تو مصدر اور زیر دیں گے تو اسم۔ یعنی تحفہ اور بخشش۔ پس یہ روایت اپنی تفسیر کے ساتھ (تمام ہوئی) تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بہت زیادہ۔

(۳۳) ☆ ثقلین اور عترت کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا مغیرہ بن محمد بن مہلّب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ ابن داود نے، انہوں نے فضیل بن مرزوق سے، انہوں نے عطیۃ العوفی سے، انہوں نے ابوسعید الخدری سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان دونوں میں سے ایک دوسری سے زیادہ بلند مرتبہ ہے، اللہ عزّ وجلّ کی کتاب ایسی رسی ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک کھنچی ہوئی ہے کہ جس کا سرا پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ اور (دوسری) میری عترت ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گی۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گی۔" میں نے ابوسعید سے کہا کہ عترتِ رسولؐ سے مراد کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: رسول اللہؐ کے اہل بیتؑ۔

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن جعفر بن الحسن بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے املاء کرتے ہوئے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بشر بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن طلحہ نے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عطیہ بن سعید سے، انہوں نے ابوسعید خدری سے، کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: "بے شک قریب ہے کہ میں بلایا جاؤں۔ اور میں اس پر لبیک کہوں گا۔ پس میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں (ایک) اللہ عزّ وجلّ کی کتاب اور (دوسری) میری عترت۔ اللہ کی کتاب ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین کے درمیان کھنچی ہوئی ہے، اور میری عترت میرے اہل بیتؑ ہیں۔ اور بے شک (خداوندِ) لطیف اور خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔ پس تم غور کرو کہ کس کو میرا خلیفہ بناتے ہو"۔

۳۔ ہم سے بیان کیا علی بن فضل بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ابوعمر [و] ابی العباس تغلب کے ساتھی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ابوالعباس تغلب سے، کہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: "اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین" کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس وجہ سے ان دونوں (قران وعترت) کو ثقلین کہا گیا؟ انہوں نے جواب دیا: اس لئے کہ اس دونوں سے تمسک رکھنا ثقیل (دشوار) ہے۔

۴۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی ؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن الحسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسین علیہ السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ میں نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: "میں تم میں دوگراں قدر چیزوں کو پیچھے چھوڑے جارہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری عترت۔" کے بارے میں سوال کیا کہ یہاں پر عترت سے کون مراد ہیں؟ پس امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں، حسنؑ، حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں سے نو ائمہ، ان کا نواں مہدی اور قائم ہوگا، یہ اللہ کی کتاب سے جدا نہیں ہوں گے اور نہ اللہ کی کتاب اِن سے جدا ہوگی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آپؐ کے حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔"

۵۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے محمد بن زکریا جوہری سے، انہوں نے جعفر بن محمد بن عمارۃ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن الحسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسین بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "میں تمہارے درمیان دوگراں قدر چیزیں پیچھے چھوڑے جارہا ہوں: اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیتؑ، اور یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے ان دونوں کی طرح - اور رسولؐ نے اپنی دوانگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا -" پس جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپؐ کی عترت سے کون مراد ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور وہ ائمہ جو قیامت تک حسینؑ کی اولاد میں سے ہوں گے۔"

اس کتاب کے مصنف - قدس اللہ روحہ - فرماتے ہیں کہ حکایت کی محمد بن بحر شیبانی نے، انہوں نے ابوالعباس ثعلب کے ساتھی محمد بن عبدالواحد سے ان کی کتاب جس کا نام انہوں نے "کتاب الیاقوتۃ" رکھا تھا - سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالعباس ثعلب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابن الاعرابی نے [اور] اس نے (عترت کے چند معانی بیان کرتے ہوئے) کہا:

(۱) مشک کے بڑے بڑے ٹکڑے جو مشکدان (ہرن کی ناف) میں ہوتے ہیں۔ اس کا مصغّر "عتیرۃ" ہے۔

(۲) میٹھا اور لذیذ لعاب دہن اور اس کا مصغّر "عترۃ" ہے۔

(۳) ایک درخت جو گوہ کے بل کے سامنے اگتا ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ ان کی مراد بجّو کی غار ہے چونکہ گوہ کے بل کو "مکو" کہتے ہیں اور بجّو کی غار کو "وجار" (اور چونکہ لفظ "وجار" استعمال ہوا ہے) پھر اس نے کہا: جب گوہ اپنے بل سے نکلتا ہے تو پہلے اس سے لپٹ جاتا ہے پھر ادھر ادھر جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ درخت چھوٹا ہی رہتا ہے اور پھلتا پھولتا نہیں۔ عرب اپنے محاورے میں ذلیل ترین آدمی کے لئے اور ذلت کے لئے کہتے ہیں۔ "اذل من عترة الضب" (گوہ کے درخت سے بھی ذلیل ترین)۔

(۴) کسی شخص کی اولاد اور اس کے صلب سے پیدا ہونے والی ذریّت، اسی وجہ سے محمدؐ کی ذریت جیسے علیؑ اور فاطمہؑ کو محمدؐ کی عترت کہا جاتا ہے۔

ثعلب کہتا ہے: میں نے ابن اعرابی سے کہا کہ پھر سقیفہ میں ابو بکرؓ کے اس جملے کا کیا مطلب تھا کہ "ہم عترت رسول اللہؐ ہیں۔" اعرابی نے جواب دیا: ان کی مراد شہر اور محل زندگی تھا جبکہ عترت محمدؐ بے شک وشبہ اولاد فاطمہؑ ہیں اور اس بات کی دلیل سورۂ برأت کی تبلیغ کے لئے ابوبکرؓ کو واپس بلا لینا اور علی علیہ السلام کو معین کرنا ہے اور آپؐ کا قول کہ: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میری طرف سے اس پیغام کو نہ پہنچائے سوا میرے یا ایسے مرد کے کہ جو مجھ سے ہو۔" پس آپؐ نے ابوبکرؓ سے سورہ برائت کو لے لیا اور اس شخص کے سپرد کر دیا کہ جو آپؐ سے ہے۔ اگر ابوبکرؓ نسب کے اعتبار سے عترت میں سے ہوتے۔ نہ کہ ابن اعرابی کی تفسیر کے مطابق کہ ابوبکر کی مراد ہم شہری ہونا تھا تو پھر یہ محال تھا کہ پیغمبرؐ ان سے سورۂ برائت کو واپس لے کر علی علیہ السلام کے سپرد کرتے۔

(۵) اور یقیناً کہا گیا ہے کہ عترت اس بڑے پتھر کو کہا جاتا ہے کہ جس کے پاس گوہ بسیرا کرنے کے لئے اپنا بل بنا لیتی ہے تا کہ اسے اپنے بل کا راستہ یاد رہے۔

(۶) اور یقیناً کہا گیا ہے کہ عترت کا مطلب اس کٹے ہوئے درخت کی جڑ ہے کہ جو چند جڑوں اور گہری بنیادوں کے ساتھ اگتا ہے۔

(۷) عترۃ کے اس معنی کے علاوہ معنی کا استفادہ نبی اکرمؐ کے اس فرمان سے ہوتا ہے: "لا فرعة لا عتيرة" (نہ اونٹ کے پہلے بچے کی قربانی بتوں کے لئے جائز ہے اور نہ ہی بتوں کے لئے بھیڑ کے بچے کی قربانی ماہ رجب میں جائز ہے)۔ اصمعی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص نذر کرتا کہ اگر میری بھیڑوں کی تعداد سو تک پہنچ جائے تو ایک "رجبیّہ" اور "عتائره" قربان کرے گا۔ (ماہ رجب کے لئے اس کی قربانی کو رجبیہ کہا جاتا تھا) جب اس کی بھیڑیں سو تک پہنچ گئیں تو بخیل ہونے کی وجہ سے اس کا دل نہ چاہا کہ عتیرہ (بھیڑ کا بچہ) ذبح کرے بلکہ اس نے جنگل سے ایک ہرنی شکار کر کے اسے بتوں کے نذرانہ کے طور پر پیش کر دیا تا کہ اس کی نذر اس طرح ادا ہو جائے۔ اس موضوع پر حارث بن حلزہ نے یہ شعر کہا ہے:

عنتا باطلاً و ظلماً كما تعتر عن حجرة الربيض الظباء

یعنی: انہوں نے اس کو دوسروں کے گناہ کے بدلے پکڑ لیا جس طرح سے وہ لوگ اپنی بھیڑ بکریوں کے بدلے ہرن کو ذبح کر دیتے تھے۔

(۸) اصمعی کہتا ہے کہ عترت کا مطلب ہوا ہے۔

(۹) اور عترت اس درخت کو بھی کہتے ہے کہ جو بہت زیادہ دودھ کا حامل ہوتا ہے اور انسان کے قد سے چھوٹا ہوتا ہے۔

(۱۰) اور کہا گیا ہے کہ عترت کے معنی مذکر ہرن کے بھی ہیں جیسے: عتر (ماضی) یعتر (مضارع) اور عتراً (مصدر) استعمال ہوتا ہے جب "نعظ" کے معنی میں آئے۔

(۱۱) ریّاشی کہتا ہے کہ میں نے اصمعی سے عترت کے (معنی کے) بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: یہ ایک مرزنجوش جیسا پودہ ہے کہ جو متفرق حالت میں اگتا ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ عترت سے مراد علی ابن ابی طالبؑ اور آپؑ کی ذریّت جو حضرت فاطمہؑ اور نبیؐ کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن کو امامت پر اپنے نبیؐ کی زبانی نص قائم کر دی ہے اور یہ بارہ ہیں ان میں سے پہلے علی علیہ السلام اور آخری قائم علیہ السلام ہیں کہ جو عترت کے سلسلے کے ان تمام معانی کے حامل ہیں کہ جن کے عرب قائل ہیں۔

اور یہ اس طرح سے کہ یہ تمام ائمہ بنی ہاشم کے درمیان اور ابو طالبؑ کی اولاد کے درمیان اسی طرح سے ہیں جیسے مشک کے بڑے بڑے ٹکڑے جو (مشکدان) ہرن کی ناف میں ہوتے ہیں اور ان کے علوم اہل حلّ وعقد (دانشوروں کے نزدیک) خوشگوار ہیں۔ یہ وہی درخت ہے کہ جس کے بارے میں رسولؐ (اللہ کے فرمان کے مطابق) اس کی جڑ اور امیر المومنین علیہ السلام اس کا تنا ہیں اور ان کی اولاد میں سے ائمہؑ اس کی ٹہنیاں ہیں اور ان کے شیعہ اس کے پتے ہیں اور ان کا علم اس کا پھل ہیں اور یہ (ائمہؑ) اسلام کی بنیادیں ہیں شہر اور مرکز کے معنی پر۔ اور یہ (ائمہؑ) ایسے رہنما ہیں جو ایک عظیم چٹان کی مانند ہیں ایسی چٹان کہ جس کے پہلو میں سوسمار (گوہ) پناہ لینے کے لئے اپنا بل بناتی ہے تاکہ اسے اپنے بل کا راستہ یاد رہے۔

اور یہی کٹے ہوئے درخت بھی ہیں چونکہ یہ تنہا کر دئے گئے، ان پر ظلم ڈھایا گیا، جفا کی گئی، ان (سے کئے گئے وعدوں) کو قطع کر دیا گیا اور ان (کے حق) کو نہیں دیا گیا جس کے نتیجے میں یہ اپنی جڑوں اور گہری بنیادوں سے اگتے رہیں اور (عہد و پیمان کو) قطع کرنے والوں کے قطع کرنے اور پیٹھ پھیرنے والوں کے پیٹھ پھیرنے نے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔ چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبیؐ کی زبان پر منصوص شدہ ہیں۔ اور عترت کے معنی میں سے یہ بھی ہیں کہ یہ ایسے مظلوم ہیں کہ جن پر بغیر کسی جرم اور بغیر کسی گناہ کے ظلم کیا گیا اور ان کے منافع بہت زیادہ ہیں اور یہ منبع علم ہیں اس درخت کے معنی پر کہ جس پر بہت زیادہ دودھ ہو۔ اور یہ ائمہؑ تمام کے تمام بغیر کسی عورت کے مرد تھے (کہ امامت کا عہدہ صرف مَردوں کو ملا) اس قول کی بنا پر کہ جس میں کہا گیا ہے کہ عترت کا معنی مرد ہے، اور وہ اللہ عزوجل کا لشکر اور اس کا گروہ ہیں۔

میں نے عرض کیا: اہل سے کون مراد ہیں؟ ۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ائمہؑ ''، راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اللہ عزوجل کے فرمان: '' ادخلوا آل فرعون اشدّ العذاب'' (فرشتوں کو حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو بدترین عذاب کی منزلوں میں داخل کردو) (سورہ مومن: آیت: ۴۶) سے کون مراد ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اللہ نے اس سے مراد نہیں لیا ہے سوا فرعون کی بیٹی کے۔''

۳۔ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آل محمدؐ کون ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''آپؐ کی ذریّت''۔ پس میں نے عرض کیا: اہل بیتؑ کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ائمہؑ جو کہ اوصیاء ہیں''۔ پھر میں نے عرض کیا: عترت سے کون مراد ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اصحاب عباء'' (پنجتن۔اصحاب کساء)، میں نے عرض کیا: امت سے مراد کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''وہ مومنین کہ جنہوں نے ان چیزوں کی تصدیق کی جو اللہ عزوجل کی طرف سے آئی ہیں، جو اس ثقلین سے تمسک رکھنے والے ہیں کہ جس سے تمسک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ عزوجل کی کتاب، آپؐ کی عترت آپؐ کے وہ اہل بیتؑ کہ جن سے ہر رجس کو اللہ نے دور رکھا ہے اور ان کو اس طرح پاکیزہ رکھا ہے جیسا پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ اور وہ دونوں رسولؐ کے بعد امت پر خلیفہ ہیں۔''

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ۔''الذریات۔'' جہاں کہیں بھی الف کے ساتھ ہوگا اس کی تاویل بعد والوں اور نسل سے ہوگی۔ ابوعبید نے (بھی) اسی طرح کہا ہے، وہ کہتا ہے: وہ جو قران میں آیا ہے،''والذین یقولون ربّنا هب لنا من ازواجنا و ذرّيّتنا قرة اعين.'' (اور وہ لوگ برابر دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدایا ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما) (سورۂ فرقان: آیت۔۷۴) اس آیت میں فقط امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس معنی کے ساتھ تلاوت کیا ہے۔ اور وہ آیت جو سورۂ یٰس میں آئی ہے ۔''و آية لهم انا حملنا ذريتهم''۔ (اور ان کے لئے ہماری ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی ذریّت کو اٹھایا) (سورۂ یٰس: آیت۔۴۱) اور اللہ تعالیٰ کا قول: ''كما انشا كم مِن ذرية قومٍ اخرين.'' (جس طرح تم کو دوسری قوم کی اولاد میں رکھا ہے) (سورۂ انعام: آیت۔۱۳۳)

اس میں دو لغتیں ہیں: ذُرِّیّہ اور ذِرِّیّہ عُلّیّۃ و عِلّیّۃ کی طرح، اس جگہ پر ذریت کی ذال کو ضمہ (پیش) کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کو ابوعمرو نے پڑھا ہے اور یہ اہل مدینہ کی قرأت ہے مگر زید بن ثابت نے ''ذِرّيّة من حملنا مع نوحٍ'' (سورۂ بنی اسرائیل: آیت۔۳) میں اس کو ذِرّیّۃ ذال کے کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے قول ''اِلّا ذرّيّة من قومه'' (مگر ان کی قوم کی ایک نسل) (سورۂ یونس: آیت۔۸۳) کے بارے میں کہا ہے کہ یہ قوم ان لوگوں کی اولاد تھی جن میں حضرت موسیٰؑ کو مبعوث کیا گیا اور ان کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ اور فرّاء نے کہا ہے ان کو ذرّیّت اس لئے کہا گیا چونکہ ان کے باپ قبط میں سے تھے اور ان کی مائیں بنی اسرائیل میں سے تھی اور کہا یہ اسی طرح ہے جس طرح اولادِ اہل فارس کے لئے کہ جو یمن میں آباد ہوئے ''الابناء'' کہا گیا کیونکہ ان کی

مائیں ان کے (باپ) کے خاندان سے نہیں تھیں۔

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ ان کو ذریۃ کہا گیا جبکہ یہ سب مرد تھے جو اسی معنی میں ذکر ہوئے ہیں اور مرد کی ذریّت اس کی اس اولاد کی طرح ہے جو اس سے وجود میں آئی ہو۔ اور یہ لفظ ذَرَوْت یا ذَرِیْت سے ہے اور مہموز (ہمزہ والا) نہیں ہے۔ (بلکہ ناقص واوی یا ناقص یائی ہے) اور ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ اصل میں مہموز ہی تھا لیکن عرب والوں نے اس میں ہمزہ کا استعمال چھوڑ دیا تھا اور یہ اس شخص کے عقیدے کے مطابق ہے کہ جو لفظ کو ھمزہ کے ساتھ استعمال کر کے کہتا ہے کہ: "من ذرأ الله الخلق"۔ جس طرح کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ "ولقد ذرأنا لجهنم كثيراً مّن الجن و الانس." (اور یقیناً ہم نے انسان و جنات کی ایک کثیر تعداد کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے) (سورۂ اعراف: آیت-۱۷۹) وہ (جن و انس) اس کی ذریّت ہیں یعنی اس نے ان کو وجود بخشا ہے اور ان کو خلق کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول: "يذرؤكم فيه." (سورۂ شوریٰ۔آیت:۱۱) یعنی اس نے تمہیں خلق کیا ہے۔ پس مرد کی ذریت کے معنی اللہ عزوجل کی وہ مخلوق جو اس مرد کی نسل سے ہے اور جن کے صلب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے۔

(۳۵) ☆امام مبین کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن صقر صائغ نے،، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عیسیٰ بن محمد علوی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن سلاّم کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن عبدالواحد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حارث بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن اسماعیل بن صدقہ نے، انہوں نے ابوجارود سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل ہوئی: "كل شيئٍ احصيناه فِی امام مبين"۔ (اور ہم نے ہر شئی کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے) (سورۂ یٰس: آیت-۱۲)۔ (حضرت) ابوبکر اور (حضرت) عمر دونوں اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس (امام مبین) سے مراد تورات ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "نہیں"۔ پھر ان دونوں نے کہا: انجیل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "نہیں" پھر ان دونوں نے کہا: کیا اس سے مراد قران ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "نہیں" امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی وقت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام وارد مجلس ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "وہ یہ ہے کہ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کے علم کو جمع کر دیا ہے۔"

اس کتاب کے مصنف-رضی اللہ عنہ-فرماتے ہیں کہ میں نے مدینۃ السلام میں ابوبشر لغوی سے "امام" کے معنی پوچھے؟ تو اس نے کہا: عربی زبان میں امام وہ ہے جو لوگوں کا پیشوا ہو، امام معماروں کے اس دھاگے کو کہتے ہیں کہ جس کو مدنظر رکھ کر دیواروں کی تعمیر کی جاتی ہے اور وہ اصل و جڑ ہے کہ جس پر دیوار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ امام اس سونے کے سکّے کو کہتے ہیں جو نمونہ قرار دیا جاتا ہے تاکہ اس کے مطابق سکّے

ڈھالے جاسکیں۔امام اس سلائی کو کہتے ہیں کہ گرہوں کے دانے جہاں پر جمع ہوتے ہیں۔اور امام وہ ہے جو سفر میں رات کی تاریکی میں رہنمائی کرے۔اور امام وہ تیر ہے کہ جس کو نمونہ بنایا جاتا ہے تا کہ دوسرے تیر اس کی طرح بنائے جائیں۔

۲۔ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابواحمد قاسم بن محمد بن علی ہارونی نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوحامد عمران موسیٰ بن ابراہیم نے،انہوں نے حسن بن قاسم رقام سے،انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا قاسم بن مسلم نے،انہوں نے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مسلم سے،انہوں نے کہا کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ مرو میں تھا۔ہماری موجودگی کے درمیان جمعہ کے دن ہم جامع مسجد میں جمع تھے۔لوگ امامت کے مسئلہ میں بحث کررہے تھے۔لوگوں کے درمیان اس امر میں بہت زیادہ اختلاف تھا۔پس میں اپنے سردار امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے لوگوں کے درمیان ہونے والی بحث کے متعلق عرض کیا۔ پس آپ علیہ السلام مسکرائے اور پھر فرمایا:''اے عبدالعزیز!لوگوں کو جاہل رکھا گیا اور وہ اپنے دین کے بارے میں دھوکہ میں مبتلا ہوئے۔بے شک اللہ عزوجل نے اس وقت تک اپنے نبیؐ کو اس دنیا سے نہیں اٹھایا جب تک لوگوں کے لئے دین مکمل نہ کردیا اور اس نے آپؐ پر قران نازل کیا جس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔پروردگار نے اس میں حلال وحرام،حدود واحکام اور ہر وہ چیز جس کی طرف لوگ محتاج ہیں مکمل طور سے بیان کردی ہے۔پس اللہ عزوجل نے فرمایا:"ما فرّطنا فی الکتاب من شیءٍ"۔(ہم نے کتاب میں کسی شے کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی ہے)(سورہ انعام:آیت-۳۸) پس خدا نے حجۃ الوداع میں جو پیغمبرؐ کی زندگی کا آخری حصّہ تھا،وحی فرمائی۔"واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"۔(اور اپنی نعمتوں کو تمام کردیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنادیا ہے)(سورہ مائدہ:آیت:۳)۔پس آپؐ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر یہ کہ آپؐ نے امّت کے لئے دین کے دستور کو بیان کردیا،ان کے حق میں ان کے راستے کو واضح کردیا،ان کو راہ حق پر لاکر چھوڑ دیا اور ان کے لئے علی علیہ السلام کو علَم (نشانی) اور امام کے طور پر معین فرمادیا۔اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ جس کی طرف امت محتاج ہو مگر یہ کہ اس کو بیان کردیا۔پس جس نے یہ عقیدہ بنایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو مکمل نہیں کیا ہے تو اس نے اللہ کی کتاب کو رد کردیا اور جس نے اللہ کی کتاب کو رد کردیا وہ کافر ہے۔ کیا لوگ امامت کی قدر اور امت میں اس کے محل و مقام کی معرفت رکھتے ہیں کہ ان کو امام کا انتخاب کرنے کی چھوٹ مل جائے؟ بے شک امامت قدر کے اعتبار سے جلیل ترین،شان کے اعتبار سے عظیم ترین،مقام ومنزلت کے اعتبار سے اعلیٰ ترین،اطاعت میں مضبوط ترین اور ایسی پستی سے سب سے زیادہ دور ہے کہ لوگ اپنی باتوں کے ذریعہ اس تک پہنچ سکیں،یا اپنی آراء کے ذریعہ اس کو پاسکیں،یا اپنی پسندیدگی کی بنیاد پر کسی کو امام معین کرسکیں۔امامت کی منزلت تو یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نبوت اور خلّت کے بعد تیسرے مرتبے پر امامت کے ساتھ مخصوص کیا اور اس فضیلت کے ذریعہ شرف بخشا۔اور اس امامت کے ذریعہ سے ان کے ذکر کو بلند فرمایا۔پس اللہ عزوجل نے فرمایا:''انی جاعلک للناس اماما''۔(ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنارہے ہیں)۔پس خلیلؑ نے خوشی کے عالم میں فرمایا:(اے پروردگار)"ومن ذرّیتی"۔(اور میری ذریت میں)اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:"لا ینال عهدی الظٰلمین"(یہ عہدہ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا)(سورۂ بقرہ:آیت-۱۲۴) پس یہ

آیت نے یوم قیامت تک ہر ظالم کی امامت کو باطل قرار دیا ہے اور یہ امامت برگزیدہ بندوں میں قرار پائی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو یہ شرف بخشا کہ امامت کو ان کی ذریت میں سے برگزیدہ اور پاکیزہ لوگوں میں قرار دیا۔ پس پروردگار نے فرمایا:"و وھبنا اسحق و یعقوب نافلة و کُلاً جعلنا صالحین ☆ وجعلنا ھم ا ئمة یھدون بأمرنا و اوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوة وایتاء الزکوة و کانوا لنا عابدین." (اور پھر ابراہیم کو اسحاق اور ان کے بعد یعقوب عطا کیے اور سب کو صالح اور نیک کردار قرار دیا ☆ اور ہم نے سب کو امام قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کی طرف کار خیر، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی وحی کی اور یہ سب کے سب ہمارے عبادت گذار بندے تھے)۔(سورۂ انبیاء:۷۲-۷۳) پس ان کی ذریت میں وراثت ایک کے بعد دوسرے میں ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں چلتی رہی، یہاں تک کہ یہ وراثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی۔ پس اللہ جل جلالہ نے فرمایا:"اِنَّ اولی الناس بابراھیم للّذین اتبعوہ وھذا النبی والذین آمنوا واللہ ولیّ المومنین". (یقیناً ابراہیم سے قریب تر ان کے پیرو ہیں اور پھر یہ پیغمبر اور صاحبان ایمان ہیں اور اللہ صاحبان ایمان کا سرپرست ہے)(سورۂ آل عمران: آیت-۶۸) پس امامت پیغمبر اسلام کے لئے مخصوص ہوگئی۔ پس رسول اللہ سؐ نے اللہ عزوجل کے حکم سے اس طریقہ کے مطابق جو اللہ نے فرض کیا تھا امامت کو علیؑ کے سپرد کردیا۔ یہ امامت آپؑ کی ذریت میں سے اس برگزیدہ بندے میں قرار پائی کہ جس کو اللہ نے علم اور ایمان عطا فرمایا تھا چونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:" وقال اللہ الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث". (اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ تم لوگ کتاب خدا کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے رہے۔)(سورۂ روم-آیت:۵۶) اور قیامت تک یہ امامت اولادِ علیؑ میں [مخصوص ہے] چونکہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ پس کہاں سے ان جاہلوں نے (خود سے) چن لیا ہے؟ بیشک امامت مقام انبیاء ہے اور وراثت اوصیاء ہے، بے شک امامت خلافتِ الٰہی اور خلافتِ رسولؐ ہے اور امیر المؤمنینؑ کا منصب ہے اور حسنؑ اور حسینؑ کا ورثہ ہے۔ چونکہ اللہ عزوجل کا قول ہے۔:"وقال الّذین اوتوا العلم والایمان". (اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ کہیں گے)(سورۂ روم:۵۶)۔ بے شک امامت دین کی لگام ہے، مسلمانوں کا نظام ہے، دنیا کی اصلاح ہے اور مومنین کی عزت ہے۔ بیشک امامت بڑھتے ہوئے اسلام کی مضبوط جڑ ہے اور اس کی شان وشوکت والی شاخ ہے۔ امامت کی وجہ سے ہی نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد، صدقات، حدود واحکام کا نفاذ اور خطرے والی جگہوں اور سرحدوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ امام اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے، اللہ کی حدود کو قائم کرتا ہے اور دین خدا کی حفاظت کرتا ہے اور کامل دلیل کے ساتھ اچھی نصیحت اور حکمت کے ذریعہ اپنے ربّ کے راستہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ امام چمکتے سورج کی مانند ہے [کہ جو اپنے نور سے] عالم کو روشن کرتا ہے اور یہ افق میں اس مقام پر جلوہ فگن ہوتا ہے کہ جہاں نہ تو ہاتھ پہنچ سکتے ہیں اور نہ نظریں۔ امام چودھویں رات کا چاند، ظاہر وآشکار چراغ، پھیلا ہوا نور، تاریک رات، چٹیل و ویران شہر اور سمندری طوفان میں بھٹک جانے والوں کی ہدایت کرنے والا ستارہ ہے۔ امام وہ میٹھا پانی ہے جو پیاسوں کو سیراب کرتا ہے اور راہ ہدایت پر راہنمائی کرنے والا ہے۔ اور ہر برائی سے نجات دلانے والا ہے۔ امام بلند مینار پر جلتی آگ ہے، تاپنے کے خواہش مند کو حرارت دینے والی آگ ہے۔ ہلاکت

کے مقامات میں رہنما ہے۔ جو اس سے جدا ہوا وہ ہلاک ہونے والا ہے۔ امام برسنے والا بادل، موسلا دھار بارش، چمکتا سورج، اور سایہ دار آسمان، پھیلی ہوئی زمین، بڑا چشمہ، نہر اور باغ ہے۔ امام امانتدار دوست، شفیق باپ، مہربان بھائی اور بندوں کے لئے [حسد کی] مصیبت میں پناہ گاہ ہے۔ امام اللہ کی مخلوق میں اس کا امانتدار ہے اور اس کے بندوں پر اس کی حجت ہے اور اس کی زمین پر اس کا خلیفہ ہے اور اللہ کی طرف سے (ہدایت کی طرف) دعوت دینے والا اور محرمات الٰہی سے بچانے والا ہے۔ امام گناہوں سے پاک کرنے والا، عیوب سے نجات دلانے والا ہے۔ (امام وہ ہے کہ) جس کے ساتھ تمام علوم کو خاص کیا گیا ہے، تمام حلم و بردباری اسی سے موسوم ہے، (امام) دین کا نظام، مسلمانوں کی عزت، منافقین کے لئے غضب اور کافروں کے لئے تباہی و بربادی ہے۔ امام اپنے زمانے کا ایسا گوہر یکتا ہے کہ اس کے مقام تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی عالم اس کے علم کا مقابلہ نہیں کرسکتا، نہ کوئی اس کا بدل، نہ مثل اور نہ نظیر ہے۔ ساری فضیلتیں اسی کے ساتھ خاص ہیں جو اسے بغیر طلب اور کسب کے حاصل ہوئی ہیں بلکہ (یہ فضیلتیں) بہت زیادہ فضل و بخشش کرنے والے (خدا) کی طرف سے ہیں۔ تو کون ہے جو امام کی معرفت کو پہنچ سکے یا اس کے لئے امام کا انتخاب ممکن ہو سکے؟ بہت بعید ہے! بہت بعید ہے! (ہرگز نہیں ہوسکتا) امام کی شان میں سے کسی شان کی توصیف کرنے اور امام کے فضائل میں سے کسی فضیلت کو بیان کرنے کے بارے میں عقلیں گمراہ ہوگئیں، سمجھ داریاں فضول باتوں میں مشغول ہوگئیں، عقلمند افراد حیران وسرگرداں ہو گئے، آنکھیں چکا چوند ہوگئیں، بڑے پست ہو گئے، دانشور حیرت زدہ ہو گئے، صاحب علم افراد کوتاہ ہو گئے، سخنور وخطیب محصور ومحدود ہو گئے، شعراء تھک گئے، صاحبان عقل ہکا بکا ہو گئے، ادیب عاجز ہو گئے، اور بلیغ گونگے ہو گئے، پس سب نے اپنی عاجزی اور کوتاہی کا اعتراف کرلیا۔ اور امام کی توصیف کیسے کی جا سکتی ہے یا حقیقت امام کو کیسے بیان کیا جا سکتا ہے یا امر امام میں سے کسی چیز کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے یا ان کے مقام تک کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے یا کوئی امام سے کیسے بے نیاز ہوسکتا ہے جبکہ وہ لینے والے ہاتھوں اور اوصاف بیان کرنے والے کی صفت کی نسبت (درخشاں) ستارہ ہیں کہ (امام اتنی بلندی پر ہونے کے بعد) امام کہاں اور لوگوں کا انتخاب کہاں؟ عقلیں اس تک پہنچ ہی نہیں سکتیں کہ اس کا انتخاب کرسکیں؟ اور اس جیسا کہاں دستیاب ہے؟ کیا ان کا یہ خیال ہے ایسی شخصیت آل رسولؐ کے غیر میں پائی جاتی ہے؟ خدا کی قسم ان کے نفسوں نے ان کے ساتھ جھوٹ بولا ہے اور باطل نے ان کو فریب دیا ہے۔ انہوں نے ایسے طولانی اور پیچیدہ راستے کا انتخاب کیا ہے کہ جس کی چوٹی تک پہنچنا ان کے بس کے باہر ہے۔ ان کے قدم وہاں سے لڑکھڑائے اور دامن کوہ کی جانب گر پڑے، انہوں نے اپنی حیرت زدہ بنجر اور ناقص عقلوں اور گمراہ کرنے والی آراء کے ذریعے امام کو معین کیا، جس کے نتیجے میں اس سے کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا سوا (حق سے) دوری کے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قتل کرے کہ انہوں نے کیسا خطرناک راستہ اپنایا ہے۔ یقیناً انہوں نے مشکل اور سخت کام کو اپنایا، انہوں نے جھوٹ بولا اور بہت دور کی گمراہی کو اپنایا اور حیرت وگمراہی میں پڑ گئے چونکہ انہوں نے امام کو پہچانتے ہوئے چھوڑ دیا۔ "وذین لهم الشیطان اعمالهم فصدهم عن السبیل و کانوا مستبصرین"۔ (اور شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو آراستہ کر دیا تھا اور انہیں راستہ سے روک دیا تھا حالانکہ وہ لوگ بہت ہوشیار تھے) (سورۂ عنکبوت: آیت-۳۸) انہوں نے اللہ کے انتخاب اور رسول کے انتخاب سے اپنے اختیار کردہ لوگوں کی طرف منہ پھیر لیا جبکہ قرآن ان کو پکار رہا ہے: "وربک یخلق مایشاء و یختار ما کان لهم

الخیرۃ سبحان اللہ وتعالٰی عمّا یشرکون"۔ (اور آپ کا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے اور ان لوگوں کو کسی کا انتخاب کرنے کا کوئی حق نہیں، خدا ان کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے) (سورۂ قصص: آیت-۶۸) اور فرمایا:" وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضیٰ اللہ و رسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم"۔ (اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب خدا اور رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کردیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائیں)۔ (سورۂ احزاب: آیت-۳۶) اور فرمایا:"مالکم کیف تحکمون ☆ام لکم کتاب فیه تدرسون ☆ انّ لکم فیه لما تخیّرون ☆ ام لکم ایمان علینا بالغة الی یوم القیامة ان لکم لِما تحکمون ☆ سلهم ایهم بذالک زعیم ☆ ام لهم شرکآء فلیاتوا بشرکائهم اِن کانوا صادقین"۔ (تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسا فیصلہ کررہے ہو ☆ یا تمہاری کوئی کتاب ہے جس میں یہ سب پڑھا کرتے ہو ☆ کہ وہاں تمہاری پسند کی ساری چیزیں حاضر ملیں گی ☆ یا تم نے ہم سے روز قیامت تک کی قسمیں لے رکھی ہیں کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم فیصلہ کرو گے ☆ ان سے پوچھیے کہ ان سب باتوں کا ذمہ دار کون ہے ☆ یا ان کے لئے شرکاء ہیں تو اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شرکاء کو لے آئیں) (سورۂ قلم: آیت: ۳۶-۴۱ تک) اور فرمایا:" افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالها"۔ (تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں) (سورۂ محمد: آیت-۲۴) یا اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے کہ اب یہ کچھ سمجھنے والے نہیں ہیں۔ (اشارہ: سورۂ توبہ: آیت-۸۷) یا"قالوا سمعنا وهم لا یسمعون ☆ ان شرّ الدّوابّ عند اللہ الصمّ البکم الّذین لا یعقلون ☆ ولو علم اللہ فیهم خیرا لاسمعهم ولو اسمعهم لتولّوا وهم معرضون"۔ (اور ان لوگوں جیسے نہ ہوجاؤ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ کچھ نہیں سن رہے ہیں ☆ اللہ کے نزدیک بدترین زمین پر چلنے والے وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں ☆ اور اگر خدا ان میں کسی خیر کو دیکھتا تو انہیں ضرور سناتا اور اگر سنا بھی دیتا تو یہ منہ پھیر لیتے اور اعراض سے کام لیتے) (سورۂ انفال: ۲۱ سے ۲۳)۔ یا"قالوا سمعنا وعصینا" (تو انہوں نے ڈر کے مارے فوراً اقرار کرلیا کہ ہم نے سن لیا تو لیکن پھر نافرمانی بھی کریں گے) (سورۂ بقرۃ: آیت-۹۳) (ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ)"ذٰلک فضل اللہ یوتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم."(یہ ایک فضل خدا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کردیتا ہے اور وہ بڑے عظیم فضل کا مالک ہے) (سورۂ حدید: آیت-۲۱ اور سورۂ جمعہ: آیت-۴)

پس ان کو کیسے امام کے انتخاب کا حق مل گیا جبکہ امام عالم ہوتا ہے جاہل نہیں ہوتا، وہ (دین کی طرف) دعوت دینے والا ہوتا ہے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہوتا، پاکیزگی، طہارت، قربانی، زہد، علم و دانش اور عبادت کا خزانہ ہوتا ہے۔ اور دعوت رسولؐ اور حضرت بتولؑ کی مطہر نسل سے مخصوص ہوتا ہے کہ اس کے نسب میں کوئی عیب جوئی نہیں ہوتی اور کوئی صاحب حسب اس کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ قریش کے گھرانے سے ہوتا ہے اور ہاشم کی ذریت سے ہوتا ہے۔ اور [آل] رسولؐ کی عترت سے ہوتا ہے اور اللہ کی رضا کا حامل، شرفاء میں سے بلندترین مقام شرافت پر فائز، اور عبدالمناف کی فرع (شاخ) سے ہوتا ہے، علم کو نمو بخشنے والا، حکیم کامل، امانت کی حفاظت کرنے والا، سیاست کا علم رکھنے والا، واجب الاطاعت، اللہ کے حکم سے قیام کرنے والا، بندگان خدا کو نصیحت کرنے والا، اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔ بے شک

توفیق ایزدی انبیاءؑ اور ائمہؑ کے ساتھ جاری رہی اور پروردگار انہیں اپنے علم اور حکمت کے خزانوں میں سے وہ چیزیں عطا فرماتا رہا کہ جو ان کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کیں۔ پس ان کا علم اہل زمان کے علم سے بلند ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امّن لا یھدی الآ ان یھدی فما لکم کیف تحکمون"۔ (اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعاً قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو) (سورۂ یونس: آیت-۳۵) اور پروردگار کا قول: "و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً"۔ (اور جسے حکمت عطا کر دی جائے اسے گویا خیر کثیر عطا کر دیا گیا) (سورۂ بقرہ: آیت-۲۶۹) اور حضرت طالوت کے بارے میں پروردگار کا قول ہے: "اِنّ اللہ اصطفیٰہ علیکم و زادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم"۔ (انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے منتخب کیا ہے اور علم و جسم میں وسعت عطا فرمائی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دے دیتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اور صاحب علم بھی)۔ (سورۂ بقرہ: آیت-۲۴۷) اور اپنے نبیؐ سے ارشاد فرمایا: "اور اس نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو ان تمام باتوں کا علم دے دیا ہے جن کا علم نہ تھا اور آپ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے (اشارہ: سورۂ نساء: آیت-۱۱۳) اور رسولؐ کے اہل بیت، عترت اور ذریّت میں سے ائمہؑ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: "ام یحسدون الناس علی مآ اتاھم اللہ من فضلہ فقد اتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتینا ھم ملکا عظیما ☆ فمنھم من آمن بہ و منھم من صدّ عنہ و کفی بجھنم سعیرا"۔ (یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کیا ہے تو پھر ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا ☆ پھر ان میں سے بعض ان چیزوں پر ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کر دیا اور ان لوگوں کے لئے دہکتا ہوا جہنم ہی کافی ہے)۔ (سورۂ نساء: آیت-۵۴، ۵۵) جب اللہ عز و جل اپنے بندوں کے امور کی اصلاح کے لئے کسی بندے کو منتخب فرماتا ہے تو اس کام کے لئے اس کے سینہ کو کھول دیتا ہے۔ پس اس کے قلب کو منابع حکمت کے سرچشموں کا امین قرار دیتا ہے اور علم و دانش کو اسے الہام کرتا ہے کہ پھر وہ کسی جواب میں جھوٹا نہیں ہوتا اور نہ وہ اس جواب میں حق کے پانے کے سلسلہ میں متحیر رہتا ہے۔ وہ معصوم و تائید والا، توفیق والا، اور ایسا ثابت قدم ہوتا ہے کہ خطاء، گناہ اور لغزش سے امان میں ہوتا ہے۔ اللہ نے امام کو ان تمام امتیازات کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے تا کہ وہ اس کے بندوں پر حجت اور اس کی مخلوق پر گواہ قرار پائیں۔ "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم"۔ (یہ ایک فضل خدا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور وہ بڑے عظیم فضل کا مالک ہے) (سورہ جمعہ: آیت:۴) تو کیا لوگ اس بات پر قادر ہیں کہ وہ امام کا انتخاب (خود) کریں۔ یا ان کا اختیار کیا ہوا ان اوصاف کا حامل ہے؟ اگر ہے تو سامنے لایا جائے! بیت اللہ کی قسم! وہ لوگ حق سے دور ہو گئے اور اللہ کی کتاب کو پس پشت پھینک دیا گویا کہ وہ اس کو جانتے ہی نہیں جبکہ اللہ کی کتاب میں ہدایت اور شفا ہے مگر انہوں نے اس کو پھینک دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی، پس اللہ نے ان کی مذمت کی، ان سے نفرت کی اور ان کو ڈگمگاہٹ میں مبتلا حالت میں چھوڑ دیا۔ پس اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا: "وَمن اضلّ ممّن اتبع ھواہ بغیر ھدیً مّن اللہ اِنّ اللہ لا یھدی القوم الظالمین" (اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدائی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کا اتباع کر لے جب کہ

اللہ ظالم قوم کی ہدایت کرنے والا نہیں ہے) (سورۂ قصص: آیت-۵۰) اور فرمایا:" فتعسا لهم واضل اعمالهم". (ان کے واسطے ڈگمگاہٹ ہے اور ان کے اعمال برباد ہیں) (سورۂ محمد: آیت-۸) اور فرمایا:" کبر مقتا عند الله وعند الذين آمنوا كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار". (وہ اللہ اور صاحبان ایمان کے نزدیک سخت نفرت کے حق دار ہیں اور اللہ اسی طرح مغرور اور سرکش انسان کے دل پر مہر لگا دیتا ہے) (سورۂ مومن: آیت-۳۵)

۳۔ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ہارون عبسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا کثیر بن عیاش نے، انہوں نے ابی الجارود سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ امام کو کس طرح پہچانا جائے؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: چند خصلتوں کے ذریعے سے۔ ان میں پہلی: اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کی امامت پر نص ہو، اور پروردگار نے اس کو لوگوں کے لئے علَم (نشان) قرار دیا ہو کہ وہ ان پر حجت ہو چونکہ رسول اللہؐ نے علیؑ کو مقرر کر دیا تھا اور لوگوں کو ان کے نام سے پہچان کروائی تھی اور ان کو معین فرما دیا تھا اور اسی طرح تمام ائمہؑ کہ جن میں سے ہر پہلا دوسرے کو مقرر و معین کرتا رہے۔ (دوسری نشانی یہ ہے کہ) کہ جب بھی اس سے سوال کیا جائے تو فوراً جواب دے اور اگر اس کے پاس خاموش رہا جائے تو وہ خود ابتداء کرے، وہ لوگوں کو آنے والے کل میں جو ہونے والا ہے اس کی خبر دیتا ہے اور لوگوں سے ہر زبان اور لغت میں گفتگو کرتا ہے۔

اس کتاب کے مصنف -رضی اللہ عنہ- فرماتے ہیں کہ امام کا مستقبل کے بارے میں خبر دینا ان باتوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے کہ جو ان کو پہلے سے معلوم ہوتی ہیں اور اس کی اصل و بنیاد رسول اللہؐ سے ہے اور رسول اللہؐ کے پاس یہ خبریں ان باتوں میں سے ہیں کہ جن کو لے کر جبرئیلؑ آپؐ پر نازل ہوئے تھے کہ جن میں قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبریں موجود تھیں۔

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی احمد بن محمد بن سعید کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:" امام کے لئے چند علامات ہیں: وہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو اور لوگوں میں سب سے زیادہ حکمت کا حامل ہو، لوگوں میں سب سے زیادہ متقی، لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار، لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، لوگوں میں سب سے زیادہ سخی، لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے اور طاہر، پاک و مطہر ہوتا ہے۔ اپنے پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح اپنے سامنے سے دیکھتا ہے۔ اس کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔ اور جب شکم مادر سے زمین پر تشریف لاتا ہے تو دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ کر بلند آواز سے دونوں شہادتوں (خدا کی وحدانیت اور خاتم الانبیاء کی رسالت) کی گواہی دیتا ہے۔ وہ محتلم نہیں ہوتا اس کی آنکھ سوتی ہے مگر قلب نہیں سوتا اور اس سے باتیں کی جاتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زرہ مبارک اس پر بالکل ٹھیک قرار پاتی ہے۔ اس کا پیشاب و پاخانہ دکھائی نہیں دیتا، چونکہ اللہ عزوجل نے زمین پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ جو کچھ اس سے خارج ہو اس کو نگل

لے۔اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ وطیب ہوتی ہے، اور وہ لوگوں پر ان کے اپنے نفسوں سے زیادہ اولیٰ ہوتا ہے۔اور وہ لوگوں پر ان کے ماں باپ سے زیادہ شفیق ہوتا ہے۔اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے لئے تواضع کرنے والا ہوتا ہے، اور لوگوں کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اسے سب سے زیادہ انجام دینے والا ہوتا ہے۔اور ان چیزوں سے رک جاتا ہے جن سے منع کیا گیا ہے اور اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر وہ پتھر پر دعا کرے تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔اور رسول اللہ کا اسلحہ اور آپؐ کی تلوار ذوالفقار اس کے پاس ہوتی ہے۔اور اس کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے جس میں قیامت تک آنے والے اس کے شیعوں کے نام موجود ہیں۔اور ایک ایسا صحیفہ موجود ہوتا ہے کہ جس میں قیامت کے اس کے دشمنوں کے نام موجود ہیں۔اور یہ اس کے نزدیک ''جامعہ'' ہے۔اور یہ ایک صحیفہ ہے کہ جس کا طول ۷۰ ذراع ہے اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جس کی طرف اولاد آدمؑ محتاج ہے، اس کے پاس جفر اکبر اور جفر اصغر ''اھاب ماعز'' اور ''اھاب کبش'' ہوتا ہے کہ ان دونوں میں تمام علوم موجود ہیں، یہاں تک کہ خراش کی دیّت اور حتیٰ کہ ایک تازیانہ اور آدھا تازیانہ اور ایک تہائی تازیانہ اور اس کے پاس مصحف فاطمہؑ موجود ہوتا ہے۔

(۳۶) ☆ پیغمبرؐ کے فرمان کہ علیؑ عرب کے سردار ہیں کے معنیٰ ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن بن عبدویہ قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن صالح بن ابی سلمہ نصیبی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعوانہ نے، انہوں نے ابو بشیر سے، انہوں نے سعد بن جبیر سے، انہوں نے عائشہؓ سے، انہوں نے کہا، کہ میں ایک دن نبیؐ کے پاس موجود تھی کہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام تشریف لائے، پس نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: ''یہ سید العرب ہیں''۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! کیا آپؐ سید العرب نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''میں اولاد آدمؑ کا سردار ہوں اور علیؑ عربوں کے سردار ہیں''۔ میں نے عرض کیا: سید کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جس کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے جس طرح میری اطاعت فرض قرار دی گئی ہے''۔

۲۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد [بن] سنانی ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حمزہ بن قاسم علوی عباسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن [ی] زید زیات نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سنان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زیاد بن منذر نے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے عائشہؓ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''علی سید العرب ہیں''۔ پس میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! کیا آپؐ سید العرب نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''میں اولاد آدمؑ کا سردار ہوں اور علی سید العرب ہے۔'' پس میں نے کہا: سید سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے

فرمایا: ''جس کی اطاعت اسی طرح فرض قرار دی گئی جس طرح میری اطاعت فرض کی گئی ہے''۔

(۳۷) ☆''نور کی تزویج نور سے'' کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حسن بن محمد بن عامر نے، انہوں نے معلّٰی بن محمد سے، انہوں نے احمد بن محمد بزنطی سے، انہوں نے علی بن جعفر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہما السلام کو فرماتے سنا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما تھے کہ آپؐ کی خدمت میں چوبیس (۲۴) چہروں والا ایک فرشتہ آیا، آپؐ نے اس سے فرمایا: میرے دوست جبرئیل کو میں نے کبھی اس صورت میں نہیں دیکھا! اس فرشتے نے عرض کیا: میں جبرئیل نہیں ہوں، [میں محمود ہوں اور] مجھے اللہ عزّ وجلّ نے نور کی نور سے تزویج کے لئے مبعوث فرمایا ہے، آپؐ نے فرمایا: کس کی کس سے؟ فرشتے نے کہا: فاطمہؑ کی علیؑ سے۔ امامؑ فرماتے ہیں: جب فرشتہ جانے کے لئے پلٹا تو اس کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا ہوا تھا: محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، علیؑ ان کے وصی ہیں، (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: کب سے یہ تحریر تیرے شانوں کے درمیان لکھی ہوئی ہے؟ فرشتے نے کہا: اللہ عزّ وجلّ کے آدمؑ کو خلق کرنے سے بائیس (۲۲) ہزار سال پہلے سے۔''

(۳۸) ☆ظالم لنفسه، مقتصد اور سابق کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن علی بن نصر بخاری مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ کوفی علوی فرغانہ کے فقیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ سلسلے کو الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے متصل کرتے ہوئے کہ آپ علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخيرات باذن الله'' (پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا کہ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدائی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں) (سورۂ فاطر: آیت ۳۲) کے سلسلے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ظالم وہ ہے کہ جس کی ساری کوششیں اپنے نفس کے لئے ہوتی ہیں، مقتصد وہ ہے کہ جس کی ساری کوششیں اپنے دل کے لئے ہوتی ہیں اور سابق وہ ہے کہ جس کی ساری کوششیں رب عزّ وجلّ (کی خوشنودی) کے لئے ہوتی ہیں۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم

کوخبر دی محمد بن زکریا جوھری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسه و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن اللہ'' کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہم (اولادِ پیغمبرؐ) میں سے ظالم وہ ہے کہ جو امام کے حق کی معرفت نہیں رکھتا، اور مقتصد وہ ہے کہ جو امام کے حق کو پہچانتا ہے اور'' وہ کہ جو اللہ کی اجازت سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے'' وہ امام ہے، (اس کے بعد کی آیت میں جو ہے کہ) ''جنات عدن یدخلو نھا'' یعنی سابق اور مقتصد مراد ہیں (کہ جو جنّت کے باغوں میں داخل ہوں گے)۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ حسین بن یحییٰ بجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعوانہ موسیٰ بن یوسف کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یحییٰ نے، انہوں نے یعقوب بن یحییٰ سے، انہوں نے ابو حفص سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے کہا کہ میں ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا تھا، جب اہل بصرہ میں سے دو شخص آئے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ ہمیں اللہ عزّ جلّ کے قول: ''ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسه و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذلک ھو الفضل الکبیر'' سے دونوں آیتوں (۳۲ اور ۳۳) کے آخر تک، کے متعلق باخبر کیجئے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ ہم اہل بیت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں۔'' ابو حمزہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میرے ماں، باپ آپؑ پر فدا ہو جائیں، اپنے نفس کے حق میں ظلم کرنے والا کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہم اہل بیت میں سے جو اچھائیوں اور برائیوں کو مساوی طور پر انجام دے وہ اپنے نفس کے حق میں ظلم کرنے والا ہے۔'' میں نے عرض کیا: آپ (اہل بیتؑ) میں سے مقتصد کون ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ کہ جو دونوں حالتوں میں اپنے پروردگار اللہ کی عبادت کرنے والا ہو، یہاں تک کہ موت کو پالے۔'' پھر میں نے عرض کیا: ''آپ (اہل بیتؑ) میں سے ''سابق بالخیرات'' کون ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''قسم بخدا! وہ کہ جو اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دعوت دے، اچھائیوں کا حکم کرے، برائیوں سے روکے، گمراہوں کی پشت پناہی نہ کرے، اور نہ ہی خیانت کاروں کا ساتھی بنے، اور نہ فاسقوں کے فیصلوں پر راضی ہو مگر یہ کہ اس کو اپنی جان اور دین پر خوف ہو اور کسی مددگار کو (بھی) نہ پاتا ہو۔''

(۳۹) ☆''فاطمہؑ کی پاکدامنی و پاکیزگی کی وجہ سے اللہ نے آپؑ کی ذریّت کو (جہنم کی) آگ پر حرام کردیا ہے'' کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام اور محمد بن علی بن بشّار قزوینی - رضی اللہ عنہما - نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوفرج مظفر بن احمد قزوینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوفیض صالح بن احمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن موسی بن زیاد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صالح بن حماد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن موسی بن زیاد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صالح بن حماد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن موسی وشّاء بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ میں خراسان میں علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے ساتھ ایک نشست میں تھا اور زید بن موسی حاضر تھا جو نشست میں موجود ایک گروہ کے اوپر اپنے فخر کا اظہار کررہا تھا اور کہہ رہا تھا: ہم (یہ ہیں) اور ہم (وہ ہیں)، ابوالحسن علیہ السلام (اسی نشست میں) ایک گروہ کے ساتھ محو گفتگو تھے، پس آپ علیہ السلام نے زید کی باتیں سنیں تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے زید! کیا تو اپنے آپ کو کوفے کے سبزی فروش کے قول: ''یقیناً فاطمہؑ پاکیزہ و پاکدامن ہیں کہ اللہ تعالی نے آپؑ کی ذریّت کو (جہنم کی) آگ پر حرام قرار دیا ہے'' کی وجہ سے عزّت والا سمجھتا ہے؟ (کہ تو اولادِ فاطمہؑ میں سے ہے اور اس فضیلت کا حامل ہے، جبکہ) قسم بخدا! یہ (فضیلت) نہیں ہے سوائے حسنؑ کے لئے اور حسینؑ کے لئے اور آپؑ کے بطنِ مبارک کی مخصوص اولاد کے لئے ہیں۔ پس (کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ) موسی بن جعفر علیہما السلام کہ جو اللہ تعالی کی اطاعت کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں اور تو جو کہ گناہوں میں مبتلا ہے، دونوں قیامت کے دن مساوی اور برابر ہوں گے، (یا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ) تیرے لئے اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک انؑ سے زیادہ عزّت ہوگی۔ بیشک علی بن الحسین علیہما السلام فرمایا کرتے تھے: ہماری (اولادِ زہراؑ کے) نیکی کرنے والے کے لئے دُگنا اجر ہے اور ہمارے (اولاد زہراؑ کے) گناہگار کے لئے دگنی سزا ہے۔''

حسن بن وشّاء کہتے ہے کہ پھر امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے حسن! تم لوگ اس آیت کو کس انداز سے تلاوت کرتے ہو: ''قال یا نوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح'' (ارشاد ہوا کہ نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے یہ عملِ غیر صالح ہے) (سورۂ ہود: آیت-۴۶) میں نے عرض کیا: بعض لوگ اس کو پڑھتے ہیں: انـه عَمِلَ غیرَ صالحٍ اور بعض لوگ اس کو یوں پڑھتے ہیں: ''انـه عَمَلٌ غیرِ صالحٍ'' ﴿عمل کے عین اور میم کو زبر اور لام کو پیش اور غیر کے راء کو زیر- عمل کو مصدر لیتے ہوئے اضافہ کریں گے غیر کی طرف کہ جس کے معنی ہوں گے: یہ غیرِ صالح کا عمل ہے۔-مترجم۔﴾ تو جو لوگ ''انه عَمَلٌ غیرِ صالحٍ'' پڑھتے ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس کو نوحؑ کا بیٹا کہا گیا وہ حقیقت میں نوحؑ کا بیٹا نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، وہ ان کا بیٹا تھا، مگر جب اس نے اللہ عزّ وجلّ کی نافرمانی

کی تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کے بیٹے ہونے کی نفی کر دی، اسی طرح جو بھی ہم سے تھا اور اس نے اللہ عزّ وجلّ کی اطاعت نہیں کی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور تم نے جب اللہ کی اطاعت کی (تو باوجود اس کے کہ تم اولاد فاطمہؑ سے نہیں ہو) تم ہم اہل بیتؑ میں سے ہو۔''

۲۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے جمیل بن صالح سے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: یقیناً فاطمہؑ پاکیزہ و پاکدامن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی ذریّت کو (جہنم کی) آگ پر حرام کر دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، اس سے مراد حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ اور امّ کلثومؑ ہیں۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس بن معروف نے، انہوں نے علی بن مہزیار سے، انہوں نے حسن بن علی وشّاء سے، انہوں نے محمد بن قاسم بن فضیل سے، انہوں نے حمّاد بن عثمانؒ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان: ''یقیناً فاطمہؑ پاکیزہ و پاکدامن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی ذریّت کو (جہنم کی) آگ پر حرام قرار دیا ہے؟'' کا کیا مطلب ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ افراد کہ جن کو (جہنم کی) آگ سے آزاد قرار دیا ہے وہ آپؑ کے بطنِ مبارک سے پیدا ہونے والے حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ اور امّ کلثومؑ ہیں۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا میرے والد - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے حسین ابن اسحاق تاجر سے، انہوں نے علی بن مہزیار سے، انہوں نے حسن بن سعید سے، انہوں نے محمد بن فضیل سے، انہوں نے ثمالی سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکے گا کہ: اے پروردگار! مجھے نہیں معلوم تھا کہ اولاد فاطمہؑ ہی ولاۃ و والیانِ برحق ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو خاص طور سے (اولاد زہراءؑ کے حق میں) نازل فرمایا ہے: ''یا عبادی الذین اسرافوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اِنّ اللہ یغفر الذنوب جمیعا اِنّہ ھو الغفور الرحیم.'' (پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے) (سورۂ زمر: آیت-۵۳)

(۴۰) ☆ فاطمہ علیہا السلام کی شان میں روایت کیا گیا: آپ سیدۃ نساء العالمین ہیں-کا معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی - رحمہ اللہ - نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن سنان سے ، انہوں نے مفضل بن عمر سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: '' آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے سلسلے میں فرمان: ''بیشک فاطمہ سیدۃ نساء العالمین ہیں'' کے بارے میں باخبر کیجئے کہ کیا آپ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: '' یہ بات تو مریم کے لئے ہے کہ وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں ، اور فاطمہ اولین اور آخرین میں سے تمام زمانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔''

(۴۱) ☆ ان امانتوں کے معنی جن کوان کے اہل تک پہنچانے کا اللہ عزّ وجلّ نے اپنے بندوں کو حکم کیا ہے۔ ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا علی ابن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی عبداللہ برقی نے ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے ، انہوں نے اپنے جد احمد بن ابی عبداللہ سے ، انہوں نے اپنے والد محمد بن خالد سے ، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''انّ اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا'' (بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کوان کے اہل تک پہنچادو) (سورۂ نساء: آیت-۵۸) کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس آیت میں صرف ہم کو مخاطب کیا جارہا ہے ، اللہ تبارک وتعالی نے ہم میں سے ہر امام کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنے بعد آنے والے امام کے سپرد کردیں اور اس کی جانب وصیت کردیں (تو اصل مخاطب تو ہم تھے) پھر یہ آیت جاری ہوگئی تمام امانتوں کے سلسلے میں۔ یقیناً مجھ سے میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے بیان کیا اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ بیشک علی بن حسین علیہما السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''تم پر لازم ہے کہ امانتوں کو ادا کرو ، پس اگر میرے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام کا قاتل میرے پاس اس تلوار کو امانت کے طور پر رکھوائے کہ جس سے اس نے میرے پدر بزرگوار کو قتل کیا تھا تو یقیناً میں اس کو (واپس) سپرد کروں گا۔''

(۴۲) ☆اس امانت کے معنی کہ جس کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خوف زدہ ہو گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن ہیثم عجلی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومحمد بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے دو ہزار سال قبل خلق فرمایا، پس ان میں سب سے اعلیٰ واشرف محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور [ان کے بعد کے] ائمہ صلوات اللہ علیہم کی ارواح کو قرار دیا، پس ان ارواح کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے اوپر رکھا تو ان ارواحِ (محمدؐ وآل محمدؐ) کے نور نے ان کو ڈھانپ لیا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ میرے احباء اور اولیاء ہیں اور میری خلق پر میری حجّت اور میری مخلوق کے امام ہیں، میں نے کسی ایسی مخلوق کو خلق نہیں کیا کہ جو مجھے ان سے زیادہ محبوب ہو، ان سے دوستی کرنے والوں کے لئے میں نے جنّت کو خلق کیا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والوں اور ان سے دشمنی کرنے والوں کے لئے میں نے (جہنم کی) آگ کو خلق کیا ہے، پس جو شخص دعویٰ کرے گا ان کی (اُس) منزلت کا (کہ جو) مجھ سے ہے اور ان کے میری عظمت سے (حاصل شدہ) محل ومقام کا تو میں اس پر ایسا عذاب کروں گا کہ جو عالمین میں سے کسی ایک پر بھی میں ایسا عذاب نہیں کروں گا اور میں اسے مشرکوں سے ساتھ میری (جہنم کی) آگ کے سب سے نچلے طبقے میں قرار دوں گا، اور جو شخص ان کی ولایت کا اقرار کرے گا اور ان کی جو مجھ سے منزلت ہے اور ان کو جو میری عظمت سے مقام ہے اس کا دعویٰ نہیں کرے گا تو میں اس کو ان کے ساتھ اپنی جنّتوں کے باغوں میں قرار دوں گا، اور ان کے لئے میرے پاس ان جنّتوں میں جو چاہیں گے وہ ہوگا، ان کے لئے اپنی کرامت کو مباح قرار دوں گا، ان کے لئے اپنے جوار کو حلال بنادوں گا اور ان کو میرے بندوں اور کنیزوں میں سے گناہ گاروں کے سلسلے میں شفاعت کرنے والے بنادوں گا، پس ان کی ولایت میری مخلوق کے نزدیک امانت ہے، تو کیا تم اس کے بوجھ کو اٹھاؤ گے اور کیا میرے اختیار کردہ کو چھوڑ کر اپنے نفس کے حق میں دعویٰ کرو گے؟ (کہ ہم اس امانت کو اٹھانے کے اہل ہیں)۔ پس آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا اور ان کی منزلت کا دعویٰ کرنے اور اپنے پروردگار کی عظمت سے ان کے محل ومقام کی تمنا کرنے سے خوف زدہ ہو گئے، پس جب اللہ عزّ وجلّ نے آدمؑ اور ان کی زوجہ کو جنّت میں ٹھہرایا تو ان دونوں سے فرمایا: ''كلا منها رغدا حيث شئتما و لا تقربا هذه الشجرة - يعنى شجرة الحنطة - فتكونا من الظالمين'' (جہاں چاہو آرام سے کھاؤ صرف اس درخت -یعنی اس گندم کے درخت- کے قریب نہ جانا کہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے) (اشارہ ہے -سورۂ بقرۃ: آیت-۳۵) پس دونوں نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان کے بعد کے ائمہ صلوات اللہ علیہم کی منزلت کی طرف نگاہ کی تو ان دونوں نے پایا

کہ اہل جنّت کی منزلتوں میں سب سے زیادہ بلند و عالی مقام رکھتے ہیں۔

تو دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! یہ کن لوگوں کے لئے منزلت ہے، اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: تم دونوں اپنے سر کو میرے گوشہ عرش کی طرف بلند کرو، پس دونوں نے اپنے سروں کو بلند کیا تو محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان کے بعد والے ائمہ صلوات اللہ علیہم کے نام کو پایا کہ جو گوشۂ عرش پر (پروردگار) جبّار جلّ جلالہ کے نور سے نور کے ذریعے تحریر تھے، پس ان دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار ان لوگوں کی تیرے پاس کیا منزلت ہے؟ اور تو ان کو کتنا محبوب رکھتا ہے؟ اور تیرے پاس ان کا شرف و منزلت کیا ہے؟ پس اللہ جلّ جلالہ نے ارشاد فرمایا: "اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم دونوں کو خلق نہ کرتا، یہ میرے علم کے خزانے ہیں، میرے راز کے امانت دار ہیں، تم دونوں ان کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھنے اور میرے نزدیک جو ان کی منزلت ہے اور میری کرامت سے جو اُن کا محل و مقام ہے اس کی تمنا کرنے سے بچو، ورنہ اس کی وجہ سے تم دونوں میری نافرمانی اور گناہ میں داخل ہو جاؤ گے کہ نتیجتاً ظالمین میں سے ہو جاؤ گے۔ ان دونوں نے کہا: ہمارے پروردگار! یہ ظالمین کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو بغیر حق کے ان کی منزلت کا دعویٰ کرتے ہیں، دونوں نے عرض کیا: ہمارے پروردگار! پس ہمیں ان پر ظلم کرنے والوں کے تیری (جہنم کی) آگ میں مقام اور جگہ کو دکھا دے تا کہ ہم نے جس طرح تیری جنّت میں ان کی منزلت کو دیکھا ہے اسی طرح (ظالموں کے) ٹھکانوں کو بھی دیکھ لیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے (جہنم کی) آگ کو حکم فرمایا تو اس نے اپنے میں موجود تمام قسموں کی سخت سزائیں اور عذاب کو ظاہر کر دیا اور اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: ان کے لئے ظلم کرنے والے ان کی منزلت کے دعوے دار کا ٹھکانہ جہنم کے انتہائی نچلے طبقے میں ہے کہ جب بھی یہ لوگ اس سے نکلنا چاہیں گے ان کو دوبارہ اس میں دھکیل دیا جائے گا، اور جب ان کی کھال پگھل جائے گی تو دوسری کھال سے بدل دیا جائے گا تا کہ وہ عذاب کا مزا چکھیں، اے آدم اور اے حوّا! تم دونوں میرے انوار اور میری حجّتوں کی طرف حسد کی آنکھ سے مت دیکھو، پس (اگر ایسا کیا تو) میں تم کو اپنے جوار (رحمت) سے ہٹا دوں گا اور تم دونوں کے لئے ذلّت و حقارت کو حلال کر دوں گا۔ پس شیطان نے دونوں کو وسوسے میں ڈالا تا کہ دونوں کے لئے پوشیدہ (شرم گاہ) کو ظاہر کر دے کہ جو اُن کے اپنے آپ سے بھی پوشیدہ تھی، شیطان نے کہا: تم دونوں کے پروردگار نے اس درخت سے تم کو اس لئے روکا ہے تا کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا اس لئے تا کہ تم دونوں ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور اس نے دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ بیشک میں تمہارے حق میں نصیحت کرنے والا ہوں، پس شیطان نے دونوں کو دھوکے اور فریب میں ڈال دیا اور دونوں کو ان (معصومینؑ) کی منزلت کی تمنا کرنے پر آمادہ کیا تو ان دونوں نے حسد بھری نظروں سے ان کی طرف نگاہ کی، پس (اس نگاہ حسد کی وجہ سے خدا کی) نصرت سے محروم ہو گئے اور دونوں نے گندم کے درخت سے کچھ کھا لیا تو جس حصّے سے دونوں نے کھایا تھا وہاں پر جو نکل آئی، گندم کی اصل تمام کی تمام وہ ہے کہ جس کو دونوں نے نہیں کھایا تھا اور جو کی اصل اس درخت کا وہ حصّہ ہے کہ جو گندم کی جگہ پر نکل آیا تھا۔

پس جب ان دونوں نے اس درخت سے کھا لیا تو دونوں کے جسموں سے لباس و زیورات بلند ہو گئے اور دونوں برہنہ ہو گئے اور دونوں مجبور ہو کر اپنے آپ کو درخت کے پتّوں سے ڈھانپنے لگے۔ دونوں کی تادیب کرتے ہوئے اُن کے پروردگار نے فرمایا: کیا میں نے تم کو اس درخت سے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے کہا نہیں تھا کہ: بیشک شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ پس دونوں نے کہا: ہمارے پروردگار!

ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے، پروردگار نے فرمایا: میرے جوار (رحمت) سے نیچے اتر جاؤ، میری جنّت میں میری جوار (رحمت) میں وہ نہیں رہ سکتا کہ جو میری نافرمانی کرے، پس دونوں اس حالت میں نیچے اتر آئے کہ ان کے اوپر طلب معاش کی ذمہ داری آپڑی تھی۔ پھر جب اللہ عزّ وجلّ نے چاہا کہ دونوں کی توبہ کو قبول کرے تو ان کے پاس جبرئیلؑ تشریف فرما ہوئے اور کہا: تم دونوں نے اپنے آپ پر ان لوگوں کی منزلت کی تمنّا کر کے ظلم کیا ہے کہ خدا نے جن کو تم پر فضیلت دی ہے، پس اس کا بدلہ یہ ہے کہ جس طرح تم کو اس (تمنّا) کی وجہ سے سزا کے طور پر اللہ عزّ وجلّ کے جوار (رحمت) سے زمین کی طرف اُتار دیا گیا ہے (تو اسی طرح) تم دونوں انہی ناموں کا واسطہ دے کر اپنے ربّ سے سوال کرو کہ جن کے نام تم نے گوشۂ عرش پر دیکھے تھے تا کہ پروردگار تمہاری توبہ کو قبول کرے۔ پس دونوں نے عرض کیا: پروردگار! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں ان لوگوں کے حق کے سبب کہ جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ کرامت والے ہیں (جو) محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ائمہ علیہم السلام (ہیں) کہ تو ہماری توبہ قبول کر لے اور ہم پر رحمت فرما، پس پروردگار نے ان کی توبہ کو قبول کر لیا کہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ پس اس کے بعد اللہ کے انبیاء مسلسل اس امانت کی حفاظت کرتے رہے اور اپنے اوصیاء اور اپنی امّت کے مخلص افراد کو اس امانت کے بارے میں خبر دیتے رہے۔ تا کہ وہ اس بار کو اٹھانے سے باز رہیں اور اس امانت کے دعوے دار بننے سے دور رہیں جبکہ وہ انسان کہ یقیناً جس کی پہچان ہو چکی ہے اس نے اس بار کو اٹھا لیا، پس قیامت کے دن تک ہر ظلم کی ابتداء اس سے ہے۔ اور یہ مراد ہے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "انّا عرضنا الامانة علی السموات و الارض والجبال فابین ان یحملنها و اشفقن منها و حملها الانسان انّه کان ظلوماً جهولا۔" (بیشک ہم نے امانت کو آسمان، زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کیا اور سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور خوف ظاہر کیا بس انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا کہ انسان اپنے حق میں ظالم اور نادان ہے) (سورۂ احزاب: آیت-۷۲)۔

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے مروان بن مسلم سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "انّا عرضنا الامانة علی السموات و الارض والجبال فابین ان یحملنها و اشفقن منها و حملها الانسان انّه کان ظلوماً جهولا۔" کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "امانت سے مراد ولایت ہے، انسان سے مراد ابوالشرور (بہت زیادہ گناہ گار) منافق ہے۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے: "انّا عرضنا الامانة علی السموات و الارض والجبال فابین ان یحملنها ...... الآیة" کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "امانت سے مراد ولایت ہے، اور جو شخص اس امانت کا ناحق دعویٰ کرے گا وہ کافر ہوگا۔"

(۴۳) ☆معطل کنویں اور مضبوط محل کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس لیثی نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن سعید الکوفی ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضال نے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے ابراہیم ابن زیاد سے ،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول:''و بئر معطّلة و قصر مشید'' (معطل کنویں اور مضبوط محل)(سورۂ حج: آیت-۴۵) کے بارے میں دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:''بئر معطلہ سے مراد امام صامت (خاموش امام)اور قصر مشید سے مراد امام ناطق ہے۔''

۲۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے ،انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰ سے ،انہوں نے علی بن سندی سے ،انہوں نے محمد بن عمرو سے ،انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ،انہوں نے نصر بن قابوس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول:''و بئر معطّلة و قصر مشید'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:''بئر معطّلۃ سے مراد امام صامت ہے اور قصر مشید سے مراد امام ناطق ہے۔''

۳۔ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی - رحمہ اللہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے اسحاق بن محمد سے ،انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی محمد بن حسن ابن شمون نے ،انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن الاصم سے ،انہوں نے عبداللہ بن قاسم البطل سے ،انہوں نے صالح بن سہل سے ،انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہی قصر مشید (مضبوط محل) ہیں اور بئر معطّلۃ (معطل کنویں) سے مراد فاطمہ سلام اللہ علیہا اور آپ کی اولاد ہیں کہ جن کو (حق) مملکت سے معطل ومحروم کردیا گیا۔''

محمد بن حسن بن ابی خالد اشعری - کہ جس کا لقب شنبولہ ہے- نے کہا ہے:

بئر ''مُعَطَّلَة'' وَ قَصر ''مُشَرَّف ☆ مَثَل ''لِآلِ مُحَمَّدٍ مُستَطرَف

(معطل کنواں اور مضبوط محل جیسی چیزیں آل محمدؑ کے لئے پسند کی گئی ہیں)

فَالناطِقُ القَصرُ المَشِیدُ مِنهُم ☆ وَالصَّامِتُ البِئرُ الَّتِی لَاتُنزَف

(پس ان میں جو ناطق ہے وہ مضبوط محل ہے اور جو صامت ہے وہ ایسا کنواں ہے کہ جس کو بالکل خالی نہیں کیا جاسکتا)

(۴۴) ☆طوبیٰ کے معنیٰ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد محمد بن مسعود عیاشی سے، انہوں نے جعفر بن احمد سے، انہوں نے العمرکی البوفکی سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے مروان بن مسلم سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''طوبیٰ ہے ان کے لئے جو ہمارے قائم کی غیبت میں ہمارے امر سے متمسک رہیں کہ ان کا دل ہدایت پا جانے کے بعد منحرف نہ ہو جائے۔'' میں نے امامؑ سے عرض کیا: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں! یہ ''طوبیٰ'' کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جنّت میں ایک درخت ہے کہ جس کی جڑ علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے گھر میں ہے، اور کوئی مؤمن نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے گھر میں اس درخت کی شاخوں میں سے کوئی شاخ ہوگی، اور یہ بات اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے کہ: ''طوبی لھم و حسن مآب'' (ان کے لئے طوبیٰ ہے اور بہترین بازگشت ہے)
﴿سورۂ رعد: آیت-۲۹﴾

(۴۵) ☆اللہ عزّ وجلّ نے چار کو چار میں چھپایا ہے☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالی نے چار کو چار میں چھپایا ہے: اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں تو تم لوگ اس کی طاعت میں سے کسی چیز کو ہلکا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ خدا کی رضا اسی میں ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو؛ اور اس نے اپنے غضب کو اپنی نافرمانی میں چھپایا ہے، تو تم اس کی نافرمانی میں سے کسی چیز کو بھی ہلکا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ اسی نافرمانی میں اس کا غضب ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو، اور اپنی قبولیت کو اپنی دعاؤں میں چھپا رکھا ہے تو اس کی دعاؤں میں سے کسی کو بھی ہلکا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ وہی دعا قبولیت پانے والی ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو؛ اور اپنے ولی اور دوست کو اپنے بندوں میں چھپا رکھا ہے تو تم اللہ کے بندوں میں سے کسی بھی بندے کو ہلکا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ وہی بندہ اس کا ولی اور دوست ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو۔''

(۴۶) ☆اس "ستون" کے معنی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے [شب] معراج میں دیکھا جس کی بنیاد سفید چاندی کی، جس کا درمیانی حصّہ یاقوت وزبرجد کا اور جس کا اوپر والا حصّہ سرخ سونے کا ہے۔☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن حسن مؤدّب نے، انہوں نے احمد بن علی اصبہانی سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی حکم بن سلیمان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحیٰی بن یعلی اسلمی نے، انہوں نے حسین بن زید جزری سے، انہوں نے شدّاد بصری سے، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "جب مجھے آسمان کی جانب معراج حاصل ہوئی، تو اس وقت میں ایک ستون کے پاس پہنچا جس کی بنیاد سفید چاندی کی، اس کا درمیانی حصّہ یاقوت وزبرجد کا اور جس کا اوپر والا حصّہ سرخ سونے کا تھا، تو میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ سب کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ آپؐ کا دین ہے جو سفید، واضح اور روشن کرنے والا ہے، میں نے کہا: یہ اس کا درمیانی حصّہ کیا ہے؟، جبرئیل نے کہا: جہاد، میں نے کہا: یہ سرخ سونا کیا ہے؟، انہوں نے کہا: ہجرت، اور اسی وجہ سے علی علیہ السلام کا ایمان ہر مؤمن کے ایمان سے بلند ہے۔" (چونکہ آپؑ ان تمام اوصاف کے حامل ہیں)۔

(۴۷) ☆نبوت کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عُبدُوس عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد ابن قتیبہ نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان سے، انہوں نے احمد بن فضلان سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن جعفر مروزی نے، انہوں نے ثابت بن ابی صفیہ سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے، انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا: السلام علیک یا نبیء اللہ، آپؐ نے ارشاد فرمایا: "میں نبیء اللہ نہیں ہوں بلکہ نبیّ اللہ ہوں۔"

(مصنّف فرماتے ہے:) نبوۃ کا لفظ "النُّبوَۃ" سے نکلا ہے اور اس کے معنی ہیں وہ چیز جو زمین سے بلند ہو، اس بنا پر نبوت کے معنی بلندی ہیں اور نبی کے معنی بلند ہیں؛ یہ بات میں نے مدینۃ السلام میں لغت دان ابی بشر سے سنی۔

(۴۸) ☆شمس، قمر، زھرہ، فرقدین کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن عمر[و] بن علی بن عبداللہ بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر عبداللہ بن علی کرخی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرزّاق صنعانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معمر نے، انہوں نے زھری سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نماز فجر کو ادا فرمایا، جب آپؐ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے کریم چہرہَ مبارک کو اللہ عزّ وجل کی بارگاہ سے ہماری طرف کیا اور پھر ارشاد فرمایا: ''لوگوں! جو شمس کو نہ پا سکے اسے چاہئے کہ وہ قمر سے وابستہ ہو جائے، اور جو قمر کو نہ پا سکے اسے چاہئے کہ زھرہ سے وابستہ ہو جائے اور جو زھرہ کو نہ پا سکے اسے چاہئے کہ فَرْقَدَین سے وابستہ ہو جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں شمس ہوں، علیؑ قمر ہے، فاطمہؑ زھرہ ہے اور حسنؑ اور حسینؑ فرقدین ہیں (یہ) اور اللہ کی کتاب دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) کے کنارے میرے پاس وارد ہوں گے۔''

۲۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن عمر[و] بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالقاسم نصر بن حسین صفار نہاوندی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالفرج احمد بن محمد بن خوزی سامری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر قاسم بن ابراہیم قنطری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن خالد حلوانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن خلف عسقلانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سری نے، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ شمس کی پیروی کرو، جب شمس غائب ہو جائے تو پھر تم لوگ قمر کی پیروی کرو، جب قمر غائب ہو جائے تو تم لوگ زھرہ کی پیروی کرو، پس جب زھرہ غائب ہو جائے تو تم لوگ فرقدین کی پیروی کرو۔'' پس لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! شمس کیا ہے؟ قمر کیا ہے؟ زھرہ کیا ہے؟ فرقدین کیا ہے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں شمس ہوں، علیؑ قمر ہے، زھرہ فاطمہؑ ہے، فرقدین حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔''

ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقرّی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن حسن بن بندار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن بن حیسون نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا قاسم بن ابراہیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن خالد واسطی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن خلف نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ ابن سری نے، انہوں نے محمد منکدر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ شمس کی پیروی کرو.............'' -اور حدیث کو مندرجہ بالا ذکر کے بالکل مساوی طور پر ذکر کیا ہے۔

۳۔ہم سے بیان کیا ابوعلی احمد بن ابی جعفر بیہقی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن جعفر مدینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم

سے بیان کیا ابو جعفر محاربی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ظہیر بن صالح عمری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحییٰ بن تمیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی معتمر بن سلیمان نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے یزید رقاشی سے، انہوں نے انس بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نماز فجر کو ادا فرمایا، پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے کریم چہرۂ مبارک کو ہماری جانب پھیرا اور فرمایا: ''لوگو! جو شمس کو نہ پا سکے پس اسے چاہیئے کہ وہ قمر سے وابستہ ہو جائے، اور جو قمر کو نہ پا سکے اسے چاہیئے کہ وہ زهره سے وابستہ ہو جائے اور جو زهره کو نہ پا سکے اس چاہیئے کہ وہ فرقدین سے وابستہ ہو جائے۔'' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ شمس، قمر، زهره اور فرقدین کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''میں شمس ہوں، علیؑ قمر ہے، فاطمہؑ زهره ہے، حسنؑ اور حسینؑ فرقدین ہیں، (یہ) اور اللہ کی کتاب دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد نہ ہو جائیں۔''

(۴۹) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صلوات (بھیجنے) کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو عمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام ابوزید عیاش بن یزید بن حسن بن علی کحال نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد- یزید بن حسن- نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے فرمایا [کہ الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا:] ''جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صلوات بھیجتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ: بیشک میں اس میثاق و وفاء پر قائم ہوں کہ جس کو میں نے (عالم ارواح اور اصلاب اجداد میں) پروردگار کے قول: ''الست بربکم قالوا بلی'' (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا یقیناً) (سورۂ اعراف: آیت-۱۷۲) پر قبول کیا تھا۔''

(۵۰) ☆ وسیلہ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد ابن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباس بن معروف نے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوحفص عبدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوھارون عبدی نے، انہوں نے ابوسعید خدری سے، انہوں نے کہا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم اللہ سے میرے حق میں سوال کرو تو اس سے وسیلے کا سوال کرو۔'' پس ہم نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے ''وسیلہ'' کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ جنّت میں ایک درجہ ہے اور یہ ہزار مرقاۃ (سیڑھی کے پلّوں کی طرح نیچے سے اوپر کی طرف کے پلّوں) پر مشتمل ہے کہ ہر مرقاۃ کا دوسرے پلّے کے درمیان فاصلہ اچھی نسل کے گھوڑے کے ایک ماہ تک دوڑ کے برابر ہے، اور یہ جوہر کے مرقاۃ سے زبرجد کے مرقاۃ تک، یاقوت کے مرقاۃ تک، سونے کے مرقاۃ تک، چاندی کے مرقاۃ تک، پس قیامت کے دن اس کو حاضر کیا جائے گا یہاں تک کہ انبیاء کے درجات کے ساتھ نصب کر دیا جائے گا، پس وہ نبیوں کے درجات میں اسی طرح ہوگا جیسے چاند ستاروں کے درمیان، اس دن کوئی بھی نبی باقی نہیں رہے گا اور نہ کوئی صدیق اور نہ شہید مگر یہ کہ وہ کہے گا: سعادت مندی ہے اس شخص کے لئے کہ جس کے لئے یہ درجہ درجہ قرار پائے۔ پس اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے ندا آئے گی کہ جسے انبیاء اور تمام مخلوق سنے گی: یہ محمدؐ کا درجہ ہے۔ میں اس دن اس حالت میں آؤں گا کہ نور کے لباس کو زیب تن کیا ہوگا، تاج سلطنت اور تاجِ کرامت کے ساتھ ہوں گا اور علی ابن ابی طالب میرے آگے ہوں گے، ان کے ہاتھ میں میرا پرچم ہوگا اور یہ ''لواء الحمد'' (پرچم حمد) ہوگا جس پر ''لا الـہ الاّ اللہ، الـمـفـلـحـون هـم الفائزون باللہ'' (کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، فلاح پانے والے ہی ہیں کہ جو اللہ کے نزدیک کامیاب ہونے والے ہیں)، پس جب ہم انبیاء کے پاس سے گزریں گے، تو وہ کہیں گے: یہ دونوں مقرب فرشتے ہیں کہ جن کو ہم نہیں پہچانتے تھے اور نہ ہم نے ان کو دیکھا تھا، اور جب ہم فرشتوں کے پاس سے گزریں گے تو وہ سب کہیں گے: یہ انبیاء اور مرسلین ہیں، یہاں تک کہ میں درجے پر بلند ہوں گا اور علی میری اتباع کریں گے، یہاں تک کہ جب میں ان درجات کے انتہائی درجہ پر پہنچ جاؤں گا اور علی مجھ سے ایک درجہ نیچے ہوں گے، تو اس دن کوئی نبی باقی نہیں رہے گا اور نہ کوئی صدیق اور نہ کوئی شہید مگر یہ کہیں گے: سعادت مندی ہے ان دونوں بندوں کے لئے! یہ دونوں اللہ تعالی کے نزدیک کتنے قابل اکرام وعزّت ہیں! پس اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے ندا آئے گی کہ جسے تمام انبیا، تمام صدیقین، تمام شہداء اور تمام مؤمنین سنیں گے: یہ میرا حبیب محمدؐ ہے اور یہ میرا ولی علی ہے، سعادت مندی ہے اس کے لئے جو اس سے محبت کرتا تھا، اور ویل وافسوس ہے اس کے لئے جو اس سے بغض رکھتا تھا اور اس کو جھٹلاتا تھا۔ پس اے علی! اس دن کوئی بھی تم سے محبت کرنے والا باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ اس کلام سے سکون پائے گا، اس کا چہرہ سفید ہو جائے گا اور اس کا دل خوش ہو جائے گا، اور تم سے دشمنی رکھنے والوں میں سے یا تمہارے لئے جنگ کی آگ بھڑکانے والوں میں سے یا تمہارے حق کا انکار کرنے والوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اور اس کے قدم لڑکھڑا جائیں گے۔ پس اس دوران کہ میں اس عالم میں ہوں گا، دو فرشتے میرے سامنے آئیں گے، ان میں ایک رضوان ہوگا جو جنّت کا خازن ہے اور دوسرا مالک جو (جہنم کی) آگ کا خازن ہے، پس رضوان قریب آئے گا اور کہے گا: السلام علیک یا احمد۔ پس میں کہوں گا: السلام علیک! اے فرشتے، تو کون ہے؟ کتنا حسین ہے تیرا چہرا اور کتنی پاکیزہ ہے تیری خوشبو! پس وہ کہے گا: میں رضوان ہوں، جنّت کا خازن اور یہ جنّت کی چابیاں ہیں، ربّ العزّۃ نے ان کے ساتھ آپؐ کی طرف بھیجا ہے، تو آپؐ انہیں لے لیجئے، اے احمد!، میں کہوں گا: یقیناً میں نے اپنے ربّ کی جانب سے عطا ہونے والی اس چیز کو قبول کیا، پس اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اس بات پر کہ جس کے ذریعے [میرے رب

نے] مجھے فضیلت بخشی، تم ان چابیوں کو میرے بھائی علی بن ابی طالب کے سپرد کردو [پس رضوان چابیاں علیؑ کے سپرد کردے گا]۔ پھر رضوان پلٹ جائے گا اور مالک قریب آئے گا اور کہے گا: السّلام علیک یا احمد!۔ پس میں کہوں گا: علیک السّلام اے فرشتے! کتنا قبیح ہے تیرا چہرا اور کتنی ناپسندیدہ ہے تیری بو [تو کون ہے؟] وہ کہے گا: میں مالک ہوں، (جہنم کی) آگ کا خازن، یہ (جہنم کی) آگ کی چابیاں ہیں، ربّ العزۃ نے آپؐ کی جانب اِن کو بھیجا ہے، تو آپؐ انہیں لے لیں، اے احمدؐ!۔ میں کہوں گا: یقیناً میں نے قبول کیا اس کو کہ جو میرے ربّ کی جانب سے ہیں، پس اسی کے لئے حمد ہے اس بات پر کہ جس کے ذریعے اس نے مجھے فضیلت عطا کی، تم اس کو میرے بھائی علی بن ابی طالب کے حوالے کردو [پس مالک چابیاں علیؑ کو دے دیگا]، پھر مالک پلٹ جائے گا، علیؑ آگے آئیں گے جبکہ ان کے پاس جنّت کی چابیاں اور (جہنم کی) آگ کی چابیاں ہوں گی، یہاں تک کہ جہنم کے کنارے پر آکر ٹھہریں گے جبکہ جہنم کی برائیاں دراز ہو رہی ہوں گی، اس کی مصیبت بلند ہو رہی ہوگی، اس کی حرارت کی شدّت ہوگی اور علیؑ اس کی لگام کو پکڑیں گے، تو جہنم آپؑ سے کہے گی: اے علیؑ! مجھے چھوڑ دیجئے، آپؑ کا نور میرے شعلوں کو بجھا رہا ہے، علیؑ اس سے کہیں گے: صبر کر، اے جہنم! تو اس کو پکڑ لے اور تو اس کو چھوڑ دے، تو میرے دشمن کو پکڑ لے اور تو میرے دوست کو چھوڑ دے؛ پس جہنم کے لئے علیؑ کے حق میں اس دن کسی غلام کی اپنے آقا کی اطاعت گزاری سے زیادہ اطاعت گزاری ہوگی، پس وہ چاہیں گے تو اسے داہنی طرف لے جائیں گے اور چاہیں گے بائیں طرف لے جائیں گے، اور تمام مخلوقات کے سلسلے میں جہنم کے لئے اس دن علیؑ کے حق میں فرمانبرداری ضروری ہوگی۔''

(۵۱) ☆''حرمات ثلاث'' کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ بن عبید یقطینی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا یونس بن عبدالرحمٰن نے، انہوں نے عبداللہ ابن سنان سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ عزّ وجلّ کے لئے ''حرمات ثلاث'' (تین محترم چیزیں) ہیں کہ ان کی مثل کوئی چیز نہیں ہے: اس کی کتاب جو کہ اس کی حکمت اور نور ہے، اس کا گھر کہ جس کو اس نے لوگوں کے لئے قبلہ قرار دیا ہے کہ کسی ایک سے بھی اس کے علاوہ کی طرف رُخ کرنے کو قبول نہیں کرے گا اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عترت۔''

(۵۲) ☆ دو والد کی نافرمانی کرنا، دو مولا سے فرار اختیار کرنا اور دو نگہبانوں کو کھو دینا کے معانی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابو محمد عمار بن حسین۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن عصمہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد طبری نے مکہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن فضل نے، انہوں نے محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب قرشی سے، انہوں نے ابن سلیمان سے، انہوں نے حمید الطویل سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس اس مہینے میں تھا کہ جس میں آپ علیہ السلام نے شہادت پائی اور وہ ماہ رمضان تھا، پس امام علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام کو بلایا اور پھر ارشاد فرمایا: ''اے ابا محمد! منبر پر جاؤ اور اللہ تعالی کی کثیر حمد بجالاؤ اور اس کی ثناء کرو اور اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین انداز سے ذکر کرو اور کہو: اللہ کی لعنت ہو ایسے بیٹے پر جو اپنے دو والد کی نافرمانی کرے، اللہ کی لعنت ہو ایسے بیٹے پر کہ جو اپنے دو والد کی نافرمانی کرے، اللہ کی لعنت ہو ایسے بیٹے پر جو اپنے دو والد کی نافرمانی کرے، اللہ کی لعنت ہو ایسے غلام پر جو اپنے دو آقاؤں سے فرار اختیار کرے، اللہ کی لعنت ہو اس گوسفند پر جو اپنے دو نگہبانوں کو کھو بیٹھے، اور پھر نیچے اتر آؤ۔'' جب امام حسن علیہ السلام اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگ آپؑ کے نزدیک جمع ہو گئے اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین کے فرزند، اے ہمارے نبی رسول اللہؐ کی بیٹی کے بیٹے! [اس کا جواب کیا ہے؟]، پس آپؑ نے فرمایا: ''اس کا جواب امیر المؤمنین علیہ السلام دیں گے۔'' پس امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک نماز میں تھا کہ آپؐ نے نماز پڑھی اور پھر اپنے داہنے ہاتھ کو میرے داہنے ہاتھ کی طرف مارا، پھر اس ہاتھ کو کھینچا اور اپنے سینۂ مبارک کی طرف انتہائی شدّت کے ساتھ ملایا اور پھر مجھ سے فرمایا: یا علی، میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہؐ!، آپؐ نے فرمایا: میں اور تم اس امّت کے دو باپ ہیں، پس اللہ لعنت کرے اس شخص پر جو ہماری نافرمانی کرے، تم کہو: آمین، میں نے کہا: آمین، پھر آپؐ نے فرمایا: میں اور تم اس امّت کے دو مولا ہیں، پس اللہ لعنت کرے اس شخص پر کہ جو ہم سے فرار اختیار کرے، تم کہو: آمین، میں نے کہا: آمین، پھر آپؐ نے فرمایا: میں اور تم اس امّت کے دو نگہبان ہیں، پس اللہ لعنت کرے اس شخص پر کہ جو ہم کو کھو دے، تم کہو: آمین، میں نے کہا: آمین۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے دو کہنے والوں کو سنا کہ جو میرے ساتھ آمین کہہ رہے تھے، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرے ساتھ آمین کہنے والے یہ کون ہیں؟، آپؐ نے فرمایا: جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام۔''

(۵۳) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: میں جواں مرد ہوں، جواں مرد کا بیٹا ہوں اور جواں مرد کا بھائی ہوں - کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا حسن بن احمد بن ادریس - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے محمد ابن حسین بن ابی الخطّاب، یعقوب بن یزید اور محمد بن ابی الصہبان سے، ان تمام نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جد علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ رداءِ مُمَشَّق (سرخ رنگ کے گلاب کے رنگ سے رنگین رداء) کے ساتھ باہر تشریف فرما ہوئے، تو اس نے کہا: اے محمدؐ! آپؐ تو میری طرف اس طرح باہر آئے جیسے جواں مرد ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، اے اعرابی، میں جواں مرد ہوں، جواں مرد کا بیٹا ہوں، جواں مرد کا بھائی ہوں۔'' اس نے کہا: اے محمدؐ! جہاں تک آپؐ کے جواں مرد ہونے کا تعلق ہے وہ تو ہاں، مگر آپؐ جواں مرد کے بیٹے اور جواں مرد کے بھائی کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''کیا تو نے اللہ عزّ وجلّ کا یہ فرمان سنا کہ: ''قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال له ابراھیم'' (ان لوگوں نے بتایا کہ ایک جواں مرد ہے جو ان کا ذکر کیا کرتا ہے اور اسے ابراہیم کہا جاتا ہے) (سورۂ انبیاء: آیت-۶۰) تو میں ابراہیمؑ کا بیٹا ہوں، اور جہاں تک تعلق جواں مرد کے بھائی کا ہے تو یقیناً منادی نے (جنگ) احد کے دن آسمان میں نداء دی تھی کہ: لا سیف الاّ ذوالفقار لا فتی الاّ علی (کوئی تلوار نہیں ہے سوائے ذوالفقار کے اور کوئی جواں مرد نہیں ہیں سوائے علی کے) پس علی میرا بھائی ہے اور میں اس کا بھائی ہوں۔''

(۵۴) ☆ بزرگواری اور مروت کے معنی ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے ابوقتادہ قمّی سے کہ جنہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف، راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام کے پاس ہم بزرگواری کے متعلق مذاکرہ کر رہے تھے، اس وقت آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ بزرگواری فسق اور فجور سے حاصل ہوسکتی ہے؟ بزرگواری فقط نام ہے کھانا رکھ دینے کا، بخشش کو عطا کرنے کا، نیک اور اچھے کاموں کو انجام دینے کا اور لوگوں کو اذیّت پہنچانے سے باز رہنے کا۔ جہاں تک تعلق فسق و فجور کا ہے (کہ جس کو لوگ بزرگواری و شرافت کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں) تو یہ تو فقط فریب اور عیاشی ہے۔'' پھر آپؑ نے فرمایا: ''مُرُوَّت کیا چیز ہے؟'' ہم نے عرض کیا: ''ہم نہیں جانتے'' آپؑ نے فرمایا: ''مروت، قسم بخدا! مرد کا اپنے کھانے کو

دروازے کی چوکھٹ پر رکھ دینے کا نام ہے۔" (تا کہ ہر گزرنے والا اس سے فائدہ اٹھا سکے)

(۵۵) ☆ابوتراب کے معنی☆

ا۔[میرے والد- رحمہ اللہ- نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے ابوقتادہ قمّی سے انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف اور] ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان العدل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو الحسن عبدی نے، انہوں نے سلیمان بن مہران سے، انہوں نے عبایۃ بن ربعی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کی کنیت ابوتراب کیوں رکھی؟ ابن عباس نے کہا: چونکہ علی علیہ السلام صاحب الارض ہیں اور پیغمبرؐ کے بعد اہل ارض کے اوپر اللہ کی حجّت ہیں، انہی کی وجہ سے زمین کی بقاء ہے اور انہی کی جانب اس کا سکون و برقرار رہنا (محتاج) ہے، اور یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا اور کافر دیکھے گا کہ اللہ تبارک وتعالی نے علیؑ کے شیعہ کے لئے کیا ثواب، مرتبہ اور کرامت آمادہ کی ہے تو وہ کہے گا: "یا لیتنی کنت ترابا" (اے کاش میں تراب ہوتا) یعنی اے کاش میں علیؑ کا شیعہ ہوتا (یعنی تراب کا معنی شیعہ اور ابوتراب کا معنی شیعوں کا سرپرست) اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے کہ "و یقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا" (اور کافر کہے گا اے کاش میں تراب ہوتا) (سورۂ نبا: آیت-۴۰)

(۵۶) ☆امیر المؤمنین علیہ السلام کے فرمان:

میں زید بن عبد مناف بن عامر بن عمرو بن المغیرہ بن زید بن کلاب ہوں- کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا علی بن عیسی مجاور- رضی اللہ عنہ- نے کوفہ کی ایک نشست میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن بندار نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن علی مقری سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مالک ابن عطیّہ سے، انہوں نے ثویر بن سعید سے، انہوں نے اپنے والد سعید بن علاقہ سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام بصرہ کے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: "اے لوگوں! تم لوگ میرے نسب بیان کرو، پس تم میں سے جو جانتا ہے اسے چاہئے کہ بیان

کرے ورنہ میں خود اپنا نسب بیان کرتا ہوں۔ میں زید بن عبد مناف بن عامر بن عمرو بن المغیرہ بن زید بن کلاب ہوں۔" اس موقع پر ابن کوا ء کھڑا ہوا اور امام علیہ السلام سے عرض کیا: اے علیؑ ! میں تو آپؑ کے لئے اس کے علاوہ نسب نہیں جانتا ہوں کہ آپؑ علی بن ابی طالب ابن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہیں۔ پس امام علیہ السلام نے فرمایا: "اے لکع (فرومایہ)! بیشک میرے پدر بزرگوار نے میرا نام زید رکھا اپنے جد "قصی" کے نام پر اور میرے پدر بزرگوار کا نام عبد مناف تھا مگر ان کی کنیت نے ان کے نام پر غلبہ حاصل کرلیا تھا (اور ابو طالب سے معروف ہوگئے)، اور بیشک عبد المطلب کا نام "عامر" تھا مگر لقب نے نام پر غلبہ حاصل کرلیا تھا (اور عبد المطلب کے نام سے معروف ہوگئے)، اور ھاشم کا نام "عمرو" تھا مگر لقب نام پر غالب آگیا تھا اور عبد مناف کا نام "المغیرہ" تھا مگر (یہاں پر بھی) لقب نام پر غالب آگیا تھا اور بیشک قصی کا نام زید تھا مگر عربوں نے ان کا نام قُصَی رکھ دیا چونکہ انہوں نے دور کے شہروں کے لوگوں کو مکّہ کی طرف بلایا (اور وہاں آباد کردیا اور چونکہ دور کو عربی میں "اقصی" کہتے ہیں تو اس سے لقب قصی پڑا) پھر لقب اسم پر غالب آگیا۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا حاکم ابو حامد احمد بن حسین بن حسن بن علی نے بلخ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد المؤمن بن خلف نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حسن بن مہران اصبہانی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حسن بن حمزہ بن حماد بن بہرام فارسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو القاسم بن ابان قزوینی نے، انہوں نے ابو بکر ہذلی سے، انہوں نے حسن بن ابی الحسن بصری سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: "اے لوگو! تم لوگ میرا نسب بیان کرو، جو مجھے جانتا ہے اسے چاہئے کہ میرا نسب بیان کرے ورنہ میں خود نسب بیان کرتا ہوں، میں زید بن عبد مناف بن عامر بن عمرو بن المغیرہ بن زید ابن کلاب ہوں۔" اس موقع پر ابن کوا ء کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے علیؑ ! میں تو آپؑ کے لئے اس کے علاوہ نسب نہیں جانتا ہوں کہ آپ علی بن ابی طالب ابن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "یا لکع! بیشک میرے پدر بزرگوار نے میرا نام "زید" رکھا ہے اپنے جد "قصی" کے نام پر، اور بیشک میرے پدر بزرگوار کا نام "عبد مناف" تھا مگر کنیت اسم پر غالب آگئی (اور ابو طالب سے مشہور ہوگئے) اور بیشک عبد المطلب کا نام "عامر" تھا پس لقب نے اسم پر غلبہ حاصل کرلیا اور ھاشم کا نام "عمرو" تھا مگر لقب نے اسم پر غلبہ حاصل کرلیا، عبد مناف کا نام "المغیرہ" تھا پس لقب نے اسم پر غلبہ حاصل کرلیا، اور قصی کا نام "زید" تھا مگر عربوں نے ان کا نام قصی رکھ دیا چونکہ انہوں نے دور کے شہروں (کی آبادی) کو مکہ سے قریب کیا تھا، پس اسم نے لقب پر غلبہ حاصل کرلیا۔" فرمایا: "اور عبد المطلب کے لئے دس نام ہیں، جن میں سے: عبد المطلب، شیبہ اور عامر ہیں۔"

(۵۷) ☆ آل یاسین کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالوھّاب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالباقی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن عبدالغنی [انہوں نے کہا:] المغانی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرزاق نے، انہوں نے مندل سے، انہوں نے کلبی سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "سلام علی آل یاسین" کے سلسلے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے: سلام عالمین کے پروردگار کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اوران کی آل پر اور قیامت میں سلامتی ان کے لئے کہ جو محمدؐ و آل محمدؐ سے دوستی رکھتے ہیں۔"

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابواحمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ جلودی بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سہل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خضر بن ابی فاطمہ بلخی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا وھب بن نافع نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا کادح نے، انہوں نے الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے، انہوں نے علی علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "سلام علی آل یاسین" کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور ہم آل یاسین ہیں۔"

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابواحمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ جلودی بصری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حسین بن معاذ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن داود نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حکم بن ظہیر نے، انہوں نے سندی سے، انہوں نے ابومالک سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "سلام علی آل یاسین" کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور ہم آل یاسین ہیں۔" ﴿ابومالک سے نقل یہ روایت بظاہر اہل بیت علیہم السلام کے کسی فرد سے نقل شدہ ہونی چاہیئے ورنہ "ہم آل یاسین ہیں" کا معنی غیر واضح ہو جائے گا۔﴾

۴۔ہم سے بیان کیا میرے والد -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن حسن المؤدّب نے، انہوں نے احمد بن علی اصبہانی نے، انہوں نے ابراہیم بن محمد ثقفی سے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی احمد بن ابی عمر[ة] نہدی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے محمد بن السائب سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابن عبّاس سے، انہوں نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "سلام علی آل یاسین" کے سلسلے میں فرمایا: "(علیٰ آل یاسین سے مراد) علیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔"

۵۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ

جلودی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سہل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن معمر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن داھر الاحمری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا اعمش نے، انہوں نے یحیٰ بن وثاب سے، انہوں نے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے کہ بیشک عمر بن الخطاب پڑھا کرتے تھے: سلام علی آل یاسین۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے کہا کہ: ''آل یاسین آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

(۵۸) ☆اس حدیث کے معنی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی گئی کہ: ''تم ایّام سے دشمنی مت کرو ورنہ وہ تم سے دشمنی کریں گے'' ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے عبداللہ ابن احمد موصلی سے، انہوں نے صقر بن ابی دلف سے، انہوں نے کہا کہ جب متوکل نے ہمارے سید و سردار امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو (سامرہ) بلایا تھا تو اس وقت میں امام علیہ السلام کی خبر پرسی کے لئے روانہ ہوا۔ صقر کہتے ہیں کہ میری طرف زراقی کی نگاہ پڑی جو متوکل کا دربان تھا، اس نے داخل ہونے کا اشارہ کیا، میں اس کے پاس پہنچا تو وہ بولا: اے صقر! تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: خیر ہے، اے استاد!، اس نے کہا: بیٹھ جاؤ، پس میں (بیٹھ کر) گذشتہ اور آئندہ کے بارے میں سوچنے لگا اور (اپنے آپ سے) کہا: میں نے (یہاں) آنے میں خطا کی ہے۔ صقر کہتے ہیں: جب اس کے یہاں سے لوگ چلے گئے تو اس نے مجھے کہا: کیا حال ہے تیرا؟ اور کس لئے آئے ہو؟ میں نے کہا: مختصر کام سے۔ وہ بولا: شاید تم آئے ہو، تاکہ اپنے مولا کے متعلق دریافت کرو؟ میں نے اس سے کہا: کون ہے میرے مولا؟ میرے مولا تو امیر المؤمنین (حاکم وقت) ہے۔ اس نے کہا: خاموش ہو جا، تیرے مولا ہی حق ہیں، تو مجھ سے ڈر مت، یقیناً میں بھی تمہارے راستے پر ہی ہوں۔ میں نے کہا: الحمدللہ، اس نے کہا: کیا تو انؑ کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اس نے کہا: بیٹھ، جب تک کہ ان کے پاس سے مامور شخص نکل آئے۔ صقر کہتے ہیں: میں بیٹھ گیا، جب وہ نکل گیا تو دربان نے اپنے لڑکے سے کہا: صقر کے ہاتھ کو پکڑ اور اس کو اس زندان کی جانب داخل کر دے کہ جس میں علوی قیدی موجود ہے اور دونوں کو تنہا چھوڑ دے۔ صقر کہتے ہیں: پس اس نے مجھے اس زندان میں داخل کر دیا اور ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا تو میں اس میں داخل ہو گیا۔

صقر کہتے ہیں: میں نے اچانک دیکھا کہ آپ علیہ السلام ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں جبکہ آپ علیہ السلام کے سامنے کھودی ہوئی تیار قبر (موجود) ہے۔ صقر کہتے ہیں: میں نے تسلیم عرض کی، آپؑ نے جواب تسلیم دیا، مجھے بیٹھنے کا حکم فرمایا اور پھر مجھ سے ارشاد فرمایا: اے صقر! کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے سید و سردار! اس لئے آیا ہوں تاکہ آپؑ کی خیریت معلوم کروں۔ صقر کہتے ہیں: پھر میں نے قبر کی

طرف نگاہ کی تو میں نے گریہ کیا، امام علیہ السلام نے میری طرف نگاہ فرمائی اور فرمایا: اے صقر! تم پر کوئی برائی نہیں ہے، وہ لوگ ہرگز ہم تک کوئی برائی نہیں پہنچا سکیں گے، میں نے عرض کیا: الحمد للہ، پھر میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! ایک حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے روایت کی گئی ہے۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کے معنی کیا ہیں؟، [پس] امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کونسی ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان کہ: ''تم ایام سے دشمنی مت کرو ورنہ وہ تم سے دشمنی کریں گے۔'' اس کے کیا معنی ہیں؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، ایام (سے مراد) ہم ہیں جب تک کہ آسمان اور زمین قائم ہیں، پس ''سبت'' (سنیچر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے موسوم ہے؛ اور ''احد'' (اتوار) امیر المؤمنین علیہ السلام سے، اور اثنین (سوموار) حسن و حسین علیہما السلام سے، اور ''ثلاثہ'' (منگل) علی بن حسین، محمد بن علی اور جعفر بن محمد علیہم السلام سے، اور ''اربعاء'' (بدھ) موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ اور محمد بن علی علیہم السلام اور مجھ سے، اور ''خمیس'' (جمعرات) میرے بیٹے حسن علیہ السلام سے اور جمعہ میرے بیٹے کے بیٹے سے اور اسی کی طرف حق (والوں) کی جماعت مجتمع ہوگی اور وہی ہے جو زمین کو انصاف اور عدل سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح سے وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہوگی، اور یہ ایام کا مطلب ہے پس تم ان سے دنیا میں دشمنی نہ کرو تو وہ تم سے آخرت میں عداوت نہیں کریں گے۔'' پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جاؤ اور نکلو کہ تمہارے لئے یہ محفوظ جگہ نہیں ہے۔''

(۵۹) ☆اس درخت کے معنی جس سے آدمؑ اور حواء نے کھایا تھا☆

۱۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن قتیبہ نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان سے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام الرضا علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! مجھے آپؑ اس درخت کے بارے میں آگاہ فرمائیے کہ جس سے آدمؑ اور حواءؑ نے کھایا تھا، وہ کونسا درخت تھا؟ لوگ یقیناً اس سلسلے میں اختلاف کا شکار ہیں، پس ان میں سے بعض روایت کرتے ہیں کہ یہ گندم کا تھا، اور بعض روایت کرتے ہیں کہ یہ انگور کا تھا، اور بعض روایت کرتے ہیں کہ یہ حسد کا تھا۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ تمام حق ہیں۔'' میں نے عرض کیا: تو ان مختلف معانی کی کیا وجہ ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اے ابا صلت! بیشک جنّت کا درخت کئی اقسام کا حامل ہوتا ہے، تو وہ گندم کا درخت تھا اور اس میں انگور بھی تھے وہ دنیا کے درخت کی مانند نہیں تھا اور بیشک جب اللہ- کہ جس کا ذکر بلند ہے- نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروا کر اور جنّت میں داخل فرما کر عزّت و اکرام بخشا، تو انہوں نے اپنے آپ سے کہا: کیا اللہ نے مجھ سے افضل کسی بشر کو خلق کیا ہے؟، اللہ عزّ وجلّ کو معلوم تھا کہ جو ان کے نفس میں (خیال) واقع ہوا، پس پروردگار نے ندا دی: اے آدم! اپنے سر کو اوپر اٹھاؤ اور گوشۂ عرش کی طرف نگاہ کرو، پس آدمؑ نے اپنے سر کو بلند کیا اور گوشۂ عرش کی طرف نگاہ کی تو اس پر لکھا ہوا پایا: ''کوئی خدا نہیں ہے سواء اللہ کے، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، علی ابن ابی طالبؑ امیر المؤمنین ہیں،

آپؐ کی زوجہ فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنؑ اور حسینؑ اہل جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ پس آدمؑ نے عرض کیا: اے پروردگار! یہ لوگ کون ہیں؟ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: اے آدم! یہ تیری ذریّت ہیں اور یہ تم سے اور میری تمام مخلوق سے زیادہ بہتر (وافضل) ہیں، اور اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں خلق کرتا نہ جنّت کو خلق کرتا نہ (جہنم کی) آگ کو، نہ آسمان کو اور نہ زمین کو، تم ان کی جانب حسد کی آنکھ سے دیکھنے سے بچو، پس (اگر تم نہ بچے تو) میں تمہیں اپنے جوار سے نکال دوں گا۔'' پس آدمؑ نے ان کی جانب حسد کی آنکھ سے نگاہ کی اور ان کی منزلت کی تمنا کی تو شیطان ان پر مسلط ہو گیا یہاں تک کہ انہوں نے اس درخت میں سے کچھ کھالیا جس سے پروردگار نے روکا تھا اور شیطان نے حواء پر تسلط حاصل کرلیا تو انہوں نے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی جانب حسد کی آنکھ سے دیکھا یہاں تک کہ انہوں نے (بھی) درخت سے کچھ کھالیا جس طرح سے آدمؑ نے کھایا تھا تو اللہ نے ان دونوں کو اپنی جنّت سے نکال دیا اور اپنے جوار سے زمین کی جانب نیچے اتار دیا۔''

(۶۰) ☆ان کلمات کے معنی جو آدمؑ نے اپنے ربّ سے سیکھے جن پر انہوں نے توبہ کی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا علی بن فضل بن عبّاس بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ میں نے پڑھا احمد بن محمد بن سلیمان بن حارث کے ساتھ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن خلف عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین الاشقر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عمرو بن ابی المقدام نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا کہ جو آدم نے اپنے ربّ سے سیکھے جس پر انہوں نے توبہ کی۔ فرمایا: آدمؑ نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے حق کے واسطے سے سوال کیا کہ پروردگار تو میری توبہ قبول فرما پس اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے عبّاس بن معروف سے، انہوں نے بکر بن محمد سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوسعید مدائنی نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فتلقّی آدم من ربّہ کلمات'' (پھر آدم نے پروردگار سے کلمات کی تعلیم حاصل کی) (سورۂ بقرہ۔ آیت۔۳۷) کے بارے میں فرمایا: آدمؑ نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے حق کے واسطے سے (توبہ کا) سوال کیا۔''

(۶۱) ☆ ''کلمات التقویٰ'' کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ نے مدینۃ السلام میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم بن زکریا ابوعبداللہ اور حسین بن علی سلولی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن سلولی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صالح بن ابی الاسود نے، انہوں نے ابوالمظفر مدینی سے، انہوں نے سلام الجعفی سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد الباقر علیہ السلام سے، آپ علیہ السلام نے ابو بردہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ عزّ وجلّ نے علیؑ کے سلسلے میں ایک عہد کا وعدہ لیا۔ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! اس (عہد) کو میرے لئے روشن فرما، پروردگار نے فرمایا: سن، میں نے عرض کیا: میں سن رہا ہوں، فرمایا: بیشک علی ہدایت کا پرچم ہے، میرے دوستوں کا امام ہے، میرے اطاعت گزاروں کا نور ہے، یہ وہ کلمہ ہے کہ جس کو میں نے متقیوں کے لئے لازم کردیا ہے، جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔''

(۶۲) ☆ ان کلمات کے معنی جن کے ذریعے ابراہیمؑ کا ان کے ربّ نے امتحان لیا تو انہوں نے پورا کردیا ☆

ا۔ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حمزہ بن قاسم علوی عبّاسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مالک کوفی فزاری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن زید الزّیات نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زیاد الازدی نے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و اذ ابتلی ابراھم ربّہ بکلمات'' (اور جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیم کا امتحان لیا) (سورۂ بقرہ: آیت-۱۲۴) یہ کلمات کیا ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہی کلمات ہیں جو آدمؑ نے اپنے ربّ سے سیکھے تھے جس پر انہوں نے توبہ کی اور آدمؑ نے عرض کیا: اے پروردگار! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے حق کے واسطے سے کہ تو میری توبہ قبول فرما، پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی کہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔'' میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! تو اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''اتمھنّ'' (انہوں نے پورا کردیا) کے کیا معنی ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یعنی انہوں نے ان کو پورا کردیا قائم علیہ السلام تک کے لئے بارہ اماموں کو نو اولاد حسین علیہ السلام سے ہیں۔'' مفضّل کہتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! آپؑ مجھے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و جعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ''

(اورانہوں نے اپنی نسل میں ایک کلمہ باقیہ قرار دیا) (سورۂ زخرف-۴۳: آیت ۲۸) کے متعلق باخبر کیجئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یعنی یہ امامت ہے کہ اللہ نے جس کو حسینؑ کی اولاد میں قیامت کے دن تک کے لئے قرار دیا ہے۔'' راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! یہ کیسے ہوا کہ امامت حسینؑ کی اولاد میں منتقل ہوگئی حسنؑ کی اولاد میں نہ ہوئی جبکہ دونوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند اور آپؐ کے نواسے اور اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک موسیٰؑ اور ھارونؑ دونوں نبی، رسول اور بھائی تھے، پس اللہ نے نبوت کو ھارون کی صلب میں قرار دیا موسیٰ کی صلب میں نہیں اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ: اللہ نے ایسا کیوں کیا؟ بیشک امامت اللہ عزّ وجلّ کی خلافت ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ: کیوں اللہ نے حسینؑ کے صلب میں قرار دیا اور حسنؑ کے صلب میں نہیں قرار دیا چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اپنے کاموں میں حکیم ہے اس کے فعل کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا جبکہ لوگ (اس قابل ہیں کہ) ان سے سوال کیا جائے۔''

اللہ تعالیٰ کے قول: ''و اذ ابتلی ابراھم ربّہ بکلمات فاتمھنّ'' کے لئے ایک اور معنی بھی ہے اور وہ معنی جو ذکر کئے گئے وہ اس کے اصلی معنی ہیں۔ امتحان کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے ایک اللہ - کہ جس کا ذکر بلند ہے - پر محال ہے اور دوسری قسم جائز ہے۔ جہاں تک تعلق اس قسم کا ہے جو محال ہے وہ یہ ہے کہ خدا بندے کی آزمائش کرے تاکہ اُس بات کو جان لے کہ جو ایام اس شخص کے متعلق ظاہر کرنے والے ہیں، یہ قسم (پروردگار کے امتحان کی قسم بننے کی) صلاحیت نہیں رکھتی چونکہ اللہ عزّ وجلّ پوشیدہ باتوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے؛ اور امتحان کی دوسری قسم یہ ہے کہ پروردگار اس کو مبتلا کرے اور وہ اس بلا وامتحان پر صبر کرے، پس پروردگار اب اس کو جو نعمت بخشے گا وہ اس کے مستحق ہونے کی وجہ سے ہوگی اور یہ امتحان اس وجہ سے ہوگا تاکہ دیکھنے والا اس کی طرف نگاہ کرے اور اس صبر میں اسکی پیروی کرے۔ تو معلوم ہوگیا کہ اللہ عزّ وجلّ کی حکمت میں سے ہے کہ وہ اسباب امامت کو یکجا نہیں کرتا سوائے اس کی جانب کہ جو مختلف اوقات میں ظاہر ہونے والی آزمائشوں پر مضبوطی دکھانے والا اور مستقل مزاج ہو۔

(۱) جہاں تک ''کلمات'' کا تعلق ہے تو ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

(۲) اور ان میں سے دوسرا یقین ہے اور اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول متوجہ کر رہا ہے کہ: وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین ''اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کے اختیارات دکھلاتے ہیں اور اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل ہو جائے۔'' (سورۂ انعام - آیت - ۷۵)۔

(۳) اور ان میں سے تیسرا خدائے باری تعالیٰ کے قدیم ہونے کی، اس کی وحدانیت کی، اس کے تمام اقسام کی شباہتوں سے پاک ہونے کی معرفت ہے یہاں تک کہ جب ابراہیمؑ نے ستاروں، چاند اور سورج کی طرف نگاہ فرمائی تو آپؑ نے ان میں سے ہر ایک کے ڈھلنے اور غروب ہو جانے کے ذریعے ان کے حادث ہونے پر استدلال قائم کیا اور ان کے حادث ہونے کے ذریعے سے ان کو حدوث ووجود بخشنے والے محدث پروردگار کے وجود پر استدلال قائم کیا۔ پھر ابراہیمؑ نے (قوم کو سمجھانے کی خاطر) اپنے آپ کو (مخاطب کر کے) آگاہ کر دیا کہ نجوم کے

لئے (خدا کا) حکم لگانا خطا و غلطی ہے جیسے کہ اس بات کی طرف اللہ عزّ وجلّ کا قول متوجہ کررہا ہے:"فنظر نظرة فی النجوم ☆ فقال انّی سقیم" (پھر ابراہیم نے ستاروں میں دقتِ نظر سے کام لیا اور کہا کہ میں بیمار ہوں) (سورۂ صافات-آیات-۸۸،۸۹)۔اور اللہ سبحانہ نے یہاں پر ایک نظر کی بات کہی چونکہ ایک نظر و نگاہ خطا کا سبب نہیں بنتی ہے بلکہ دوسری نگاہ کے بعد خطا کا موجب بنتی ہے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول دلالت کررہا ہے کہ جب آپؐ نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرمایا:"اے علی! پہلی نگاہ تمہارے فائدہ میں ہے اور دوسری نگاہ تمہارے نقصان میں ہے نہ کہ تمہارے فائدے میں۔"

(۴) ان میں سے ایک شجاعت ہے اور یقیناً زمانے کے حالات نے اس بات کو روشن کردیا کہ جس پر اللہ عزّ وجلّ کے قول کی دلیل موجود ہے:اذقال لا بیه وقو مه ما هذه التما ثیل التی انتم لها عاکفون. قالوا وجدنا اٰبائونا لها عابدین. قال لقد کنتم انتم واٰبائو کم فی ضلال مبین. قالوا اجئتنا بالحق ام انت من اللاعبین. قال بل ربکم رب السمٰوت والارض الذی فطرهن وانا علیٰ ذٰلکم من الشا هدین .وتاللّٰہ لا کیدن اصنامکم بعد ان تو لوا مدبرین . وجعلهم جذاذاً الا کبیراً لهم لعلهم الیه یرجعون. "جب انہوں نے اپنے مربی باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے گرد تم حلقہ باندھے ہوئے ہو☆ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو بھی انہی کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے☆ ابراہیم نے کہا کہ یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی ہوئی گمراہی میں ہو☆ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کوئی حق بات لے کر آئے ہیں یا خالی کھیل تماشہ ہی کرنے والے ہیں☆ ابراہیم نے کہا کہ تمہارا حقیقت میں رب وہی ہے جو آسمان و زمین کا ربّ ہے اور اسی نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور میں اسی بات کے گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں☆ اور خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کے بارے میں تمہارے چلے جانے کے بعد کوئی تدبیر ضرور کروں گا☆ پھر ابراہیمؑ نے ان کے بڑے کے علاوہ سب کو چور چور کردیا کہ شاید یہ لوگ پلٹ کر ان کے پاس آئیں☆" (سورۂ انبیاء-آیات-۵۲تا۵۸)۔صرف ایک اکیلے مرد کا اللہ عزّ وجلّ کے ہزاروں بندوں کے سامنے مضبوطی دکھانا شجاعت کا کمال ہے۔

(۵) پھر حلم اس کے معنی کو شامل کرلیتا ہے جیسے کہ اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے:ان ابراهیم لحلیم اوّاه" منیب. "بیشک ابراہیم بہت ہی دردمند اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے" (سورۂ ہود-آیت-۷۵)

(۶) پھر سخاوت ہے کہ جس کو بیان کیا گیا ہے: هل اتک حدیث ضیف ابراهیم المکرمین. "کیا تمہارے پاس ابراہیم کے محترم مہمانوں کا ذکر پہنچا ہے" (سورۂ ذاریات-آیت-۲۴)

(۷) پھر گھر والوں اور رشتہ داروں سے دوری جیسا کہ یہ معنی اس آیت میں شامل ہیں: فلما اعتزلهم وما یعبدون من دون اللہ "پھر جب ابراہیمؑ نے انہیں اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا" (سورۂ مریم-آیت ۴۹)

(۸) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ،اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا.یا ابت انی قدجآء نی من العلم مالم یا تک فاتبعنی اهدک صراطً سویا. یا ابتِ لا تعبد الشیطٰن.

ان الشیطٰن کان الرّحمٰن عصیا، یا ابت انی اخاف ان یمسک عذ اب من الرحمٰن فتکون للشیطٰن ولیاً. ''اے میرے مربی باپ! ایسے کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کسی کے کام آنے والا ہے☆ میرے پاس وہ علم آچکا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے لہذا آپ میری اتباع کریں میں آپ کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردوں گا☆ بابا شیطان کی اطاعت نہ کیجئے کہ شیطان رحمان کی نافرمانی کرنے والا ہے☆ بابا مجھے یہ خوف ہے کہ آپ کو رحمان کی طرف سے کوئی عذاب اپنی گرفت میں نہ لے لے اور آپ شیطان کے دوست قرار پائیں☆'' (سورۂ مریم: آیات-۴۲ تا ۴۵)

(۹) برائی کا اچھائی سے بدلہ دینا اور یہ اس وقت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام سے ان کے مربی باپ نے کہا: اراغب انت عن الھتی یآبراھیم لئن لم تنتہ لا رجمنک واھجرنی ملیا. ''کیا تم میرے خداؤں سے کنارہ کشی کرنے والے ہو تو یاد رکھو کہ اگر تم اس روش سے باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا اور تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔'' (سورۂ مریم: آیت-۴۶) تو اپنے مربی باپ کو جواب میں آپؑ نے فرمایا: سَلٰم علیک سا ستغفر لک ربی. انہ کان بی حفیاً۔ ''سلامتی ہو آپ پر، میں عنقریب اپنے ربّ سے آپ کے لئے مغفرت طلب کروں گا کہ وہ میرے حال پر بہت مہربان ہے۔'' (سورۂ مریم: آیت-۴۷)

(۱۰) توکّل کہ جس کا بیان (قران میں) ابراہیمؑ کی زبانی ہے: الذی خلقتنی فھو یھدین. والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین. والذی یمیتنی ثم یحیین. والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین ''جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور پھر وہی ہدایت بھی دیتا ہے☆ وہی کھانا دیتا ہے اور وہی پانی پلاتا ہے☆ اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے☆ وہی موت دیتا ہے اور پھر وہی زندہ کرتا ہے☆ اور اسی سے یہ امید ہے کہ روز حساب میری خطاؤں کو معاف کردے☆'' (سورۂ شعرا: آیات: ۷۸ تا ۸۲)

(۱۱) پھر حکمت اور صالحین سے منسوب ہونا جیسا کہ (قران میں) ابراہیمؑ کا جملہ ہے: رب ھب لی حکماً والحقنی با لصالحین ''خدایا مجھے علم وحکمت عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کردے۔'' (سورۂ شعرا: آیت-۸۳) یعنی ایسے صالحین کے ساتھ کہ جو فیصلہ نہیں کرتے مگر اللہ عزّ وجلّ کے حکم کے مطابق اور جو اپنی آراء اور اپنی قیاس کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے حق میں ان کے سچے ہونے کی بعد آنے والی حجتیں بھی گواہی دیتی ہیں کہ جس کا بیان (قران میں) ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے کہ: واجعل لسان صدق فی الآخرین ''اور میرے لئے آئندہ نسلوں میں سچی زبان اور ذکر خیر قرار دے۔'' (سورۂ شعرا: آیت-۸۴) اور انہوں نے اپنی دعا میں اس امّت فاضلہ میں سچی زبان کا ارادہ کیا تھا تو اللہ تعالی نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کے لئے اور ان کے علاوہ اپنے دیگر انبیاء کے لئے آنے والی نسلوں میں سچی زبان کو قرار دیا اور وہ علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہیں کہ جو اللہ تعالی کے اس قول کے مطابق ہے: ''و جعلنا لھم لسان صدق علیّا'' (اور ہم نے ان کے لئے صداقت کی بلند ترین زبان قرار دے دی) (سورۂ مریم: آیت-۵۰)

(۱۲) پھر اپنی جان کے سلسلے میں آزمائش کہ جب آپؑ کو منجنیق میں رکھا گیا اور اس کے ذریعے سے آگ میں پھینکا گیا۔

(۱۳) پھر بیٹے کے سلسلے میں آزمائش کہ جب ان کے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۱۴) پھر اپنی اہلیہ کے مسئلہ میں آزمائش کے جب اللہ نے ان کی حرمت واحترام کو عرارۃ القبطی کے ہاتھ سے چھڑا دیا اس روایت کی نبیاد پر کہ جو اس قصے کے سلسلے میں نقل کی گئی ہے۔

(۱۵) پھر سارہ کی بداخلاقی پر صبر۔

(۱۶) پھر اطاعت میں انکساری کا اظہار جیسا کہ (قران میں) آپ کا جملہ ہے: ولا تخزنی یوم یبعثون "اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جب سب قبروں سے اٹھائے جائیں گے" (سورۂ شعرا: آیت-۸۷)

(۱۷) پھر برائیوں سے دور ہونا جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کے قول میں ہے: ما کان ابراھیم یھودیاً ولا نصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماً وما کان من المشرکین "ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی، وہ مسلمان حق پرست اور باطل سے کنارہ کش تھے اور وہ مشرکین میں سے ہرگز نہیں تھے۔" (سورۂ آل عمران: آیت-۶۷)

(۱۸) پھر کلمات کی تمام شرائط کا اجتماع اس قول میں کہ: ان الصلاتی و نسکی و محیایٰ و مماتی للہ رب العالمین۔ "میری نماز، میری عبادتیں، میری زندگی، میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔" (سورۂ انعام: آیت-۱۶۲) تو یقیناً اس قول میں کہ "میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے" میں اطاعت کی تمام کی تمام شرائط جمع ہوگئی ہیں یہاں تک کہ کلمات کے متعلق دور رہنے والی کوئی چیز نہ دور رہی اور ان کے معانی کے متعلق غائب رہنے والی کوئی چیز نہ غائب رہی، پھر اللہ عزّ وجلّ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا کہ جب انہوں نے عرض کیا: رب ارنی کیف تحیِ الموتیٰ "پروردگار مجھے یہ دکھادے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔" (سورۂ بقرہ: آیت-۲۶۰)

یہ آیت متشابہ ہے، اس کا مطلب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیفیت کے متعلق سوال کیا، اور کیفیت اللہ عزّ وجلّ کے افعال میں سے ہے کہ جب کوئی صاحب علم اس (کیفیت کی حقیقت) کو نہ جانتا ہو تو کوئی عیب اس سے ملحق نہیں قرار پاتا اور نہ (ہی اس کے نہ جاننے سے) پروردگار کی توحید میں کوئی نقص عارض ہوتا ہے۔

پس اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: اولم تو من قال بلیٰ "کیا تمہارا ایمان نہیں ہے۔ عرض کیا ایمان تو ہے۔" (سورۂ بقرہ: آیت-۲۶۰) یہ ہر اس شخص کے لئے کہ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے عمومی شرط ہے کہ جب ان میں سے کسی ایک سے سوال کیا جائے کہ "کیا تمہارا ایمان نہیں ہے؟" تو واجب ہے کہ کہے: "ایمان تو ہے" جیسا کہ ابراہیمؑ نے کہا۔

اور جب اللہ عزّ وجلّ نے بنی آدم کی تمام روحوں سے کہا کہ: الست بربکم قالوا بلیٰ "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا بیشک" (سورۂ اعراف: آیت-۱۷۲) سب سے پہلے جنہوں نے "بیشک ہے" کہا وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، تو اس "بیشک ہے" کہنے میں سبقت کی وجہ سے آپ اولین وآخرین کے سید وسردار اور تمام انبیاء ومرسلین سے افضل ہوگئے۔

پس جو اس مسئلہ میں ابراہیمؑ والا جواب (کہ بیشک ایمان ہے) کو اپنا جواب نہیں قرار دیتا اس نے یقیناً ابراہیمؑ کی ملّت سے

اعراض کیا، اللہ عزّ وجلّ ارشادفرماتا ہے: ومن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه ''اورکون ہے جوملّت ابراہیم سے اعراض کرے مگر یہ کہ اپنے ہی کو بیوقوف بنائے۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۰)

(۱۹) پھراللہ عزّ وجلّ نے ان کو دنیا میں منتخب فرمالیا اور پھر آخرت کے سلسلے میں ان کے حق میں گواہی دی کہ بیشک وہ صالحین میں سے ہیں۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: لقد اصطفینٰه فی الدنیا وانه فی الآخرة لمن الصالحین ''اورہم نے انہیں دنیا میں منتخب قرار دیا ہے اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۰) صالحین وہ انبیاء اور ائمہ صلوات اللہ علیہم ہیں کہ جو اللہ تعالی کی جانب سے اس کے اوامر ونواہی کو حاصل کرتے ہیں اور اس کی جانب سے لوگوں میں اصلاح کے لئے کوشاں ہیں۔

(۲۰) وہ دین خدا کے سلسلے میں رائے اور قیاس سے اجتناب فرماتے تھے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: اذقال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین ''جب ان سے ان کے پروردگار نے کہا کہ اپنے کو میرے حوالے کردو تو انہوں نے کہا کہ میں ربّ العالمین کے لئے سراپا تسلیم ہوں۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۱)

(۲۱) پھران کے بعدوالے انبیاء علیہم السلام کا پیروی واقتداء کرنا جیسا کہ پروردگار کا قول ہے: وصی بها ابراهم بنیه و یعقوب یبنیّ ان الله اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون ''اوراسی بات کی ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اے میرے فرزندو! اللہ نے تمہارے لئے دین کو منتخب کردیا ہے اب اس وقت تک دنیا سے نہ جانا جب تک واقعی مسلمان نہ ہو جاؤ۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۲)، اور اللہ عزّ وجلّ کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے قول کہ: ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا. و ما کان من المشرکین. ''اس کے بعد ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف کے طریقہ کا اتباع کریں کہ وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔'' (سورۂ نحل: آیت-۱۲۳) اور اللہ عزّ وجلّ کا یہ قول: ملة ابیکم ابراهیم هو سمکم المسلمین ''یہ تمہارے بابا ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی مسلمان رکھا ہے۔'' (سورۂ حج: آیت-۷۸)۔

وہ کلمات جو امام کے لئے بطور شرط قرار پائے ہیں حاصل ہو گئے کہ جس امام کی جانب امّت دنیا اور آخرت کی مصلحتوں کے لئے محتاج ہوتی ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا قول: ''و مِن ذریّتی'' (اور میری ذرّیت؟) میں ''مِن'' حرف تبعیض (بعض یا کچھ کے معنی دینے والا) ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ جملہ مسلمان ذریّت میں سے بعض افراد امامت کے مستحق ہیں اور بعض اس کے مستحق نہیں ہیں اور یہ معنی اس لئے حاصل ہو رہے ہیں کہ یہ محال ہے کہ ابراہیم علیہ السلام امامت کی دعا کافر کے حق میں یا اس مسلمان کے حق میں کریں جو معصوم نہیں ہے، اس وجہ سے یہ بات صحیح ہو جائے گی کہ بابِ تبعیض (کہ جس کی طرف مِن اشارہ کر رہا ہے) خاص مؤمنین کے لئے واقع ہوا ہے، اور خاص، خاص بنے ہیں کفر سے دوری کی وجہ سے، پھر کبیرہ گناہوں سے اجتناب کے ذریعے سے وہ خاص میں بھی خاص ترین ہو گئے ہیں، پھر معصوم تو خاص ترین میں بھی خاص ہے۔ اور اگر تخصیص کے لئے اس سے بلند کوئی اور صورت ہوتی تو یقیناً وہ بھی اوصافِ امام میں سے قرار پاتی۔

اور یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی ذریّت میں سے قرار دیا ہے جبکہ وہ ان کے بعد اس (نسل میں آنے والی) بیٹی کے بیٹے تھے، تو جب بیٹی کے بیٹے کو ذریّت میں سے قرار دینا صحیح ہے اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریّت کے حق میں امامت کی دعا کی ہے تو ضروری، ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی امامت کو اپنی ذریّت میں سے معصومین میں قرار دینے کے سلسلے میں ان کی قدم بقدم پیروی کریں، بعد اس کے کہ اللہ عزّ وجلّ اس بات کی جانب وحی فرما چکا ہے اور اس بات پر حکم دے چکا ہے اپنے اس قول سے کہ: ثـم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا ۔''اس کے بعد ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف کے طریقہ کا اتباع کریں کہ وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔'' (سورۂ نحل: آیت-۱۲۳)۔ اور اگر پیغمبر اسلامؐ اس کی مخالفت کرتے تو اس آیت کے حکم میں داخل ہو جاتے کہ: ومن یرغب عن ملة ابراهیم الامن سفه نفسه ''اور کون ہے جو ملّت ابراہیم سے اعراض کرے مگر یہ کہ اپنے ہی کو بیوقوف بنائے۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۰) اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس بات سے بہت بلند و بالا ہیں (کہ حکم خدا کی مخالفت کریں)۔ پس اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النبی والذین امنوا ''یقیناً ابراہیم سے قریب تر ان کے پیروکار ہیں اور پھر یہ پیغمبر اور صاحبان ایمان ہیں۔'' (سورۂ آل عمران: آیت-۶۸)۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذریّت کے والد ہیں کہ امامت کو ان میں قرار دیا گیا ہے اور ان کے بعد ان کی معصوم ذریّت میں قرار دیا گیا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کا فرمان ہے: لاینال عهدی الظالمین ''یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۲۴) یعنی اس کی وجہ سے امامت کی صلاحیت وہ شخص نہیں رکھتا کہ جس نے پلک جھپکنے تک ہی کسی معبود ناحق یا بت کی پرستش کی ہو یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا ہو، اگر چہ اس کے بعد وُہ اسلام لے آیا ہو۔

ظلم کسی چیز کو اپنی جگہ کے بجائے دوسری جگہ رکھ دینے کا نام ہے اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: ان الشرک لظلم عظیم ''بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔'' (سورۂ لقمان: آیت-۱۳)۔

اور اسی طرح وہ شخص امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ جو کسی حرام کام کا مرتکب ہوا ہو چاہے وہ حرام کام چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر چہ بعد میں وہ اس پر توبہ کر لے اور اسی طرح سے وہ شخص کہ جس کی خود کی گردن پر حد ہو وہ دوسروں پر حد جاری نہیں کر سکتا۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام نہیں ہو سکتا سوائے معصوم کے اور عصمت معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے زبانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس پر نص و تصریح نہ ہو جائے، چونکہ عصمت خلقت ظاہر میں نہیں ہوتی کہ آپ اس کو سیاہی، سفیدی اور اس طرح کی چیزوں کی طرح دیکھ سکیں، پس یہ تو غائب و مخفی چیز ہے کہ جس کی غیب کے عالم اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے معرفت کروائے بغیر معرفت حاصل نہیں کی جا سکتی۔

(۶۳) ☆ "الکلمۃ الباقیۃ فی عقب ابراہیم" کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن احمد شیبانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران نخعی نے، انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول :"و جعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" (اور انہوں نے اس پیغام کو اپنی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دیا) (سورۂ زخرف: آیت-۲۸) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ امامت ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے اس کو نسلِ حسین علیہ السلام میں قیامت کے دن تک باقی قرار دیا۔"

(۶۴) ☆ عصمتِ امام کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو عمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد ابن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام عباس بن یزید بن حسن کحّال نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "امام ہم میں سے نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ معصوم، اور عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہوتی کہ اس کے ذریعے سے پہچانی جا سکے اور اس وجہ سے معصوم نہیں ہوتا ہے مگر جس کے بارے میں نص آ گئی ہو۔" پس عرض کیا گیا: یا ابن رسول اللہؐ! معصوم کے کیا معنی ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا: "یہ وہ ہوتا ہے کہ جس نے اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہو، اور اللہ کی رسّی قرآن ہے کہ یہ دونوں قیامت کے دن تک جدا نہیں ہوں گے، اور امام قرآن کی طرف ہدایت کرتا ہے اور قرآن امام کی طرف ہدایت کرتا ہے اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے: "انّ ھـذا القـراٰن یھـدی لـلتـی ھـی اقوم." (بیشک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے) (سورۂ اسرٰ: آیت-۹)۔

۲۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن حنوطی کے نام سے معروف علی بن فضل بن عباس بغدادی نے (شہرِ) رَی میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن [احمد بن] سلیمان بن حارث نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن خلف عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین الاشقر نے، انہوں نے کہا کہ میں نے ھشام بن حکم سے کہا کہ تمہارے قول: "یقیناً امام نہیں ہوتا ہے مگر معصوم" کے کیا معنی

ہیں؟، ھشام بن حکم نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''معصوم اللہ کی مدد سے اللہ کی حرام کردہ تمام چیزوں سے بچنے والا ہوتا ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط المستقیم ''اور جو خدا سے وابستہ ہو جائے سمجھو کہ اسے سیدھے راستہ کی ہدایت کر دی گئی۔'' (سورۂ آل عمران: آیت-۱۰۰)۔

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے کہا کہ: میں نے ھشام بن حکم کے ساتھ طویل میل ملاپ کے درمیان امام کی عصمت کے متعلق اس کلام سے زیادہ بہتر کسی چیز کو نہیں سنا اور نہ ہی اس سے اچھی کسی چیز سے استفادہ کیا، یقیناً میں نے ایک دن امام کے متعلق سوال کیا کہ کیا وہ معصوم ہوتا ہے؟ تو ھشام بن حکم نے کہا: ہاں، میں نے کہا: ان میں عصمت کی کیا صفات ہیں؟ اور کس چیز کے ذریعے عصمت کو پہچانا جاتا ہے؟ پس ھشام بن حکم نے کہا: ''بیشک تمام گناہوں کے لئے چار بنیادیں ہیں اور پانچویں کوئی بنیاد نہیں ہے: (۱) حرص، (۲) حسد (۳) غضب (۴) شہوت۔ یہ چیزیں امام میں نہیں ہوتیں یہ ممکن نہیں ہے کہ امام دنیا کا حریص ہو جبکہ دنیا تو اس کی انگشتری وُمہر کے تحت (اس کے تسلط میں) ہوتی ہے چونکہ امام مسلمانوں کا محافظ وخازن ہوتا ہے تو پھر وہ کس چیز کی حرص ولالچ کرے گا؟ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ امام حسد کرنے والا ہو چونکہ انسان ہمیشہ اپنے اوپر والے سے حسد کرتا ہے اور امام سے اوپر کوئی ہے ہی نہیں، تو وہ اس سے کیسے حسد کرے گا کہ جو اس سے کمتر ہے؟ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دنیا کے امور میں سے کسی چیز کے لئے غضب اور غصّے کا شکار ہو مگر یہ کہ اس کا غضب اللہ عزّ وجلّ کے لئے ہوتا ہے یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے اس پر حدود کو قائم کرنا فرض کر دیا ہے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے متاثر نہیں ہوتا اور اس کے دین کے سلسلے میں (سزا دیتے وقت) کسی قسم کی مہربانی نہیں دکھاتا یہاں تک کہ اللہ عزّ وجلّ کی حدود کو قائم کر دیتا ہے۔

اور اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شہوات وخواہشات کی پیروی کرے اور دنیا کو آخرت پر اثر انداز ہونے دے چونکہ اللہ عزّ وجلّ نے آخرت کو اس کی جانب اتنا ہی محبوب بنا دیا ہے جتنا دنیا کو ہماری طرف محبوب بنا دیا ہے کہ وہ آخرت کی طرف اسی انداز سے نگاہ کرتا ہے جس طرح ہم دنیا کی طرف نگاہ کرتے ہیں، تو کیا تم نے کسی ایک کو بھی دیکھا ہے کہ جو قبیح چہرے کی خاطر خوبصورت چہرے کو، کڑوے کھانے کی خاطر (مزیدار) پاکیزہ کھانے کو، سخت اور کُھردرے لباس کی خاطر نرم وملائم لباس کو اور زوال پذیر اور فنا ہونے والی دنیا کی خاطر دائمی اور باقی رہنے والی نعمت کو ترک کر دے؟

اس کتاب کے مصنف ابوجعفرؒ فرماتے ہیں: امام کی عصمت پر دلیل یہ ہے کہ جب ہر کلام اس کے کہنے والے کی جانب سے نقل کیا جائے تو اس میں کئی قسم کی تاویلات کا احتمال ہوتا ہے۔ اور قرآن وسنت کے اکثر حصّے میں تمام فرقوں کا اجماع ہے کہ وہ صحیح ہے اور اس میں نہ تغیر واقع ہوا ہے، نہ تبدیلی واقع ہوئی ہے، نہ اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی کمی ہوئی ہے جب کہ اس میں کئی قسم کی تاویلات کا احتمال ہے اور اس بنا پر لازم وضروری ہے کہ کوئی ایسا سچی خبر دینے والا ہو جو عمداً جھوٹ اور غلطی سے معصوم ہو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے قرآن وسنت میں جو معنی

مراد لئے ہیں اس کی حقیقت وسچائی کے ساتھ خبر دینے والا ہو، چونکہ مخلوقات اپنی الگ الگ تاویل رکھتے ہیں اور ہر فرقہ قران اور سنّت کا ہی اپنے مذہب میں رغبت رکھنے میں سہارا لیتا ہے، پس اگر اللہ تبارک وتعالی مخلوق کو اسی حالت میں بغیر کسی قران وسنّت کے سلسلے میں سچی خبر دینے والے کے چھوڑ دیتا تو (گویا) اس نے خود اپنے دین میں اس اختلاف کو جائز قرار دیا ہے اور اس نے خود لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت دی ہے کہ اپنی مرضی سے تاویلات کریں چونکہ اس نے ایک ایسی کتاب کو نازل فرمایا ہے جس میں تاویلات کا احتمال ہے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک ایسی سنّت کو جاری کیا ہے کہ جس میں بھی تاویلات کا احتمال ہے جبکہ پروردگار نے ان دونوں - کتاب وسنّت - کے مطابق عمل کرنے کا امر فرمایا ہے۔ تو گویا پروردگار نے فرمایا: "تم لوگ تاویل کرو اور عمل کرو۔" اور (اگر ایسا ہو جائے تو) اس میں متضاد باتوں اور حق اور خلاف حق دونوں پر عمل کرنے کو جائز قرار دینا ہے۔

مگر جب اللہ عزّ وجلّ کے سلسلے میں یہ بات محال ہے تو لازم ہے کہ وہ قران اور سنّت کے ساتھ ہر زمانہ میں ایسے شخص کو معین فرمائے کہ جو ان تاویلات کو چھوڑ کر جس کا احتمال قران کے (ظاہری) الفاظ دے رہے ہیں اللہ عزّ وجلّ نے قرآن میں اپنے کلام سے جن معانی کو مراد لیا ہے ان کو واضح وروشن کرے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی سنّت سے اور اپنی روایتوں سے جو معانی مراد لئے ہیں اس کو بیان وواضح کرے ان تاویلات کو چھوڑ کر کہ جس کا احتمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ان روایتوں - کہ جن کے صحتِ نقل پر اجماع ہے - کے (ظاہری) الفاظ سے پیدا ہو رہا ہے۔

اور جب پروردگار کے لئے لازم قرار پایا کہ ایک مخبرِ صادق کو قرار دے تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مخبر صادق اللہ عزّ وجلّ کی کتاب کے سلسلے میں مرادِ پروردگار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی روایتوں اور سنّت کے سلسلے میں مرادِ رسولؐ کی خبر دینے میں نہ تو عمداً جھوٹ بولتا ہو اور نہ ہی غلطی کا مرتکب ہوتا ہو۔

ان باتوں میں سے جو اس دلیل کو مضبوط بناتی ہیں یہ بات بھی ہے کہ ہمارے مخالفین کے نزدیک بھی یہ (عقیدہ) جائز نہیں ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے قران کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کے لئے نازل کیا ہو مگر نبیؐ اس میں موجود نہ ہو اور خدا نے ان لوگوں پر جو کچھ قران میں ہے اس پر حق وصداقت کے ساتھ عمل کرتے ہوئے بندگی بجالانے کی ذمہ داری عائد کی ہو۔ (یعنی فقط قران آجائے اور پیغمبرؐ نہ آئے اور لوگوں سے کہا جائے کہ عمل کرو) تو جس طرح یہ جائز نہیں ہے کہ پروردگار کسی قوم پر قران نازل کرے جبکہ نہ کوئی ناطقِ قران ہو، نہ کوئی قران کو ظاہر کرنے والا ہو، نہ اس میں موجود وہ باتیں کہ جن کو سمجھنے سے لوگ عاجز ہیں کی تفسیر کرنے والا ہو اور نہ اس کی مختلف معانی بتانے والا ہو۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ پروردگار ہم پر قران پر عمل کرنے کی ذمہ داری لگادے مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا نہ ہو جو ہم میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قائم مقام اپنی قوم اور اپنے اہل زمان کے درمیان بنے کہ جو ناسخ ومنسوخ، خاص وعام اور ان معانی کو بیان کرنے والا ہو جو اللہ عزّ وجلّ نے اپنے کلام سے مراد لئے ہیں جو ان معانی سے ہٹ کر ہیں کہ تاویلات جن کا احتمال دے رہی ہے، (یہ ویسا ہی ہو) جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان تمام باتوں کو اپنے اہل زمان کے لئے بیان فرماتے رہے، اور یہ بات قانون عقل وقانون دین کے تحت لازم ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے: بیشک وہ جو ہماری ان باتوں میں رہنمائی کر سکتی ہے کہ جس میں ہم قران کے متشابہ کے علم اور ان معانی کے علم کی طرف محتاج ہوتے ہیں جو اللہ نے کتاب کے ظاہری معنی سے ہٹ کر مراد لیا ہیں وہ امت ہے۔

(جواب) امت کا اختلاف اور بذات خود پوری امت کی اپنے برخلاف اس بات پر گواہی کہ قران کی آیتوں میں سے کثیر آیتوں کے ان معانی سے وہ ناواقف ہیں جو اللہ عزّ وجلّ نے اس سے مراد لیا ہے (آپ کی) اس بات کی تکذیب کرتا ہے۔ اور یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ امت اس قابل نہیں ہے کہ قران کے بیان میں اللہ عزّ وجلّ کے بارے میں کسی مراد تک پہنچائے اور امّت اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قائم مقام نہیں بن سکتی۔

اگر کوئی دلیری دکھانے والا دلیری دکھائے اور کہے: یقیناً یہ ممکن ہے کہ قران نبیؐ کے زمانہ میں نازل ہوا اور قران کے ساتھ نبی موجود نہ ہو اور پروردگار لوگوں پر قران میں موجود باتوں پر اس بات کے باوجود کہ اس میں احتمال تاویل ہے عمل انجام دینے کا حکم دے دے۔ تو اس سے کہا جائے گا: چلیں اس کو مان لیتے ہیں! اب اگر قران کے معانی کے سلسلے میں اختلاف واقع ہو جائے جیسا کہ اِس زمانہ میں واقع ہوا ہے تو پھر اس وقت وہ لوگ کیا کریں گے؟ پس اگر وہ کہے: (وہی کریں گے) جو آج لوگ کرتے ہیں۔ تو اس سے کہا جائے گا: وہ بات جس کو آج لوگ انجام دیتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ امت میں سے ہر فرقے نے تاویل کو اپنی طرح پکڑا ہوا ہے اور اس پر عمل پیرا ہے اور اسی کی بنیاد پر مخالف فرقے کو گمراہ قرار دیا جاتا ہے اور ان کے برخلاف گواہی دی جاتی ہے کہ وہ حق پر نہیں ہے۔

پس اگر وہ کہے: یقیناً یہ ممکن ہے کہ اولِ اسلام میں بھی اسی طرح سے ہو اور بیشک یہ اللہ کی حکمت میں سے ہے اور اس کا لوگوں کے درمیان یہ عدل ہے!! تو وہ عظیم خطا و اشتباہ کا شکار ہو گیا ہے اور میں مخلوقات میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتا جو اس کی بات کو مانے۔ (پھر بھی جواب دیتے ہوئے) اس سے اس موقع پر کہا جائے گا: وہ ہمیں بتائے کہ جب اہل زبان عرب فصحاء کے لئے تو گنجائش ہے کہ وہ قران کی تاویل کریں اور ان میں سے ہر کوئی عربی زبان کے اعتبار سے اپنی تاویل پر عمل کرے مگر لوگوں میں سے وہ افراد کیا کریں جو عربی زبان کو نہیں جانتے؟ ترک اور فارس کے عجمی کیا کریں؟ اور اس بات کے علم کی طرف جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کر دیا ہے کس کی طرف رجوع کریں؟ اور وہ کس فرقے کو قبول کریں جب کہ تاویل میں فرقوں کے درمیان اختلاف ہے، اور جب آپ نے ہر فرقے کے لئے مباح قرار دے دیا کہ وہ اپنی تاویل کے مطابق عمل کرے تو پھر آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ عجمی کو اور عربی نہ سمجھنے والے کو یہ حق دیں کہ وہ جس فرقے کی چاہے پیروی کرے اور [ورنہ] اگر آپ نے عربی نہ سمجھنے والے کے لئے لازمی کر دیا کہ وہ بعض فرقوں کی پیروی کر سکتا ہے اور بعض کی نہیں تو پھر آپ پر لازم آئے گا کہ آپ ان بعض فرقوں کو حق پر سمجھتے ہیں ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں، پس اگر آپ نے حق کسی ایک فرقے میں قرار دیا اور دوسرے میں نہیں قرار دیا تو پھر آپ کی وہ بات ہی ٹوٹ گئی جس پر آپ نے اپنے کلام کی نبیاد رکھی تھی اور آپ کی دلیل اس بات پر قرار پائے گی کہ اسی فرقے کے ساتھ حق کی نشانی اور حجّت ہے جو اس کو دوسروں سے جدا کر رہی ہے۔ اور یہ بات آپ کے نظریہ سے ہم آہنگ نہیں ہے چونکہ آپ نے تو تمام فرقوں کو باوجود اس کے کہ ان کی تاویلات آپس میں ٹکراؤ رکھتی ہیں حق کے سلسلے میں مساوی قرار دیا ہے۔

اوراس بنیاد پر آپ کے لئے یہ بھی لازم آئے گا کہ آپ عجمی اور فصیح عربی سے نافہم کے لئے یہ حق قرار دیں کہ وہ جس فرقے کی چاہے اتباع کرے۔ اور جب آپ یہ کام کریں تو پھر آپ پر لازم آئے گا کہ اس زمانے میں آپ اپنے مخالفین پر ذمہ داری کے اعتبار سے الزام تراشی نہ کریں چاہے وہ شیعہ ہو، خوارج سے ہو، تاویلات کرنے والا ہو اور آپ کے تمام مخالفین جو فرقہ رکھتے ہیں اور وہ بدعت ایجاد کرنے والے جو آپ کی مخالفت میں فرقہ نہیں رکھتے (بلکہ آپ کے ہم فرقہ ہیں)۔ اور یہ بات (کہ تمام فرقوں کو حق پرست قرار دینا) تو اسلام کو ناقص بنانا اور اجماع سے خارج ہونا ہے۔ اور آپ سے کہا جائے گا: آپ کی اس عطا کردہ بات پر (اس نتیجے کو نکالنے پر) انکار نہیں کیا جائے گا (گویا) اللہ عزّ وجلّ نے مخلوق پر ان باتوں کی بندگی کی ذمہ داری ڈالی ہے جو ایک ایسی مطلق کتاب میں ہے کہ کسی ایک کے لئے بھی اس میں موجود باتوں کو (سمجھ کر) پڑھنا ممکن نہیں ہے اور اس نے (گویا کہ) لوگوں کو حکم کیا ہے کہ خود ہی بحث کریں اور نتیجہ نکالیں اور ہر فرقہ جو کچھ قران میں دیکھے اس پر عمل کرے۔ اگر آپ نے اس بات کو جائز وممکن قرار دیا تو پھر آپ نے اللہ عزّ وجلّ پر عبث کام کو ممکن قرار دیا چونکہ ایسا کرنا تو عبث کام کرنے والے کی صفت ہے۔ اور آپ پر لازم آئے گا کہ آپ جائز قرار دیں ہر اس شخص پر جو اپنی عقل سے کسی چیز میں نظریہ رکھتا ہے اور دین کے امور میں خود ہی سے اچھائی نکالتا ہے وہ اس عقیدہ کو اپنائے رکھے چونکہ یہ سب مساوی ہیں اور سب کے لئے مباح قرار پایا ہے کہ وہ حلال اور حرام کے اصول اور فروع میں اپنی آراء کے مطابق عمل پیرا ہوں، اور ان کے لئے مباح قرار پایا ہے کہ وہ اپنی عقلوں کے ذریعے سے توحید وغیرہ جیسے تمام اصول دین اور فروع دین میں اپنا نظریہ قائم کریں اور یہ بھی کہ وہ جن چیزوں کو اچھا سمجھیں اور جو چیز ان کے نزدیک حق قرار پائے اس کے مطابق عمل کریں۔ پس اگر آپ نے اس چیز کو جائز وممکن قرار دیا تو (گویا کہ) آپ نے اللہ عزّ وجلّ پر یہ جائز وممکن قرار دیا کہ وہ مخلوق کے لئے مباح قرار دے کہ وہ اسے دو کا دوسرا مانے (دوخداؤں کا قائل ہو جائے)، ناپسندیدہ باتوں کا معتقد ہو جائے اور جلالت وعزّت والے باری تعالی کا انکار کر دے۔ اور یہ اس گفتگو کا نتیجہ نکلے گا۔ جو شخص اس بات کو جائز قرار دیتا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کتاب (قران) پر احتمالِ تاویل کے باوجود اور اپنے معانی کو سمجھانے کے لئے ہمارے لئے کسی مخبرِ صادق کے بغیر ہم پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ڈالے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کو بھی اس کی اجازت دے، اور جب وہ اس طرح کی چیز کی اجازت دے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ عزّ وجلّ ہر فرقے کے لئے مباح قرار دے گا کہ جس بات کو وہ اپنی نگاہ اور تاویل کے مطابق سمجھے عمل کرے چونکہ لوگوں کے لئے اس کے علاوہ چارہ نہیں ہے چونکہ جب ان کے پاس اس بات پر کہ یہ تاویل اس تاویل سے افضل ہے اور اس تاویل سے زیادہ صحیح ہے کوئی حجت موجود نہیں ہے۔ اور جب یہ چیز مباح ہو جائے گی تو ان کی پیروی کرنا ان لوگوں کے لئے مباح قرار پائے گا جو عربی زبان کی معرفت نہیں رکھتے اور جب (اُس زمانہ کے) ان لوگوں کے لئے یہ جائز ہو گیا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ پروردگار اس زمانہ میں ہمارے لئے بھی جائز قرار دے۔ اور جب یہ بات قران کے سلسلے میں جائز ہو گئی تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ بات حلال اور حرام کے اصول اور عقلی قیاس آرائیوں میں بھی مباح قرار پائے، اور یہ بات (بالآخر) مکمل طور سے دین سے خارج کر دے گی۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس کی بنیاد پر واجب وضروری قرار پاتا ہے کہ قران اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی احادیث کی ترجمانی کرنے

والا کوئی ہو اور یہ بھی واجب ہے کہ وہ معصوم ہو، تا کہ اس کے قول کو قبول کرنا ضروری قرار پائے اور جب اس کا معصوم ہونا ضروری ہے تو پھر یہ بات باطل قرار پائے گی کہ اس سے امّت مراد ہو چونکہ ہم نے بیان کر دیا کہ امّت قران واحادیث کی تاویلات میں اختلاف رکھتی ہے اور اس سلسلے میں آپس میں تنازع کا شکار ہے اور بعض بعض کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ضروری ہے کہ یقیناً وہ معصوم وہی ایک ہو کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور وہ امام ہے۔ اور یقیناً ہم نے اس بات پر دلیل قائم کر دی کہ بیشک امام نہیں ہوتا ہے مگر معصوم اور ہم نے یہ بھی دکھا دیا کہ جب عصمت امام میں ہونا لازم ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس امام پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے نص قائم ہو جائے چونکہ عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہوتی کہ مخلوق اس کو مشاہدے سے پہچان لے تو ضروری ہے کہ اس عصمت پر غیب کا علم رکھنے والا اللہ تبارک وتعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان سے نص قائم کر دے اور یہ اس لئے کہ امام نہیں ہوگا مگر یہ کہ جس پر نصِ صریح قائم ہو چکی ہو۔ اور ہمارے حق میں نص صحیح قرار پا گئی ان دلیلوں کی بنیاد پر کہ جن کو ہم نے بیان کیا اور ان صحیح روایتوں کی بنیاد پر جن کو ہم نے روایت کیا۔

(۶۵) ☆ نبیؐ جس صلب کے توسط سے نازل ہوئے، جس بطن نے آپؐ کو اٹھایا اور جس دامن نے آپؐ کی کفایت کی اس پر (جہنم کی) آگ حرام ہے۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے علی بن حسان واسطی سے، انہوں نے عبد الرحمٰن بن کثیر ہاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل ہوئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! بیشک اللہ جلّ جلالہ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: یقیناً میں نے (جہنم کی) آگ کو اس صلب وپشت پر حرام قرار دیا ہے کہ جس کے توسط سے تجھے نازل کیا اور اس بطن وشکم پر جس نے تجھے اٹھایا اور اس دامن پر کہ جس نے تیری کفالت کی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اے جبرئیل! اس کو میرے لئے بیان کرو، جبرئیلؑ نے عرض کیا: جہاں تک اس صلب کا تعلق ہے کہ جس کے توسط سے پروردگار نے آپؐ کو نازل فرمایا تو اس سے مراد عبداللہؑ ابن عبدالمطلبؑ ہیں، اور جہاں تک تعلق اس بطن وشکم کا ہے کہ جس نے آپ کو اٹھایا تو اس سے مراد آمنہؑ بنت وھب ہیں، اور جہاں تک تعلق اس دامن کا ہے کہ جس نے آپؐ کی کفالت کی تو اس سے مراد ابو طالبؑ بن عبدالمطلبؑ اور فاطمہؑ بنتِ اسدؑ ہیں۔''

(۶۶) ☆ان کلمات کے معنی کہ جس میں اللہ عزّ وجلّ نے آدم علیہ السلام کے لئے تمام خیر کو جمع کر دیا ہے☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن موسی بن جعفر بن ابی جعفر کمندانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی اشعری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد الرحمٰن بن ابی نجران نے، انہوں نے عاصم بن حمید سے، انہوں نے محمد بن قیس سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالی نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے آدم! بیشک میں نے تمہارے لئے تمام خیر کو چار کلموں میں جمع کر دیا ہے: ایک میرے لئے، ایک تمہارے لئے، ایک اس میں جو میرے اور تیرے درمیان ہے اور ایک اس میں جو تیرے اور لوگوں کے درمیان ہے۔ جو میرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کر اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، اور وہ جو تیرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ میں تیرے عمل کا بدلہ اس چیز کو قرار دوں گا جس کی جانب تو سب سے زیادہ محتاج ہوگا، اور وہ جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تجھ پر لازم ہے کہ دعا کر اور مجھ پر لازم ہے کہ قبول کروں اور وہ جو تیرے اور لوگوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو لوگوں کے حق میں اسی بات پر راضی ہو جس سے تو اپنے حق میں راضی ہوتا ہے۔

(۶۷) ☆''ایسا کفر جو شرک کی حد تک نہیں پہنچتا'' کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رضی اللہ عنہما- نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی الخطّاب سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نضر بن شعیب نے، انہوں نے عبد الغفار جازی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا انہوں نے جن سے میں نے سوال کیا-یعنی امام صادق علیہ السلام- کہ کیا کوئی کفر ایسا ہو سکتا ہے کہ جو شرک کی منزل تک نہ پہنچے؟، آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''کفر ہی شرک ہے۔'' پھر آپؑ کھڑے ہوئے، پس مسجد میں داخل ہوئے اور میرے طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا: ''ہاں، کوئی شخص ایک بات کو اپنے ساتھی کی طرف پہنچائے، لیکن وہ اس کو پہچان (اور سمجھ) نہیں پاتا اور اس کو رد کر دیتا ہے، تو یہ وہ نعمت ہے کہ جس کا اس نے کفر کیا ہے اور یہ کفر شرک کی حد تک نہیں پہنچا۔''

(۶۸) ☆ رِجس کے معنی ☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہما- نے ،ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے ،انہوں نے محمد بن حسین بن ابی الخطّاب سے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نضر بن شعیب نے ،انہوں نے عبدالغفار جازی سے ،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "انـما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهّر کم تطهیراً" (سورۂ احزاب: آیت-۳۳) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "رِجس یعنی شک"۔

(۶۹) ☆ ابلیس کے معنی ☆

۱۔ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی -رضی اللہ عنہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود عیاّشی نے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضال نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ولید نے ،انہوں نے عباس بن ھلال سے ،انہوں نے ابوالحسن امام علی الرضا علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ذکر فرمایا: "بیشک ابلیس کا نام "حارث" ہے ،اللہ عزّ وجلّ کا قول: یا ابلیس کے معنی فقط اے نافرمان ہے ،اور چونکہ اللہ عزّ وجلّ کی رحمت سے وہ مایوس ہوگیا اس وجہ سے اس کا نام ابلیس رکھا گیا۔"

(۷۰) ☆ ابلیس کا سرمہ، ابلیس کا معجون اور ابلیس کی خوشبو کے معنی ☆

۱۔میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے احمد بن محمد سے ،انہوں نے ابن فضّال سے ،انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی جانب کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "بیشک ابلیس کے لئے سرمہ، معجون اور خوشبو ہے، پس اس کا سرمہ جمائی (حواس کی سستی) ہے، اس کا معجون جھوٹ ہے اور اس کی خوشبو تکبر ہے۔"

(۷۱) ☆ رجیم کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد شیبانی - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن زیاد نے، انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمد عسکری علیہما السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''رجیم کے معنی ہیں کہ وہ (شیطان) لعنت کے ذریعے سنگسار کیا گیا ہے اور نیکی کے مقامات سے دور کیا گیا ہے اور مؤمن اس کا تذکرہ نہیں کرتا ہے مگر لعنت کے ساتھ اور بیشک اللہ کے علم میں پہلے سے ہے کہ جب قائم علیہ السلام خروج کریں گے تو آپؑ کے زمانے میں کوئی مؤمن باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ پتھروں سے اس (شیطان) کو سنگسار کرے گا، جس طرح سے اس سے پہلے اسے لعنت کے ذریعے سنگسار کیا گیا تھا۔''

(۷۲) ☆ کنز الحدیث کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی نے سرخس میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابولبید محمد بن ادریس شامی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ھاشم بن عبدالعزیز مخزومی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعید بن ابی مریم نے، انہوں نے یحیٰ بن ایوب سے، انہوں نے خالد بن یزید سے، انہوں نے عبداللہ بن مشروح سے، انہوں نے ربیعہ بن یوراء سے، انہوں نے فضالہ بن عبید سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو کنز الحدیث (اپنی باتوں کو قابل قدر بنانا) چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ ''لاحول و لاقوۃ الاّ باللہ'' (کوئی طاقت نہیں ہے اور نہ کوئی قوت ہے سوائے اللہ کی مدد کے) کہے۔''

(۷۳) ☆ حفاظت کرنے والی چیزوں کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ابراہیم بن ھاشم اور احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، ان تمام نے علی بن حکم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سعد ابن طریف اسکاف سے، انہوں نے اصبغ سے، انہوں نے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب دنیا سے جائے تو گناہوں سے اسی طرح سے پاک وخالص ہو کر جائے جس طرح سے خالص سونا کہ جس میں کوئی کھوٹ نہ ہو، اور (اس عالم میں دنیا سے جائے کہ) کوئی اس سے کسی قسم کے حق (کی کوتاہی کے سلسلے میں حق) کا تقاضا کرنے والا نہ ہو، تو اسے چاہئے کہ پانچوں نمازوں میں سے ہر نماز کے

بعد" نسبتة الله عزّ و جلّ"" (سورۂ توحید): "قل هو الله احد" بارہ دفعہ پڑھے، پھر اپنے ہاتھوں کو پھیلائے اور کہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الْمَکْنُوْنِ الْمَخْزُوْنِ الطَّاهِرِ الطُّهْرِ الْمُبَارَکِ وَ اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الْعَظِیْمِ وَ سُلْطَانِکَ الْقَدِیْمِ یَا وَاهِبَ الْعَطَایَا یَا مُطْلِقَ الْاُسَارٰی یَا فَکَّاکَ الرِّقَابِ مِنَ النَّارِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ فُکَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَخْرِجْنِیْ مِنَ الدُّنْیَا آمِناً وَ اَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ سَالِماً وَ اجْعَلْ دُعَائِیْ اَوَّلَهٗ فَلَاحاً وَ اَوْسَطَهٗ نَجَاحاً وَ آخِرَهٗ صَلَاحاً اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ" (پروردگار میں سوال کرتا ہوں تیرے پوشیدہ، مخزون، پاکیزہ، پاک کرنے والے، مبارک نام کے واسطے سے اور میں سوال کرتا ہوں تیرے عظیم نام اور قدیم وازلی بادشاہت کے واسطے سے، اے انعامات بخشنے والے، اے اسیروں کو آزاد کرنے والے، اے (جہنم کی) آگ سے (غلاموں کی) گردنوں کو رہائی دینے والے، رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؑ پر اور میری گردن کو (جہنم کی) آگ سے رہائی بخش دے، اور مجھے دنیا سے امن کی حالت میں نکال اور مجھے جنّت میں سلامتی کی حالت میں داخل فرما اور قرار دے میری دعاء کے آغاز کو فلاح، درمیان کو کامیابی اور آخر کو صلاح واصلاح، بیشک تو پوشیدہ باتوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے۔) پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ ان مخبیات (حفاظت کرنے والی چیزوں) میں سے ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے سکھائی تھیں اور حکم دیا تھا کہ میں یہ حسنؑ اور حسینؑ کو سکھاؤں۔"

(۷۴) ☆ سید الاستغفار کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا حاکم عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن حسن نیشاپوری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو یزید ہروی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلمہ بن شبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن مُنیب عدنی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سری بن یحییٰ نے، انہوں نے ھشام سے، انہوں نے ابوزبیر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ سید الاستغفار (طلب مغفرت کا سردار) کو سیکھو (جو یہ ہے): "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اَنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ." (پروردگار تو میرا ربّ ہے، کوئی معبود نہیں ہے سوائے تیرے، تو نے مجھے خلق کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد سے منسلک ہوں، تیری نعمتیں مجھ تک پہنچ رہی ہیں اور میرے گناہ تجھ تک پہنچ رہے ہیں، پس مغفرت فرما میرے حق میں کہ کوئی تمام گناہوں کی مغفرت نہیں کرتا سوائے تیرے۔)

(۷۵) ☆امام صادق علیہ السلام کے قول: تم ''منّا نین'' ہونے سے بچو'' کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے حسن بن علی وشاء سے، انہوں نے علی بن میسرہ سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ ''منّا نین'' ہونے سے بچو۔'' میں نے عرض کیا: مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے، اس کی کیفیت کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی (کسی کام کی غرض سے) چلے پھر چت لیٹ جائے اور اپنے دونوں پیروں کو تکیے کہ اوپر اٹھا کر رکھے اور پھر کہے: پروردگار! میں فقط تیری خوشنودی کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

(۷۶) ☆مکافاۃ اور شکر کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسی بن عبید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبیداللہ بن عبداللہ دھقان نے، انہوں نے درست بن ابی منصور واسطی سے، انہوں نے عمر بن اذینہ سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص ویسا ہی سلوک کرے کہ جیسا اس کے ساتھ کیا گیا ہے تو وہ فقط برابری کرنے والا ہے اور جو دوچند کرے وہ شکر کرنے والا ہے اور جو شکر کرتا ہے وہ کریم ہوتا ہے، اور جو شخص یہ جان لیتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ اپنے نفس کے (فائدہ کے) لئے ہے تو وہ لوگوں کے شکر کا منتظر نہیں رہتا اور نہ ان سے محبت میں اضافہ کا خواہش مند ہوتا ہے، جان لے کہ بیشک تیری طرف اپنی حاجت کو طلب کرنے والے نے اپنے چہرے کو تیرے چہرے کے سامنے عزّت واحترام کے ساتھ پیش نہیں کیا ہے، تو (تجھے چاہئے کہ) اس کی حاجت روائی کرکے اس کی عزّت واکرام کر۔''

(۷۷) ☆اس علم کے معنی جس سے جاہل رہنے سے کوئی نقصان نہیں اور جس کو جاننے کا کوئی نفع نہیں ہے☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسی بن عبید نے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ دھقان سے، انہوں نے درست بن ابی منصور واسطی سے، انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے، انہوں نے ابوالحسن امام موسی کاظم علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد میں

تشریف فرما ہوئے تو اس وقت ایک شخص کو کچھ لوگ گھیرے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا :علاّمہ، یارسول اللہؐ! ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''علاّمہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: عربوں کے نسب، ان کے واقعات، ایام جاہلیت اوراشعار کو لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ ایسا علم ہے کہ جس کے لاعلم ہونے سے کوئی نقصان نہیں ہےاور جس کے جاننے سے کوئی نفع نہیں ہے۔''

(۷۸) ☆منافق کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب[آپؑ سے]ان بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے عرض کیا: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں یاابن رسول اللہؐ! میں اپنے بارے میں منافق ہونے پرخوف زدہ ہوں (کہ کہیں میں منافق تو نہیں ہوں) آپؑ نے اس سے فرمایا: ''جب تم دن میں یارات میں اپنے گھر میں تنہا ہوتے ہوتب کیا نماز نہیں پڑھتے ہو؟'' اس نے کہا: یقیناً (پڑھتا ہوں)، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کس کے لئے پڑھتے ہو؟'' اس نے کہا: اللہ عزّ وجلّ کے لئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تو پھر تم کیسے منافق ہو سکتے ہو جبکہ تم اللہ عزّ وجلّ کے لئے نماز پڑھ رہے ہو نہ کہ اس کے غیر کے لئے؟۔''

(۷۹) ☆مرض میں شکویٰ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر نے، انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے جمیل بن صالح سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''شکویٰ فقط تمہارا کہنا -کہ: یقیناً مجھے ایسی بلا میں مبتلا کر دیا گیا کہ جس میں کوئی بھی مبتلا نہیں ہوا یا تمہارا کہنا: یقیناً مجھ تک ایسی چیز پہنچی جو کسی تک نہیں پہنچی ہے، لیکن تمہارا کہنا کہ گزشتہ رات میں جاگتا رہا، آج دن بھر بخار میں رہا اور اس جیسے جملے یہ شکویٰ نہیں ہے۔''

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی -رحمہ اللہ- نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابومحمد انصاری -اور وہ خیر پر تھے- ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالیقظان عمار الاسدی نے ، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر مؤمن اپنے رب عزّ وجلّ کو قسم دے کہ وہ اسے موت نہ دے تو خدا اسے کبھی بھی موت نہیں دے گا مگر جب اس کا موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ عزّ وجلّ اس کی جانب دو ریحوں (ہواؤں) کو بھیجتا ہے: ایک ریح کہ جس کو 'منسیہ'' کہا جاتا ہے اور دوسری ریح کہ جس کو ''مسخیہ'' کیا جاتا ہے، ریحِ منسیہ اس شخص کے لئے اس کے گھر والوں اور مال کو بھلا دیتی ہے اور روحِ مسخیہ اس کے نفس کو دنیا سے ہٹا دیتی ہے یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو اختیار کر لیتا ہے جو اللہ تبارک وتعالی کے پاس ہیں۔''

(۸۱) ☆امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: لوگ دو قسم کے ہیں: ایک راحت پہنچانے والے اور دوسرے راحت پانے والے- کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رضی اللہ عنہ- نے ، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے ، انہوں نے احمد ابن ابی عبداللہ برقی سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ہمارے بعض اصحاب نے ، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''لوگ دو قسم کے ہیں: ایک راحت پہنچانے والے اور دوسرے راحت پانے والے ، وہ لوگ جو راحت پانے والے ہیں وہ مؤمن ہیں کہ جب وہ مر جاتے ہیں تو دنیا اور اس کی برائی سے راحت پاتے ہیں اور وہ جو راحت پہنچانے والا ہے وہ کافر ہے کہ جب وہ مر جاتا ہے تو درخت ، چوپائے اور لوگوں میں سے بہت سوں کو (مر کے) راحت پہنچاتا ہے۔''

(۸۲) ☆سِرّ اور اخفیٰ کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رحمہ اللہ- نے ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے ، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن سعدان حناط نے ، انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے ، انہوں نے عبداللہ

بن مسکان سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "یعلم السرَّ واخفی" (سورۂ طٰہٰ: آیت-۷) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "السرّ" (سے مراد) وہ چیز ہے جس کو تم اپنے نفس میں چھپاتے ہو اور "اخفیٰ" (سے مراد) وہ چیز ہے جسے تم اپنے ذہن سے گزارتے ہو اور پھر اسے فراموش کر دیتے ہو۔"

(۸۳)☆نبطی کے اعرابی بننے اور اعرابی کے نبطی بننے کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رضی اللہ عنہ-نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے عثمان بن عیسی سے، انہوں نے فرات بن احنف سے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کرتے ہوئے کہا: بیشک ہمارے پاس کچھ ایسے افراد ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہیں شیطان کے شر سے، سلطان کے شر سے، نبطی کے شر سے کہ جب وہ اعرابی بن جائے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ہاں، کیا میں تمہیں اس میں اضافہ نہ کر دوں؟" اس شخص نے کہا: یقیناً، امام علیہ السلام نے فرمایا: "اور اعرابی سے جب وہ نبطی بن جائے"۔ پس میں نے عرض کیا: یہ کیسے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص اسلام میں داخل ہو گیا اور پھر ہمارے غیر کے سرپرست ہونے کا دعویٰ کیا تو یقیناً یہ ہجرت کے بعد اعرابی بن گیا تو یہ نبطی ہے کہ جو اعرابی بن گیا۔ اور اعرابی اس وقت نبطی بن گیا جب اس نے اس کی ولایت کا اقرار کیا کہ جس کی وجہ سے وہ اسلام میں داخل ہوا تھا پس اس نے ہمیں چھوڑ کر ان (کی ولایت) کا دعویٰ کیا تو یقیناً وہ نبطی بن گیا۔"(۱)

(۱) نبطی کا لفظ اصل میں تو ان غیر عربوں کے لئے استعمال ہوتا تھا کہ جو عراق کے سرحدی علاقوں کی وادی میں سکونت پذیر تھے اور اسی طرح سے اعرابی بدو عربوں کے لئے استعمال ہوتا تھا، پھر یہ دونوں لفظ حق سے انکار کرنے والوں کے لئے استعمال ہونے لگے اور اب اس سے مراد مخصوص کسی علاقے کے لوگ نہیں بلکہ منکرانِ حق ہیں۔-مترجم۔

(۸۴) ☆اس روایت کے معنی جس میں کہا گیا کہ عورت کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی نہ تو نیک عورت کی اور نہ ہی بدعورت کی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے عثمان بن عیسی سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: ''عورت فقط گلے کا ہار ہے تو تم غور کرو کہ کس کو گلے میں ڈال رہے ہو، اور عورت کے مقابلہ میں کوئی قیمت نہیں ہے نہ تو نیک عورتوں کے لئے اور نہ ہی بری عورتوں کے لئے (چونکہ) جو صالح و نیک عورتیں ہیں ان کی قیمت سونا اور چاندی نہیں ہیں چونکہ وہ سونا اور چاندی سے بہتر ہیں اور جو بری اور فسادی عورتیں ہیں ان کی قیمت خاک بھی نہیں ہے چونکہ خاک اس سے بہتر ہے۔''

(۸۵) ☆اللہ عزّ وجلّ سے مشورے کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے عثمان بن عیسی سے، انہوں نے ھارون بن خارجہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ اس سلسلے میں لوگوں میں سے کسی سے بھی مشورہ نہ کرے جب تک کہ اللہ عزّ وجلّ سے مشورہ نہ کر لے۔'' میں نے عرض کیا: اللہ عزّ وجلّ کا مشورہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ کام کی ابتداء کرے تو سب سے پہلے اس سلسلے میں اللہ سے طلب خیر کرے، پھر اس معاملے میں (لوگوں سے) مشورہ لے، جب وہ ابتداء اللہ عزّ وجلّ سے کرے گا تو اللہ تعالی اس کے حق میں خیر کو اپنی مخلوقات میں سے اس شخص کی زبان پر جاری کر دے گا جس کو وہ محبوب جانتا ہے۔''

(۸۶) ☆حرج کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے عبدالخالق بن عبدربہ

سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "ومن یرد ان یضلّه یجعل صدره ضیّقاحرجا" (اور جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینے کو تنگ اور دشوار گزار بنا دیتا ہے) (سورۂ انعام: آیت-۱۲۶) کے سلسلے میں روایت کیا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا: "سینہ کبھی کبھی تنگ ہوتا ہے پھر بھی اس کے لئے ایسا راستہ ہوتا ہے کہ جس سے سن اور دیکھ سکتا ہے جبکہ حرج ایسی تنگی اور دشوار گزاری ہوتی ہے کہ اس میں کوئی ایسا راستہ نہیں ہوتا کہ [جس سے] سن سکے اور نہ کوئی اس کے دیکھنے کی راہ ہوتی ہے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطّار نے نیشاپور میں سن تین سو باون (۳۵۲) میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن قتیبہ نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام" (پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے) (سورۂ انعام: آیت-۱۲۶) کے سلسلے میں روایت کیا ہے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "خدا جسے دنیا میں ایمان کے ذریعے سے جنّت کی طرف اور اپنے کرامت کے گھر آخرت میں ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے تا کہ اللہ کو تسلیم کرے، اس پر بھروسہ کرے اور سکون اور ٹھہراؤ دکھائے اس ثواب پر کہ جس کا پروردگار نے اس سے وعدہ کیا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی جانب مطمئن ہو جائے۔ اور خدا جس کو اپنی جنّت اور آخرت میں کرامت کے گھر سے گمراہ کر دیتا ہے تو وہ خدا کا کفر و انکار کرتا ہے اور دنیا میں اس کی نافرمانی کرتا ہے کہ (جس کے نتیجے میں) پروردگار اس کے سینے کو تنگ اور دشوار گزار بنا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے کفر کے سلسلے میں (بھی) شک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے دل کے عقیدوں میں اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ یہ اس کے جیسا ہو جاتا ہے کہ جو آسمان میں چڑھ رہا ہو (کہ جتنا اوپر جانے کی کوشش کرے گا نیچے ہی آئے گا) اسی طرح اللہ نے رجس و پلیدگی کو ان لوگوں کے ساتھ قرار دیا ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے۔"

(۸۷) ☆ ناموں میں سب سے سچّا اور اچھا نام - کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضّال سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے معمر بن عمر سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ناموں میں سب سے سچا نام وہ ہے جو عبودیت و بندگی کی طرف موسوم ہوتا ہو اور ناموں میں سب سے اچھے نام انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کے ہیں۔"

(۸۸) ☆غیب اور شہادت کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے ،انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے ،انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے ،انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول:"عالم الغيب و الشهادة" (سورۂ جمعہ:۸) کے سلسلے میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:"غیب وہ چیز ہے جو نہیں تھی اور شہادت وہ چیز ہے جو یقیناً تھی۔"

(۸۹) ☆"خائنۃ الاعین" کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے ،انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے ،انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے ،انہوں نے عبدالرحمٰن بن مسلمہ جریری سے ،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول:"يعلم خائنة الاعين" (سورۂ مؤمن:۱۹) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:"کیا تم نے ایسے شخص کی جانب نہیں دیکھا جو کسی چیز کی طرف اس طرح نگاہ کرتا ہے کہ گویا اس کی طرف نگاہ نہیں کر رہا پس یہ "خائنۃ الاعین" ہے۔"

(۹۰) ☆قنطار کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رضی اللہ عنہ- نے ،انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے ،انہوں نے محمد بن عیسی سے ، انہوں نے حسن بن علی سے ، انہوں نے اسحاق بن عمار سے ،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:"جو شخص سو آیتوں کی تلاوت کے ساتھ رات میں نماز پڑھے تو اللہ اس کے حق میں پوری رات (عبادت کرتے ہوئے) جاگنا تحریر فرمائے گا۔اور جو شخص رات میں دو سو آیتیں نماز شب کے علاوہ تلاوت کرے گا تو اللہ تعالی اس کے حق میں لوحِ محفوظ میں نیکیوں میں سے قنطار تحریر فرمائے گا،اور قنطار بارہ سو (۱۲۰۰) اوقیہ کا ہوتا ہے اور اوقیہ احد کے پہاڑ سے بڑا ہے۔"

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رحمہ اللہ- نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار

نے ،انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے ،انہوں نے حسین بن سعید سے ،انہوں نے نضر بن سوید سے ،انہوں نے یحیٰ حلبی سے ،انہوں نے محمد بن مروان سے ،انہوں نے سعد بن طریف سے ،انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص رات میں دس آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے غافلین میں سے نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص پچاس آیات کی تلاوت کرے تو اسے ذاکرین میں سے لکھا جائے گا اور جو شخص سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے قانتین (رات بھر عبادت کرنے والوں) میں سے لکھا جائے گا اور جو شخص دو سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے خاشعین میں سے لکھا جائے گا اور جو شخص تین سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے فائزین (کامیاب ہونے والوں) میں سے لکھا جائے گا اور جو شخص پانچ سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے مجتہدین (کوشش کرنے والوں) میں سے لکھا جائے گا اور جو ہزار آیتوں کی تلاوت کرے تو اس کے حق میں قنطار لکھا جائے گا۔ اور قنطار پانچ ہزار مثقال سونے کا ہے اور مثقال چوبیس قیراط کا ہے اور ان میں سب سے چھوٹا قیراط احد کے پہاڑ کی مانند ہے اور ان میں سب سے بڑا جو کچھ آسمان و زمین میں اس کی مقدار میں ہے۔''

(۹۱) ☆''بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام'' کے معنیٰ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰ عطار نے ،انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰ اشعری سے ،انہوں نے العباس بن معروف سے ،انہوں نے صفوان بن یحیٰ سے ،انہوں نے ابن مسکان سے ،انہوں نے محمد بن مسلم سے ،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة و لا وصيلة و لا حام'' (سورۂ مائدہ: آیت-۱۰۳) کے سلسلے میں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک جاہلیت کے زمانے والے جب کوئی اونٹنی ایک پیٹ سے دو بچوں کو جنم دیتی تو کہتے : وصلت (کہ یہ اونٹنی وصیلہ ہے) تو اس کو ذبح کرنا حلال نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کھانا اور جب اونٹنی دس بچوں کو جنم دے دیتی تو اس کو 'سائبہ' قرار دیتے اور اس کی پشت کو اور اس کے کھانے کو حلال نہیں جانتے تھے اور ''الحام'' (اونٹنیوں کے ساتھ وطی کے لئے استعمال ہونے والا) نر اونٹ ہے کہ جس کو وہ لوگ حلال نہیں جانتے تھے تو اللہ عزّ وجلّ نے نازل فرمایا کہ ان میں سے کسی چیز کو اس نے حرام نہیں قرار دیا ہے۔''

یقیناً روایت کیا گیا ہے کہ ''بحیرہ'' اس اونٹنی کو کہتے ہیں کہ جس نے پانچ دفعہ بچوں کو جنم دیا ہو اور اگر پانچواں بچہ مذکر ہو تو لوگ اسے نحر کر دیتے اور اس کا گوشت مرد اور عورت سب کھاتے اور اگر پانچواں بچہ مادہ ہو تو وہ لوگ اس کے کان کو ''بحر'' کرتے تھے یعنی اس میں شگاف کرتے تھے اور اس اونٹنی کا گوشت اور دودھ عورتوں اور مردوں پر حرام ہوتا تھا اور جب وہ اونٹنی مر جاتی تو عورتوں کے لئے حلال ہو جاتی۔ اور سائبہ اس اونٹ کو کہا جاتا تھا کہ اس کی کسی شخص کے سلسلے میں نذر مانی جاتی تھی کہ اگر اللہ عزّ وجلّ نے اس کو مرض سے سلامتی عطا کر دی یا اللہ تعالی

نے اسے اپنے گھر پہنچا دیا تو وہ یہ کام انجام دیں گے (کہ اونٹ کو سائبہ بناتے ہوئے آزاد کردیں گے کہ جہاں سے چاہے کھائے پیئے) اور وصیلہ کا تعلق بھیڑ بکریوں سے ہوتا کہ جب کوئی بکری سات دفعہ حاملہ ہوجاتی اور اگر ساتواں بچہ نر ہوتا ہے تو اسے ذبح کردیتے اور اس کا گوشت مرد اور عورتیں سب کھاتے اور اگر وہ بچہ مادہ ہوتا ہے تو اسے بھیڑ بکریوں میں چھوڑ دیتے اور اگر ایک نر اور ایک مادہ (جڑواں) ہوتا تو وہ لوگ کہتے کہ: اس مادہ نے اپنے بھائی کے ساتھ وصل کیا تو وہ اسے ذبح نہیں کرتے اور اس کا گوشت عورتوں پر حرام ہوتا مگر یہ کہ ان میں سے کوئی مر جائے تو پھر اس کا کھانا مردوں اور عورتوں دونوں پر حلال جانتے۔ اور حام اس فحل (اونٹنی سے وطی کے لئے مخصوص اونٹ) کو کہتے کہ جو اپنی اولاد کی اولاد پر سوار ہو چکا ہو اس وقت وہ لوگ کہتے کہ یقیناً اس کی پشت ممنوع ہوگئی ہے اور پھر اس پر سواری نہیں کی جاتی اور اس کو چراگاہ سے اور پانی سے روکا نہیں جاتا۔"

(۹۲) ☆عتل اور زنیم کے معنیٰ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے صفوان بن یحیٰ سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: "عتل بعد ذلک زنیم" (سورۂ قلم: آیت-۱۳)، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "العتل یعنی عظیم کفر اور زنیم یعنی اپنے کفر کا حریص و فریفتہ ہونا۔"

(۹۳) ☆شرب الھیم کے معنیٰ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے اپنی اسناد سے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپؑ سے کہا گیا کہ: ایک شخص ایک سانس میں پیتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "کوئی برائی نہیں"، میں نے عرض کیا: بیشک ہم میں سے بعض ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ شرب الھیم (پیاسے اونٹ کی مانند پینا) ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "شرب الھیم فقط اس وقت ہے کہ جب اس پر اللہ کے نام کا ذکر نہ کیا جائے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والد - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے، انہوں نے اہل مدینہ میں سے ایک بزرگ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام

جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو پیتا ہے تو منقطع نہیں کرتا یہاں تک سیراب ہو جائے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا لذت اس کے علاوہ میں ہے؟'' میں نے عرض کیا: بیشک وہ لوگ کہتے ہیں: اس نے تو ''شرب الھیم'' کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''انہوں نے جھوٹ کہا ''شرب الھیم'' فقط اس وقت ہے کہ جس پر اللہ عزّ وجلّ [کے نام] کا ذکر نہ کیا جائے۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزندوں احمد اور عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے حماد بن عثمان الناب سے، انہوں نے عبداللہ بن علی حلبی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تین سانسوں میں پینا افضل ہے ایک سانس میں پینے سے؛ اور فرمایا: ''ھیم'' کے طریقے سے پینا مکروہ ہوتا ہے۔'' میں نے عرض کیا ''ھیم کیا ہے؟'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ریت'' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ھیم سے مراد اونٹ ہے۔

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاد محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے محمد بن حسن صفار کو فرماتے سنا کہ: جہاں پر بھی حلبی کی کتاب میں ''ایک دوسری حدیث میں'' کا جملہ ہو تو اس سے مراد محمد بن ابی عمیر -رحمہ اللہ- کا قول ہے۔

(۹۴) ☆ دو چھوٹی چیزیں، دو بڑی چیزیں اور دو کیفیتوں کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن ابراہیم بن ولید سلمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالفضل محمد بن احمد الکاتب نیشاپوری نے اپنی اسناد کے ساتھ سلسلے کو بلند کرتے ہوئے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام کی جانب کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''مرد کا کمال چھ چیزوں میں ہے: اس کی دو چھوٹی چیزوں میں، اس کی دو بڑی چیزوں میں اور اس کی دو کیفیتوں میں، اس کی دو چھوٹی چیزیں اس کا دل اور اس کی زبان ہیں کہ اگر انسان جنگ کرتا ہے تو جنگ (بھی) دل (کی مضبوطی کی وجہ) سے کرتا ہے اور اگر کلام کرتا ہے تو کلام (بھی) بیان کی قوت سے کرتا ہے۔ اور دو بڑی چیزیں اس کی عقل اور اس کی ہمّت ہیں اور اس کی دو کیفیتیں اس کا مال اور اس کا جمال ہیں۔''

(۹۵) ☆ نعمت کا احترام- کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی صیرفی

سے، انہوں نے سعدان بن مسلم سے، انہوں نے حسین بن نعیم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے (راوی سے مخاطب ہوکر) ارشاد فرمایا: ''اے حسین! نعمت کا احترام کرو۔'' میں نے عرض کیا: ''میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں، نعمت کا احترام کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اچھائیوں کو انجام دینا ان میں کہ جو تم پر باقی ہیں۔''

(۹۶) ☆سیاء کے معنی☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد ابن علی کوفی سے، انہوں نے عبیداللہ دھقان سے، انہوں نے درست بن ابی منصور واسطی سے، انہوں نے ابراہیم ابن عبدالحمید سے، انہوں نے ابو الحسن امام موسی کاظم علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں نے اپنے اس بیٹے کو کتاب (لکھنا پڑھنا) سکھادی ہے، تو اب میں اس کو کس کام کے سپرد کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم اسے (جس کام کے چاہو) سپرد کردو- جب کہ اللہ کی جانب سے تم باپ کی ذمہ داری پر فائز ہو-مگر پانچ چیزوں میں سپرد نہ کرو: تم اسے سیاء کے سپرد نہ کرو، نہ صائغ کے، نہ قصاب کے، نہ حنّاط کے اور نہ نخّاس کے۔'' اس نے کہا: یارسول اللہؐ! سیاء کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''وہ کہ جو کفن بیچتا ہے اور میری امّت کی موت کی تمنا کرتا ہے اور میری امّت میں سے ہر پیدا ہونے والا مجھے ان تمام چیزوں سے کہ جن پر سورج طلوع ہوتا ہے زیادہ محبوب ہے۔ صائغ (زرگر- سنار) وہ شخص ہے کہ جو میری امّت کو دھوکہ دینے کے طریقے نکالتا ہے۔ اور قصاب کہ جو ذبح کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل سے رحم چلا جاتا ہے اور حنّاط (گندم فروش) کہ یہ میری امّت پر خوراک کو ذخیرہ کرتا ہے اور اگر کوئی بندہ چور ہونے کی حالت میں اللہ سے ملاقات کرے (مرجائے) تو وہ میرے نزدیک اس شخص سے زیادہ محبوب ہے کہ جو اللہ سے ملاقات کرے (مرجائے) جب کہ اس نے چالیس دن تک خوراک کو ذخیرہ کیا ہو۔ اور نخّاس (غلام فروش) کہ بیشک جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے کہا: اے محمدؐ! آپؐ کی امّت میں سب سے برے وہ لوگ ہیں کہ جو انسانوں کی خرید وفروخت کرتے ہیں۔''

(۹۷) ☆قلیل کے معنی☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰی سے، انہوں نے موسی بن عمر سے، انہوں نے جعفر بن محمد بن یحیٰی سے، انہوں نے غالب سے، انہوں نے ابوخالد سے، انہوں نے حمران سے، انہوں نے ابوجعفر امام

محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "و ما آمن معه الاّ قلیل" (ان کے ساتھ ایمان والے بہت ہی قلیل تھے) (سورۂ ہود: آیت-۴۰) کے سلسلے میں بیان کیا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "وہ آٹھ افراد تھے"۔

(۹۸) ☆قلیل کے دوسرے معنی☆

۱۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے علی ابن نعمان سے، انہوں نے ھارون بن خارجہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "فلمّا کتب علیهم القتال تولّوا الاّ قلیلاً منهم" (اس کے بعد جب جہاد واجب کر دیا گیا تو قلیل افراد کے علاوہ سب منحرف ہو گئے) (سورۂ بقرہ: آیت: ۲۴۶) کہ سلسلے میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ قلیل ساٹھ ہزار تھے۔"

(۹۹) ☆اس روایت کے معنی کہ جس میں بیان کیا گیا کہ بدبختی تین چیزوں میں ہے: عورت، سواری اور گھر☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سہل بن زیاد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عثمان بن عیسی نے، انہوں نے خالد بن نجیح سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ ہم لوگ امام علیہ السلام کے پاس بدبختی کا تذکرہ کر رہے تھے، امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بدبختی تین چیزوں میں ہے: عورت، سواری اور گھر، عورت کی بدبختی اس کے مہر کا کثیر ہونا اور شوہر کی نافرمانی ہے، سواری کی بدبختی اس کی سرکشی اور اپنی پشت پر سوار ہونے سے منع کرنا ہے اور گھر تو اس کے صحن کا تنگ ہونا، پڑوسیوں کا برا ہونا اور اس میں عیوب کا زیادہ ہونا ہے۔"

۲۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ ابن میمون سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "بدبختی تین چیزوں میں ہے: سواری، عورت اور گھر میں۔ عورت تو اس کی بدبختی اس کے مہر کا زیادہ ہونا اور وضع حمل کا تکلیف دہ ہونا ہے۔ اور جانور، تو اس کی بدبختی اس کی بیماری کا کثیر ہونا اور اس کا سرکش ہونا ہے، اور گھر تو اس کی بدبختی اس کا تنگ ہونا اور پڑوسیوں کا خبیث

ہوتا ہے۔ اور فرمایا: عورت کی برکت میں اس کے خرچہ کا کم ہونا اور اس کے وضع حمل کا آسان ہونا ہے اور اس کی بدبختی اس کے خرچہ کا زیادہ ہونا اور اس کے وضع حمل کا مشکل ہونا ہے۔"

(۱۰۰) ☆ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم: جو مرد (مرتے وقت) دو دینار چھوڑے تو یہ دونوں اس کی آنکھ کے درمیان داغ ہوں گے۔ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد ۔رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے، انہوں نے علی بن اسماعیل سے، انہوں نے صفوان سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے، انہوں نے ان سے جنہوں نے ان کو سنایا ۔اور یقیناً انہوں نے ان کا نام بیان کیا ہے۔ انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے زکاۃ کے متعلق سوال کیا کہ کوئی شخص اس میں سے کیا لے سکتا ہے؟ اور میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ: یقیناً ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: جو مرد (مرتے وقت دنیا میں) دو دینار چھوڑ کر جائے تو وہ دونوں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان داغ ہوں گے۔ راوی کہتا ہے امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ اس گروہ کے لئے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے یہاں مہمان بنے ہوئے تھے، تو جب شام کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اے فلاں! جا اور اس سے رات کے کھانے کا بندوبست کر، اور جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اے فلاں! جا اور صبح کے کھانے کا بندوبست کر۔ (اس طرح ان تمام لوگوں کے لئے پیغمبر اسلام کھانے کا بندوبست فرماتے تھے۔) پس ان لوگوں کو نہ صبح کو بغیر کھانے کے رہنے کا کوئی خوف تھا اور نہ رات کو بغیر کھانے کے رہنے کا کوئی خوف تھا (پھر بھی) ان میں سے ایک مرد نے دو دیناروں کو جمع کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سلسلے میں یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ بیشک لوگوں کو فقط سال سے سال تک کا عطا کیا جاتا ہے تو ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان میں سے اتنا جمع کر لے کہ جو اس کے اور اس کے عیال کے لئے (ایک) سال سے (دوسرے) سال تک کے لئے کافی ہو۔"

(۱۰۱) ☆ زکاۃِ ظاہرہ اور زکاۃِ باطنہ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن ۔رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ رازی نے، انہوں نے نصر بن صباح سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے،

انہوں نے کہا کہ میں ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت ایک شخص نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا: مال میں سے کتنی مقدار میں زکاۃ واجب ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا ارادہ زکاۃ ظاہرہ کا ہے یا باطنہ کا'' اس نے کہا: ''میں نے دونوں کا ارادہ کیا ہے؟'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جہاں تک ظاہرہ کا تعلق ہے تو ہر ہزار میں پچیس درہم ہے اور جہاں تک باطنہ کا تعلق ہے تو (زکاۃِ باطنہ یہ ہے کہ) اس چیز میں کہ جس میں تمہارا (مؤمن) بھائی تم سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اس کو اپنے لئے مخصوص نہ کردو۔''

(۱۰۲) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مرتے وقت دو دینار چھوڑ جانے والے شخص کے لئے فرمان کہ ''کثیر چھوڑ کر گیا'' کے معنی ☆

ا۔ میرے والد – رحمہ اللہ – فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے کہا کہ: بعض نے ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس کسی بات کو یاد کیا اور پھر عرض کیا: ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں ہلاک ہو گیا اور دو دیناروں کو چھوڑ گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا: ''اس نے کثیر (مال) چھوڑا'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ شخص تھا کہ جو اہل صفہ (۱) کے پاس آتا رہتا تھا اور ان سے (اپنی ضرورت کا) سوال کرتا تھا، پس وہ مر گیا اور دو دینار چھوڑ گیا تھا۔''

(۱۰۳) ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے زکاۃ میں نو قسموں کے علاوہ میں معافی دی ہے۔ کا معنی ☆

ا۔ میرے والد – رحمہ اللہ – نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے موسیٰ ابن عمر سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے ابوسعید قماط سے، انہوں نے ان سے جنہوں نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام سے زکاۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نو چیزوں پر زکاۃ رکھی تھی اور ان کے علاوہ چیزوں پر معاف کر دی تھی: (وہ نو چیزیں) گندم، جو، کھجور، کشمش، سونا، چاندی، گائے، بھیڑ،

(۱) پیغمبرؐ کے زمانہ میں مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترہ بنا ہوا تھا کہ جہاں پر تازہ اسلام لانے والے وہ افراد رہا کرتے تھے کہ جن کے پاس رہنے کی کوئی جگہ نہیں تھی یا پھر اسلام لانے کی وجہ سے ان کے قبیلے والوں نے ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا۔ اس چبوترے کو صفہ کہا جاتا تھا اور یہاں رہنے والے صحابہ کرام کو اہل صفہ کہا جاتا ہے۔ –مترجم

بکریاں اور اونٹ ہیں۔'' سوال کرنے والے نے کہا: نمک پس، آپ علیہ السلام جلال میں آئے اور پھر فرمایا: ''قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے زمانہ میں تل، نمک، باجرہ اور یہ تمام چیزیں تھیں۔

اس نے کہا: ''وہ لوگ کہتے ہیں کہ: یقیناً یہ چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں نہیں تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نو چیزوں پر فقط اس لئے زکاۃ واجب کی کہ آپ کے روبرو ان (نو چیزوں) کے علاوہ چیزیں نہیں تھیں۔'' پس امام علیہ السلام جلال میں آئے اور فرمایا: ''انہوں نے جھوٹ کہا، کیا معافی ان چیزوں کے علاوہ میں ہو سکتی ہے جو یقینی طور پر موجود ہوں اور نہیں قسم بخدا! میں ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز پر زکاۃ کو نہیں پہچانتا، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔''

(۱۰۴) ☆ جماعت، فرقہ، سنّت اور بدعت کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالجہم ھارون بن الجہم سے، انہوں نے حفص بن عمر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے آپ کی امّت کی جماعت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میری امّت کی جماعت اہل حق ہیں اگر چہ وہ کم ہوں۔''

۲۔ اور اسی اسناد کے ساتھ، احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ابویحیٰی واسطی سے، انہوں نے عبداللہ بن یحیٰی بن عبداللہ علوی سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پوچھا گیا: آپ کی امّت کی جماعت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو حق پر ہیں اگر چہ وہ دس ہوں۔''

۳۔ اور اسی اسناد کے ساتھ، احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے عبداللہ بن محمد حجّال سے، انہوں نے عاصم ابن حمید سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا: ایک شخص امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: آپ مجھے سنّت اور بدعت کے بارے میں اور جماعت کے بارے میں اور فرقہ کے بارے میں باخبر کیجئے؟ امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''سنّت وہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا طریقہ تھا؛ اور بدعت وہ چیزیں ہیں جو آپ کے بعد پیدا کی گئیں؛ اور جماعت اہل حق ہے اگر چہ وہ کم ہو؛ اور فرقہ اہل باطل ہے اگر چہ وہ کثیر ہو۔''

(۱۰۵) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک شخص کے لئے کہنا کہ: تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے - کے معنی ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد نے، انہوں نے محمد بن عیسی سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے حسین بن ابی العلاء سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مرد کے لئے اپنی اولاد کے مال سے کیا چیز حلال ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس کا خرچہ بغیر اسراف کئے جب وہ اس خرچہ کے لئے محتاج ہو۔'' راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول - کہ جو اس شخص کے لئے تھا کہ جو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا - تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے؟ (سے کیا مراد ہے؟) امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ فقط اپنے والد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آیا تھا اور اس نے کہا تھا: یا رسول اللہؐ! یہ میرا باپ ہے اور اس نے مجھ پر میری ماں کی میراث کے سلسلے میں ظلم کیا ہے، تو اس کے والد نے بیان کیا کہ میں نے اس مال کو اس بیٹے کے اوپر اور اپنے اوپر خرچ کیا ہے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے، اور اس شخص کے پاس کسی قسم کا کوئی مال نہیں تھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بیٹے کے لئے باپ کو قید کر دیتے؟!''

(۱۰۶) ☆ منقلین کے معنی ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن حسن سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے علی بن یعقوب سے، انہوں نے مروان بن مسلم سے، انہوں نے محمد بن شریح سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دونوں عیدوں میں عورتوں کے باہر نکلنے کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(درست) نہیں، مگر یہ کہ بوڑھی عورت پر اس کے منقلین - یعنی دونوں جوتے - بھاری ہو جائیں۔''

(۱۰۷) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: عورتوں کے لئے سراۃ الطریق نہیں ہے ۔ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رضی اللہ عنہ-نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم ابن ھاشم سے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے،انہوں نے ھشام بن سالم سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''عورتوں کے لئے سراۃ الطریق (راستے کے درمیان چلنا) نہیں ہے بلکہ راستے کی دونوں طرف ہے-یعنی سراۃ سے مراد وسط ہے-

(۱۰۸) ☆ یوم التلاق، یوم التناد، یوم التغابن اور یوم الحسرۃ کے معنی ☆

ا۔میرے والد-رحمہ اللہ-نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے،انہوں نے سلیمان بن داود سے،انہوں نے حفص بن غیاث سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''یوم التلاق وہ دن ہے کہ جب اہل آسمان اور اہل زمین ملاقات کریں گے؛ اور یوم التناد وہ دن ہے کہ جب (جہنم کی) آگ والے جنّت والوں کو نداء دیں گے کہ تم ہم تک پانی یا جو اللہ نے تم کو رزق دیا ہے اس میں سے کچھ پہنچا دو؛ اور یوم التغابن وہ دن ہے کہ جب اہل جنّت (جہنم کی) آگ والوں کو نقصان میں دیکھیں گے، اور یوم الحسرۃ وہ دن ہے کہ جب موت کو سامنے لایا جائے گا تا کہ اسے ذبح کر دیا جائے۔''

(۱۰۹) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول:
میرے اصحاب کی مثال تم میں ستاروں کی مانند ہے-کے معنی ☆

ا۔مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے،انہوں نے حسن بن موسیٰ خشّاب سے،انہوں نے غیاث بن کلوب سے،انہوں نے اسحاق بن عمّار سے،انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے،آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تم اللہ عزّ وجلّ کی کتاب میں پاؤ پس تمہارے لئے اس کے مطابق عمل کرنا ہے اور اسے ترک کرنے میں کوئی عذر (قابل قبول) نہیں ہے، اور جو اللہ عزّ وجلّ کی کتاب میں نہیں ہے اس سلسلے میں میری سنّت موجود ہے تو میری سنّت کو ترک کرنے کے سلسلے میں تمہارے لئے کوئی عذر (قابل قبول) نہیں ہے، اور وہ جو میری سنّت میں

موجود نہیں ہے تو جو میرے اصحاب کہیں پس تم (بھی) وہی کہو، تم میں میرے اصحاب کی مثال ستاروں کی مانند ہے، ان میں سے جن کو بھی حاصل کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے اور میرے اصحاب کے اقوال میں سے جس کو بھی تم لے لو گے وہ تمہیں ہدایت دے دیگا اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے حق میں رحمت ہے۔'' پس کہا گیا: یارسول اللہ! آپ کے اصحاب کون ہیں؟ فرمایا: ''میرے اہل بیت''

اس کتاب کے مؤلف محمد بن علی فرماتے ہے: بیشک اہل بیت علیہم السلام میں اختلاف نہیں ہوتا ہے مگر وہ شیعوں کے لئے حق کے متعلق فتوے دیتے ہیں اور کبھی کبھار وہ شیعوں کو تقیہ کی بنیاد پر فتوی دیتے ہیں تو جو ان کے اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے وہ تقیہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور تقیہ شیعوں کے حق میں رحمت ہے۔

(۱۱۰) ☆ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: میری امّت کا اختلاف رحمت ہے- کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے ابوالخیر صالح بن ابی حماد سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن ھلال نے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے عبدالمؤمن انصاری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: بیشک ایک گروہ روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بیشک میری امّت کا اختلاف رحمت ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''انہوں نے سچ کہا۔'' میں نے عرض کیا: اگر امّت کا اختلاف رحمت ہے تو ان کا اجتماع عذاب ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہے جس (معنی کی) طرف تم گئے ہو اور وہ لوگ گئے ہیں، فقط پیغمبرؐ نے اس سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فلو لا نفر من کلّ فرقة طائفة لیتفقّھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلّھم یحذرون'' (تو ہر گروہ میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے کیوں نہیں نکلتی ہے کہ دین کا علم حاصل کرے اور پھر جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو اسے عذاب الٰہی سے ڈرائے کہ شاید وہ اسی طرح ڈرنے لگیں) (سورۂ توبہ: آیت-۱۲۲) کا ارادہ فرمایا ہے۔ پس پروردگار نے لوگوں کو حکم کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف (حصول علم کے لئے) نکلیں اور آپؐ کی جانب مختلف علاقوں سے آئیں اور تعلیم حاصل کریں اور پھر اپنی قوم کی طرف پلٹ کر انہیں تعلیم دیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اختلاف سے شہروں کا اختلاف (مختلف شہر) لیا ہے نہ کہ اللہ کے دین میں اختلاف، دین تو فقط ایک ہے۔''(۱)

(۱) گویا کہ حدیثِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے معنی ہوئے: ''میری امّت کا مختلف شہروں سے حصول علم کے لئے نکلنا رحمت ہے''۔ -مترجم۔

(۱۱۱) ☆کذب مفترع کا معنی☆

ا۔میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد ابن علی سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ کذب مفترع سے بچو۔'' آپ سے پوچھا گیا: کذب مفترع کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کوئی شخص تم کو کوئی حدیث بیان کرے اور تم اس کو بتانے والے کے علاوہ کسی اور کے حوالے سے روایت کرو۔''

(۱۱۲) ☆اللہ عزّ وجلّ کے قول: میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے- کے معنی☆

ا۔میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''انّ عبادی لیس لک علیهم سلطان'' (میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے) (سورۂ حجر: آیت-۴۲) کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس کو اس گروہ (امّت پیغمبرؐ) پر کوئی خصوصی اختیار نہیں ہے۔'' راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: یہ کیسے، مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے، جبکہ ان میں وہ کچھ ہے جو ان میں ہے (یعنی ان میں بہت سی برائیاں ہیں اور اگر شیطان کو اختیار نہیں ہے تو پھر امّت میں برائیاں کیوں ہیں)؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ مراد نہیں ہے جس کی طرف تم گئے ہو، اللہ تعالیٰ کے (شیطان کے لئے) قول: ''تجھے ان پر کوئی اختیار نہیں ہے'' سے فقط مراد یہ ہے کہ شیطان کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ امّت کی جانب کفر کو محبوب بنادے اور ایمان کو ناپسند بنادے۔''

(۱۱۳) ☆معادن، اشراف، اہل بیوتات اور مولد طیّب کے معنی☆

ا۔میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے سلمہ بن خطّاب سے، انہوں نے علی ابن محمد الاشعث سے، انہوں نے دھقان سے، انہوں نے احمد بن [ی] زید سے، انہوں نے علیؑ بن جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے برادر محترم موسیٰ ابن جعفر الکاظم علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''فقط ہمارے شیعہ معادن، اشراف، اہل بیوتات اور وہ ہیں کہ جن کی ولادت پاکیزہ ہے۔'' علیؑ ابن جعفرؑ نے کہا: پس میں نے اس کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام فرمایا: ''معادن قریش میں سے ہیں، اشراف

عرب میں سے ہیں، اہل بیوتات ہمارے غلاموں اور موالیوں میں سے ہیں اور وہ جن کی ولادت پاکیزہ ہے وہ (شہر کی) اردگرد کی بستیوں میں بسنے والے ہیں۔''

(۱۱۴) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: بنی اسرائیل کے متعلق بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسین ابن سیف سے، انہوں نے اپنے بھائی علی بن سیف سے، انہوں نے اپنے والد سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے محمد بن مارد سے، انہوں نے عبد الاعلیٰ ابن اعین سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ''مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے، ایک حدیث کی لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے متعلق بیان کرواور (اس میں) کوئی حرج نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں'' میں نے عرض کیا: ''تو ہم بنی اسرائیل کے متعلق جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ سب بیان کریں اور ہم پر کوئی حرج نہیں ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تم نے نہیں سنا کہ جو فرمایا: کسی مرد کے جھوٹ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے بیان کردے؟'' میں نے عرض کیا: ''یہ کیسے؟'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جو کچھ قرآن میں بنی اسرائیل کے سلسلے میں بیان ہوا ہے اسے بیان کرو کہ وہ اس امّت میں ہونے والا ہے اور (اس کو بیان کرنے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔''

(۱۱۵) ☆ ''فقیہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا'' کی روایت کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن سعید کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی منذر بن محمد قرابۃ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن سلیمان نے، انہوں نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا اس وقت ایک شخص آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے امام علیہ السلام سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا جو نہیں جانتا کہ ایک رکعت نماز پڑھی یا دو رکعت، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ نماز کا اعادہ کرے۔'' اس نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: تو وہ روایت کہاں (جاری ہوتی) ہے کہ بیشک فقیہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ فقط تین اور چار (رکعتی نمازوں) میں ہے۔''

(۱۱۶) ☆سُمَیط، سُعَیْدَہ، اُنثٰی اور ذکر کا معنٰی☆

۱۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن ھاشم اور ایوب بن نوح سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن سنان نے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی مسجد کو ''سمیط'' کی مقدار تک بنایا، پھر مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہؐ! اگر مسجد کے بارے میں حکم فرمائیں تو اس میں اضافہ کیا جائے، تو آپ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ہاں، آپؐ نے اس کا حکم دیا تو اس میں اضافہ کیا گیا اور آپؐ نے سعیدہ کی مقدار تک بنایا، پھر مسلمانوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوا تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! اگر آپؐ حکم فرمائیں تو اس میں اضافہ کیا جائے، آپؐ نے فرمایا: ہاں، پس اس میں اضافہ کیا گیا اور اس کی دیوار کی مقدار انثی اور ذکر تک کی بنائی۔ پھر لوگوں پر حرارت شدید ہوئی تو عرض کیا: یارسول اللہؐ! اگر آپؐ حکم کریں تو سایہ بنا دیا جائے۔ فرمایا: آپؐ نے اس کا حکم کیا تو اس پر کھجور کی شاخوں کی بلندی قائم کر دی گئی (تا کہ وہ ستون کا کام دیں) پھر اس پر کھجور کی شاخوں، پتوں اور اذخر کی گھاس کو بچھا دیا گیا اور لوگ اسی میں گذارہ کرنے لگے یہاں تک کہ بارش کا زمانہ آ پہنچا تو (بارش کی حالت میں) مسجد میں جانا ان کے لئے دشوار قرار پایا، تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! اگر آپؐ حکم کریں تو اس چھت پر مٹی ڈال دی جائے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''نہیں، چھت موسیٰ کی چھت جیسی (ہی رہے گی)، پس پھر یہ اسی طرح برقرار رہی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وفات فرما گئے اور مسجد کی دیوار چھت ڈلنے سے پہلے انسان کے قد کے برابر تھی تو جب اس کا سایہ ایک ذراع (تقریباً ۱۸، انچ) تک کا ہو جاتا جو بکری کے بیٹھنے کی جگہ جتنا ہوتا ہے تو نماز ظہر پڑھی جاتی اور جب سایہ دو ذراع جتنا ہو جاتا اور وہ پہلے سے دوگنا ہوتا تو نماز عصر پڑھی جاتی۔ اور راوی کہتا ہے کہ فرمایا: سُمَیط یعنی سینے کے برابر مقدار، سعیدہ یعنی سینے جتنی مقدار اور اس کی آدھی مقدار (یعنی انسان کے پاؤں سے سینے تک کی مقدار اور پھر اس مقدار کی مزید نصف مقدار) اور انثی اور ذکر یعنی دو الگ الگ سینے جتنی مقدار۔''

(۱۱۷) ☆جہادِ اکبر کے معنٰی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا حسین بن احمد بن ادریس -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی محمد بن یحییٰ خزاز نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسی بن اسماعیل نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے موسی بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے

آبائے طاہرین علیہم السلام سے، آپؑ نے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک سریہ (۱) کے لئے بھیجا، جب وہ لوگ پلٹ کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''آنے والے گروہ کو مرحبا! جنہوں نے جہاد اصغر کو انجام دیا اور ان پر جہاد اکبر باقی ہے۔'' پوچھا گیا: یا رسول اللہؐ! جہاد اکبر کیا ہے؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''نفس کے خلاف جہاد۔'' اور امام علیہ السلام نے فرمایا: ''افضل ترین جہاد اس شخص کا ہے جو اپنے اس نفس کے برخلاف جہاد کرے جو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔''

(۱۱۸) ☆اول النعم اور بادیء النعم کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن - رضی اللہ عنہما - نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو القاسم عبد الرحمٰن کوفی اور ابو یوسف یعقوب ابن یزید انباری الکاتب نے، انہوں نے ابو محمد عبداللہ بن محمد غفاری سے، انہوں نے حسین بن [ی] زید سے، انہوں نے الصادق ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ہم اہل بیت سے محبت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ ''اول النعم'' پر اللہ تعالی کی حمد کرے۔'' کہا گیا: اول النعم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''ولادت کی پاکیزگی، ہم سے محبت نہیں رکھتا مگر وہ کہ جس کی ولادت پاکیزہ ہے اور ہم سے بغض نہیں رکھتا مگر وہ کہ جس کی ولادت خبیث ہے۔''

۲۔ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن عبداللہ - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے اپنے جد ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن عیسی بن عبید سے، انہوں نے ابو محمد انصاری سے، انہوں نے ایک سے زیادہ سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس عالم میں صبح کرے کہ اپنے دل میں ہماری محبت کی ٹھنڈک کو پائے تو اسے چاہیئے کہ اللہ تعالی کی ''بادیء النعم'' پر حمد کرے۔'' کہا گیا: بادیء النعم کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ولادت کی پاکیزگی۔''

۳۔ہم سے بیان کیا حسین بن ابراہیم بن تاتانہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد ابراہیم بن ھاشم سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے زیاد النہد ی سے، انہوں نے عبداللہ بن صالح سے، انہوں نے زید ابن علی سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر

(۱) سریہ اس لڑائی کو کہا جاتا ہے کہ جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود شرکت نہ فرمائی ہو۔

بزرگوار امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''یا علی! جو مجھ سے محبت کرتا ہے، تم سے محبت کرتا ہے اور تمہاری اولاد میں جو ائمہ ہیں ان سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنی ولادت کی پاکیزگی پر اللہ کی حمد کرے، پس بیشک ہم سے محبت نہیں کرتا مگر وہ جس کی ولادت پاکیزہ ہے اور ہم سے بغض نہیں رکھتا مگر وہ جس کی ولادت خبیث ہے۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے دل میں ہماری محبت کی ٹھنڈک کو پائے اسے چاہئے کہ اپنی ماں کے حق میں بہت زیادہ دعا کرے کہ بیشک اس نے اس کے باپ کے ساتھ خیانت نہیں کی۔''

(۱۱۹) ☆ ''مردوں میں سے اولی الاربہ''۔ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے صفوان ابن یحیٰ سے، انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال'' سے آخرِ آیت تک (سورۂ نور: آیت۔۳۱) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: (اولی الاربہ کے معنی) ''وہ احمق شخص جو عورتوں سے ہم بستری نہ کر سکتا ہو۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن علی وشاء سے، انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال'' (سورۂ نور: آیت۔۳۱) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سرپرست کا محتاج وہ کم عقل جو عورتوں کے ساتھ ہم بستری نہیں کر سکتا۔'' (یعنی نامرد)

(۱۲۰) ☆ اربعاء اور نطاف کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن علی بن محبوب سے، انہوں نے علی بن سندی سے، انہوں نے صفوان سے، انہوں نے اسحاق بن عمار سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے

فرمایا: تم زمین کو کھجور، گندم، جو، اربعاء اور نطاف کے عوض اجارے پر مت دو۔'' میں نے عرض کیا: اربعاء کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''(پانی سے) سیراب ہونا اور نطاف پانی کا فاضل ہونا بلکہ تم زمین کا سونے، چاندی، نصف حصہ، ایک تہائی حصہ اور ایک چوتھائی حصہ سے تقابل کرو (اور ان چیزوں کے عوض اجارہ پر دو)۔''

(۱۲۱) ☆اس خبء کے معنی کہ جس سے زیادہ اللہ کے نزدیک کوئی عبادت محبوب نہیں ہے☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے محمد بن عیسی سے، انہوں نے یونس ابن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ھشام بن سالم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''اللہ کی عبادت کسی چیز سے نہیں کی جاتی جو اس کی بارگاہ میں خبء سے زیادہ محبوب ہو۔'' میں نے عرض کیا: ''خبء کیا ہے؟'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تقیہ''۔

(۱۲۲) ☆مرد کا اپنے آپ کو سلام کرنے کے معنی☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے محمد بن فضیل سے، انہوں نے ابوالصباح سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فاذا دخلتم بیوتا فسلّموا علی انفسکم- آیۃ-'' (سورۂ نور: آیت-۶۱) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ گھر میں داخل ہوتے وقت مرد کا اپنے گھر والوں کو سلام کرنا ہے پھر گھر والے اس کو سلام کریں گے تو یہ اس کا اپنے آپ کو سلام کرنا ہوا۔''

(۱۲۳) ☆استیناس کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے علی بن حکم اور محسن بن احمد سے، انہوں نے ابان بن احمر سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ جلّ کے قول: ''لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتّی تستانسوا و تسلّموا

علی اهلها" (سورۂ نور: آیت-۲۷) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "استیناس (کہ جس کی طرف آیت کا لفظ "تستانسوا" اشارہ کر رہا ہے) یعنی جوتے اتارنا اور سلام کرنا۔"

(۱۲۴) ☆امیر المؤمنین علیہ السلام کا قول: "کرامت کو ناپسند نہیں کرتا مگر گدھا" کے معنی☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے احمد بن محمد بزنطی سے، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن امام علی الرضا علیہ السلام نے فرمایا: امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "کرامت کو ناپسند نہیں کرتا مگر گدھا" میں نے عرض کیا: اس کے کیا معنی ہیں؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "یہ اس خوشبو میں جو اس پر عارض ہو اور اس وسعت میں کہ جو اسے مجلس میں حاصل ہو، جو ان دونوں کا انکار کرے وہ اسی طرح ہو جائے گا جیسا کہ (امام علی علیہ السلام نے) فرمایا۔"

(۱۲۵) ☆طینۃ خبال کے معنی☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے مالک بن عطیہ سے، انہوں نے ابن ابی یعفور سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "جو کسی مؤمن یا مؤمنہ پر ایسی تہمت لگائے جو ان میں نہیں ہے تو اللہ عزّ وجلّ قیامت کے دن اسے "طینۃ خبال" میں قید کر دے گا یہاں تک کہ اس نے جو کہا ہے اس سے نکل آئے۔" میں نے عرض کیا: طینۃ خبال کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "خون ملی پیپ ہے کہ جو بدکار یعنی زنا کار عورتوں کی شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے مہران بن محمد سے، انہوں نے سعد الاسکاف سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جو شراب یا نشہ آور چیز کو پیئے تو چالیس صبح تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی، پس اگر وہ پھر استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی "طینۃ خبال" سے پیاس بجھائے گا۔" میں نے عرض کیا: طینۃ خبال کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "خون ملی پیپ ہے کہ جو زانی عورتوں کی شرمگاہوں سے خارج ہوتی ہے۔"

(۱۲۶) ☆عقدین کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رحمہ اللہ- نے ،انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے ،انہوں نے محمد ابن علی کوفی سے ، انہوں نے عیسی بن عبداللہ عمری سے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے اپنے جد سے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے علی علیہ الصلاۃ والسلام سے ،آپؑ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی نماز نہ پڑھے جب کہ وہ عقدین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو یعنی پیشاب اور پاخانہ (میں سے کسی ایک کی حاجت ہو)۔

(۱۲۷) ☆دعابہ کے معنی☆

۱۔میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے ،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا شریف بن سابق ابو محمد تفلیسی نے ،انہوں نے فضل بن ابی قرۃ سے ،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بھی مؤمن نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس میں ''دعابہ'' ہوتا ہے۔''میں نے عرض کیا: دعابہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''مزاح''۔

(۱۲۸) ☆ابوذرّ رحمۃ اللہ علیہ کے قول: تین چیزوں سے لوگ بغض رکھتے ہیں مگر میں ان سے محبت کرتا ہوں- کے معنی☆

۱۔میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے احمد بن محمد سے ،انہوں نے ابن فضال سے ،انہوں نے یونس بن یعقوب سے ،انہوں نے شعیب عقرقوفی سے ،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ابوذرّ -رحمۃ اللہ علیہ- سے ایک روایت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: تین چیزوں سے لوگ بغض رکھتے ہیں جبکہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں: میں موت سے محبت رکھتا ہوں ، میں فقر سے محبت رکھتا ہوں اور میں بلا سے محبت رکھتا ہوں ۔امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ ویسا نہیں ہے جیسا وہ لوگ روایت کرتے ہیں ،فقط ان کی مراد یہ تھی کہ: ایسی موت کہ جو اللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی میں (گذرنے والی) زندگی سے زیادہ محبوب ہے ،وہ فقر و محتاجی جو اللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی (کی حالت) میں غنی ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور وہ

بیماری کی جواللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی میں (ملنے والی) صحت سے زیادہ محبوب ہے۔''

(۱۲۹) ☆امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: جھوٹ روزے کو توڑ دیتا ہے۔ کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے منصور بن یونس سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''جھوٹ روزے کو توڑ دیتا ہے۔'' میں نے امامؑ سے عرض کیا: میں ہلاک ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں، میری مراد فقط وہ جھوٹ ہے کہ جو اللہ عزّ وجل، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ائمہ علیہم السلام پر بولا جائے۔''

(۱۳۰) ☆پڑوسی اور پڑوس کی حد کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے معاویہ بن عمار سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں! پڑوسی کی حد کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہر جانب سے چالیس گھر۔''

(۱۳۱) ☆''جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ ایسے مقام میں ہے کہ اس پر کوئی عیب نہیں لگائے گا پس وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خالص ہے۔'' اس روایت کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے قاسم بن یحیٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے ابن بکیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ ایسے مقام میں ہے کہ اس پر کوئی عیب نہیں لگائے گا پس وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خالص ہے۔'' میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! وہ مقام کہ جس میں کوئی اس پر عیب نہ لگائے کونسا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی ولادت کے

سلسلے میں کوئی عیب نہیں لگائے گا۔-ایک اور روایت میں ہے-اس کو کوئی ولدِ زنا نہیں قرار دے گا۔''

(۱۳۲)☆اکراہ اور اجبار کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے موسیٰ بن سعدان سے، انہوں نے عبداللہ بن القاسم سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:''غصہ میں کوئی قسم (اگر کھائی جائے تو قابل قبول) نہیں ہے اور نہ ہی اجبار میں اور نہ ہی اکراہ میں۔''میں نے عرض کیا:''اللہ آپؑ کو نیکی دے! اکراہ اور اجبار میں کیا فرق ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:''اجبار (مجبور کیا جانا) بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اکراہ (مجبور کیا جانا) زوجہ، ماں اور باپ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔''

(۱۳۳)☆نومہ کے معنی☆

ا۔مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رضی اللہ عنہ-نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی قرشی سے، انہوں نے حسین بن سفیان جریری سے، انہوں نے سلاّم بن ابی عمرۃ الازدی سے، انہوں نے معروف ابن خرّبوذ سے، انہوں نے ابوطفیل سے کہ انہوں نے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ:''بیشک میرے بعد ایک ایسا ناانصافی، گمراہی اور شک میں ڈالنے والا فتنہ وآزمائش ہے کہ جس میں کوئی بھی باقی نہیں رہے گا سوائے''نومہ''کے۔''کہا گیا: نومہ کیا ہے یا امیر المؤمنینؑ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:''وہ کہ لوگ نہ جانتے ہوں کہ اس کے دل میں کیا ہے۔''

(۱۳۴)☆سبیل اللہ کے معنی☆

ا۔میرے والد-رحمہ اللہ-نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے عمار بن مروان سے، انہوں نے منخل سے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے اس آیت جو اللہ عزّ وجلّ کے قول میں ہے کہ:''و لئن قتلتم فی سبیل اللہ او متّم'' (سورۂ آل

عمران: آیت-۱۵۶) کے متعلق سوال کیا۔ راوی کہتا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم کیا سمجھے کہ سبیل اللہ کیا ہے؟'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: نہیں قسم بخدا! سوائے اس کے کہ میں نے آپؑ سے سنا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''سبیل اللہ [وہ] علی علیہ السلام اور آپؑ کی ذریّت ہیں، [اور سبیل اللہ] وہ شخص ہے جو آپؑ کی ولایت و دوستی میں قتل ہوگا وہ سبیل اللہ میں قتل ہوگا، اور جو شخص آپؑ کی ولایت میں (رہتے ہوئے) مرے گا وہ سبیل اللہ میں مرے گا۔''

۲۔ میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا: مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے عبیدی سے، انہوں نے محمد بن سلیمان بصری سے، انہوں نے حسین بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: بیشک ایک شخص نے میری طرف ''سبیل'' کے سلسلے میں وصیت کی۔ (تو میں کیا کروں؟)۔ راوی کہتا ہے امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ''تم اس (مال) کو خرچ کرو حج کے سلسلے میں'' میں نے عرض کیا: یقیناً اس نے میری جانب وصیت ''سبیل'' کے سلسلے میں کی تھی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تم اس کو حج کے سلسلے میں خرچ کرو، بیشک میں خدا کی طرف جانے والے راستوں میں سے کسی ایسی سبیل (راہ) کو نہیں جانتا کہ جو حج سے افضل ہو۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والد-رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد ابن ادریس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے، انہوں نے محمد بن عیسی بن عبید سے، انہوں نے حسن بن راشد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے مدینہ میں ابوالحسن العسکری علیہ السلام سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا کہ جس نے اپنے مال کو سبیل اللہ میں خرچ کرنے کی وصیت کی تھی۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سبیل اللہ ہمارے شیعہ ہیں۔''

(۱۳۵) ☆''صلعاء'' میں مبتلا ہونے کے معنی☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی قرشی سے، انہوں نے سفیان جریری سے، انہوں نے علی بن حَزَوَّر سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے کہا کہ جب امیر المؤمنین علیہ السلام بصرہ تشریف لائے تو قوم کے بزرگ آپ علیہ السلام سے ملاقات کے لئے آئے اور انہوں نے آپؑ کو خوش آمدید کہا اور پھر ان لوگوں نے عرض کیا: ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ یہ امر (خلافت) آپؑ میں رہے اور کوئی بھی اس سلسلے میں کبھی بھی آپؑ سے تنازع نہ کرے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''بہت بعید ہے-درمیان میں امامؑ کا کلام ہے (کہ جس کو حذف کیا گیا ہے)-اس مقام پر کیا ہوگا جب تمہیں ''صلعاء'' میں مبتلا کیا جائے گا۔'' لوگوں نے کہا: یا امیر المؤمنینؑ! صلعاء کیا ہے؟ مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہارا مال تم سے زبردستی چھینا جائے گا اور تم منع بھی نہ کر پاؤ گے۔''

(۱۳۶) ☆صلیعاء اور قریعاء کے معنیٰ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مفضل نے، انہوں نے سعد سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بنو عامر میں سے ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے سوال کیا۔ امام علیہ السلام نے طویل حدیث کا تذکرہ کیا کہ جس کی آخر میں یہ تھا کہ۔ اعرابی نے صلیعاء، قریعا، زمین کے بہترین ٹکڑے اور زمین کے بدترین ٹکڑے کے بارے میں سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ کے آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''صلیعاء ایسی نمکین اور دلدلی زمین ہے کہ جو اس پر چرنے والے جانوروں کی نہ پیاس بجھاتی ہے اور نہ بھوک۔ قریعاء ایسی زمین ہے کہ جو برکت نہیں عطا کرتی اور نہ اس سے پھل نکلتے ہے اور نہ ہی اس پر کیا جانے والا خرچہ حاصل ہوتا ہے۔ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں کہ یہ شیطان کا مرکز ہے کہ جہاں پر صبح صبح اپنا پرچم لیکر پہنچ جاتا ہے، اپنی کرسی کو لگا دیتا ہے اور اپنی اولاد کو پھیلا دیتا ہے۔ پس پیمانہ میں کمی، میزان میں گڑبڑ کرنے، ذراع (انگلیوں کے سرے سے کہنی تک کا ہاتھ کہ جو کپڑے وغیرہ ناپنے میں استعمال ہوتا ہے) میں چوری کرنے اور مال تجارت میں جھوٹ بولنے کے کاموں کے درمیان (شیطان) پہنچتا ہے اور (اپنی اولاد سے) کہتا ہے: تم پر لازمی ہے (یہ حرکت) ایک ایسے مرد کے ساتھ کہ جس کا باپ مر چکا ہے جبکہ تمہارا باپ زندہ ہے، پس شیطان بازار میں داخل ہونے والے پہلے شخص سے لیکر بازار سے نکلنے والے آخری شخص تک برقرار رہتا ہے۔ اور بہترین زمین کا ٹکڑا مسجدیں ہیں اور خدا کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو مسجد میں داخل ہونے میں پہلا ہو اور نکلنے میں آخری۔ حدیث کافی طویل ہے، ہم نے فقط موضوع کے مطابق جتنا ضروری تھا اتنے پر اختصار کیا ہے۔۔''

(۱۳۷) ☆مردوں کے پیچھے سوار ہونے۔ کے معنیٰ☆

ا۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے اپنے چچا سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے حسین بن ایوب بن ابی عقیلہ صیرفی سے، انہوں نے کرام خثعمی سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم ریاست وسرداری سے بچو، اور تم مردوں کے پیچھے سوار ہونے سے بچو۔'' میں نے عرض کیا: مجھے آپؐ کا فدیہ قرار دیا جائے، جہاں تک ریاست کا تعلق ہے تو اس کو تو میں جانتا ہوں اور جہاں تک مردوں کے پیچھے سوار ہونے کا تعلق ہے تو میرے ہاتھ میں موجود (عمر کا) دو تہائی حصہ نہیں ہے مگر یہ کہ میں (سواری میں) مردوں کے پیچھے سوار ہوا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ مراد نہیں ہے

جس طرح تم گئے ہو، تم بچو بغیر حجت و دلیل کے کسی مرد کو (رہنما) نصب کرنے سے کہ پھر تم اس کی ہر بات میں تصدیق کرتے پھرو۔''

(۱۳۸) ☆وصمہ اور باردہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے حصین ابن مخارق ابی جنادۃ سلولی سے، انہوں نے ابوحمزہ سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص شعبان کا روزہ رکھے گا تو اس کے لئے ہر لغزش، وصمہ اور باردہ سے پاکیزگی حاصل ہوگی۔'' ابوحمزہ کہتے ہے: میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا: وصمہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''گناہ کے سلسلے میں کھائی ہوئی قسم، اور گناہ کے سلسلے میں نذر و منّت نہیں ہوتی۔'' میں نے عرض کیا: باردہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''غصّہ کے عالم میں قسم کھانا، اور اس کی توبہ یہ ہے کہ اس پر نادم ہوا جائے۔''

(۱۳۹) ☆حج کے معنی☆

ا۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حمّاد بن عیسی سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جنہوں نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: حج نام کیوں رکھا گیا؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''حج یعنی فلاح، کہا جاتا ہے فلاں نے حج کیا یعنی فلاں نے فلاح پائی۔''

(۱۴۰) ☆امام صادق علیہ السلام کا اللہ عزّ وجلّ کے قول: انّه شاء کے سلسلے میں قول: اس نے ارادہ کیا مگر پسند نہیں کیا اور راضی نہیں ہوا- کے معنی☆

ا۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں دنے حمّاد بن عیسی سے، انہوں نے شعیب سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد

فرمایا: ''چاہا اور ارادہ کیا مگر پسند نہیں کیا اور راضی نہیں ہوا۔'' میں نے عرض کیا: کیسے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اس نے چاہا کہ کوئی چیز نہ ہو مگر اس کے علم سے، اور ارادہ بھی ایسا ہی کیا، اور پسند نہیں کیا کہ اس کے لئے کہا جائے کہ وہ تین کا تیسرا ہے اور اپنے بندوں کے حق میں کفر کو پسند نہیں کرتا۔''

(۱۴۱) ☆ اغلب اور مغلوب کے معنی ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اغلب وہ ہے کہ جو نیکی میں غلبہ حاصل کرے اور مغلوب وہ ہے کہ جو برائی میں غلبہ حاصل کرے اور مؤمن لگام میں مقید ہے۔''(۱)

(۱۴۲) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اس اعرابی کے معاملہ میں قول کہ جو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ اے علی اٹھو اور اس کی زبان قطع کرو - کے معنی ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے موسیٰ بن عمر سے، انہوں نے موسیٰ بن بکر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے کہا: تم ہم سے باپ اور ماں کے اعتبار سے بہتر نہیں ہو اور نہ ہی زمانہ جاہلیت اور اسلام میں تم ہمارے رئیس ہو۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلّم جلال میں آئے اور فرمایا: ''اے اعرابی! تیری زبان کے علاوہ کتنے پردے ہیں؟'' اس نے کہا: دو: ہونٹ اور دانت، آپؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ان دونوں میں سے کسی ایک میں کونسی ایسی بات ہے کہ جو مجھ سے تیری اس زبان درازی کی سزا سے بچا سکے؟ یاد رکھ کسی کو دنیا میں کوئی چیز ایسی عطا نہیں کی گئی ہے کہ جو آخرت میں زبان کے آزاد چھوڑ دینے سے زیادہ ضرر رساں ہو! اے علی اٹھو اور اس کی زبان کو قطع کرو، لوگوں نے گمان کیا کہ علی علیہ السلام اس کی زبان کو کاٹ دیں گے، پس مولائے کائنات علیہ السلام نے اس اعرابی کو کچھ درہم عطا کئے۔''

(۱) یعنی مومن اپنے آپ کو شریعت کے احکام سے آزاد تصور نہیں کرتا۔ مترجم۔

(۱۴۳) ☆ اپنے اہل اور مال کے موتور کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اگر کوئی چیز تمہیں دھوکہ دے بھی دے (تو یاد رکھو کہ نماز) عصر کے سلسلے میں کوئی چیز تم کو دھوکہ نہ دے دے، تم نمازِ عصر کو انجام دے دو جبکہ سورج سفید اور پاکیزہ ہو۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے اہل اور اپنے مال کا ''موتور'' وہ شخص ہے کہ جو نماز عصر کو ضائع کرتا ہے۔'' میں نے عرض کیا: اپنے اہل اور اپنے مال کا موتور کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہ شخص ہے کہ جس کے لئے جنّت میں نہ تو گھر والے ہوں گے اور نہ مال ہوگا۔'' میں نے عرض کیا: نماز عصر کو ضائع کرنا کیسا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ نمازِ عصر کو ترک کرے، قسم بخدا! یہاں تک کہ سورج زرد ہو جائے یا غروب ہو جائے۔''

(۱۴۴) ☆ مُحَدَّث کے معنی ☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے عبّاس ابن ھلال سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''یقیناً میں پسند کرتا ہوں کہ مؤمن محدث ہو۔'' راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: کونسی چیز محدث بناتی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''فہم و فراست۔''

(۱۴۵) ☆ سوء کے معنی ☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے خلف بن حماد سے، انہوں نے ایک شخص سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے ارشاد فرمایا: ''جب تم حجامت کا ارادہ کرو اور خون تمہارے مقام حجامت سے نکلے اور حجامت سے فارغ ہونے سے پہلے خون جاری ہو تب کہو: ''بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَعُوۡذُ بِاللهِ الۡكَرِيۡمِ فِي حَجَامَتِي هٰذِهٖ مِنَ الۡعَيۡنِ فِي الدَّمِ وَ مِنۡ كُلِّ سُوۡءٍ'' (اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے میں پناہ طلب کرتا ہوں اللہ کریم سے اس حجامت میں آنکھ

کے خون آلود ہونے اور ہر برائی سے۔)'' پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اے فلاں! تم نہیں جانتے ہو، بیشک جب تم یہ کہو گے تو یقیناً تم نے تمام چیزوں کو جمع کر دیا، بیشک اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: ''و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسّنی السوء'' (اور اگر میں غیب سے باخبر ہوتا تو بہت زیادہ خیر انجام دیتا اور کوئی برائی مجھ تک نہ آسکتی۔) (سورۂ اعراف: آیت: ۱۸۸) (یہاں پر سوء) یعنی فقر و محتاجی، اور اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: ''کذلک لنصرف عنه السوء و الفحشآء'' (تو ہم نے اس طرح کا انتظام کیا کہ ان سے برائی اور بدکاری کا رخ موڑ دیں) (سورۂ یوسف: آیت: ۲۴) (یہاں پر سوء) یعنی ان کا زنا میں داخل ہونا، اور پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا: ''ادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء'' (اور اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالو تو دیکھو گے کہ بغیر کسی بیماری کے سفید چمکدار نکلتا ہے) (سورۂ نمل: آیت-۱۲) فرمایا: (یہاں پر بغیر سوء سے مراد ہے) بغیر برص کی بیماری کے۔''

(۱۴۶) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان: ''جو شخص اس (سانپ) کو چھوڑ دے جب کہ خوف ہو کہ اس کے بعد کسی اور کو ضرر پہنچائے گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' - کے معنی ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے سانپ کو مارا تھا، اور سوال کرنے والے نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: بیشک ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس کو چھوڑ دے جب کہ خوف ہو کہ اس کے بعد کسی اور کو ضرر پہنچائے گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا: ''جو شخص اس کو چھوڑ دے جب کہ خوف ہو کہ اس کے بعد کسی اور کو ضرر پہنچائے گا تو مجھ سے نہیں ہے۔'' جہاں تک اس سانپ کا تعلق ہے کہ جو تمہیں (ضرر پہنچانے کا) طالب نہیں ہے اس کو چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔''

(۱۴۷) ☆ سامّہ، ھامّہ، عامّہ اور لامّہ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ نے، انہوں نے محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے احمد بن محمد بن موسیٰ بن جعفر سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک سے زیادہ سے، انہوں نے سلیمان بن خالد سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''میں (اے پروردگار) تجھ سے سامّہ، ھامّہ، عامّہ اور لامّہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں'' کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سامّہ یعنی قریب والے؛ ھامّہ یعنی زمین کے شیر (اور دیگر ضرر رساں جانور)؛ لامّہ یعنی شیطانوں کا ساتھی بننا اور عامّہ یعنی عام انسان۔''

(۱۴۸) ☆ رم کے معنی ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے ابوالجوزاء سے، انہوں نے حسین بن علوان سے، انہوں نے عمرو بن خالد سے، انہوں نے زید بن علی سے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے، آپؑ نے علی علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری امّت (کے لئے) رہبانیت نہیں ہے اور نہ سیاحت (آوارگی) ہے اور نہ زَم ہے (رم) یعنی خاموشی۔

(۱۴۹) ☆ توبہ نصوح کے معنی ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے احمد بن ھلال سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن الاخیر امام علی النقی علیہ السلام سے توبہ نصوح کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے تحریر فرمایا: ''باطن کا ظاہر جیسا ہونا اور اس سے افضل ہونا۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے موسی بن قاسم بجلی سے، انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''تـوبـوا الـى الله توبة نصوحا'' (سورۂ تحریم: ۸) کے سلسلے میں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ بدھ کے دن، جمعرات [کے دن] اور جمعہ [کے دن] کا روزہ ہے۔''

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہے: اس کے معنی ہیں کہ ان دنوں میں روزہ رکھے اور پھر توبہ کرے۔

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم ابن ھاشم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسی بن عبید اللہ یقطینی نے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان اور دوسروں سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''توبہ نصوح یہ ہے کہ جس شخص کا باطن

اس کے ظاہر جیسا ہو اور افضل ہو۔" یقیناً کہا کیا گیا ہے کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ سے توبہ کرے اور یہ نیت کرے کہ کبھی بھی اس کی جانب نہیں پلٹے گا۔"

(۱۵۰) ☆حسنۃ الدنیا اور حسنۃ الآخرہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے جمیل بن صالح سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "ربّنا آتنا فی الدنیاحسنة و فی الآخرة حسنة" (سورۂ بقرہ: ۲۰۰) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "اللہ کی رضا اور جنّت آخرت میں اور رزق اور معاش میں وسعت اور اچھے اخلاق دنیا میں۔"

(۱۵۱) ☆دنیا کا قرضہ اور آخرت کا قرضہ - کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ ابن فضل ھاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ: بیشک مجھ پر بہت زیادہ قرضہ ہے جبکہ میں صاحب عیال (بھی) ہوں اور حج پر قدرت نہیں رکھتا، آپؑ مجھے کوئی دعاء تعلیم فرمائیے کہ جس کے ذریعے میں طلب کروں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ہر واجب نماز کے بعد کہو: "اَللّٰھُمّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَاقْضِ عَنِّی دَیْنَ الدُّنْیَا وَ دَیْنَ الآخِرَۃ" (پروردگار رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور مجھ سے ادا فرما دنیا کے قرضہ کو اور آخرت کے قرضہ کو) میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: جہاں تک دنیا کے قرضہ کا تعلق ہے یقیناً میں اس کی پہچان رکھتا ہوں مگر یہ آخرت کا قرضہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "آخرت کا قرضہ حج ہے۔"

(۱۵۲) ☆ تشہد میں نمازی کا کہنا: "اللہ کے لئے وہ چیز ہے جو پاکیزہ اور طاہر ہے اور جو خبیث ہے وہ اس کے غیر کے لئے ہے"۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ ابن فضل ھاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: نمازی کا اپنے تشہد میں کہنا کہ: "اللہ کے لئے وہ چیز ہے کہ جو پاکیزہ اور طاہر ہے اور جو خبیث ہے وہ اس کے غیر کے لئے ہے" کے کیا معنی ہیں؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جو پاکیزہ اور طاہر ہے وہ حلال روزی کا کمانا ہے اور جو خبیث ہے وہ سود ہے۔"

(۱۵۳) ☆ نماز میں سلام پڑھنے کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن فضل ھاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز میں سلام پڑھنے کے معنی کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "سلام امن اور نماز سے باہر آنے کی نشانی ہے۔" میں نے عرض کیا: کیسے، مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "گزشتہ زمانہ میں لوگوں کو جب کوئی آنے والا سلام کرتا تو اس کے شر سے وہ لوگ محفوظ ہو جاتے اور جب یہ لوگ اس کو جوابِ سلام دیتے تو وہ شخص ان لوگوں کے شر سے محفوظ ہو جاتا، پس اگر کوئی سلام نہ کرتا تو لوگ اس سے محفوظ نہیں ہوتے اور اگر لوگ مسلمان کو جواب سلام نہ دیں تو وہ لوگوں سے محفوظ نہیں ہوتا، اور یہ عربوں کا طریقہ تھا۔ بعد میں سلام کو نماز سے نکلنے کا اور (نماز پوری ہو جانے کی وجہ سے) بات چیت کے حلال و جائز ہونے کی نشانی اور نماز میں کسی ایسی چیز کے داخل ہونے سے امان قرار دیا گیا کہ جو نماز کو فاسد کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اور "اَلسَّلَامُ" اللہ عزّ وجلّ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور سلام نمازی کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے ان دو فرشتوں پر واقع ہوتا ہے کہ جو اس کے ساتھ معین کئے گئے ہیں۔"

(۱۵۴) ☆دارالسلام (سلامتی کا گھر) کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن احمد بن محمد بن صقر صائغ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسی بن اسحاق قاضی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر بن ابی شیبہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جریر بن عبدالمجید نے، انہوں نے عبدالعزیز بن رفیع سے، انہوں نے ابوظبیان سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے انہوں نے کہا: دارالسلام جنّت ہے اور اہل جنّت کے لئے تمام آفات، بلاؤں، بیماریوں اور تکلیفوں سے سلامتی ہے۔ان کے لئے بڑھاپے، موت اور حالتوں کی تبدیلی سے سلامتی ہے۔وہی وہ قابل عزّت واکرام ہیں جو کبھی بھی ذلّت ورسوائی میں مبتلا نہیں ہوں گے اور وہی وہ عزّت والے ہیں کہ جو کبھی ذلیل نہیں ہوں گے، وہی وہ غنی افراد ہیں کہ جو کبھی بھی محتاج نہیں ہوں گے، وہی وہ سعادت مند ہیں کہ جو کبھی بھی بدبختی میں مبتلا نہیں ہوں گے، وہی وہ خوشحال اور مسرور لوگ ہیں کہ جو کبھی بھی غم اور مصیبت زدہ نہیں ہوں گے، وہی وہ زندہ ہیں کہ جو کبھی بھی نہیں مریں گے، پس وہ دُرّ اور مرجان کے قصر ومحلات میں ہوں گے کہ جن کے دروازے رحمٰن پروردگار کے عرش کی جانب گزرگاہ ہوں گے'' والملائکة یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار ''اور ملائکہ ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے (اور کہیں گے) تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر کیا اور آخرت کا گھر کتنا اچھا ہے۔'' (سورۂ رعد: آیات: ۲۴۔۲۳)''

۲۔ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ ورّاق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس بن سعید الازرق۔ کہ جن کا تعلق اہل سنّت سے تھا۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن صالح نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا شریک بن عبداللہ نے، انہوں نے علاء بن عبدالکریم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''واللہ یدعو الی دار السلام'' (سورۂ یونس: آیت: ۲۵) کے متعلق فرماتے سنا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک ''السلام'' وہ اللہ عزّ وجلّ (کی ذات) ہے اور اس کا گھر وہ جنّت ہے کہ جو اس نے اپنے دوستوں کے لئے خلق فرمایا ہے۔''

(۱۵۵) ☆ان سات کلمات کے معنی جس کو حاصل کرنے کے لئے ایک شخص دوسرے کے پیچھے سات سو فرسخ تک گیا☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحیٰ عطار۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰ بن عمران اشعری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوعبداللہ رازی۔ کہ جن کا نام عبداللہ بن احمد تھا۔ نے، انہوں نے

سجادہ- کہ جن کا نام حسن بن علی بن ابی عثمان تھا- سے، انہوں نے محمد بن ابوحمزہ سے، انہوں نے محمد بن وھب سے، انہوں نے ابوعبداللہ الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ایک حکیم و دانا دوسرے حکیم کے پیچھے سات باتوں کو حاصل کرنے کے لئے سات سو فرسخ تک گیا۔ جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس سے کہا: اے شخص! کونسی چیز آسمان سے زیادہ بلند، زمین سے زیادہ وسیع، سمند سے زیادہ بے نیاز، پتھر سے زیادہ سخت، آگ سے زیادہ حرارت میں شدید، سخت ٹھنڈ سے بھی ٹھنڈی ہونے میں شدید اور بلند و بالا پہاڑوں سے زیادہ بھاری ہے؟ اس نے (جواب میں) اس سے کہا: اے شخص! حق آسمان سے زیادہ بلند ہے، عدل زمین سے زیادہ وسیع ہے، نفس کا بے نیاز ہونا سمندر سے زیادہ بے نیازی ہے، کافر کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہے، اللہ عزّ وجلّ کی روح (رحمت) سے مایوسی سخت ٹھنڈ سے بھی زیادہ ٹھنڈک ہے اور پاکدامن پر بہتان لگانا بلند و بالا پہاڑوں سے زیادہ بھاری ہے۔''

(۱۵۶) ☆اشراف الامّہ کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن احمد بن اسد الاسدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عثمان بن عمر [ابن] ابی غیلان ثقفی اور عیسی بن سلیمان بن عبدالملک قرشی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوابراہیم ترجمانی نے [انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن سعید الجرجانی] نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نہشل بن سعید نے، انہوں نے ضحاک سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میری امّت کے قابل شرف افراد حاملان قران اور اصحاب اللیل (راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والے) ہیں۔''

۲۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن احمد بن اسد الاسدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن جریر، حسن بن عروہ اور عبداللہ بن محمد وھبی نے، ان سب نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حُمید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زافر بن سلیمان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیینہ نے، انہوں نے ابوخازم سے، انہوں نے سہل بن سعد سے، انہوں نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! آپؐ جیسے چاہیں زندگی گزاریں، بیشک آپؐ کو مرنا ہے، آپؐ جس سے چاہیں محبت کریں بیشک آپؐ کو اس سے جدا ہونا ہے، آپؐ جیسا چاہیں عمل انجام دیں بیشک آپؐ کو اس کا بدلہ دیا جائے گا، آپ جان لیجئے کہ مرد کی فضیلت اس کی رات کے (عبادت کے لئے) قیام اور اس کی عزّت لوگوں سے بے نیاز ہو جانے میں ہے۔''

(۱۵۷) ☆قول نبیؐ: نہ ہی آسمان کسی پر سایہ فگن ہوا اور نہ ہی زمین پر کسی نے قدم رکھا ہے جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن عمرو بن علی بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ عبدالسلام ابن محمد بن ھارون ھاشمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن [محمد بن] عقبۃ الشیبانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالقاسم خضر بن ابان نے، انہوں نے ابو ہدیہ ابراہیم بن ہدیہ بصری سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے کہا: ایک روز ابوذرؓ مسجدِ رسول اللہؐ میں تشریف لا کر کہنے لگے: گذشتہ رات جو کچھ میں نے دیکھا وہ تم نے نہیں دیکھا، لوگوں نے کہا: گذشتہ رات آپ نے کیا دیکھا، آپ کہنے لگے: میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ اپنے دروازے پر کھڑے ہیں، پس آپؐ باہر تشریف لائے، حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں بقیع کی جانب روانہ ہوئے پس میں ان کے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ میں مکّہ کے قبرستان میں پہنچا اور پھر آپؐ نے اپنے پدر بزرگوار کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی تو اچانک قبر شق ہوئی اور اس میں حضرت عبداللہؓ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بیشک محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اے پدر بزرگوار! آپ کے ولی کون ہیں؟ تو وہ کہنے لگے: یہ ولی کیا ہوتا ہے، اے میرے بیٹے؟ تو آپؐ نے فرمایا: وہ ولی یہ علی ہیں، تو انہوں نے کہا: اور بیشک علی میرے ولی ہیں، آپؐ نے فرمایا: آپ اپنے باغ (قبر) کی جانب لوٹ جائیں۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنی والدہ ماجدہ جناب آمنہ سلام اللہ علیھا کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر وہی کچھ کیا جو آپؐ نے اپنے پدر بزرگوار کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر کیا تھا۔ پس یکا یک قبر شق ہوئی اور آپؑ کہنے لگیں: گواہی دیتی ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بیشک آپ اللہ نبی اور اس کے رسول ہیں، تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اے مادرِ گرامی! آپ کے ولی کون ہیں؟ تو آپ کہنے لگیں: یہ ولایت کیا ہوتی ہے؟ اے میرے بیٹے! آپؐ نے فرمایا: وہ یہی علی ابن ابی طالب ہیں، تو آپ کہنے لگیں: بیشک علی ہی میرے ولی ہیں تو آپؐ نے فرمایا: آپ اپنی قبر اور باغ کی جانب لوٹ جائیں۔ لوگوں نے حضرت ابوذرؓ کی اس بات کو جھٹلایا اور ان سے دست و گریباں ہو کر کہنے لگے: یارسول اللہؐ! آج آپ پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: وہ کیا؟ کہنے لگے: جندب نے آپؐ کے حوالے سے اس اس طرح ایک حکایت بیان کی ہے تو نبیؐ نے فرمایا: آسمان نے کسی پر سایہ نہیں کیا اور نہ ہی روئے زمین پر کسی ایسے شخص نے قدم رکھا ہے جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔"

عبدالسلام ابن محمد کہتا ہے میں نے یہ خبر جہمی محمد ابن عبدالاعلیٰ کے سامنے پیش کی تو وہ کہنے لگے: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ نبیؐ نے فرمایا:" میرے پاس جبرئیل آ کر کہنے لگے: اللہ عزّ وجلّ نے اس پیٹھ پر جہنم کو حرام قرار دیا ہے جس پر آپؐ بیٹھے ہوں اور اس پیٹ کو کہ جس نے آپؐ کو اٹھایا ہو اور اس پستان کو کہ جس نے آپؐ کو دودھ پلایا ہو اور اس گود کو کہ جس نے آپؐ کی کفالت کی ہو۔

۲۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے ،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد ابن یحییٰ عطار نے ،انہوں نے محمد ابن احمد ابن یحیی ابن عمران اشعری سے ،انہوں نے حمدان ابن سلیمان سے ،انہوں نے ایوب ابن نوح سے ،انہوں نے اسماعیل فرا ء سے ،انہوں نے ایک راوی سے ،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابوذر- رحمۃ اللہ علیہ- کے سلسلے میں نہیں فرمایا کہ: آسمان نے کسی ذی لہجہ پر سایہ نہیں کیا اور نہ ہی زمین پر کسی ایسے ذی لہجہ نے قدم رکھا ہے کہ جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو؟ آپؑ نے کہا:''ہاں''راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: پس رسول اللہؐ اور امیر المومنینؑ کہاں ہیں؟ اور کہاں ہیں حسنؑ اور حسینؑ؟ راوی کہتا ہے: آپؑ نے مجھ سے فرمایا:''ایک سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں؟''میں نے کہا: بارہ،امام علیہ السلام نے فرمایا: ان میں حرام مہینے کتنے ہیں؟، میں نے کہا: چار مہینے،آپؑ نے فرمایا:''رمضان ان حرام مہینوں میں سے ہے؟''میں نے کہا: نہیں،آپؑ نے فرمایا:''ماہِ رمضان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے،ہم اہل بیت پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔''

(۱۵۸) ☆امام صادق علیہ السلام کا قول: جس نے ریاست طلب کی وہ ہلاک ہوا- کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین نے ،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوحفص محمد بن خالد نے ،انہوں نے اپنے بھائی سفیان بن خالد سے ،انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:''اے سفیان! تمہیں ریاست سے دور رہنا چاہئے کیونکہ اسے جس نے بھی طلب کیا وہ ہلاک ہو گیا۔'' تو میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی: بیشک ہم تو ہلاک ہو گئے چونکہ ہم میں سے تو ہر کوئی یہی چاہتا ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے اس سے رجوع کیا جائے اور اسی کی بات کو مانا جائے،تو آپؑ نے فرمایا:''جو تم سمجھ رہے ہو ایسا نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم بغیر حجت کے کسی شخص کو کھڑا کر دو اور اس کی ہر بات کی تصدیق کرو اور لوگوں کو اس کے قول کی دعوت دو۔''

(۱۵۹) ☆امام صادق علیہ السلام کا قول: جس نے اس لئے علم حاصل کیا کہ وہ نادانوں سے جھگڑا کرے یا علماء کے مقابلے میں اپنے آپ پر فخر کرے یا پھر اس لئے کہ لوگ اس کی جانب رجوع کریں تو وہ جہنمی ہے۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد معبدُوس -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان سے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اباالحسن امام علی رضا علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ: ''خدا رحم کرے اس بندے پر جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا'' تو میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: بھلا آپؑ کے امر کو کیسے زندہ کرے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ''ہمارے علوم کو حاصل کرے گا اور ان علوم کو لوگوں کو سکھائے گا پس اگر لوگ ہمارے کلام کی اچھائیوں کو جان جاتے تو یقیناً ہماری پیروی کرتے''، راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؑ! امام جعفر صادق علیہ السلام کے حوالے سے ہم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جس نے اس لئے علم حاصل کیا تا کہ وہ نادانوں سے جھگڑا کرے یا علماء کے مقابلے میں اپنے آپ پر فخر کرے یا پھر اس لئے کہ لوگ اس کی جانب رجوع کریں تو وہ جہنمی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''میرے جد نے سچ فرمایا، کیا تم سمجھے نادان کون ہیں؟'' میں نے عرض کیا: نہیں، یا ابن رسول اللہؐ! ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ ہمارے مخالفین سے قصّوں کو بیان کرنے والے ہیں، اور تم سمجھے کہ علماء کون ہیں؟'' میں نے عرض کیا: نہیں، یا ابن رسول اللہؐ! ۔ راوی کہتا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ علماءِ آلِ محمدؐ ہیں کہ جن کی اطاعت کو اللہ عزّ وجلّ نے فرض قرار دیا اور ان کی مودت کو واجب قرار دیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا تم سمجھے کہ صادق علیہ السلام کے قول: ''یا پھر اس لئے کہ لوگ اس کی جانب رجوع کریں'' کے کیا معنی ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''قسم بخدا! اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر حق کے دعویِ امامت کرنا اور جو بھی یہ کرے گا وہ (جہنم کی) آگ میں ہے۔''

(۱۶۰) ☆علم کو ذریعہ معاش بنانے کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن ہیثم عجلی -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے تمیم بن بہلول سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے حمزہ بن حمران سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''جو علم کو کمانے کا ذریعہ بنائے گا وہ محتاج ہو جائے گا۔'' میں نے عرض کیا: ''میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں! بیشک آپؑ کے شیعوں اور دوستوں میں ایک گروہ ہے کہ

جوآپؑ کے علوم کو حاصل کرتے ہیں اور اسے آپؑ کے شیعوں میں پھیلاتے ہیں اور وہ اس کام میں شیعوں سے نیکی، عطیہ اور عزّت واحترام سے محروم نہیں رہتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ لوگ ذریعہ معاش بنانے والے نہیں ہیں، علم کو ذریعہ معاش بنانے والے فقط وہ لوگ ہیں کہ جو بغیر علم اور بغیر اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے کسی ہدایت کے حقوق کو باطل کرنے کی غرض سے دنیا کے سامان کے لالچ میں فتوی دیتے ہیں۔''

(۱۶۱) ☆''جو تصویر بنائے گا یا کتّے کی ذمہ داری اٹھائے گا وہ یقیناً اسلام سے خارج ہو جائے گا۔'' والی روایت کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے نہیکی سے، انہوں نے اپنے اسناد کے ساتھ سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو تصویر بنائے گا یا کتّے کی ذمہ داری اٹھائے گا وہ یقیناً اسلام سے خارج ہو جائے گا۔'' امام علیہ السلام سے کہا گیا: پھر تو بہت سارے لوگ ہلاک ہو گئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ مراد نہیں ہے کہ جس کی جانب تم گئے ہو، فقط میرے قول: جو تصویر بنائے گا: سے مراد ہے کہ جو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو معین کریگا اور لوگوں کو اس کی جانب بلائے گا۔ اور میرے قول: جو کتّے کی ذمہ داری اٹھانے سے [میری مراد] وہ شخص ہے کہ جو ہم اہل بیتؑ سے بغض رکھنے والے کی ذمہ داری اٹھائے کہ وہ اس کو کھانا کھلائے اور وہ اس کی پیاس بجھائے۔ جو شخص یہ کام انجام دے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔''

(۱۶۲) ☆ابو جعفر امام باقر علیہ السلام سے منقول: ''جب تم معرفت حاصل کر لو تو جو چاہو عمل کرو۔''- کے معنی☆

ا۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے فضیل بن عثمان سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا، پس کہا گیا: یہ خبیث لوگ آپؑ کے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: بیشک آپؑ کے پدر بزرگوار علیہ السلام نے فرمایا: ''جب تم معرفت حاصل کر لو تو جو چاہو عمل کرو۔'' وہ لوگ (اس کی بنیاد پر) ہر حرام چیز کو حلال قرار دیتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ان کے حق میں کوئی صداقت نہیں ہے، اللہ لعنت کرے ان پر! میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے فقط یہ فرمایا تھا کہ جب تم حق کی

معرفت حاصل کرلوتو تم جو چاہو نیکی انجام دو وہ تم سے قبول کرلی جائے گی۔''

(۱۶۳) ☆ جزاک اللہ خیرا۔ کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسین ابن یزید سے، انہوں نے مالک بن اعین کے بھائی حسین بن اعین سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کا دوسرے شخص کے حق میں کہنا: ''جزاک اللہ خیرا'' کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک خیر جنّت میں ایک نہر ہے جو کوثر سے نکلتی ہے۔ اور کوثر گوشۂ عرش سے نکلتی ہے، اور اس کے اوپر اوصیاء اور ان کے شیعوں کی منزلیں ہیں، اس نہر کے دونوں طرف قرب و جوار میں (بنے مکانات میں) نباتات (حوریں) موجود ہیں اگر ان میں سے ایک اپنی صلاحیت کھودے تو اس کی جگہ اس نہر کے نام کے ساتھ دوسری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فیھن خیرات حسان'' (ان جنّتوں میں نیک سیرت اور خوب صورت عورتیں ہوں گی) (سورۂ رحمٰن: آیت-۷۰) کے مطابق ہے، تو جب کوئی شخص اپنے ساتھی کو ''جزاک اللہ خیرا'' کہتا ہے تو اس سے فقط مراد یہ منزلیں ہوتی ہیں کہ جو اللہ عزّ وجلّ نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے خالص اور نیک بندوں کے لئے آمادہ کی ہیں۔''

(۱۶۴) ☆ قولِ امیر المؤمنین علیہ السلام کے معنٰی کہ جب آپؑ سے کسی نے کہا تھا کہ میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ اپنے لئے جامۂ فقر تیار کرلو! ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا، ہم سے بیان کیا محمد ابن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد ابن احمد سے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے منصور سے، انہوں نے احمد بن خالد سے، انہوں نے احمد بن مبارک سے، انہوں نے کہا: ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: حدیث نقل کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں تو آپؑ نے اس سے فرمایا: ''اب تم فقر و تنگدستی کو اپنانے کے لئے آمادہ ہو جاؤ'' تو آپؑ نے فرمایا: اس طرح نہیں ہے، (بلکہ) آپؑ نے فرمایا تھا: ''تم نے اپنے لئے جامۂ فقر تیار کرلیا ہے اور اُن کا مقصود روزِ قیامت تھا۔''

(۱۶۵) ☆ارشاد امام صادق علیہ السلام: کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نکلے اور پھر لوٹ آئے جبکہ اس نے اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا تھا تب (بھی) اُس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھر جاتا ہے۔ - کے معنی☆

ا۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن قاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے حکم بن مسکین سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نکلے اور پھر لوٹ آئے جبکہ اس نے اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا تھا تب (بھی) اُس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھر جاتا ہے''۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے، یہ کیونکر ممکن ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''وہ کسی ایسے گروہ کے پاس سے گزرتا ہے جو ہم اہلبیت علیہم السلام کا (برائیاں کرتے ہوئے) ذکر کررہا ہوتا ہے تو (اس کو دیکھ کر) وہ لوگ کہتے ہیں: ٹھہر جاؤ کہ یہ شخص اُن کا محبّ ہے، تو فرشتہ اپنے صاحب سے کہتا ہے: لکھ دو کہ آلِ محمدؐ کا ہدیہ فلاں شخص کے شامل حال ہو چکا ہے۔'' (یعنی اس کے گزرنے کی وجہ سے اہل بیتؑ کی بدگوئی کرنے والے باز آگئے، جس کی وجہ سے وہ اس ہدیہ کا مستحق بن گیا)۔

(۱۶۶) ☆موجبتین کے معنیٰ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد ابن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے حماد سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے زرارہ سے، زرارہ نے کہا کہ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''موجبتین کو فراموش مت کرنا! یا پھر فرمایا تھا: ہر نماز کے بعد تم پر موجبتین لازم ہیں۔'' تو میں نے عرض کی: یہ موجبتین کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور (جہنم کی) آگ سے اس کی پناہ مانگو۔''

(۱۶۷) ☆اس روایت کے معنیٰ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مرد کی سعادت مندی اس کی ڈاڑھی کے کم ہونے میں ہے☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن یحییٰ اشعری

نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم منقری نے - یا کسی اور نے - سلسلۂ سند کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''مرد کی سعادت مندی اس کی ڈاڑھی کے بالوں کے کم ہونے میں ہے''۔ فرمایا: ''سعادت مندی یہ نہیں ہے، بلکہ سعادت مندی تو یہ ہے کہ اس کے جبڑے تسبیح خدا کرنے میں رواں دواں رہیں۔''

(۱۶۸) ☆ سنت خدا عزوجل اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سنتِ ولی علیہ السلام کے معنٰی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے سہل ابن زیاد آدمی سے، انہوں نے امام رضا علیہ السلام کے غلام مبارک سے اور انہوں نے امام رضا علی بن موسیٰ علیہما السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جب تک تین خصوصیات کسی میں نہ پائی جائیں وہ مومن نہیں ہوسکتا، ایک اپنے پروردگار کی سنت، ایک اس کے نبیؐ کی سنت اور ایک اس کے ولی کی سنت۔ پس اس کے رب کی سنت یہ ہے کہ راز کو پوشیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبه احدا وہ غیب دان ہے اور کسی پر اپنے راز کو آشکار نہیں کرتا، سوائے اپنے برگزیدہ رسول کے۔ (سورۂ جن: آیت-۲۶) اور اس کے نبی کی سنت ہے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبیؐ کو لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک روا رکھنے کو کہا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: '' خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجٰھلین'' معاف کردینے کی صفت اپناؤ اور نیکی کا حکم دیتے رہو اور جاہل لوگوں سے روگردانی کرو۔ (سورۂ اعراف: آیت-۱۹۹) اور اس کے ولی کی سنت سختی اور تنگ دستی کے زمانہ میں صبر کرنا ہے، چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: والصابرین فی البا سآء والضرآ وحین الباس ؕ اولئک الذین صدقوا ؕ و اولئک ھم المتقون۔ اور سختی اور تنگدستی اور لڑائی کے موقع پر صبر کرنے والے ہیں کہ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار! (سورۂ بقرہ: آیت-۱۷۷)''

(۱۶۹) ☆ غیبت اور بہتان کے معنٰی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ متوکل - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد ابن محمد ابن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن سیابہ سے، انہوں نے امام جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''غیبت یہ ہے کہ تم اپنے دینی بھائی کے بارے میں وہ بات کہو جسے اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے اور بہتان یہ ہے کہ تم اپنے دینی بھائی کے بارے میں وہ بات کہو جو اس میں پائی ہی نہیں جاتی۔''

(۱۷۰) ☆ دورخ اور دوزبانوں والا (دوغلا) ہونے کے معنیٰ ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی خطاب نے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے، انہوں نے داؤد بن فرقد سے، انہوں نے ابوشیبہ سے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''وہ کتنا ہی برا بندہ ہے جو دورخ اور دوزبانوں والا ہے کہ اپنے دینی بھائی کی موجودگی میں اس کی خوشامد کرتا ہے جبکہ پیٹھ پیچھے اُسے کھاجاتا ہے یعنی کہ اگر اسے کچھ ملتا ہے تو یہ حسد کرنے لگتا ہے اور اگر اس پر کوئی برائی آتی ہے تو یہ اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کی محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد ابن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا موسیٰ ابن عمران بغدادی نے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے عون ابن معین سے جوتوبیوں کا تاجر تھا، انہوں نے عبداللہ ابن ابی یعفور سے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام جعفر ابن محمد الصادق علیہما السلام کو یہ فرماتے سنا: ''جو شخص لوگوں کے سامنے ایک انداز سے ملتا ہے لیکن پیٹھ پیچھے کسی اور انداز سے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی آگ کی دوزبانیں ہوں گی۔''

(۱۷۱) ☆ نسبت اسلام کے معنیٰ ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد ابن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے اپنے بھائی سے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے، انہوں نے امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے، آپؑ نے اپنے اجدادؑ سے کہ فرمایا: امیرالمومنینؑ نے فرمایا: ''میں اسلام کو ایک ایسی نسبت سے منسوب کررہا ہوں کہ مجھ سے پہلے کسی نے بھی اسلام کو ایسی نسبت نہیں دی اور نہ ہی میرے بعد کوئی ایسی نسبت قائم کر سکے گا: اسلام سر تسلیم خم کرنے کا نام ہے، تسلیم کرنا تصدیق کرنے کا نام ہے اور تصدیق یقین کا دوسرا نام ہے جبکہ یقین ہی ادائیگی کا نام ہے اور ادائیگی یعنی عمل۔ بلاشبہ جب مومن اپنے پروردگار سے دین حاصل کرتا ہے تو وہ اپنی قائم کردہ رائے سے اس کی تصویر نہیں کھینچتا۔ اے لوگو! اپنے دین کی حفاظت کرو، اپنے دین کی حفاظت کرو! اسی سے متمسک رہو اور مبادا کوئی شخص تم سے یہ چھین لے یا تم کو اس سے مرتد بنادے، کیونکہ دین سے متمسک رہتے ہوئے برائی کا ارتکاب کرنا لادینی کے عالم میں نیکی کرنے سے بہتر ہے، اس لئے کہ دین کے ہوتے ہوئے گناہ معاف کیا جاسکتا ہے لیکن دین کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی۔''

(۱۷۲) ☆ اسلام اور ایمان کے معنیٰ ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن – رحمہ اللہ – نے ،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے ،انہوں نے عباس بن معروف سے ،انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے ،انہوں نے سماعہ بن مہران سے ،انہوں نے کہا: میں نے ان سے ایمان اور اسلام کے بارے میں دریافت کیا،لہٰذا میں نے ان سے عرض کیا: ایمان اور اسلام کے درمیانی فرق کو واضح فرمائیں ،تو فرمایا: ''کیا میں تم کو مثال دے کر سمجھادوں؟'' میں نے کہا: میں بھی یہی چاہوں گا۔فرمایا: ''ایمان اور اسلام کی مثال ایسی ہے جیسے کعبۃ الحرام اور حرم کی کہ کبھی انسان حرم میں ہوتا ہے لیکن خانۂ کعبہ میں نہیں ہوتا لیکن جب تک حرم میں نہیں جائے گا خانۂ کعبہ میں نہیں جاسکتا۔(اسی طرح) کبھی انسان مسلمان تو ہوتا ہے مگر مومن نہیں ،لیکن مسلمان ہوئے بغیر مومن نہیں ہوسکتا۔'' راوی کہتا ہے تو میں نے عرض کی: کیا کوئی شے ایمان کے درجہ سے خارج کردیتی ہے بھلا؟ مجھ سے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی: یہ چیز اسے کس حالت میں لے جاتی ہے؟ فرمایا: ''اسلام یا کفر کی جانب۔'' نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص خانۂ کعبہ میں داخل ہو اور اس سے پیشاب سرزد ہوجائے تو اسے خانۂ کعبہ سے باہر نکال دیا جائے گا لیکن حرم سے نہیں نکالا جائے گا اور اگر وہ حرم سے باہر نکل جائے اور اپنے کپڑے کو دھولے اور پاک ہوجائے تو اسے خانۂ کعبہ میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔البتہ اگر کوئی شخص خانۂ کعبہ میں داخل ہو اور اس میں (کعبہ سے) عناد و دشمنی کے سبب پیشاب کردے تو اُسے خانۂ کعبہ اور حرم دونوں سے باہر نکال کر اس کی گردن ماردی جائے گی۔

۲۔میرے والد – رحمہ اللہ – نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے احمد بن محمد سے ،انہوں نے بکر بن صالح رازی سے ،انہوں نے ابوصلت ہروی خراسانی سے ،انہوں نے کہا: میں نے امام رضا علیہ السلام سے ایمان کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''ایمان دل کی گرہ ،زبان کی ادائیگی اور اعضاء و جوارح سے عمل کا نام ہے اور اس کے علاوہ ایمان کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔''

۳۔میرے والد – رحمہ اللہ – نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد ابن عبداللہ نے ،انہوں نے یعقوب بن یزید سے ،انہوں نے ابن ابی عمیر سے ،انہوں نے حفص ابن بختری سے ،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان نہ ظاہر و نمود کا نام ہے اور نہ ہی صرف تمنا کرنے کا ،بلکہ ایمان تو وہ ہوتا ہے جو دل میں خالص طور پر گھر کر جائے اور اعمال اس کی تصدیق کریں۔''

۴۔میرے والد – رحمہ اللہ – نے کہا: ہم سے بیان کیا علی ابن ابراہیم نے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے عبداللہ بن میمون سے ،اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان قول و فعل کا نام ہے اور یہ دونوں (قول و عمل) ایک دوسرے کے شریک بھائی ہیں۔''

۵۔میرے والد – رحمہ اللہ – نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ،

انہوں نے موسیٰ بن قاسم بجلی سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات حارثہ ابن نعمان انصاری سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے حارثہ! تم نے کیسے صبح کی؟ وہ کہنے لگے: میں نے حقیقی مومن ہونے کے طور پر صبح کی۔ آپؐ نے فرمایا: ہر ایمان کی کوئی حقیقت ہوتی ہے تو بھلا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے دور کر دیا ہے، راتوں کو جاگتا ہوں، دن میں پیاسا رہتا ہوں تو گویا میں اپنے آپ کو اپنے پروردگار کے عرش پر دیکھتا ہوں اور وقت حساب قریب آ چکا ہے اور گویا میں اہل جنت میں سے ہوں کہ وہ لوگ اس میں آنا جانا کر رہے ہیں اور جہنمیوں کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہے، تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ایک مومن ہو کہ اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کو منوّر کیا ہے، لہٰذا تم ثابت قدم رہنا کہ خدا تم کو ثابت قدم رکھے۔ اس کے بعد اس نے آپؐ سے عرض کی: یارسول اللہؐ! مجھے سب سے زیادہ اندیشہ اپنی آنکھوں کے بارے میں ہے کہ مبادا وہ میرے لئے باعث نقصان ہو تو رسول خداؐ نے اس کے لئے دعا کی تو اس کی بصارت زائل ہوگئی۔''

۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے، انہوں نے محمد بن عذافر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کچھ سواروں سے ہوئی تو ان لوگوں نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہؐ! تو آپؐ نے فرمایا: ''تم لوگ کون ہو؟'' تو وہ کہنے لگے: ہم مومنین ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ''تم لوگوں کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟'' وہ کہنے لگے: قضائے الٰہی پر راضی رہنا، حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: ''علماء اور حکماء قریب تھا کہ اپنی حکمت کی وجہ سے انبیاء ہو جاتے۔ پس اگر تم لوگ سچے ہو تو جس میں تم کو (ہمیشہ) رہنا نہیں ہے اسے تعمیر نہ کرو اور جو کھانا نہیں ہے اسے جمع نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اسی کی طرف تم لوگوں کو پلٹ کر جانا ہے۔''

(۱۷۳) ☆صبغۃ اللہ کے معنیٰ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے ابوجعفر امام جعفر صادقؑ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں: ''صبغة الله و من احسن من الله صبغة'' (سورۂ بقرہ: آیت۔۱۳۸) روایت کیا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''صبغۃ اللہ (سے مراد) اسلام ہے۔''

(۱۷۴) ☆ خلق عظیم کے معنٰی ☆

ا۔ میرے والد – رحمہ اللہ – نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے ابو جارود سے، انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عز وجل کے اس قول کے بارے میں: ''انک لعلٰی خلق عظیم'' (سورۂ قلم: آیت-۴) کے سلسلے میں نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس سے مراد اسلام ہے''۔ نیز مروی ہے کہ خلق عظیم [ہی] دین عظیم ہے۔

(۱۷۵) ☆ ائمہ علیہم السلام کے اس ارشاد کے معنٰی کہ ہماری حدیثیں دشوار اور مشکل ہیں ☆

ا۔ میرے والد – رحمہ اللہ – نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے حسین بن عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن عیسٰی بن عبید سے، انہوں نے کسی مدائن کے رہنے والے سے کہ اس نے کہا: میں نے ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو لکھا کہ آپؑ کے آباؤ اجداد علیہم السلام کے حوالے سے ہم سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپؑ کی حدیثیں دشوار اور سخت ہیں بایں معنٰی کہ نہ کوئی مقرب فرشتہ اس کا متحمل ہوسکتا ہے، نہ ہی کوئی نبی مُرسل اور نہ ہی کوئی ایسا مومن کہ جس کے قلب کو اللہ نے ایمان کے لئے امتحان میں ڈالا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے یوں جواب موصول ہوا: ''اس کے یہی معنٰی ہیں کہ کوئی فرشتہ اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا یہاں تک کہ وہ اپنی مانند کسی فرشتہ کے سامنے پیش کردے، نہ ہی اسے کوئی نبی اپنے پاس رکھ سکتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی مانند کسی نبی کو پیش کردے اور نہ ہی کوئی مومن اس کا متحمل ہوسکتا ہے مگر یہ کہ وہ اپنی مانند کسی مومن کے سامنے پیش کردے بایں معنٰی کہ کوئی اپنے قلب میں اس کی حلاوت کا متحمل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کے سینے سے نکل کر کسی دوسرے تک پہنچ جائے۔''

(۱۷۶) ☆ شہر محصون کے معنٰی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن حسین بن سفیان بن یعقوب بن حارث بن ابراہیم ہمدانی نے کوفہ میں اپنے گھر میں، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ جعفر بن احمد بن یوسف ازدی نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا علی بن یزید حناط نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عمرو بن یسع نے، انہوں نے شعیب بن حداد سے، انہوں نے کہا: میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا: ''بیشک

ہماری حدیث دشوار اور سخت ہوتی ہے کہ نہ کوئی مقرب فرشتہ اس کا متحمل ہوسکتا ہے، نہ کوئی نبی مرسل اور نہ ہی کوئی ایسا مومن کہ جس کے قلب کو اللہ نے ایمان کے لئے آزمایا ہو اور نہ ہی کوئی محصون شہر اس کا متحمل ہوسکتا ہے۔''

عمرو کہتا ہے: تو میں نے شعیب سے کہا کہ اے ابوالحسن یہ شہر محصون کیا شے ہے؟ راوی کہتا ہے: وہ کہنے لگا: میں نے امام صادق علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: مقصود وہ دل ہے جو قوی و مضبوط ہو۔

(۱۷۷) ☆ امام محمد باقرؑ کے قول کے معنٰی کہ جس میں آپؑ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک حقیقت ایمان کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے نزدیک موت زندگی سے زیادہ، تنگدستی ثروت سے زیادہ اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن علی سے، انہوں نے حارث بن حسن طحان سے، انہوں نے ابراہیم بن عبداللہ سے، انہوں نے فضیل بن یسار سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک حقیقت ایمان کو نہیں پہنچ سکتا کہ جب تک اس کے نزدیک موت زندگی سے زیادہ، تنگدستی ثروت سے زیادہ اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب نہ ہو۔'' ہم نے عرض کیا: بھلا ایسا کون شخص ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: ''تم سب کے سب۔'' اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: ''بھلا تم میں سے کسی شخص کو یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ ہماری محبت میں مرجائے یا یہ کہ وہ ہم سے بغض رکھتے ہوئے زندگی بسر کرے؟'' تو میں نے عرض کیا: بخدا آپؑ کی محبت میں مرجانا ہمیں زیادہ عزیز ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''اور یہی صورتحال تنگدستی و ثروت اور بیماری و صحت کی ہے۔'' میں نے عرض کیا: ہاں بخدا۔

(۱۷۸) ☆ قران اور فرقان کے معنٰی ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن احمد نے، انہوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا ابواسحٰق یعنی ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے ابن سنان وغیرہ سے کہ جس نے ان سے بیان کیا انہوں نے کہا: میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے قران اور فرقان کے متعلق دریافت کیا کہ آیا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں یا ایک ہی شے کے دو نام

ہیں؟ راوی کہتا ہے: تو آپؑ نے فرمایا: ''قران مکمل کتاب کا نام ہے جبکہ فرقان اس محکم کا نام ہے کہ جس پر عمل کرنا واجب ہے۔''

(۱۷۹) ☆اس روایت کے معنٰی جو امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس میں آپؑ نے فرمایا تھا: کوئی شخص قران کے بعض حصہ کو اس کے دیگر بعض حصہ سے مخلوط نہیں کرتا مگر یہ کہ اس نے کفر کیا☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن –رحمہ اللہ– نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے نضر ابن سوید سے، انہوں نے قاسم بن سلیمان سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''مجھ سے میرے والد بزرگوارؑ نے فرمایا: کوئی شخص قران کے بعض حصہ کو اس کے دیگر بعض حصہ سے نہیں ملا دیتا مگر یہ کہ وہ کفر کرتا ہے۔''

میں نے محمد بن حسن –رحمہ اللہ– سے اس حدیث کے معنٰی دریافت کیے تو انہوں نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آیت کی تفسیر میں کسی دوسری آیت کی تفسیر کے ذریعہ جواب دے۔

(۱۸۰) ☆الحال المرتحل کے معنٰی☆

ا۔میرے والد –رحمہ اللہ– نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے زہری سے انہوں نے کہا کہ میں نے علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کی: افضل ترین عمل کونسا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''الحال المرتحل'' میں نے عرض کی: الحال المرتحل یعنی کیا؟ آپؑ نے فرمایا: ''آغاز قران اور ختم قران کہ جب کبھی اس کی ابتداء کرے تو اسے اختتام تک پہنچائے۔'' نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جسے اللہ قران عطا کردے اور پھر وہ یہ خیال کرے کہ کسی اور کو اس کو عطا کردہ شے سے بھی افضل تر عطا کی گئی ہے تو اس نے بہت بڑی چیز کو چھوٹا جانا اور چھوٹی چیز کو بہت بڑا جانا۔''

(۱۸۱) ☆نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے معنٰی کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر رات ایک تہائی قران پڑھے☆

۱۔ہم سے بیان کیاابوالحسن محمد بن احمد بن علی اسدی نے ، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن ہارون بن یزید نے ، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن معاذ نے ، انہوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا میرے والد نے ، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا شعبہ نے ، انہوں نے علی بن مدرک سے ، انہوں نے ابراہیم نخعی سے ، انہوں نے ربیع ابن خثیم سے ، انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم میں کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر رات ایک تہائی قران پڑھے؟'' حاضرین کہنے لگے: بھلا ایسا کون کرسکتا ہے؟! آپؐ نے فرمایا: ''قل ھواللہ احد ایک تہائی قران ہے۔''

(۱۸۲) ☆ مکارم الاخلاق کے معنٰی ☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے ، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ بن ابی خلف نے ، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے ، انہوں نے حماد ابن عثمان سے ، انہوں نے کہا: ایک شخص امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام کی خدمت میں آکر کہنے لگا: اے فرزند رسولؐ! مجھے مکارم الاخلاق سے آگاہ فرمائیں تو آپؑ نے فرمایا: ''جس نے تم پر ظلم کیا اس سے درگذر کرنا ، جس نے تم سے قطع تعلق کیا اس سے میل جول رکھنا ، جس نے تم کو محروم کیا اس کو عطا کرنا اور حق بات کہنا چاہے وہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔''

۲۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے ، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد ابن عبداللہ نے ، انہوں نے احمد ابن محمد سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے نضر ابن سوید سے ، انہوں نے قاسم بن سلیمان سے ، انہوں نے جراح مدائنی سے کہ وہ کہتا ہے: مجھ سے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں مکارم الاخلاق بیان نہ کردوں؟'' [میں نے کہا: کیوں نہیں! آپؑ نے فرمایا:] لوگوں سے درگذر کرنا ، کسی انسان کا اپنے مال میں اپنے بھائی کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا۔''

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن یحییٰ عطار- رحمہ اللہ- نے ، انہوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا میرے والد نے ، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے ، انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے ، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکارم الاخلاق سے مخصوص کیا تو تم لوگ بھی اپنے آپ کی آزمائش کرو کہ اگر تم میں یہ موجود ہیں تو اللہ عزوجل کی حمد بجالاؤ اور اس میں اضافے کے لئے اس کی طرف رغبت کرو۔'' اس کے بعد آپؑ نے دس صفات شمار کیں: یقین ، قناعت ، صبر ، شکر ، رضا ، حسن خلق ، سخاوت ، غیرت ، شجاعت اور مروّت۔

(۱۸۳) ☆ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کے معنیٰ ☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے ،انہوں نے احمد بن محمد سے ،انہوں نے حسن بن محبوب سے ،انہوں نے ابواسامہ زید شحام سے ،انہوں نے کہا: ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''کوئی مومن بھی اس سے سخت تر آزمائش میں مبتلا نہیں کیا جاتا کہ جب وہ تین خصلتوں سے محروم ہو۔'' آپؑ سے کہا گیا: وہ کون سی خصلتیں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اپنے پاس موجود مال میں برابری، اپنے آپ سے انصاف اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا۔ ہاں، میں تم لوگوں سے یہ نہیں کہتا کہ (اللہ کا کثرت سے ذکر یہ کہہ کر کرو کہ) سبحان اللہ والحمد لله و لا إله الا الله و الله اكبر ، بلکہ جو بندہ کے لئے حلال ہے اور جو اس پر حرام ہے ان موقعوں پر اللہ کو یاد رکھے۔''

۲۔میرے والد- رحمہ اللہ- نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے احمد بن محمد سے ،انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے ابن مغیرہ سے ،انہوں نے ابوصبّاح کنانی سے ،انہوں نے ابوبصیر سے ،انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''بندگانِ خدا جو اعمال انجام دیتے ہیں ان میں سب سے سخت ترین عمل کسی بندہ کا اپنے آپ سے انصاف کرنا، اپنے بھائی سے برابری کا سلوک روا رکھنا اور ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرنا ہے۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کی: خدا رحمت نازل کرے، ہر حالت میں ذکر خدا کا کیا طریقہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''معصیت کے وقت اللہ کو یاد کرے بایں معنیٰ کہ جب کسی گناہ کے ارتکاب کا ارادہ کرے تو یادِ خدا اس کے اور اس کے گناہ کے درمیان حائل ہو جائے اور یہی اس ارشاد الٰہی کا مطلب ہے: ''إنّ الذين اتقوا إذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فاذا هم مبصرون.'' (جو لوگ صاحبانِ تقویٰ ہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھونا بھی چاہتا ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور حقائق کو دیکھنے لگتے ہیں) (سورۂ اعراف: آیت-۲۰۱)

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل -رضی اللہ عنہ- نے ،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے ، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ،انہوں نے حسن بن محبوب سے ،انہوں نے ہشام بن سالم سے ،انہوں نے زرارہ سے ،انہوں نے حسین بزاز سے ،انہوں نے کہا: مجھ سے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا میں اس گراں ترین (عمل) کے بارے میں نہ بتادوں جسے اللہ نے اپنی خلقت پر فرض کیا؟'' میں نے عرض کی: کیوں نہیں! آپؑ نے فرمایا: ''لوگوں کے ساتھ اپنے آپ سے انصاف کرنا، اپنے بھائی سے برابری کا سلوک کرنا اور ہر مقام پر اللہ کا ذکر کرنا۔ البتہ میں یہ نہیں کہتا کہ سبحان الله والحمد لله و لا اله الا الله و الله اكبر، گو کہ یہ بھی ذکر خدا ہی ہے، لیکن ہر مقام پر یادِ خدا سے میری مراد یہ ہے کہ جب بھی تم اطاعت یا معصیت کا ارادہ کرو اللہ کو یاد رکھو۔''

۴۔میرے والد- رحمہ اللہ- نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے احمد بن محمد سے ،انہوں نے ابن فضال سے ، انہوں نے علی بن عقبہ سے ،انہوں نے ابوجارود منذر کندی سے ،انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''سخت ترین

اعمال تین ہیں: لوگوں کے ساتھ اپنے آپ سے انصاف کرو یہاں تک کہ اپنے نفس کے لئے بھی بعینہ وہی پسند کرو جو تمہارا نفس اُن کے لئے پسند کرتا ہے، اپنے بھائی کے ساتھ مال میں برابری کا سلوک کرو اور ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرو۔ ذکر خدا فقط سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ہی نہیں ہے، بلکہ جب بھی تم پر کوئی ایسی چیز وارد ہو جس کا اللہ نے حکم دیا ہو تو اس پر عمل کرو اور اگر کوئی ایسی شے وارد ہو جائے کہ جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے تو تم اسے ترک کر دو۔

۵۔ دوسری ایک روایت میں امام الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا گیا کہ " اذکروا اللہ ذکراً کثیراً " (سورۂ احزاب: آیت-۴۱) کہ یہاں ذکر کثیر سے کیا مراد ہے تو آپؑ نے فرمایا: "جو شخص تسبیح فاطمہ سلام اللہ علیہا پڑھے تو اس نے اللہ کا ذکر کثیر کیا۔"

یہی روایت ہم سے بیان کی محمد بن حسن - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد ابن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ابو محمد جعفر بن احمد بن سعید بجلی نے جو صفوان ابن یحییٰ کا بھتیجا تھا، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے ابو صباح بن نعیم عائذی سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، ایک حدیث میں وہ یوں کہتا ہے کہ جس کے آخر میں اس طرح سے ہے کہ "تسبیح فاطمہ سلام اللہ علیہا، اللہ کا ذکر کثیر ہے کہ جس کے متعلق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے: "فاذکرونی اذکرکم." (تم ہم کو یاد کرو تا کہ ہم تمہیں یاد رکھیں) (سورہ بقرہ: آیت-۱۵۲)

اللہ کی اعانت اور احسان کے ساتھ پہلا جز مکمل ہوا

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد النبی و آلہ الاکرمین.

جلد دوم

(۱۸۴)☆غایات کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ایوب بن نوح سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''عبادت کے ذریعے شہرت پانا مایۂ شک ہے۔ بیشک میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے مجھے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، انہوںؑ نے اپنے جدامجد علیہ السلام سے بیان کیا ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا عابد وہ ہے جو اپنے تمام فرائض کو انجام دے، سب سے بڑا سخی وہ ہے جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردے، سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو حرام سے باز رہے، سب سے بڑا متقی شخص وہ ہے جو حق بات کہے چاہے اس کے حق میں ہو یا اس کے خلاف، سب سے بڑا عادل وہ ہے جو لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کرے کہ جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اُن کے لئے وہی چیز ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، سب سے بڑا زیرک وہ شخص ہے جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے، سب سے زیادہ قابل رشک وہ ہے جو مٹی کے نیچے (دفن) اس حالت میں ہو چکا ہو کہ عقابِ (الٰہی) سے محفوظ ہو اور جزائے خیر کا امیدوار، سب سے بڑا غافل وہ شخص ہے جو دنیا کی دگرگونی احوال سے نصیحت نہ پکڑے، دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت اس شخص کی ہے جس کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ ہو، سب سے بڑا عالم وہ شخص ہے جو لوگوں کے علم کو اپنے علم کے ساتھ مِلا دے، سب سے بہادر وہ شخص جو اپنی نفسانی خواہشات پر غلبہ پالے، سب سے قیمتی شخص وہ ہے جس کا علم سب سے زیادہ ہو اور سب سے کم قیمت وہ شخص ہے کہ جس کا علم سب سے کم ہو، سب سے کم ترین لذت حسد کرنے والا حاصل کرتا ہے، سب سے کم راحت اس شخص کو ملتی ہے جو بخیل ہوتا ہے، بخیل ترین وہ ہے جو ان افعال کے انجام دینے میں بخل کرے کہ جنہیں خدا نے اس پر فرض کیا ہے، حق کا سب سے زیادہ سزاوار وہ شخص ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ عمل کرتا ہو، سب سے کم حُرمت اس شخص کے لئے ہے جو فاسق ہو، دنیا میں کمترین وفا بادشاہوں میں ہوتی ہے، سب سے کم دوستی سلطان نبھاتا ہے، وہ شخص سب سے بڑا فقیر ہے جو بہت لالچی ہے، بے نیاز ترین شخص وہ ہے جو حرص کا اسیر نہ ہو، سب سے افضل ایمان اس شخص کا ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ حسن اخلاق کا حامل ہو، معزز ترین شخص وہ ہے جس کا تقویٰ سب سے زیادہ ہو، سب سے بڑی اہمیت کا حامل وہ شخص ہے جو بے معنی باتوں کو ترک کردے، سب سے بڑا پرہیزگار (اَوْرَع) وہ شخص ہے جو جھگڑنا چھوڑ دے خواہ حق پر ہی کیوں نہ ہو، سب سے کم ترین مردانگی اس میں ہے جو جھوٹا ہو، بدبخت ترین اشخاص صاحبانِ اقتدار ہیں، سب سے زیادہ نفرت کے قابل متکبر شخص ہے، سب سے بڑا مجتہد وہ ہے جو گناہوں کو ترک کردے، سب سے زیادہ صاحب حکمت و دانا شخص وہ ہے جو جاہل افراد سے فرار اختیار کرے، سب سے زیادہ خوش بخت وہ ہے جو کریم افراد کی صحبت میں رہتا ہے، سب سے زیادہ عقلمند وہ شخص ہے جو لوگوں سے سب سے زیادہ نرمی کا سلوک کرتا ہے، تہمت کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے کہ جو اہل تہمت کے ساتھ بیٹھتا ہے، سب سے زیادہ سرکش وہ شخص ہے جو اس شخص کو قتل کردے جو اس کا قاتل نہ ہو یا اس شخص کو مارے کہ جس نے اسے نہ مارا

ہو، سب سے زیادہ عفو و درگذر کرنے کا سزاوار وہ شخص ہے جو بدلہ لینے پر سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہو، گناہوں میں مبتلا ہونے کا سب سے زیادہ اہل وہ نادان ہے جو غیبت کرتا ہو، پست ترین شخص وہ ہے جو لوگوں کی اہانت کرتا ہو، دُور اندیش ترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ غصہ کو پی جاتا ہو، لوگوں میں سب سے بڑا خیر خواہ وہ ہے جو لوگوں کی سب سے زیادہ خیر خواہی کرتا ہو، سب سے بہترین شخص وہ ہے کہ جس سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہوں۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ ورّاق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن معروف سے، انہوں نے ابراہیم بن مہز یار سے، انہوں نے اپنے بھائی علی سے، انہوں نے حسن بن سعید سے، انہوں نے حارث بن محمد بن نعمان الاحول صاحب الطاق سے، انہوں نے جمیل بن صالح سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ معزز ترین شخص ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے، جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ پرہیز گار بنے تو اسے چاہئے کہ اللہ پر بھروسہ کرے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بے نیاز ترین بنے تو اسے چاہئے کہ جو کچھ اللہ عزوجل کے پاس ہے اس پر زیادہ تکیہ کرے اس چیز کے مقابلہ میں کہ جو اس کے اپنے پاس ہے۔'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں تم لوگوں کو بدترین انسان سے آگاہ نہ کردوں؟'' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ، کیوں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ شخص جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں۔'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو اس سے بھی بدتر انسان سے آگاہ نہ کردوں؟'' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! ، کیوں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ شخص کہ جو لغزش سے درگزر نہ کرے، نہ ہی معذرت قبول کرے اور نہ ہی وہ قصور معاف کرے۔'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو اس سے بھی بدتر انسان سے آگاہ نہ کردوں؟'' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! ، کیوں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''جس کے شر سے امان نہ ہو اور اس سے خیر کی کوئی امید نہ ہو! بے شک حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام درمیان بنی اسرائیل کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے بنی اسرائیل! جاہل لوگوں سے حکمت کی باتیں مت کرو کہ یہ حکمت کے ساتھ زیادتی ہوگی اور اس کے اہل کو اس سے محروم نہ کرو کہ یہ اُن لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوگی، نیز ظالموں کی اُن کے ظلم میں اعانت نہ کرو کہ مبادا تمہاری فضیلت ضائع ہوجائے۔ امور تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ کہ جس کی راہ راست تمہارے لئے روشن ہے تو اس امر کی پیروی کرو، دوسرے وہ امر کہ جس کی گمراہی تمہارے لئے واضح ہے تو اس سے باز رہو اور تیسرے وہ امر کہ جس میں اختلاف پایا جاتا ہو تو اسے اللہ عزوجل کی طرف لوٹا دو۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے اسماعیل بن ابی زیاد سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین مال کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ زراعت کہ جس کی کاشتکاری اس کے مالک نے کی ہو اور اس کی درستگی کو قائم کرے اور کٹائی کے

موقع پر اس کا حق ادا کر دے۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! زراعت کے بعد سب سے بہترین مال کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''گلہ بانی کہ اپنی بھیڑ بکریوں کو بارش کے مقامات پر چرائے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! بھیڑ بکریوں کے بعد کون سا مال سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ گائے جو صبح و شام اپنے مالک کو نفع پہنچائے۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! گائے کے بعد کون سا مال سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ اونچے اونچے درخت جو کیچڑ میں اگے ہوں اور موقع پر پھل دیتے ہوں، درخت خرما کیا ہی بہترین شے ہے! جس نے اسے فروخت کیا تو اس کی قیمت اس راکھ کی مانند ہے جو بلند چوٹی پر ہو کہ طوفان کے دن میں تیز ہوا اُسے اڑا لے جائے مگر یہ کہ اس کی جگہ کوئی دوسرا درختِ خرما خرید کر لے۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! درخت خرما کے بعد بہترین مال کون سا ہے؟ اس موقع پر آپؐ خاموش ہو گئے تو ایک شخص نے آپؐ سے عرض کی: تو یہ اونٹ کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اس میں بدبختی ہے، جفا ہے، رنج ہے اور گھر سے دُوری ہے کہ صبح و شام بداقبالی لاتا ہے کہ اس سے کوئی بھلائی نہیں آتی مگر یہ کہ کسی نہ کسی نحوست کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ البتہ بدبخت اور فاجر افراد اس سے دست بردار نہیں ہوتے۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان احمد بن محمد ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن قاسم قرات نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم معلّی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن خالد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن بکر مرادی نے، انہوں نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جدِ امجد [علیہ السلام سے، آپؑ نے] علی بن حسین علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ ایک روز امیر المومنین صلوات اللہ علیہ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپؑ انہیں جنگ کی تیاریاں کروا رہے تھے کہ یکا یک ایک بوڑھا شخص آپؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جبکہ اس کے چہرے سے سفری رنج کے آثار نمودار تھے تو اس نے کہا: امیر المومنینؑ کہاں ہیں؟ اس سے کہا گیا: وہ یہ ہیں! تو اس نے آپؑ کو سلام کیا اور اس کے بعد کہنے لگا: اے امیر المومنینؑ! میں شام کی جانب سے آ رہا ہوں اور میں انتہائی بوڑھا شخص ہوں جبکہ میں نے آپؑ کے بارے میں اَن گنت فضائل سنے ہوئے ہیں اور اب میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ آپؑ کو شہید کر دیا جائے گا لہٰذا آپؑ مجھے وہ علم عطا کیجئے جو اللہ نے آپ کو تعلیم کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''ہاں اے شیخ! جس کے دو دن مساوی گزریں وہ گھاٹے میں ہے اور جس کی فکروں کا محور دنیا ہو تو اس سے جدائی کے موقع پر اس کو شدید حسرت ہوگی اور جس کا آنے والا دن گزرے ہوئے دن سے بدتر ہو تو وہ محروم ہے، اور جو شخص اپنے زادِ آخرت کی کم مائیگی کی پرواہ نہ کرے جبکہ اس کی دنیا سلامتی کے ساتھ ہمکنار ہو تو وہ ہلاک ہو گیا، جس شخص نے اپنے نفس میں واقع ہونے والے نقص کی اعتنا نہ کی تو اس پر نفسانی خواہشات غالب آ جائیں گی اور جو ناقص ہو اس کے لئے تو موت ہی بہتر ہے۔ اے شیخ! لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتے ہو اور لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا جائے۔'' اس کے بعد آپؑ اپنے اصحاب کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! کیا تم اہل دنیا کی طرف نگاہ نہیں کرتے کہ وہ مختلف حالات میں صبح و شام بسر کرتے ہیں کہ ان میں کچھ ایسے ہیں جو زمین پر پچھاڑ دیئے گئے ہیں کہ اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے ہیں

اور کچھ ایسے ہیں جو عیادت کرتے ہیں تو کسی کی عیادت کی جاتی ہے اور کوئی قریب المرگ ہے تو کوئی ناامید ہے اور کسی کو کفن دیا جا چکا ہے۔کوئی طالبِ دنیا ہے جبکہ موت اس کی طالب ہے اور کوئی ایسا غافل ہے کہ اس کے بارے میں غفلت نہیں برتی گئی اور گزرے ہوئے لوگوں کے زیر اثر باقی وموجود آچکے ہیں۔"

پس زید بن صوحان عبدی نے آپؑ سے عرض کی: اے امیر المومنینؑ، سب سے غالب اور قوی ترین حاکم کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "نفسانی خواہش"۔

اس نے عرض کی: پست ترین پستی کون سی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "حرصِ دُنیا۔"

اس نے عرض کی: سب سے سخت ترین فقر کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "ایمان کے بعد کفر۔"

اس نے عرض کی: گمراہ ترین دعوت کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: "لایکون (کہ جس کی کوئی حقیقت نہیں) کی دعوت دینے والا۔"

اس نے عرض کی: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "تقویٰ۔"

اس نے عرض کی: کامیاب ترین عمل کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "اس چیز کا طلب کرنا جو اللہ کے پاس ہے۔"

اس نے عرض کی: صاحبِ شر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو تمہارے سامنے اللہ کی نافرمانی کو آراستہ وپیراستہ کرے۔"

اس نے عرض کی: بدبخت ترین مخلوق کون سی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "جو کسی غیر کی دنیا کی خاطر اپنے دین کو بیچ ڈالے۔"

اس نے عرض کی: قوی ترین مخلوق کون سی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "صاحب حلم۔"

اس نے عرض کی: سب سے لالچی مخلوق کون سی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "جو غیر حلال طریقے سے مال حاصل کرے اور پھر اسے غیر حق میں خرچ کرے۔"

اس نے عرض کی: سب سے زیرک ودانا شخص کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "جس شخص کے لئے ہدایت اور گمراہی کی راہیں واضح ہو جائیں تو وہ راہِ ہدایت کی طرف مائل ہو۔"

اس نے عرض کی: سب سے بردبار شخص کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "جو غصہ نہ کرے۔"

اس نے عرض کی: اپنی رائے میں سب سے ثابت قدم کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "جسے لوگ اس کے نفس سے دھوکا نہ دیں اور دنیا کی آرائش اسے اپنا شکار نہ بنالے۔"

اس نے عرض کی: احمق ترین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "دنیا سے دھوکا کھایا ہوا جبکہ وہ اس کی دگرگونیٔ حالات کو دیکھ رہا ہے۔"

اس نے عرض کی: سب سے زیادہ حسرت کس کو ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: "وہ شخص جو دنیا اور آخرت (دونوں) سے محروم رہا کہ یہی خسرانِ مبین (کھلا گھاٹا) ہے۔"

اس نے عرض کی: سب سے اندھا شخص کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "وہ شخص جو غیر خدا کے لئے کسی عمل کو انجام دے اور پھر اللہ

عزوجل سے اپنے عمل کی جزا کا طالب ہو۔''

اس نے عرض کی: سب سے بہترین قناعت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''اللہ کی عطا کردہ (نعمتوں) پر قناعت کرنا۔''

اس نے عرض کی: سخت ترین مصائب کون سے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''دین میں مصیبت۔''

اس نے عرض کی: اللہ عزوجل کے نزدیک محبوب ترین عمل کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''انتظار فرج۔'' (امام عصر علیہ السلام کا انتظار کرنا)۔

اس نے عرض کی: اللہ عزوجل کے نزدیک بہترین انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے سب سے زیادہ خائف ہو اور تقویٰ پر سب سے زیادہ عمل پیرا ہو اور سب سے بڑھ کر دنیا سے دوری اختیار کر رکھی ہو۔''

اس نے عرض کی: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے افضل کلام کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا، اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنا اور دعا مانگنا۔''

اس نے عرض کی: سب سے سچا قول کون سا ہے؟ فرمایا: ''گواہی دینا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔''

اس نے عرض کی: اللہ عزوجل کے نزدیک عظیم ترین عمل کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''تسلیم اور ورع (انتہائی پرہیزگاری)۔''

اس نے عرض کی: سب سے زیادہ سچا کون شخص ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''جو میدان جنگ اور کارزاری کے موقع پر سچ بات کہے۔''

اس کے بعد آپ علیہ السلام اس بوڑھے شخص کی جانب متوجہ ہو کر کہنے لگے: ''اے شیخ! بلاشبہ اللہ عزوجل نے ایک ایسی مخلوق خلق کی ہے کہ اللہ نے ان کی نظر میں دنیا تنگ کر دی ہے اور یوں انہیں دنیا سے دُور رکھا ہے کہ وہ دنیوی سامان میں رغبت نہیں کرتے اور یوں وہ لوگ دارالسلام (جنت) کی طرف رغبت کرتے ہیں کہ جس کی طرف اللہ نے انہیں بلایا ہے اور انہوں نے اپنی تنگ روزی پر صبر کیا ہے اور دنیا کی ناملائم (سخت) باتوں پر صبر کئے ہوئے ہیں اور اللہ کے پاس جو کرامتیں ہیں ان کے مشتاق ہیں اور انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کی رضا حاصل کرنے میں خرچ کر دیا اور ان کے اعمال کا خاتمہ شہادت ہے، پس انہوں نے اللہ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ وہ ان سے راضی ہے اور انہوں نے یہ جان لیا کہ موت گزر جانے والوں اور باقی رہنے والوں کا راستہ ہے تو انہوں نے اپنے لئے زادِ آخرت کو جمع کر لیا جو سونا چاندی کی صورت میں نہیں ہے۔ انہوں نے کھردرے لباس پہنے، ذلت پر صبر کیا، فضیلت کو مقدم کیا، اللہ کی خاطر دوستی کی اور اللہ عزوجل ہی کی راہ میں دشمنی کی کہ یہی لوگ دنیا میں جلتے ہوئے چراغ ہیں اور آخرت میں نعمتوں کے اہل، والسلام۔''

شیخ کہنے لگا: پس میں کہاں جاؤں اور جنت کو چھوڑ دوں، حالانکہ میں تو جنت کو دیکھ رہا ہوں اور اس کے اہل افراد کو بھی کہ وہ آپؑ کے ساتھ ہیں اے امیر المومنین! مجھے ایسی قوت سے آراستہ کر دیجئے کہ اس کے ذریعہ سے مجھے آپؑ کے دشمنوں پر قوت حاصل ہو جائے۔ تو امیر المومنینؑ نے اسے اسلحہ عطا کیا اور اس نے انہیں اٹھا لیا اور دوران جنگ وہ قدم بہ قدم امیر المومنینؑ کے پیش پیش تھا اور اس طرح دشمنوں کی صفوں کو چیرتا جا رہا تھا کہ اس کی کارکردگی امیر المومنینؑ کو پسند آئی اور جب گھمسان کی جنگ ہونے لگی تو وہ اپنے گھوڑے کو آگے بڑھاتا چلا گیا

یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور امیر المومنینؑ کا ایک صحابی اس کے پیچھے گیا تو اسے زمین پر پڑا ہوا پایا اور وہیں اُس کی سواری بھی موجود تھی جبکہ اس کے زیر بازو اس کی تلوار موجود تھی لہٰذا جب جنگ اپنے انجام کو پہنچی تو وہ شخص اُسؓ کی سواری اور اسلحہ کو لے کر امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بالآخر امیر المومنینؑ نے اس کی نماز پڑھی اور فرمایا: یہ شخص بخدا! حقیقتاً سعادت مند ہے تو تم لوگ اپنے بھائی کے لئے رحمت کی دُعا کرو۔''

(۱۸۵) ☆اس خزانہ کے معنی جو دو یتیم لڑکوں کی دیوار کے نیچے تھا (جس کا تذکرہ سورۂ کہف میں ہے) ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد ابن احمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی نے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا عمرو بن جمیع کی طرف، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا علی علیہ السلام کی طرف اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و کان تحته کنز لهما'' (سورۂ کہف آیت-۸۲) کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''یہ خزانہ سونے کی ایک لوح (تختی) تھی کہ جس پر یوں تحریر تھا: شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے، نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جسے یہ علم ہے کہ موت حق ہے تو پھر وہ کیونکر خوش ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جو قضا و قدر پر ایمان رکھتا ہے تو وہ کیونکر غمگین ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جسے جہنم یاد ہے تو وہ کیونکر ہنستا ہے، مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جو دنیا اور اہل دنیا کے حالات کی بے ثباتی کو دیکھتا ہے تو پھر وہ اس سے مطمئن کیونکر ہوتا ہے۔''

(۱۸۶) ☆مستضعفین کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہما اللہ۔ نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی الخطّاب سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نضر بن شعیب نے، انہوں نے عبدالغفار جازی سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ذکر فرمایا: ''مستضعفین کی کئی قسمیں ہیں جو باہم دیگر مختلف ہیں چنانچہ جو اہل قبلہ ناصبی نہ ہو وہ مستضعف ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین ابن ابی الخطّاب سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضّال سے، انہوں نے ابو مغرا حمید بن مثنّیٰ عجلی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ

سے بیان کیا ابوحنیفہ - جو کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک راوی ہے - نے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جو اختلاف کی معرفت رکھتا ہو وہ مستضعف نہیں ہے۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر علوی - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حمدویہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص لوگوں کے اختلاف کو جان لے وہ مستضعف نہیں ہے۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین ابن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے نضر بن سوید اور فضالہ بن ایوب تمام سے، انہوں نے موسیٰ بن بکر سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ زرارہ کہتے ہیں میں نے آپؑ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا ''الا المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان'' (سورۂ نساء - آیت - ۹۸) تو آپؑ نے فرمایا: ''یہ وہ شخص ہے جو کفر کی استطاعت نہیں رکھتا تاکہ کافر ہو جائے اور نہ ہی راہِ ایمان کی اسے ہدایت حاصل ہے کہ وہ ایمان لے آئے، نیز بچے اور وہ مرد اور عورتیں جن کا عقلی معیار بچوں کی مانند ہو تو یہ لوگ مرفوع القلم (جن پر شرعی ذمہ داری نہیں) ہیں۔''

۵۔ ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رحمہما اللہ - نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد ابن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن علی وشاء سے، انہوں نے احمد بن عائذ سے، انہوں نے ابوخدیجہ سالم بن مکرم الجمال سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''الا المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان لا یستطیعون حیلة و لا یھتدون سبیلا'' (سورۂ نساء: آیت - ۹۸) کے متعلق روایت کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''یہ لوگ ائمہ علیہم السلام سے دشمنی کا اظہار کرنے کی تاب نہیں رکھتے کہ ناصبی بن سکیں اور نہ ہی راہِ اہل حق کی انہیں ہدایت حاصل ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں، نیز ایسے لوگ نیک اعمال کو انجام دینے اور ان حرام کاموں سے باز رہنے کی وجہ سے کہ جس کو اللہ عزّ وجلّ نے حرام قرار دیا ہے جنت میں داخل ہوں گے البتہ ان لوگوں کی ابرار و صاحبان عقل کی منازل تک رسائی حاصل نہیں ہوگی۔''

۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حکم نے، انہوں نے عبداللہ بن جندب سے، انہوں نے سفیان بن سمط بجلی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ''مستضعفین کے بارے میں آپؑ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپؑ نے مجھ سے ایک ہراساں شخص کی مانند فرمایا: ''کیا تم لوگوں نے بھلا کسی مستضعف کو باقی رہنے دیا ہے؟

کہاں ہیں مستضعفین؟! بخدا، تمہارے عقیدہ کو دوشیزاؤں نے باہم پس پردہ ڈال رکھا ہے اور مدینہ کی سڑکوں پر سقائی کرنے والی عورتیں تمہارے عقیدہ کے بارے میں گفتگو کرتی نظر آتی ہیں۔"

۷۔ ہم سے بیان کیا میرے والد ۔رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰ بن عمران اشعری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن اسحاق نے، انہوں نے عمر[و] بن اسحاق سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا گیا کہ اس مستضعف کی کیا تعریف ہے کہ جس کا ذکر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: "وہ شخص کہ جو اچھی طرح سے قران کی کوئی سورت نہیں پڑھ سکتا۔ خداوند عزوجل نے اسے ایسا خلق کیا ہے کہ سزاوار ہے اس کے لئے کہ وہ اچھی طرح ادائیگی نہ کر سکے۔"

۸۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے صفوان بن یحیٰ سے، انہوں نے حجر بن زائدہ سے، انہوں تے حمران سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا: "الا المستضعفین من الرجال" آپؑ نے فرمایا: "یہ لوگ اہل ولایت ہیں۔"، میں نے عرض کی: کون سی ولایت؟ تو آپؑ نے فرمایا: "یہ دینی ولایت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد نکاح، میراث اور معاشرت سے متعلقہ ولایت ہے اور ایسے لوگ نہ ہی مومنین ہیں اور نہ ہی کفار اور یہ لوگ تو امر خداوند عزوجل کے امیدوار ہیں۔"

۹۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن محمد سے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن علی سے، انہوں نے عبدالکریم بن عمرو خثعمی سے، انہوں نے سلیمان بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں: "الا المستضعفین من الرجال و النساء والولدان. الآیت." آپؑ نے فرمایا: "اے سلیمان، ان مستضعفین میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تم سے بھی زیادہ قوت کے مالک ہیں۔ مستضعفین ایک ایسا گروہ ہے جو روزے رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، ان کے شکم اور شرمگاہیں پاکدامنی کے دائرے سے خارج نہیں ہوتیں اور وہ لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہمارے علاوہ دیگر لوگوں کے پاس بھی حق ہے، ان لوگوں نے درخت کی شاخوں کو پکڑ رکھا ہے، پس یہ لوگ امید سے ہیں کہ خدا ان سے درگذر فرمائے بشرطیکہ ان شاخوں کو تھامے رہے اگر چہ ایسے لوگ معرفت نہ رکھتے ہوں، لہٰذا اگر ان سے درگزر کیا گیا تو یہ رحمت خداوندی کے سبب سے ہوگا اور اگر اللہ نے انہیں عذاب دیا تو یہ ان کی اس بات سے گمراہی کے سبب سے ہوگا کہ اللہ نے جس کی معرفت انہیں عطا کر دی تھی۔"

۱۰۔ ہم سے بیان کیا میرے والد ۔رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ برقی سے، انہوں نے عثمان بن عیسی سے، انہوں نے موسی بن بکر سے، انہوں نے سلیمان بن خالد سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے میں نے آپؑ سے مستضعفین کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: "وہ نادان لوگ جو اپنی کاہلی اور سستی کی

بناء پر نادان رہ گئے، اور ایسے خادم ہیں کہ جب تم ان سے کہتے ہو کہ نماز پڑھو تو وہ نماز پڑھتے ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں ہیں سوائے اتنا ہی کہ جتنا تم نے ان سے کہا، اور وہ مزدور ہے جو صرف اتنا ہی جانتا ہے کہ جتنا تم نے اسے بتایا، پیر مرد، چھوٹا بچہ۔ یہ لوگ مستضعفین ہیں۔ البتہ وہ شخص جو طاقتور اور جھگڑالو دشمن ہے جو خرید و فروخت کے امور کو سنبھالتا ہے کہ تم اسے دھوکہ نہیں دے سکتے، تم کہتے ہو کہ یہ مستضعف ہے؟ نہیں، اس میں کوئی شرافت اور بزرگی نہیں ہے۔''

۱۱۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے ابوصباح سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے اُن مستضعفین کے متعلق فرمایا کہ جن کے پاس کوئی بہانا نہیں ہے اور نہ ہی وہ راہ راست پر ہیں: وہ لوگ جن کے پاس کوئی حیلہ نہیں ہے کہ وہ کفر میں داخل ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں کہ ایمان میں داخل ہو جائیں۔ پس ایسے لوگ کفر اور ایمان کے درمیان ہیں۔''

(۱۸۷) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: ''میں جنت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ان میں اکثریت سادہ لوح افراد کی ہے۔'' کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے ھارون ابن مسلم سے، انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ان میں اکثریت سادہ لوح افراد کی ہے۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کی: سادہ لوحی سے کیا مراد ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''نیکی کے معاملہ میں عقلمند اور شر سے غافل، وہ شخص جو ہر ماہ تین دن روزے رکھتا ہے۔''

(۱۸۸) ☆ ناکثین، قاسطین اور مارقین کا معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے، انہوں نے محمد بن علی صیرفی سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ

السلام نے اپنی ایک طویل حدیث کے آخر میں فرمایا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ام سلمہؓ سے فرمایا: اے ام سلمہ، میری بات سنو اور تم گواہ رہو کہ یہ علی ابن ابی طالب دنیا میں میرے بھائی ہیں اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔ اے ام سلمہ، میری بات سنو اور تم گواہ رہو کہ یہ علی ابن ابی طالب دنیا میں میرے علمبردار ہیں اور کل آخرت میں لوائے حمد کے علمبردار ہیں۔ اے ام سلمہ، میری بات سنو اور تم گواہ رہو کہ یہ علی ابن ابی طالب میرے بعد میرے وصی اور میرے جانشین ہیں اور میرے دشمنوں کا فیصلہ کرنے والے اور میرے حوض کے شرف کے حافظ و حامی ہیں۔ اے ام سلمہ، میری بات سنو اور تم گواہ رہو کہ یہ علی ابن ابی طالب تمام مسلمانوں کے سردار ہیں، تمام تر متقی افراد کے امام ہیں، اور سفید چہرے اور سفید ہاتھ والوں کے قائد ہیں، نیز ناکثین، مارقین اور قاسطین کے قاتل ہیں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! یہ ناکثین کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ جو مدینہ میں بیعت کرتے ہیں اور بصرہ میں توڑ دیتے ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ قاسطین کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: معاویہ اور اس کے وہ ساتھی جو شام کے باسی ہیں [اس کے بعد] میں نے عرض کی: مارقین کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اصحابِ نہروان۔ (نہروان میں علیؑ سے جنگ کرنے والے)۔

(۱۸۹) ☆ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم:
''جو شخص مجھے آذار کے خروج کی بشارت دے گا اس کے لئے جنت ہے۔'' کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد شیبانی، احمد بن حسن قطان، حسین بن ابراہیم ابن احمد بن ھشام مؤدّب، علی بن عبداللہ ورّاق اور علی بن احمد بن موسیٰ بن عمران دقاق نے، ان تمام نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے، انہوں نے سلیمان بن مہران سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس سے، انہوں نے کہا کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم مسجد قباء میں تشریف فرما تھے اور ان کے ساتھ کچھ دیگر اصحاب بھی تھے تو آپؐ نے فرمایا: ''آئندہ لمحے جو شخص سب سے پہلے تمہارے پاس آئے گا وہ جنتی ہوگا۔'' جب اصحاب نے یہ سنا تو کھڑے ہو کر مسجد سے باہر نکل گئے اور ان میں سے ہر کوئی لوٹنا چاہتا تھا تاکہ وہ سب سے پہلے داخل ہو جائے اور یوں جنت کا حقدار بن جائے۔ جب رسول خداؐ نے اُنہیں ایسا کرتے دیکھا تو اپنے پاس بیٹھے ہوئے اصحاب سے فرمایا: ''تم لوگوں کے پاس ایک گروہ داخل ہوگا جو ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے، تو جو شخص مجھے آذار کے خروج کی بشارت دے گا اس کے لئے جنت ہے۔'' پس سب کے سب لوٹ آئے اور ان کے ساتھ حضرت ابوذرؓ تھے تو آپؐ نے ان سب سے فرمایا: ''اس وقت رومی حساب سے کون سا مہینہ چل رہا ہے؟'' پس حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آذار ختم ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا: ''اے ابوذر!، مجھے بھی

معلوم ہے لیکن میں اپنی قوم کو بتلانا چاہتا تھا کہ تم جنتی ہو اور ایسا کیوں نہ ہوگا جبکہ میرے بعد تم کو میرے حرم سے نکالا جائے گا اور اس کی وجہ میرے اہل بیتؑ سے تمہاری محبت ہوگی، پس تم تنہائی کی زندگی بسر کرو گے اور تنہا ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔ تمہارے ذریعہ ایک قوم سعادتمند ہوگی کہ جو تمہاری تجہیز و تکفین کے امور انجام دے گی اور یہ لوگ اس جنت خلد میں میرے رفیق ہوں گے کہ جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

(۱۹۰) ☆علی علیہ السلام کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: ''اے علی! تمہارے لئے جنّت میں خزانہ ہے اور تم جنّت کے ذوالقرنین (دونوں طرف کے مالک) ہو۔'' - کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن احمد اشنانی دارمی الفقیہ العدل نے بلخ میں، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی میرے جد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عمار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسی بن اسماعیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حماد بن سلمہ نے، انہوں نے محمد بن اسحاق سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم تیمی سے، انہوں نے سلمہ سے، انہوں نے ابو طفیل سے، انہوں نے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اے علیؑ! بیشک جنت میں تمہارے لئے ایک خزانہ ہے اور تم اس کے ذوالقرنین (دونوں طرف کے مالک) ہو۔ حالت نماز میں اپنی نگاہ کو کسی دوسری نگاہ سے مت ملاؤ کہ مبادا تمہارے لئے صرف دُنیا ہو اور آخرت نہ ہو۔''

اس کتاب کے مصنف - رضی اللہ عنہ - فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''بیشک تمہارے لئے جنّت میں خزانہ ہے'' کے معنی یہ ہیں کہ جنّت کی نعمتوں کی چابی ہے۔ اور یہ اس بنیاد پر کہ خزانہ عام طور سے سوائے سونا اور چاندی جیسے مال کے علاوہ نہیں ہوتا ہے اور اس خزانہ کو محفوظ نہیں کیا جاتا سوائے فقر کے خوف سے اور یہ دونوں باتیں فائدہ نہیں رکھتیں سوائے یہ کہ جب ان دونوں کی طرف محتاجی کے اوقات میں اسے خرچ کیا جا سکتا ہو۔ مگر جنّت میں اس قسم کے خزانہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی فقر ہوگا اور نہ فاقہ چونکہ جنّت ان تمام چیزوں سے سلامتی کا گھر ہے اور اس میں وہ چیزیں ہیں کہ نفس جن کی خواہش رکھتے ہیں اور آنکھوں کو جن سے لذت ملتی ہے، پس یہ خزانہ کی چابی ہے اور یہ اس طرح کہ آپ علیہ السلام جنّت کو تقسیم کرنے والے ہیں اور آپ علیہ السلام فقط اس لئے جنّت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے قرار پائے ہیں چونکہ جنّت فقط ایمان اور کفر کی بنیاد پر ہے اور یقیناً علی علیہ السلام کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے علی! تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہاری دشمنی نفاق و کفر ہے۔'' تو آپ علیہ السلام اس صورت سے جنّت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ اور یقیناً میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا ہے کہ اس خزانہ سے مراد آپؑ کے فرزند محسن علیہ السلام ہیں جو اس وقت ساقط ہو گئے تھے جب حضرت

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا دو دروازوں کے درمیان دب گئیں تھیں۔ اور اس بات پر دلیل وہ روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سقط شدہ بچہ جنّت کے دروازے پر غصّے کے عالم میں کھڑا ہو جائے گا، اس سے کہا جائے گا: جنّت میں داخل ہو جا، تو وہ کہے گا: نہیں جب تک کہ مجھ سے پہلے میرے والدین داخل نہ ہوں۔ اور وہ بات کہ جو روایت کی گئی ہے کہ بیشک اللہ تعالی نے جناب سارہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مؤمنین کی اولاد کا کفیل بنایا ہے جو ان کو جنّت کے درخت سے غذا دیتے ہیں کہ جس میں اسی طرح کے پستان ہیں جیسے گائے کے پستان ہوتے ہیں، پس جب قیامت کا دن آئے گا تو ان کو لباس پہنایا جائے گا اور خوشبو لگائی جائے گی اور ان کی انکے والدین کی جانب رہنمائی کی جائے گی، پس یہ بچے جنّت میں اپنے والدین کے ساتھ صاحب اقتدار ہوں گے۔

جہاں تک تعلق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس قول کا ہے: ''اور تم جنّت کے دونوں طرف ہو۔'' تو بیشک جنّت کے دونوں طرف حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں چونکہ روایت کی گئی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے ان دونوں کے ذریعے سے جنّت کو اس طرح مزیّن کیا ہے جس طرح سے عورت اپنے دونوں کانوں کو زیور کے ذریعے مزیّن کرتی ہے۔'' اور ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ نے ان دونوں کے ذریعے عرش کو مزیّن کیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''اور تم جنّت کے دونوں طرف ہو'' کے معنی کی ایک اور صورت یہ ہے کہ تم دنیا کے دو طرف کے مالک ہو اور بیشک تم دنیا کے مشرق اور اس کے مغرب دونوں پر حجّت ہو اور اس دنیا میں حکم کرنے اور منع کرنے کا اختیار رکھتے ہو اور ہر واضح اور آشکار صاحب الزمان کے زمانہ کو حاصل کیا جائے گا تو یقیناً اس کو بھی حاصل کیا جائے گا، اور کبھی اس کو ایسے بادشاہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے کہ جو لوگوں کی پیشانیوں کو پکڑنے والا (یعنی لوگوں کا رہنما) ہوتا ہے جیسے کہ اللہ عزّ وجلّ کا قول: ''کوئی بھی چوپایہ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے۔'' (سورۂ ھود: آیت-۵۶) اور اس بنیاد پر معنی یہ ہوں گے کہ: بیشک مولا علی علیہ السلام دنیا میں مظلوموں کو انصاف دلانے کے سلسلے میں ظالموں کے ہاتھوں سے ظلم سے جمع شدہ چیزیں چھین لینے کے سلسلے میں اور واجب ہونے کی صورت میں حدود کو قائم کرنے اور واجب نہ ہونے کی صورت میں اس کو ترک کرنے کے سلسلے میں، حلّ اور عقد، نقض اور ابرام، حظر اور اباحہ، اخذ و اعطاء، حبس اور اطلاق، اور ترغیب اور ترھیب (۱) کے سلسلے میں حاکم ہیں۔

معنی کی ایک اور صورت یہ ہے کہ آپ علیہ السلام اس امّت کے ذو القرنین ہیں جیسے کہ ذو القرنین اپنے زمانے والوں کے لئے تھے۔ اور وہ اس طرح سے کہ بیشک ذو القرنین کو ان کے سر کے داہنے حصّے پر مارا گیا تو وہ غائب ہو گئے پھر حاضر ہوئے تو ان کے سر کے بائیں حصّے پر مارا گیا۔ اور اس بات کی تصدیق امام صادق علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ: ''بیشک ذو القرنین نہ نبی تھے نہ بادشاہ وہ فقط ایک بندے تھے کہ

---

(۱) حلّ سے لیکر ترھیب تک کے الفاظ اپنی الگ الگ اور مکمل تعریف رکھتے ہیں جو فقہ و دیگر موضوع کی کتابوں میں مل سکتی ہیں، لفظی معنی یہاں پر ان الفاظ کے ترجمہ کا حق ادا نہیں کر سکے گا۔

جواللہ سے محبت کرتے تھے تو اللہ نے بھی ان سے محبت کی اور انہوں نے اللہ سے نصیحت طلب کی تو اللہ نے انہیں نصیحت عطا فرمائی اور تم میں بھی اسی کی مثل ہے۔'' یعنی یہ امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں۔ اور یہ تمام معنی صحیح ہیں کہ جس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ قول: ''تمہارے لئے جنّت میں خزانہ ہے اور تم جنّت کے ذوالقرنین (دونوں طرف کے مالک) ہو۔'' شامل کر لیتا ہے۔

(۱۹۱) ☆عربیّہ کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے حنان بن سدیر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پھر فرمانے لگے: اے لوگو! بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت وغرور کو دُور کر دیا ہے اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو بھی۔ تمہیں آگاہ ہونا چاہئے کہ تم سب اولادِ آدمؑ ہو جبکہ آدمؑ مٹی سے بنے ہیں۔ نیز تم میں سے بہترین بندۂ خدا وہ ہے کہ جس کا تقویٰ تم میں سب سے زیادہ ہے۔ عربیت کوئی خاندان یا والد کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ ایک بولنے کی زبان ہے۔ پس جس نے اپنے عمل میں کوتاہی کی وہ اللہ کی رضا تک اس کی شان کے مطابق نہیں پہنچ سکے گا۔ آگاہ ہو جاؤ! ہر خون جو جاہلیت میں (بہایا گیا) ہو یا (اس زمانہ کا) کینہ (باقی) ہو (اب اس کے انتقام کی کوئی گنجائش نہیں کہ) پس وہ قیامت کے دن تک میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔''

(۱۹۲) ☆لئیم اور کریم کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سلمان اور ایک شخص کے درمیان کلام ہوا، تو اس شخص نے سلمان سے کہا: تم کون ہو؟ اور تم کیا ہو؟ تو اس سے سلمان نے کہا: جہاں تک تعلق میرے آغاز اور تیرے آغاز کا ہے تو وہ گندہ نطفہ ہے، اور جہاں تک تعلق میرے انجام اور تیرے انجام کا ہے تو وہ بدبودار مردار ہے، پس جب قیامت کا دن آئے گا اور میزانوں کو آراستہ کر دیا جائے گا تو جس کا پلہ بھاری ہوا وہ کریم ہے اور جس کا پلہ ہلکا ہوا وہ لئیم و پست

ہے۔"

(۱۹۳) ☆ قانع اور معتر کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے عبّاس بن معروف سے، انہوں نے علی بن مہزیار سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے عبد الرحمٰن بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "جب اس کے تمام پہلو گر جائیں" کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "(یعنی) جب وہ زمین پر گر پڑے تو تم اس سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ۔" (سورۂ حج: آیت-۳۶) آپ علیہ السلام نے فرمایا: "قناعت کرنے والا وہ ہے جو تمہارے دیئے ہوئے پر راضی ہو جائے اور ناراض نہ ہو، تیوری نہ چڑھائے اور غصّے میں آ کر (دھمکی دیتے ہوئے) جبڑا نہ چڑھائے، اور معتر (مانگنے والا) وہ ہے کہ جو تمہاری طرف سے جا رہا تھا تو تم نے اس کو کھلا دیا۔"

۲۔ اور انہی اسناد کے ساتھ روایت ہے علی بن مہزیار سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے صفوان سے، انہوں نے سیف التمّار سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بیشک سعید بن عبدالملک حج کے لئے گیا تو میرے پدر بزرگوار علیہ السلام سے اس نے ملاقات کی اور کہا: میں قربانی لایا ہوں تو اب کیا کروں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ایک تہائی اپنے گھر والوں کو کھلا، ایک تہائی قناعت کرنے والوں کو کھلا اور ایک تہائی مسکین کو کھلا۔" میں نے عرض کیا: مسکین سے مراد سوال کرنے والا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہاں اور قانع وہ ہے جو گوشت کا ٹکڑا یا اس سے زیادہ جو کچھ تم پہنچاؤ اس پر قناعت کرے اور "معتر" وہ شخص ہے کہ جو تم سے امید رکھتا ہو مگر تم سے سوال نہ کرے۔"

۳۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "گواہی جائز نہیں ہے خیانت کار مرد اور خیانت کار عورت کی، اور نہ (مقدمہ میں کسی بھی ایک طرف سے) سابقہ دشمنی رکھنے والے کی، اور نہ ہی اپنے بھائی سے غمر (کینہ) رکھنے والے کی، اور نہ ظنین (تہمت کا نشان بنے ہوئے شخص) کی، اور نہ ہی رشتہ دار کی اور نہ ہی اس شخص کی کہ (جو قانع ہوا اپنے گھر والوں کے ساتھ) جس کی گواہی سے اس کے گھر والوں کے حق میں (فائدہ حاصل ہونے کی امید کی وجہ سے) قناعت اور خوشی ہو۔"

مال کی خیانت کے علاوہ بہت ساری چیزوں میں خیانت داخل ہو جاتی ہے۔ ان میں (۱) کوئی شخص کسی کی ناموس کا امین بنے اور پھر اس امانت کا لحاظ نہ کرے، ان میں (۲) کوئی ایسی راز کی بات بطور امانت بیان کرے کہ جس کے ظاہر ہونے پر بیان کرنے والے کے لئے ہلاکت ہو یا اس میں رسوائی ہو، ان میں (۳) کسی کو دو افراد یا اس سے زیادہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے امین بنایا جائے اور وہ ان میں عدل نہ کرے، ان میں (۴) بیت المال میں کسی قسم کی خیانت کرنا، ان میں سے (۵) گواہی کو چھپانا، ان میں سے (۶) مشورہ طلب کیا جائے تو

جان بوجھ کر حقیقت کے خلاف مشورہ دے، اور اسی طرح کے اور مقامات۔غمر یعنی کینہ اور دشمنی۔ ظنین فی الولاء و القرابة یعنی وہ شخص کے جس کو اس کے باپ کے علاوہ کی طرف نسبت دیکر بلایا جاتا ہو اور (ولدالزنا کی) اس تہمت میں گرفتار ہو۔ اور اپنے گھر والوں کے ساتھ ان کے لئے قانع ہو یعنی وہ شخص جو قوم میں غیر اہم حیثیت کا حامل ہو جیسے ان کا خادم، تابعدار، نوکر اور ان کے جیسے لوگ۔ اصل قناعت وقنوع ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے اس کا فضل طلب کرے اور اس کی اچھائی کا سوال کرے، جب کہ یہ افراد تو ان سے طلب معاش کررہے ہیں تو ان لوگوں کے حق میں ان (نوکر وغیرہ) کی گواہی جائز نہیں ہے (چونکہ امکان اس بات کا قوی ہوتا ہے کہ نوکر اور خادم وغیرہ اپنے مالک کے خلاف گواہی نہ دیں)۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: "فکلوا منها و اطعموا القانع و المعتر." (سورۂ حج: آیت-۳۶) پس قانع وہ شخص ہے جو آپ عطا کریں اس پر قناعت کرے اور سوال کرتا ہو، معتر وہ شخص ہے کہ جو حاجت کو پیش تو کرے مگر سوال نہ کرے (اشارۃً اپنی حاجت پیش کرے) اور اس کو قنوع کہا جاتا ہے کہ جو قنع (ماضی)، یقنع (مضارع) اور قنوعا (مصدر) کے طور پر ہے۔ جہاں تک تعلق اس قانع کا ہے کہ جس کے معنی اللہ عزّ وجلّ عطا کرے اس پر راضی ہونے والے کو کہتے ہیں تو یہ اس (بابِ قنع یقنع) سے نہیں ہیں بلکہ یہ قنعت-اقنع-قناعة (کے باب) سے ہے۔ یہاں پر نون پر کسرہ (زیر) ہے اور وہاں پر فتح (زبر) ہے۔ اور وہ قبوع (کے مصدر) سے ہے اور یہ قناعة (کے مصدر) سے ہے۔"

(۱۹۴) ☆ ابراہیم علیہ السلام کے قول: بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے تمام سے دریافت کر کے دیکھو اگر یہ بول سکیں- کے معنی ☆ ابراہیم علیہ السلام کے قول: میں بیمار ہوں- کے معنی ☆ اس قول کے معنی جو یوسف علیہ السلام نے منادی کو: "اے قافلے والو تم چور ہو" ندا دینے کے لئے کہا ☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے ابواسحاق ابراہیم بن ھاشم سے، انہوں نے صالح بن سعید سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک راوی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کے قصّے کے سلسلے میں اللہ عزّ وجلّ کے قول: "قال بل فعله کبیر هم هذا فسئلوا هم ان کانوا ینطقون" (ابراہیم نے کہا کہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے تمام سے دریافت کر کے دیکھو اگر یہ بول سکیں) (سورۂ انبیاء: آیت-۶۳) کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ کام ان کے بڑے بت نے انجام نہیں دیا تھا اور نہ ہی ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولا۔" میں نے عرض کیا: یہ کیسے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ابراہیم علیہ السلام نے فقط یہ فرمایا ہے کہ: تم ان سے سوال کرو اگر یہ بول سکتے ہوں، اگر یہ بول سکتے ہوں تو اس کے بڑے نے یہ کام کیا ہے اور اگر وہ نہیں بول سکتے تو ان کے بڑے نے کوئی کام

نہیں کیا ہے، تو اس کا بڑا بولا نہیں تھا اور نہ ہی ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولا ہے۔''

میں نے عرض کیا: یوسف علیہ السلام کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''ایتھا العیر انکم لسارقون'' (قافلے والو تم سب چور ہو) (سورۂ یوسف: آیت-۷۰) آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ان لوگوں نے یوسف کو ان کے والد سے چرایا تھا، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ یوسفؑ نے ان سے یہ بات اس وقت کہی تھی کہ جب انہوں نے کہا تھا: ''ما ذا تفقدون ☆ قالوا نفقدد صواع الملک'' (تمہاری کیا چیز گم ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ کا پیالہ نہیں مل رہا) (سورۂ یوسف: آیت-۷۱،۷۲) اور ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ: تم نے بادشاہ کا پیالہ چوری کیا ہے، فقط ان کی مراد یہ تھی کہ تم نے یوسف کو ان کے والد سے چرایا تھا۔''

میں نے عرض کیا: ان کا قول کہ ''میں بیمار ہوں'' (سے کیا مراد ہے؟) آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ابراہیمؑ بیمار نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے جھوٹ بولا ہے، مراد ان کی فقط یہ تھی کہ اپنے دین میں (معرفت) طلب کرنے کے اعتبار سے بیمار ہوں۔'' اور یقیناً روایت کیا گیا ہے کہ ان کی مراد بیمار ہونے سے یہ تھی کہ عنقریب بیمار ہو جاؤں گا چونکہ ہر مرنے والا بیمار ہو کر مرتا ہے اور یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے فرمایا ہے کہ ''بیشک تم میّت ہو'' اس معنی پر کہ عنقریب میّت ہو جاؤ گے۔

اور یقیناً روایت کیا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی مراد میں بیمار ہوں اور تکلیف میں ہوں سے یہ ہے کہ میں حسین بن علی علیہما السلام (کے مصائب) کی وجہ سے بیمار ہوں اور تکلیف میں ہوں۔

(۱۹۵) ☆اس ملکِ کبیر کے معنی کہ جس کا تذکرہ اللہ عزّ وجلّ نے اپنی کتاب میں کیا ہے☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے حسن بن موسیٰ خشّاب سے، انہوں نے یزید بن اسحاق سے، انہوں نے عبّاس بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا- جبکہ میں ایک دن آپؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا- آپؑ مجھے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''واذا رایت ثم رایت نعیما و ملکا کبیرا'' (سورۂ دھر: آیت-۲۰) کے بارے میں خبر دیجئے کہ یہ کونسا ملک ہے کہ جس کو اللہ نے اتنا بڑا بنایا کہ خود اس نے اس کا نام کبیر رکھا؟ راوی کہتا ہے: امام علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ اہل جنّت کو جنّت میں داخل فرمائے گا تو اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کے پاس اپنے ایک نمائندے کو بھیجے گا، پس وہ اس کے دروازے پر حجاب دیکھے گا، تو پروردگار اس سے فرمائے گا: ٹھہر جا یہاں تک کہ میں تیرے لئے اجازت لے لوں، تو کوئی بھی اس کے پروردگار کا نمائندہ نہیں آئے گا مگر یہ کہ اجازت کے ساتھ۔ تو یہ ہے اللہ عزّ وجلّ کا قول: ''واذا رایت ثم رایت نعیما و ملکا کبیرا''

(۱۹۶) ☆ازرام کے معنی☆

۱۔ مجھے خبر دی محمد بن ھارون زنجانی نے اس خط میں جوانہوں نے مجھے لکھا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبد العزیز نے، انہوں نے ابوعبید قاسم بن سلاّم سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ھیثم نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی یونس نے، انہوں نے حسن سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حسین بن علی علیہما السلام کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا، پس حسین علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دامن میں پیشاب کر دیا، ان کو لینے کی کوشش کی گئی تو آپؐ نے فرمایا: میرے بیٹے کے پیشاب کو منقطع نہ کرو، پھر آپؐ نے پانی منگوایا اور پھر اس پر پانی ڈالا گیا۔

اصمعی کہتا ہے کہ: ازرام یعنی منقطع کرنا، جب کوئی شخص اپنے پیشاب کو منقطع کرے تو کہا جائے گا: ''قد ازرمت بولک - یقیناً تو نے اپنے پیشاب کو منقطع کیا۔ ازرم (باب افعال سے) دوسرے کے لئے استعمال ہوتا ہے جب وہ پیشاب کو منقطع کرے اور زرم (ثلاثی مجرد سے) اپنے لئے استعمال ہوتا ہے جب خود پیشاب منقطع کرے۔

(۱۹۷) ☆غلول (غنیمت میں خیانت) اور سحت (مال حرام) کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے ابوایوب سے، انہوں نے عمّار بن مروان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے غلول (غنیمت میں خیانت) کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہر چیز جو امام سے خیانت کر کے حاصل کی جائے وہ مال حرام ہے، یتیم کے مال کو کھانا مال حرام ہے، مال حرام کی کئی اقسام ہیں، جن میں سے ایک وہ مال جو ظالم حاکموں کے کام کرنے کے وجہ سے پہنچتا ہے، ان میں سے قاضیوں کی اجرتیں، فاحشہ عورتوں کی اجرتیں، شراب، نبیذ اور نشہ آور چیزوں کی قیمت، (حرام ہونا) واضح ہو جانے کے بعد کا سود (شامل) ہیں۔ جہاں تک رشوت کا تعلق ہے - اے عمّار! - (قاضی کی جانب سے) فیصلے کرنے کے سلسلے میں، تو یہ تو عظیم اللہ اور اس کے رسولؐ کا کفر وانکار ہے۔''

(۱۹۸) ☆قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم: تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ حاصل کیا اور اللہ کے کلمات کے ذریعے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا۔ کے معنی☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد سے، انہوں نے سلیمان ابن داود سے، انہوں نے حدیث کے سلسلے کو بلند کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ان (عورتوں) کو اللہ کی امانت کے ساتھ تم نے حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات کے ذریعے ان کی شرمگاہوں کو تم نے حلال کیا ہے۔'' جہاں تک امانت کا تعلق ہے تو یہ وہی ذمہ داری ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے آدمؑ سے ان کی حوّاء سے تزویج کے وقت عائد کی تھی اور جہاں تک تعلق کلمات کا ہے تو یہ وہ ہیں کہ جن کے ذریعے سے اللہ عزّ وجلّ نے آدمؑ سے اپنی عبادت اور اپنے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دینے اور زنا نہ کرنے اور اپنے علاوہ کسی اور کو ولی و سرپرست نہ بنانے کی شرط رکھی تھی۔''

(۱۹۹) ☆مبارک کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے یحییٰ بن مبارک سے، انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے، انہوں نے ایک راوی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداعزّ وجلّ کے قول ''وجعلنی مبارکاً اینَ ما کنتُ'' (اور جہاں بھی رہوں بابرکت قرار دیا ہے) (سورۂ مریم: آیت: ۳۱) کے بارے میں روایت کیا ہے کہ امامؑ نے ارشاد فرمایا: ''(مبارک یعنی) بہت زیادہ نفع پہنچانے والا۔''

(۲۰۰) ☆تُرَّتُرّحمران اور مطمر کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی خطاب نے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے حمران کے دونوں فرزند حمزہ اور محمد سے، ان دونوں نے کہا کہ ہم دونوں ایک جلیل القدر دوستوں کی جماعت میں ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جمع تھے اور ہمارے درمیان حمران بن اعین موجود تھے،

ہم مناظرہ میں مصروف تھے اور حمران خاموش تھے۔ابوعبداللہ علیہ السلام نے حمران سے فرمایا: ''اے حمران! تمہیں کیا ہو گیا کلام کیوں نہیں کرتے۔'' حمران نے عرض کی: اے میرے سید و سردار! میں نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا ہے کہ جس محفل میں آپؑ موجود ہوں گے میں کلام نہیں کروں گا۔ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ''یقیناً میں تمہیں کلام کرنے کی اجازت دیتا ہوں، پس کلام کرو'' ۔حمران نے کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا، اس کا کوئی شریک نہیں ہے نہ اس کی کوئی زوجہ تھی نہ ہی کوئی اولاد۔وہ جو دو حدوں سے خارج ہے (ایک) نہ ہونے (کی حد) سے اور (دوسری) ہونے (کی حد) سے (۱) اور بے شک حق دو قول کے درمیان ہے۔نہ ہی جبر ہے اور نہ ہی تفویض (۲) اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے ہیں اور ایسے رسول ہیں کہ جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر ظاہر کر دیں اگر چہ مشرکین ناپسند کریں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جنت حق ہے اور (جہنم کی) آگ حق ہے اور موت کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا حق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی (علیہ السلام) اللہ کی مخلوق پر اللہ کی ایسی حجت ہیں کہ لوگ اس سے لاعلم نہیں رہ سکتے اور بیشک علی علیہ السلام، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام پھر علی بن حسین علیہما السلام، پھر محمد بن علی علیہما السلام، پھر ان کے بعد آپؑ اے میرے سیّد و سردار!۔پس ابوعبداللہ نے فرمایا: ''میزان (حق) حمران کا میزان ہے'' پھر آپؑ نے فرمایا: ''اے حمران تمہارے اور کائنات کے درمیان مطمر کھینچ دیا گیا ہے۔''

حمران نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار ''مطمر'' کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تم اس کو معمار کی رسّی کہتے ہو۔'' پس جو شخص بھی تمہاری اس امر میں مخالفت کرے وہ زندیق (کافر و بے دین) ہے۔حمران نے عرض کیا: اگر چہ وہ علوی اور فاطمی ہو (تب بھی)؟ امامؑ نے فرمایا ''اگر چہ وہ محمدی اور علوی اور فاطمی ہو (تب بھی)۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے کہا: ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم اور تمہارے مخالف کے درمیان ''مطمر'' کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔'' میں نے عرض کیا مطمر کیا چیز ہے؟ امامؑ نے فرمایا ''تم اس کو '' التُّر '' (معمار کا سوت) کہتے ہو۔پس جو بھی تمہاری مخالفت کرے اور اس (حق) سے (دائیں-بائیں) گزر جائے تو تم اس سے بیزاری ظاہر کرو اگر چہ وہ علوی اور فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔''

---

(۱) یعنی ایسا نہیں ہے کہ وہ نہیں تھا اور پھر ہوا اور نہ ہی اس کے مشابہہ کوئی ہے۔

(۲) پروردگار نے نہ تو بندوں کو مکمل طور پر ہی محتاج بنا دیا ہے اور نہ مکمل طور پر مختار۔بلکہ پروردگار نے بندوں کو بعض امور میں مختار بنایا ہے اور بعض میں مجبور۔

(۲۰۱) ☆باغی اور عادی کے معنی☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا؛ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے بزنطی سے، انہوں نے اس راوی سے کہ جس نے ان سے ذکر کیا، راوی نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول "فمن اضطرّ غیر باغٍ ولا عادٍ" (اس کے بعد بھی کوئی مجبور ہو جائے اور نہ سرکش ہو، نہ حد سے تجاوز کرنے والا (سورہ انعام: آیت-۱۴۵) کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ امامؑ نے ارشاد فرمایا: "باغی وہ ہے جو امامؑ کے خلاف خروج کرے اور عادی وہ ہے جو راہ کو منقطع کر دیتا ہے۔ ان دونوں کے لئے مردار حلال نہیں ہے۔"

یقیناً روایت ہے کہ عادی سے مراد چور ہے اور باغی سے مراد ہے جو شکار کے سلسلہ میں بغاوت کرے۔ ان دونوں کے لئے سفر میں قصر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی حالت مجبوری میں مردار کا کھانا (جائز ہے)۔

(۲۰۲) ☆اوقیہ اور نشّ کے معنی☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا۔ "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بارہ اوقیہ اور نشّ سے زیادہ (مہر) پر نہ تو کسی بھی خاتون سے تزویج فرمائی اور نہ ہی اپنی کسی بیٹی کی تزویج کی۔ اور اوقیہ (کی مقدار) چالیس درہم ہے اور نشّ (کی مقدار) بیس درہم ہے۔"

(۲۰۳) ☆امام جعفر صادقؑ کے قول: رضاعت سے حرام کا حکم نہیں آتا سوائے اس کے کہ جو مجبور ہو- کے معنی☆

ا۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے احمد بن ہلال سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے فضیل بن یسار سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ

آپؑ نے ارشادفرمایا: ''رضاعت سے حرمت کا حکم نہیں آتا مگر یہ کہ جو مجبور ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی: مجبور سے کیا مراد ہے۔ امام نے فرمایا: ''تربیت کرنے والی ماں یا وہ (دودھ پلانے والی) دایہ کہ جس کو اجرت پر رکھا گیا ہو یا وہ خادمہ (کنیز) کہ جس کو خریدا گیا ہو اور جو بھی ان کے مثل ہو۔ ان کا حکم بھی اسی پر موقوف ہے۔''

(۲۰۴) ☆اغناء اور اقناء کے معنی☆

میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے نوفلی سے، انہوں نے سکونی سے انہوں نے امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے [اپنے پدر بزرگوارؑ سے] آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اللہ عزوجلّ کے قول: ''وانّہ ھو اغنیٰ واقنی'' (اور اسی نے مالدار بنایا ہے اور سرمایہ عطا کیا ہے) (سورہ نجم: آیت:۴۸) کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''اللہ نے ہر انسان کو اس کی معیشت کے ذریعے مالدار بنایا اور اللہ نے ہر انسان کو اس کے اپنے ہاتھ سے کسب کردہ رزق کے ذریعے راضی کر دیا۔''

(۲۰۵) ☆اللہ عزوجلّ کی اپنی مخلوق پر توبہ☆

ا۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین نے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے علی بن عقبہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجلّ کے قول ''**ثم تاب علیھم**'' (اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی) (سورہ توبہ: آیت ۱۱۸) کے سلسلہ میں۔ آپؑ نے ارشادفرمایا: اس سے مراد توبہ کرنے کے لئے حکم (وتوفیق) دینا ہے۔

(۲۰۶) ☆الورقہ، الحبّہ اور ظلمات الارض اور الرطب اور الیابس کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسنؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے،

انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے یحییٰ بن عمران حلبی سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ان سے اللہ عزّوجلّ کے قول: " وما تسقط من ورقة الّا یعلمها ولا حبّة فی ظلمات الارض ولا رطبٍ ولا یابسٍ الا فی کتابٍ مبین" (اور کوئی پتہ بھی گرتا ہے تو اسے اس کا علم ہے۔زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ یا کوئی تر وخشک ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین کے اندر محفوظ نہ ہو)(سورہ انعام: آیت ۵۹) کے بارے میں سوال کیا؟ ابوبصیر کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "ورقہ (پتہ) یعنی ساقط ہونے والا حمل، حبہ (دانہ) یعنی اولاد اور ظلمات الارض (زمین کی تاریکیوں) یعنی (ماؤں کے) ارحام اور رطب (تر) یعنی وہ چیز جو زندہ ہے، یابس (خشک) یعنی وہ (جنین ناقص الخلقت) جو (ماں کے) پیٹ سے گرے اور یہ تمام چیزیں کتاب مبین میں تحریر شدہ ہیں۔"

(۲۰۷) ☆ مال کے اس "حصّہ" کے معنی کہ جس کی کوئی مرد وصیت کرتا ہے ☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، کہ امامؑ سے ایک مرد کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنے مال کے ایک "حصّہ" کے بارے میں وصیت کی تھی تو امامؑ نے ارشاد فرمایا: "حصّہ" سے مراد آٹھ میں سے ایک (۱/۸) ہے چونکہ اللہ عزّوجلّ کا قول ہے: "انما الصدقات للفقراء والمساکین والعٰملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل" (صدقات وخیرات بس فقراء، مساکین اور ان کے کام کرنے والے اور جن کی تالیف قلب کی جاتی ہے اور غلاموں کی گردن کی آزادی میں اور قرضداروں کے لئے اور راہ خدا میں اور غربت زدہ مسافروں کے لئے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے)(سورہ توبہ: آیت ۶۰)۔

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے ایک آدمی کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے اپنے مال میں سے ایک "حصّہ" کی وصیت کی ہے اور معلوم نہیں کہ "حصّہ" سے کیا چیز مراد ہے۔امامؑ نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس جعفر (امام صادق علیہ السلام) اور ابوجعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) سے جو احادیث پہنچی ہیں ان میں اس سلسلہ میں کچھ نہیں ہے۔" میں نے عرض کیا: مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے! ہم نے اپنے اصحاب سے آپؑ کے آبائے طاہرین علیہم السلام سے منسوب کسی چیز کا تذکرہ نہیں سنا۔پس امام علیہ السلام نے فرمایا: "حصّہ" سے مراد آٹھ میں سے ایک (۱/۸) ہے۔" میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! کس طرح سے "حصّہ" آٹھ میں سے ایک (۱/۸) ہوگیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "کیا تم نے اللہ عزّوجلّ کی کتاب

پڑھی ہے؟ میں نے عرض کیا: ”مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! میں نے اسے پڑھا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم یہ کس جگہ ہے؟ امامؑ نے فرمایا: اللہ عزّوجلّ کا قول: ”انّما الصدقات للفقراء والمساکین والعٰملین علیھا والمؤلّفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل“ (صدقات وخیرات بس فقراء، مساکین اور ان کے کام کرنے والے اور جن کی تالیف قلب کی جاتی ہے اور غلاموں کی گردن کی آزادی میں اور قرضداروں کے لئے اور راہ خدا میں اور غربت زدہ مسافروں کے لئے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے) (سورہ توبہ: آیت ۶۰)۔

پھر امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھ (کے اشارہ) سے آٹھ کی وضاحت فرمادی اور فرمایا: ”اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آٹھ حصوں کو تقسیم فرمایا تھا اور ”حصہ“ سے مراد آٹھ میں سے ایک ہے۔“ اور یقیناً روایت کی گئی ہے کہ حصّہ سے مراد چھ میں سے ایک (۱/۶) ہے اور یہ اس حساب سے کہ (وصیت کرنے والے) کی مراد (حصّے سے ۱/۶ کسی قرینے کی وجہ سے) سمجھی جاتی ہو اور اس حساب سے کہ [ان کے درمیان] مرنے والے کے مال کے حصّوں سے معلوم ہوجاتا ہو۔

(۲۰۸) ☆ آدمی مال میں سے ”شئ“ کی وصیت کرے تب ”شئ“ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے علی بن سندی سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن سعید سے، انہوں نے جمیل سے، انہوں نے ابان بن تغلب سے، انہوں نے ابوحمزہ سے، انہوں نے امام علی بن الحسین صلوات اللہ علیہما سے، راوی نے کہا ہے: میں نے امامؑ سے عرض کی کہ ایک آدمی نے اپنے مال میں سے ”شئ“ کی وصیت کی (یہ کتنی مقدار ہے)؟ امامؑ نے ارشاد فرمایا: ”علی علیہ السلام کی کتاب میں ہے کہ مال میں سے شئ چھ میں سے ایک (۱/۶) ہے۔“

(۲۰۹) ☆ مال میں سے ”جزء“ کے معنی کہ جس کی کسی آدمی نے وصیت کی ہو ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد ابن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران الاشعری سے، انہوں نے علی بن سندی سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن سعید سے، انہوں نے جمیل سے، انہوں نے ابان بن تغلب سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ امامؑ نے اس آدمی کے سلسلہ میں کہ جو اپنے مال میں سے جزء کی وصیت کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ”بیشک جزء دس میں ایک (۱/۱۰) ہے۔ کیونکہ اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے: ”ثم اجعل علیٰ کل جبل منھنّ جزءً

"(پھر ہر پہاڑ پر ایک حصہ رکھ دو) (سورہ بقرہ: آیت ۲۶۰) اور پہاڑ دس تھے اور پرندے چار تھے۔پس ہر پہاڑ پر ان پرندوں کا ایک جز رکھا گیا۔"

اور یقیناً روایت کی گئی ہے کہ جزء سے مراد سات میں سے ایک (۱/۷) ہے چونکہ اللہ عزوجلّ کا قول ہے:"لها سبعة ابواب لكلّ باب منهم جزء مقسوم"(اس کے سات دروازہ ہیں اور ہر دروازہ کے لئے ایک حصہ تقسیم کر دیا گیا ہے) (سورہ حج: آیت ۴۴)

۲۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے احمد بن محمد سے،انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے ابان الاحمر سے،انہوں نے عبداللہ بن سنان سے،انہوں نے کہا میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک عورت کے متعلق سوال کیا کہ جس نے اپنے ایک تہائی (مال) کی وصیت کی کہ اس میں سے اسکے بھائی کے بیٹے کا قرض ادا کیا جائے اور (مال کا) ایک جزءفلاں مرد کے لئے اور ایک جزءفلاں خاتون کے لئے۔پس میں اس کو نہیں سمجھ پایا؟ پس ہم نے ابن ابی لیلی کے سامنے پیش کیا۔امام علیہ السلام نے فرمایا:"تو اس نے کیا کہا؟" میں نے عرض کیا:اس نے کہا کہ (مرد اور خاتون) دونوں کے حق میں کوئی چیز نہیں ہے۔امامؑ نے فرمایا :"قسم بخدا!اس نے جھوٹ بولا۔ان دونوں (مرد و زن) کے لئے ایک تہائی مال کا دسواں حصہ ہے۔"

۳۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے،انہوں نے محمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوعبداللہ الرازی نے،انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے،انہوں نے حسین بن خالد سے،انہوں نے ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے۔راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے اپنے مال کے ایک جزء کی وصیت کی تھی۔امامؑ نے فرمایا:"جزء سے مراد ایک تہائی مال کا ساتواں حصہ۔"

(۲۱۰) ☆مال میں سے کثیر کے معنی☆

ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل-رضی اللہ عنہ- نے،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن حسین سعد آبادی نے،انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ برقی سے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے،انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے،انہوں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے،آپؑ نے اس آدمی کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ جس نے مال کثیر کے صدقہ کرنے کی نذر کی تھی۔پس امامؑ نے فرمایا:"کثیر سے مراد اسّی (۸۰) اور اس سے زیادہ ہے چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول ہے:"لقد نصركم الله فى مواطن كثيرة۔"(بے شک اللہ نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی) (سورہ توبہ: آیت ۲۵) کی وجہ سے اور یہ مقامات اسّی تھے۔"

(۲۱۱) ☆غلاموں میں قدیم کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے داود بن محمد نہدی سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے کہا کہ ابن ابی سعید مکاری امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور امامؑ سے کہا کہ کیا اللہ نے آپ کو وہاں تک پہنچا دیا ہے جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں اور جس کا دعویٰ آپ کے والد کرتے تھے؟ پس امامؑ نے اس سے فرمایا: ''تجھ کو کیا ہوا ہے؟۔خدا تیرے نور (چراغ عمر) کو بجھائے اور فقر ومحتاجی کو تیرے درمیان داخل کرے۔کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عمران علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی کہ میں تم کو ایک فرزند عطا کرنے والا ہوں پس اللہ نے عمرانؑ کو مریمؑ عطا فرمائی اور اس کے بعد مریمؑ کو عیسیٰؑ عطا کئے۔پس عیسیٰؑ مریمؑ سے ہیں اور مریمؑ عیسیؑ سے ہیں۔اور عیسی اور مریمؑ ایک ہی شئی ہیں۔اور میں اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے ہوں اور میرے پدر بزرگوار مجھ سے ہیں۔میں اور میرے پدر بزرگوار ایک ہی شئی ہیں۔'' اس وقت ابن ابی سعید نے کہا: میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔امام علیہ السلام نے فرمایا: ''میں خیال نہیں کرتا کہ تو میرے جواب کو قبول کرے گا جبکہ تو میری غنیمت (اطاعت گذاروں) میں نہیں ہے لیکن (پھر بھی) تو مسئلہ پوچھ۔''

ابن ابی سعید نے کہا: ایک آدمی وقت مرگ کہتا کہ میرا ہر غلام جو قدیم ہے پس وہ اللہ کی رضاء کے لئے آزاد ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ''حتیٰ عاد کالعرجون القدیم'' (وہ آخر میں پلٹ کر کھجور کی ٹہنی کی جیسا ہو جاتا ہے) (سورہ یٰس: آیت ۳۹) پس اس کے غلاموں میں سے جس غلام کو چھ ماہ ہو گئے ہوں تو وہ قدیم ہے (کہ جس کو) آزاد (کیا جانا) ہے۔''

راوی نے کہا کہ وہ شخص امامؑ کی خدمت سے چلا گیا اور مرتے دم تک ایسا فقر و محتاجی میں مبتلا ہو گیا کہ اس کے پاس ایک رات کا گزارا بھی نہ تھا۔اللہ لعنت کرے اس پر۔

(۲۱۲) ☆حبیس کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، نہوں نے محمد بن خالد البرقی سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن جعفی سے، انہوں نے کہا: میں میراث کے معاملہ میں بن ابی لیلیٰ کی طرف بار بار گیا۔وہ میرے ساتھ ٹال مٹول کر رہا تھا۔پس جب اس کی ٹال مٹول زیادہ طولانی ہو گئی تو میں نے امام جعفر بن محمد

الصادق علیہ السلام سے اس کی شکایت کی۔امامؑ نے ارشاد فرمایا:''کیا وہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''حبیس'' (رکے ہوئے مال) کو واپس کرنے کا اور احکام وراثت کو نافذ کرنے کا حکم دیا ہے؟''

راوی کہتا ہے: میں ابن ابی لیلیٰ کے پاس پہنچا اور ویسا ہی کیا جیسا وہ کرتا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا: میں نے تیری شکایت امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے کردی ہے۔ابن ابی لیلیٰ نے مجھ سے کہا: (کیا واقعی) ایسا کیا؟! ایسا کیا؟! پس ابن ابی لیلیٰ نے مجھ سے اس بات پر کہ امامؑ نے تیرے حق میں اس اس طرح سے کہا ہے، قسم کا تقاضا کیا۔ میں نے اس کے سامنے قسم کھائی۔ پس ابن ابی لیلیٰ نے اس وجہ سے میرے حق میں قضاوت کردی۔(فیصلہ کردیا)۔

۲۔میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن احمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن احمد رازی نے، انہوں نے بکر بن صالح سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے ابن عیینہ بصری سے، انہوں نے کہا: میں بطور گواہ ابن ابی لیلیٰ کے پاس تھا اور ابن ابی لیلیٰ ایک آدمی کے بارے میں فیصلہ کررہا تھا کہ جس نے اپنے بعض قرابت داروں کے لئے گھر کا کرایہ قرار دیا تھا اور ان کے لئے کوئی وقت معین نہیں کیا تھا۔ پس وہ آدمی مرگیا۔ابن ابی لیلیٰ نے اس آدمی کے ورثاء کو طلب کیا جبکہ وہ قرابت دار جن کے لئے گھر کا کرایہ قرار دیا گیا تھا وہ (پہلے سے) حاضر تھے۔ابن ابی لیلیٰ نے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ گھر کو اسی طرح چھوڑ دو جس حالت میں اس گھر والے (مرنے والے) نے چھوڑا ہے (یعنی کرایہ ان قرابت داروں کو ملتا رہے)۔محمد بن مسلم ثقفی نے اس سے کہا: آگاہ ہو جاؤ! علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ نے اس مسجد میں تمہارے فیصلہ کے خلاف فیصلہ کیا تھا۔ابن ابی لیلیٰ نے کہا: تمہارا (اس میں) کیا علم ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: علی ابن ابی طالب علیہ السلام ''حبیس'' کو پلٹا کر اور وراثت کو نافذ کر کے فیصلہ فرماتے تھے۔ابن ابی لیلیٰ نے کہا: تمہارے پاس یہ کتاب میں موجود ہے؟ محمد بن مسلم نے کہا: ہاں، اس نے کہا: تم کسی کو بھیجو تاکہ وہ کتاب لے آئے۔محمد بن مسلم نے کہا: اس شرط پر کہ تم کتاب میں اس حدیث کے علاوہ دوسری چیز میں پر نگاہ نہیں کرو گے۔ابن ابی لیلیٰ نے کہا: تیرے حق میں یہ بات (قبول) ہے۔راوی کہتا ہے کہ محمد بن مسلم نے اس کو ابوجعفر علیہ السلام سے منقول حدیث کتاب میں دکھا دی تو اس نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔

''حبیس ہر وہ وقف ہے کہ جو وقت غیر معلوم کے ساتھ ہو اس کو ورثاء کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے۔''

(۲۱۳) ☆صدود کے معنی☆

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے یعقوبی سے، انہوں نے عیسیٰ بن عبداللہ ہاشمی سے، انہوں نے اپنے والد

بزرگوار سے، انہوں نے اپنے جدّ سے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اللہ عزوجل کے قول:" ولـمّـا ضرب ابن مريم مثلاًاذا قومک منه يصدون" (سورہ زخرف: آیت: ۵۷) کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا "صدود عربی میں "ضحک" (ہنسنے کے) معنی میں ہے۔"

(۲۱۴) ☆تتبیر کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے محمد بن خالد البرقی سے، انہوں نے ان سے کہ جنہوں نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے حفص بن غیاث سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجلّ کے قول:"و كلّاً تبّرنا تتبيراً" (سورہ فرقان: آیت: ۳۹) کے بارے میں روایت کیا کہ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:" یعنی ہم نے تقسیم کردیا جیسا کہ تقسیم کرنا چاہیئے تھا" اور فرمایا:" یہ لغت نبطی ہے۔"

(۲۱۵) ☆احقاب کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے جعفر بن محمد عقبہ سے، انہوں نے ان سے کہ جنہوں نے ان کو بیان کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجلّ کے قول:" لبثين فيها احقاباً" (سورہ نبأ: آیت ۲۳) کہ سلسلہ میں روایت کیا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:" الاحقاب آٹھ احقاب ہیں (جس کی مفرد حقبہ ہے) اور ایک حقبہ اسّی (۸۰) سال پر مشتمل ہوگا۔ اور ایک سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا ہوگا اور ایک دن تم جسے شمار کرتے ہو ان میں سے ہزار سال جیسا ہوگا۔"

(۲۱۶) ☆مشارق ومغارب کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے حجّال سے، انہوں نے عبداللہ بن ابی حماد سے، انہوں نے سلسلہ کو بلند کیا امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام کی جانب اللہ عزوجلّ کے اس قول:" ربّ المشارق والمغارب" (سورہ معارج: آیت: ۴۰) میں آپؑ نے ارشاد فرمایا:" اس

کے لئے تین سو ساٹھ مشرق ہیں اور تین سو ساٹھ مغرب ہیں۔ پس اس کا ایک دن کہ جس میں وہ چمکتا ہے پھر دوبارہ اس میں نہیں پلٹتا مگر آئندہ سال اور ایک دن کہ جس میں وہ غروب ہوتا ہے دوبارہ اس میں نہیں پلٹتا مگر آئندہ سال۔''

(۲۱۷) ☆عضباء والجَدْعاء کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے عبداللہ بن ابی مغیرہ سے، انہوں نے سکونی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: '' لا یضحی بالعرجاء بیّن عَرَجُها، ولا بالعوراء بیّن عورُها ولا بالعجفاء ولا بالجَرْباء، ولا بالجَدْعاء، ولا بالعضَباء. '' (ایسے جانور کی قربانی نہ کرو کہ جو لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور نہ ایسے جانور کی کہ جو کانا ہو اور اس کا کانا پن ظاہر ہو اور نہ ہی کمزور جانور کی اور نہ ہی ایسے جانور کی کہ جو خارش کی بیماری میں مبتلا ہو اور نہ ہی ایسے جانور کی کہ جس کا کان کٹا ہوا ہو، اور نہ ہی سینگ ٹوٹے جانور کی) عضباء یعنی سینگ ٹوٹا ہوا جانور اور جدعاء یعنی ایسا جانور کہ جس کا کان کٹا ہوا ہو۔''

(۲۱۸) ☆شرقاء، خرقاء، مقابلہ، مدابرہ کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابونصر بغدادی نے، انہوں نے احمد بن یحییٰ مقری سے، انہوں نے عبداللہ بن موسیٰ سے، انہوں نے اسرائیل سے، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے شریح بن ہانی سے، انہوں نے علی علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قربانی کے جانور کے بارے میں ہمیں حکم دیا کہ جانور کی آنکھ اور کان سالم ہو اور خرقاء، شرقاء، مقابلہ اور مدابرہ کی قربانی سے ہم کو منع فرمایا۔ ''خرقاء'' اس جانور کو کہتے ہیں جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔ ''شرقاء'' اس بھیڑ بکری کو کہ جس کا کان افقاً اسطرح کٹا ہوا ہو کہ سوراخ ایک طرف سے دوسری طرف پہنچ جائے ''مقابلہ'' اس جانور کو کہ جس کا کان سامنے والے حصہ سے تھوڑا سا کٹا ہوا اور اسے اسی طرح چھوڑ دیا گیا ہو

اور جدا نہ کیا گیا ہو کہ جیسے زائد گوشت لٹکتا ہے اور ایسے اونٹ کو ''المزنّم'' کہتے ہے اور اس لٹکے ہوئے حصہ کو ''زعل'' کہتے ہیں۔ ''مدابرۃ'' ایسی بکری کو کہتے ہیں کہ جس کے کان کا آخری حصّے کے ساتھ مذکورہ فعل انجام دیا گیا ہو۔

(۲۱۹)☆فرار الی اللہ عزوجل کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے ابو جارود زیاد بن منذر سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے قول: ''ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیرٌ مبین'' (لہذا اب خدا کی طرف دوڑ پڑو کہ میں کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں) (سورۃ ذاریات: آیت: ۵۰) کے سلسلہ میں آپؑ نے فرمایا: (تم اللہ کی جانب دوڑ پڑو یعنی) تم اللہ کی طرف حج کرو۔''

(۲۲۰)☆محصور اور مصدود کے معنی☆

ا۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ایوّب بن نوح نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عمیر اور صفوان بن یحییٰ نے، دونوں نے سلسلہ کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''محصور، مصدود کے علاوہ ہے۔'' اور فرمایا: ''محصور بیمار مریض شخص ہے اور مصدود وہ شخص ہے کہ جسے مشرکین (خانہ کعبہ سے) پلٹا دیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو لوٹایا تھا جبکہ کوئی مرض نہیں تھا اور مصدود کے لئے عورتیں حلال ہو جاتی ہیں جبکہ محصور کے لئے عورتیں حلال نہیں ہوتیں۔''(۱)

(۱)۔محصور سے مراد وہ ہے جسے بیماری یا اسی کی مانند کوئی امر احرام کے بعد مراسم حج کی ادائیگی سے روک دے کہ اس پر عورتیں حلال نہیں ہوتیں کیونکہ وہ ابھی تک حالت احرام میں ہے اور اسی کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے: و اتموا الحج و العمرۃ للہ فان احصرتم فما استیسر من الھدیٰ (سورہ بقرہ۔آیت: ۱۹۶) ''اور خاص خدا کے لئے حج اور عمرہ پورا کرو پھر اگر تم محصور ہو جاؤ تو جو قربانی میسر ہو جائے''۔ (شیخ عبدالعلی محمدی)

(۲۲۱) ☆ "جو شخص بار برداری کے جانور پر سوار ہو اور پھر اس سے گر جائے اور مر جائے تو وہ (جہنم کی) آگ میں جائے گا۔" کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل ؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی خطّاب سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: "جو شخص بار برداری کے جانور پر سوار ہو اور پھر اس سے گر جائے اور مر جائے تو وہ (جہنم کی) آگ میں جائے گا۔"

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ بار برداری کے جانور پر سوار ہوتے تھے اور جب کوئی نیچے اترنے کا قصد کرتا تھا تو کجاوہ کا سہارا لیے بغیر نیچے اترتا تھا۔ پس آپؑ نے اسطرح اترنے سے منع فرمایا ہے تاکہ کوئی عمداً نیچے گر کر نہ مرے اگر وہ مر جائے تو وہ اپنے نفس کا قاتل خود ہوگا۔ اور یہ چیز (جہنم کی) آگ میں داخل ہونے کا سبب بنے گی۔ پس یہ حدیث بار برداری کے جانور پر سواری سے منع کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ صرف اور صرف کجاوہ کے سہارے کے بغیر اترنے سے روکنے کے لئے ہے۔ اور وہ حدیث کہ جس میں مروی ہے کہ "جو بھی بار برداری کے جانور پر سواری کرے اسے چاہیئے کہ وصیت کرے۔" پس یہ حدیث بھی بار برداری کے جانور پر سواری سے روکنے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ فقط وصیت کرنے کا حکم بیان کر رہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "جو بھی حج یا جہاد کے لئے نکلے اسے چاہیئے کہ وہ وصیت کرے۔" یہ بھی حج اور جہاد سے روکنے کے لئے نہیں ہے۔ اس زمانے میں لوگ سوائے ان جانوروں کے کسی اور چیز پر سواری نہیں کرتے تھے اور ھودج (کجاوہ) بعد کے زمانے میں ایجاد ہوئی اور زمانہ گذشتہ میں معروف نہ تھی۔ (۱)

(۲۲۲) ☆ العج اور الثج کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد شیبانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران نخعی نے، انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے، انہوں نے اسماعیل ابن مسلم سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جد علیہ السلام سے، آپؑ نے علی علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل ہوئے اور عرض کیا: "اے محمدؐ! اپنے اصحاب کو "العج" اور "الثج" کا حکم دیجئے۔ "العج"، یعنی تلبیہ (لبیک

(۱) مرحوم مجلسی نے فرمایا ہے: ظاہراً اس سے مقصود سرکش اونٹ ہیں جو ابھی تک رام نہ ہوئے ہوں۔

اللھم لبیک لا شریک لک......) میں آوازوں کو بلند کرنا اور ''ثج''، یعنی (قربانی کے) اونٹ کو نحر کرنا۔

(۲۲۳) ☆ دباء اور مُزَفَّت اور حنتم اور نقیر کے معنی ☆

ا۔ میرے والد-رحمہ اللہ- نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے خالد بن جریر سے، انہوں نے ابوربیع شامی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے: آپؑ سے نرد (ایک قسم کا کھیل) اور شطرنج کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''ان دونوں کے قریب نہ جاؤ'' میں نے عرض کیا: غناء (کا کیا حکم ہے)؟ آپؑ نے فرمایا: ''غناء میں کوئی اچھائی نہیں ہے اسے تم لوگ انجام نہ دو۔'' میں نے عرض کیا: نبیذ (کھجوروں یا انگوروں کی شراب)؟۔آپؑ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز سے منع فرمایا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' میں نے عرض کیا۔ ''وہ برتن جن میں اس کو بنایا جاتا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دباء، مزفت، حنتم اور نقیر سے منع فرمایا ہے۔'' میں نے عرض کی: یہ سب کیا ہیں؟۔آپؑ نے فرمایا: ''دباء یعنی کدو کا چھلکا، مزفت یعنی کوزہ اور حنتم یعنی اردنی گھڑا (ایک قسم کا برتن) جس کو سبز رنگی بھی کہا جاتا ہے۔نقیر وہ لکڑی ہے کہ ایام جاہلیت میں لوگ جس میں سوراخ کرتے تھے یہاں تک کہ اس میں گڑھے بن جاتے تھے جس میں شراب بناتے تھے۔''

(۲۲۴) ☆ ضَحک کے معنی ☆

ا۔ میرے والد-رحمہ اللہ- نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " فضحکت فبشرّنا ھا باسحاق. " (ابراہیمؑ کی زوجہ یہ سن کر ہنس پڑیں تو ہم نے انہیں اسحاقؑ کی بشارت دے دی) (سورہ ھود: آیت: ۷۱) کہ سلسلہ میں روایت کیا ہے کہ آپؑ نے (ضحکت کہ جس کے ظاہری معنی ہنس دینے کے ہیں) ارشاد فرمایا: (ضحکت سے مراد) حاضت ہے (یعنی ان کو خون حیض آ گیا اور وہ حائضہ ہو گئیں)۔

(۲۲۵) ☆ نافلہ کے معنیٰ ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے احمد بن عیسیٰ بن محمد سے، انہوں نے علی بن مہز یار سے، انہوں نے احمد بن محمد بزنطی سے، انہوں نے یحییٰ بن عمران سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّوجلّ کے قول: " ووهبنا له اسحاق و يعقوب نافلة " (سورہ انبیاء: آیت: ۷۲) [اور ہم نے اسے (بیٹا) اسحاق اور (پوتا) یعقوب عنایت کئے] کے بارے میں روایت کیا کہ آپؑ نے فرمایا: " بیٹے کے بیٹے کو نافلہ کہتے ہیں۔"(۱)

(۲۲۶) ☆ قطّ کے معنیٰ ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے سلمۃ بن الخطاب سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد ثقفی سے، انہوں نے ابراہیم بن میمون سے، انہوں نے مصعب سے، انہوں نے سعد سے، انہوں نے اصبغ سے، انہوں نے علی علیہ السلام سے اللہ عزوجلّ کے فرمان: " وقالوا ربّنا عجّل لنا قطّنا قبل يوم الحساب. " (وہ کہتے ہیں کہ پروردگار ہمارا قسمت کا لکھا ہوا روز حساب سے پہلے ہی ہمیں دیدے) (سورہ ص: آیت ۱۶) کے بارے میں روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: (قِطّ سے مراد) ان کا عذاب میں حصہ ہے"۔

(۲۲۷) ☆ کواشف، دواعی، بغایا اور ذوات الازواج کے معنیٰ ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے داود بن اسحاق الحذاء سے، انہوں نے محمد بن الفیض سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے "متعہ" کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: "ہاں، اگر وہ اس کی پہچان رکھتی ہے۔" میں نے عرض کیا: "مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! اگر وہ اس کی پہچان نہ رکھتی ہو؟" امام علیہ السلام نے فرمایا: "تو اس کے سامنے اسے پیش کرو اور اسے کہو، پس اگر وہ قبول کرتی ہے تو اس سے تزویج کرو اور اگر وہ

(۱) اس لئے کہ فرزند پر اضافہ ہوتا ہے۔ جس طرح کہ وہ نماز جو فریضہ نماز سے زیادہ ہو اسے نافلہ کہتے ہیں اور غنیمت کو "نفل" کہتے ہیں اس وجہ سے کہ یہ اضافہ ہے خاص اُمتِ مرحومہ کے لئے (منہج الصادقین ج ۶۔ ص ۸۹)

تمہارے قول پر راضی ہونے سے انکار کرے تو اسے چھوڑ دو، اور تم لوگ کواشف، دواعی، بغایا اور ذوات الازواج (عورتوں) سے بچو۔'' میں نے عرض کیا: کواشف کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ واضح وآشکار عورتیں کہ جن کے گھر (برے کام کرنے والے سب کو) معلوم ہوتے ہیں۔'' میں نے عرض کیا: دواعی کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ عورتیں کہ جو اپنے آپ کی جانب بلاتی ہوں جبکہ ان کو فساد (حرام میں مبتلا ہونے) کی پہچان ہو۔'' میں نے عرض کیا: بغایا کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جو زنا کے حوالے سے پہچانی جاتی ہو۔'' میں نے عرض کیا: ذوات الازواج کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ عورتیں کہ جن کی طلاق سنّت (شرعی طریقے) سے ہٹ کر ہوئی ہو۔''

(۲۲۸) ☆الفقیہ حقاًّ کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن ابی قاسم نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے بعض راویوں سے، انہوں نے داود رقی سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تم لوگوں کو فقیہ حقیقی کے بارے میں خبر نہ دوں؟ لوگوں نے عرض کی: یقیناً! یا امیر المؤمنینؑ: آپؑ نے فرمایا: ''کہ جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس نہ کرے اور ان کو عذاب خدا سے بے خوف نہ بنادے اور ان کو معصیت خدا کی اجازت نہ دے۔ اور وہ کسی اور چیز کی طرف راغب ہوتے ہوئے قران کو ترک نہ کرے۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ ایسے علم میں کوئی اچھائی نہیں ہے جس کو سمجھا نہ گیا ہو۔ آگاہ ہو جاؤ ایسی تلاوت میں کوئی بھلائی نہیں ہے کہ جس میں تدبر نہ ہو۔ آگاہ ہو جاؤ! ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں ہے کہ جس میں مسائل دین کے بارے میں آگاہی اور فہم نہ ہو۔''

(۲۲۹) ☆بلوغ الاشدّ والاستواء کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے احمد بن ھلال سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے محمد بن عبداللہ بن رباط سے، انہوں نے محمد بن النعمان الاحول سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجلّ کے قول: '' ولـمّا بلغ اشدّه واستویٰ آتیناه حکماً و علماً (سورہ قصص: آیت ۱۴) [اور جب (موسیٰ) اپنی پوری قوت کو پہنچے اور خوب ہاتھ پاؤں نکالے تو ہم نے ان کو فیصلے کی قوت اور علم عطا کیا] کے متعلق فرمایا: ''اَشُـدَّهُ ''، یعنی اٹھارہ سال اور ''استویٰ ''، یعنی جب چہرے پر بال نکل آئیں۔

(۲۳۰) ☆خریف کے معنیٰ☆

ا۔میرے والد–رحمہ اللہ– نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے حسن بن علی کوفی سے ،انہوں نے عباس بن عامر سے انہوں نے احمد بن زرق سے ،انہوں نے یحییٰ بن ابی علاء سے ،انہوں نے جابر سے ،انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے ۔راوی کہتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:''بے شک بندہ ستر خریف (خزاں) تک (جہنم کی) آگ میں ٹھہرے گا۔اور ایک خریف ستر سال پر مشتمل ہوگی''۔آپؑ نے فرمایا:''پھر وہ بندہ اللہ عزوجل سے محمدؐ اور محمدؐ کے اہلبیتؑ کے حق کے واسطے سے سوال کرے گا کہ اے پروردگار مجھ پر رحم فرما۔'' امام علیہ السلام نے فرمایا:''پس اللہ عزوجل جبرئیلؑ کی جانب اپنے بندے کے پاس جانے کی اور اسے جہنم سے نکالنے کی وحی فرمائے گا۔جبرئیلؑ عرض کریں گے :اے پروردگار! میں (جہنم کی) آگ میں کیسے جاؤں؟ ،پروردگار ارشاد فرمائے گا: میں نے یقیناً آگ کو حکم دیا ہے کہ وہ تم پر ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے۔ جبرئیلؑ عرض کریں گے:''اے پروردگار! مجھے اس بندے کی جگہ معلوم نہیں ہے۔ پروردگار ارشاد فرمائے گا کہ وہ سجّین کے گہرے کنوئیں میں ہے''۔امام علیہ السلام نے فرمایا:''پس جبرئیلؑ (جہنم کی) آگ میں جائیں گے اور اس بندہ کو منہ کے بل اوندھا پڑا ہوا پائیں گے''۔امامؑ نے فرمایا:''جبرئیل اس کو نکال کر اللہ عزوجل کی خدمت میں پیش کریں گے۔پس اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: اے میرے بندے! تو (جہنم کی) آگ میں کتنے عرصے مجھے پکارتا رہا۔ بندہ کہے گا: میں شمار نہیں کرسکتا ،اے میرے پروردگار! اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: جان لے میری عزت کی قسم! اگر تو مجھ سے ان کے واسطے سے سوال نہ کرتا تو میں تیری (جہنم کی) آگ میں ذلّت و رسوائی کو طویل کر دیتا لیکن میں نے اپنے آپ پر لازم کرلیا ہے کہ کوئی بندہ مجھ سے محمدؐ و آل محمدؐ کے حق کے واسطے سے سوال نہیں کرے گا مگر یہ کہ میں اس کے وہ گناہ جو میرے اور اس کے درمیان ہیں بخش دوں اور یقیناً آج میں نے تجھے بخش دیا۔''

(۲۳۱) ☆فلق کے معنیٰ☆

ا۔میرے والد–رحمہ اللہ– نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن ابی قاسم نے ،انہوں نے محمد بن علی کوفی سے ،انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے ،انہوں نے معاویہ بن وھب سے ،انہوں نے کہا کہ ہم ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے اس وقت ایک شخص نے " قل اعوذ بربّ الفلق " کی تلاوت کی اور اس آدمی نے سوال کیا: فلق کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا:''جہنم میں ایک درّہ ہے جس میں ستر ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار سانپ ہیں۔ اور ہر سانپ کے اندر ستر ہزار زہر کی تھیلیاں ہیں۔اور (جہنم کی) آگ والوں کے لئے ضروری ہے کہ اس درّے سے گذریں۔''

(۲۳۲) ☆ ''شرالحاسد اذا حسد'' کے معنی ☆

ا۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے سلسلہ سند کو بلند کرتے ہوئے اللہ عزوجل کے قول: '' ومن شرِّ حاسد اذا حسد '' (سورہ فلق: آیت: ۴) (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے) کے بارے میں بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا: '' کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا ہے کہ جب وہ اپنی دونوں آنکھیں کھولتا ہے وہ تیری طرف (ہی) دیکھتا ہے تو یہ وہ ہے۔''

(۲۳۳) ☆ امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول ''موسم سرما مومن کی بہار ہے'' کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران الاشعری سے، انہوں نے ابراہیم بن اسحاق نہاوندی سے، انہوں نے محمد بن سلیمان الدیلمی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے آپؑ کو فرماتے ہوئے سنا: ''موسم سرما مومن کی بہار ہے کہ اس میں راتیں طویل ہوتی ہیں تو یہ اس کے (راتوں کے عبادت کے لئے) قیام میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اور اس میں اس کے دن چھوٹے ہوتے ہیں تو یہ اس کے روزوں میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔''

(۲۳۴) ☆ قران کی بہار کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن حسین سعد آبادی نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے، انہوں نے محمد بن سالم سے، انہوں نے احمد بن نضر خزاز سے، انہوں نے عمرو بن شمر سے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''ہر چیز کی بہار ہے اور قران کی بہار ماہ رمضان ہے''۔

(۲۳۵) ☆"الافق المبین" کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے ،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا موسیٰ ابن جعفر بغدادی نے ،انہوں نے محمد بن جمہور سے ،انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے ،انہوں نے محمد بن ابوحمزہ سے ،انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا:''جو شخص ماہ شعبان میں ہر روز ستر مرتبہ " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ" (میں اس خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ مہربان و رحم کرنے والا ، ہمیشہ سے زندہ رہنے والا ، ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اسی سے میں توبہ کرتا ہوں) کہے گا، تو افق مبین میں لکھا جائے گا۔'' راوی نے کہا: میں نے عرض کیا: افق مبین کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا:''عرش کے سامنے جگہ ہے جس میں نہریں ہیں جن میں ستاروں کی تعداد کے برابر جام ڈالے گئے ہیں۔''

(۲۳۶) ☆لوگوں میں سے افق کے معنی ☆

ا۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم نے ،انہوں نے محمد بن علی کوفی سے ،انہوں نے حسن بن علی بن یوسف سے ،انہوں نے سیف بن عمیرہ سے ،انہوں نے سعید بن ولید سے ،انہوں نے کہا: ہم ابان بن تغلب کے ہمراہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت ابوعبداللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:''مسلمان کو غذا کھلانا یہاں تک کہ وہ سیر جائے یہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے (غیر مسلم) لوگوں میں سے ''افق'' کے کھانے سے۔'' میں نے عرض کیا: افق کی مقدار کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا :''ایک لاکھ''۔

(۲۳۷) ☆اسودین کے معنی ☆

ا۔ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن غالب نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالفضل یعقوب بن یوسف نے ، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معاذ بن ھشام نے ،انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا میرے والد نے ،انہوں نے معمر سے ،انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے ،انہوں نے ضمضم سے ،انہوں نے ابوھریرہ سے ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسودین کو نماز کے درمیان مارنے کا حکم فرمایا۔ معمر نے کہا کہ میں نے یحییٰ سے کہا ''اسودین'' کے معنی کیا ہیں؟ یحییٰ نے کہا: سانپ اور بچھو۔

(۲۳۸) ☆ تمام النعمہ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن احمد بن تمیم السرخسی الفقیہ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابولبید محمد بن ادریس شامی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن مہاجر بغدادی نے، انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا اسماعیل بن ابراہیم نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حریری نے، انہوں نے ابوالورد بن تمامہ سے، انہوں نے جلاج سے، انہوں نے معاذ بن جبل سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ تھے۔آپؐ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو دعا مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔"اللّھم انّی اسالک الصبر" (اے اللہ میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے فرمایا:"تو نے بلاء کا سوال کیا ہے تجھے چاہیئے کہ تو اللہ سے عافیت طلب کر۔"اور نبیؐ ایک اور شخص کے پاس سے گزرے وہ کہہ رہا تھا۔"اللھمّ انّی اسالک تمام النعمة" (اے اللہ میں تجھ سے تمام نعمت کا سوال کرتا ہوں) آپؐ نے فرمایا:"اے ابن آدم! کیا تم سمجھتے ہو کہ تمام نعمت کیا ہے؟(آپؐ نے فرمایا) تمامِ نعمت جہنم کی آگ سے چھٹکارا اور جنت میں داخل ہونا ہے۔" آپؐ ایک اور شخص کے پاس سے گزرے وہ دعا مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "یا ذالجلال والاکرام" (اے صاحب شوکت وبزرگی) آپؐ نے فرمایا:"تیرے حق میں اس (دعا) کو یقیناً قبول کرلیا گیا پس دعا مانگ۔"

(۲۳۹) ☆ "لوگوں کی مطلوب چیزوں" کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا الجوہری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا: الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا:"لوگوں کی مطلوب چیزیں اس فانی دنیا میں چار ہیں۔بے نیازی، آسائش، کم غمگینی اور عزت۔پس جہاں تک تعلق ہے بے نیازی کا تو وہ قناعت میں پائی جاتی ہے پس جو اسے کثرت مال میں تلاش کرتا ہے وہ اسے نہیں پائے گا۔اور جہاں تک آسائش کا تعلق ہے وہ بوجھ کے ہلکا ہونے میں ہے، جو اسے بوجھ کے بھاری ہونے میں تلاش کرے گا وہ اسے نہیں پائے گا۔جہاں تک تعلق ہے کم غمگین ہونے کا تو وہ کام کی کمی میں ہے جو اسے کام کی زیادتی میں تلاش کرے گا وہ اسے نہیں پائے گا۔ جہاں تک تعلق عزت کا ہے تو یہ خالق کی خدمت واطاعت گزاری میں موجود ہے پس جو اسے مخلوق کی خدمت واطاعت گزاری میں تلاش کرے گا وہ اسے نہیں پائے گا۔"

(۲۴۰)☆قول ناقوس کے معنیٰ☆

ا۔ہم سے بیان کیا صالح بن عیسیٰ عجلی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو بکر محمد بن محمد بن علی الفقیہ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو نصر شعرانی نے مسجد حمید میں، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سلمہ بن صالح الوضّاح نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو اسرائیل سے، انہوں نے ابو اسحاق ہمدانی سے، انہوں نے عاصم بن ضمرہ سے، انہوں نے حارث اعور سے، انہوں نے کہا: میں اثناء شہر حیرہ میں امیر المؤمنینؑ کے ہمراہ جا رہا تھا جب ہم ایک نصرانی راہب کے پاس سے گزرے جو ناقوس (بڑی گھنٹی) پیٹ رہا تھا۔ راوی کہتا ہے: علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: ''اے حارث سمجھتے ہو یہ ناقوس کیا کہہ رہی ہے؟'' میں نے عرض کی: اللہ، اس کا رسولؐ، اور اس کے رسولؐ کے چچا کا بیٹا (علیؑ) زیادہ جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: ''اس دنیا اور اس کی ویرانی کی مانند اس کو پیٹا جا رہا ہے اور یہ کہتی ہے: کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے (وہی) حق ہے (یہی کلمہ) سچ ہے، سچ ہے بیشک دنیا نے ہمیں فریب دیا اور ہمیں مشغول کر دیا اور ہمیں حیران و مبہوت کر دیا اور ہمیں گمراہ کر دیا، اے فرزند دنیا! آہستہ، آہستہ۔ اے فرزند دنیا! مٹھی بھر مٹھی بھر۔ یہ دنیا زمانہ۔زمانہ کر کے فنا ہو رہی ہے اور ہمارا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ ہمارا کوئی اہم عضو کمزور ہو جاتا ہے اور ہم نے ہمیشہ رہنے والے گھر (آخرت) کو تباہ کر دیا، اور فنا ہو جانے والی جگہ کو وطن بنا لیا اور ہم نہیں جانتے کہ ہم نے اس میں کیا نقصان کیا ہے مگر یہ کہ جب ہم مر جائیں گے۔'' حارث نے عرض کی: یا امیر المؤمنینؑ! کیا نصاریٰ اس کو جانتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اگر وہ جانتے ہوتے تو کیوں مسیح کو اللہ عزوجل کو چھوڑ کر معبود بناتے۔'' حارث کہتے ہیں کہ میں راہب کے طرف گیا اور اس سے کہا: تجھے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق کے واسطے سے تجھ پر لازم ہے کہ ناقوس کو پھر ویسے ہی بجا جیسے بجایا تھا۔ حارث کہتے ہیں: اس نے بجانا شروع کیا تو میں نے حرف بہ حرف کہا، یہاں تک کہ ''مگر یہ کہ جب ہم مر جائیں گے'' تک پہنچا تو راہب نے کہا: تجھے اپنے نبیؐ کا واسطہ کہ کس نے تجھے یہ خبر دی ہے۔ میں نے کہا اس شخص نے کہا ہے جو میرے ساتھ گذشتہ کل تھا۔ راہب نے کہا: کیا اس کے اور نبیؐ کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے۔ میں نے کہا: ہاں وہ رسولؐ خدا کے چچا کے بیٹے ہیں۔ راہب نے کہا: تجھے اپنے نبی کا واسطہ کیا یہ جملے تم نے اپنے نبیؐ سے سنے ہیں۔ میں نے کہا: ہاں۔ پس وہ راہب اسلام لے آیا۔ پھر مجھ سے کہا: ''خدا کی قسم! میں نے تورات میں پایا تھا کہ سلسلہ انبیاء میں آخری نبی ہوگا کہ جو ناقوس کے قول کی تفسیر بیان کرے گا۔''

(۲۴۱) ☆ انبیاء علیہم السلام کے قول، جب انہیں قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ: تمہیں قوم کی طرف سے تبلیغ کا کیا جواب ملا تو وہ کہیں گے: ہم کوئی علم نہیں رکھتے۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو عمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو بکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام ابوزید عیاش بن یزید بن حسن بن علی کحال نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد یزید بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے فرمایا کہ الصادق علیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "یوم یجمع الله الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا" (جس دن اللہ تمام مرسلین کو جمع کر کے سوال کرے گا کہ تمہیں قوم کی طرف سے تبلیغ کا کیا جواب ملا تو وہ کہیں گے: ہم کوئی علم نہیں رکھتے) (سورۂ مائدہ: آیت:۱۰۹) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "(رسولوں کے جواب کے معنی یہ ہیں کہ) ہم کوئی علم نہیں رکھتے تیرے (دیئے ہوئے علم) کے علاوہ۔"

فرمایا: اور الصادق علیہ السلام نے فرمایا: "قران سارا کا سارا تقریع (ذہن انسانی کو جھجوڑنے) کا ذریعہ ہے اور اس کا باطن تقریب وقرب الٰہی کا سرچشمہ ہے۔"

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ڈرانے اور خوف زدہ کرنے والی آیتوں کے پیچھے رحمت اور مغفرت کی آیتیں موجود ہیں۔

(۲۴۲) ☆ "مرد مسلم کے لئے تین دوست ہوتے ہیں" کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان محمد بن علی ماجیلویہ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ھارون بن مسلم نے، انہوں نے مسعدہ بن زیاد سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپ علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بیشک مردِ مسلم کے لئے تین دوست ہوتے ہیں، (ایک) دوست اس سے کہتا ہے: "میں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں تیرے ساتھ ہوں" اور یہ اس کا عمل ہے؛ (دوسرا) دوست اس سے کہتا ہے: "میں تیرے ساتھ ہوں یہاں تک کہ تجھے موت آجائے" اور یہ اس کا مال ہے، تو جب وہ مر جاتا ہے تو وہ مال اس کے وارثوں کا ہو جاتا ہے؛ اور (تیسرا) دوست اس سے کہتا ہے: "میں تیرے ساتھ تیرے قبر کے دروازے تک ہوں پھر

میں تجھے چھوڑ دوں گا۔'' یہ اس کی اولاد ہیں۔

(۲۴۳) ☆اس قرین کے معنی کہ جسے انسان کے ساتھ دفن کیا جائے گا جو کہ زندہ رہے گا جبکہ انسان مر چکا ہوگا☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابواحمد حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن بن درید نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو حاتم نے، انہوں نے عتبی یعنی محمد بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، اور ہم کو خبر دی محمد بن عبداللہ بن شبیب بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زکریا بن یحیٰی منقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علاء بن فضیل نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے، انہوں نے کہا کہ قیس بن عاصم نے کہا: میں بنی تمیم کے ایک گروہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہونے چلا، جب میں داخل ہوا تو آپؐ کی پاس صلصال بن دلھمس موجود تھا، پس میں نے عرض کیا: یا نبی اللہؐ! ہمیں کوئی ایسی نصیحت فرمائیے کہ جس سے ہم نفع حاصل کریں چونکہ ہم بیابان میں رہنے والے لوگ ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اے قیس! بیشک عزّت کے ساتھ ہی ذلّت ہے اور بیشک حیات کے ساتھ ہی موت ہے اور بیشک دنیا کے ساتھ ہی آخرت ہے، اور بیشک ہر چیز کے لئے حساب ہے اور ہر چیز کے اوپر نگہبان ہے اور بیشک ہر نیکی کے لئے ثواب ہے اور ہر برائی کے لئے سزا ہے اور ہر مدّت کے لئے تحریر ہے کہ یقیناً وہ تیرے حق میں لازمی (طور پر ہوکر رہنے والی) ہے۔ اے قیس! قرین (انسیت رکھنے والوں) میں سے کوئی ہونا چاہئے کہ جو تیرے ساتھ دفن ہو، وہ زندہ ہونے کی حالت میں تیرے ساتھ دفن ہو جب کہ تو مردہ ہو، پس اگر وہ کریم ہوگا تو تجھ پر کرم نوازی کرے گا اور اگر وہ لئیم و پست ہوگا تو تجھے (حالات کے) سپرد کردیگا۔ پھر اس کا حشر نہیں ہوگا مگر تمہارے ساتھ اور تم کو پھر سے اٹھایا نہیں جائے گا مگر اس کے ساتھ اور تم سے سوال نہیں کیا جائے گا مگر اس کے بارے میں، (اس وجہ سے) تم قرین نہ قرار دو مگر نیک کو چونکہ اگر وہ صالح و نیک ہے تو تم اس سے انسیت رکھو اور اگر وہ فاسد ہے تو تم (کسی چیز سے بھی) وحشت زدہ نہ ہو سوائے اس سے اور وہ (قرین) تمہارا فعل و عمل ہے۔'' پس میں نے عرض کیا: یا نبی اللہؐ! میں پسند کرتا ہوں کہ یہ کلام اشعار کی صورت میں ہو کہ ہم جس کے ذریعے سے اپنے ملنے والے عربوں پر فخر کریں اور اس کو محفوظ کرلیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ حسان کو بلالائے۔ راوی کہتا ہے: میں پیغمبرؐ کے روبرو تھا اور نصیحت کے ہم پلہ اشعار کی تشکیل کے لئے غور و فکر کرنے لگا تو میرے لئے حسان کے آنے سے قبل ہی قول درست ہوگیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کچھ اشعار حاضر ہوئے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ ہمارے ارادے سے موافقت رکھتے ہیں۔ [پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''کہو، اے قیس!''] میں نے کہا:

تخیّر قرینا من فعالک انّما ☆ قرین الفتی فی القبر ما کان یفعل

(اپنے افعال میں سے قرین کو پسند کر کہ ہر جوان کا قرین اس کی قبر میں اس کا عمل ہے)

و لا بدّ بعد الموت من ان تعدّہ ☆ لیوم ینادی المرء فیه فیقبل

(اور موت کے بعد ضروری ہے تمہارا اس دن کے لئے آمادہ کرنا کہ جس میں مرد کو پکارا جائے گا تو وہ حاضر ہو جائے گا)

فان کنت مشغولا بشیء فلا تکن ☆ بغیر الذی یرضیٰ به الله تشغل

(پس اگر تم کسی چیز میں مشغول ہو تو تمہیں اس کام کے علاوہ مشغول نہیں ہونا چاہیئے کہ جس سے اللہ راضی ہوتا ہے)

فلن یصحب الانسان من بعد موته ☆ و من قبله الاّ الذی کان یعمل

(انسان کا ساتھی ہرگز نہیں بنتا ہے نہ موت کے بعد اور نہ ہی اس سے پہلے سوائے اس کے عمل کے)

الا انّما الانسان ضیف لاهله ☆ یقیم قلیلا بینهم ثمّ یرحل

(جان لو کہ انسان صرف اور صرف اپنے گھر والوں کے لئے ایسا مہمان ہے کہ جو ان کے درمیان قلیل مدت قیام کرے گا اور پھر سفر پر چل پڑے گا۔)

(۲۴۴) ☆عورتوں کی عقلیں اور مردوں کے جمال کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن عمر بن محمد بن سالم بن براء جعابی حافظ بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن عبداللہ ثقفی ابوالعبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عیسی بن محمد الکاتب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مدائنی نے، انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جدامجد علیہ السلام سے کہ فرمایا: علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''عورتوں کی عقلیں ان کے جمال میں ہیں اور مردوں کا جمال ان کی عقلوں میں ہے۔''

(۲۴۵) ☆سلمان-رضی اللہ عنہ- کے قول کے معنی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تم میں کون ہے کہ جس نے عمر بھر روزے رکھے؟ تم میں کون ہے کہ جو رات بھر (عبادت کیلئے) جاگتا ہو؟ تم میں کون ہے کہ جو روزانہ قران ختم کرتا ہو'' تو ان تمام کے جواب میں سلمانؓ نے کہا کہ: میں☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحییٰ عطّار-رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے نوح بن شعیب عقرقوفی سے، انہوں نے شعیب سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام کو-اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے نقل کرتے ہوئے سنا کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک دن اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا: ''تم میں کون ہے جو عمر بھر روزے رکھتا ہو؟'' تو سلمان-رحمۃ اللہ علیہ-نے عرض کیا: ''میں، یا رسول اللہؐ!''، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تم میں کون ہے کہ جو رات بھر (عبادت کے لئے) جاگتا ہو؟'' سلمان نے کہا: میں، یا رسول اللہؐ! ، آپؐ نے فرمایا: ''تم میں کون ہے کہ جو روزانہ قران ختم کرتا ہو؟'' سلمان نے کہا: ''میں، یا رسول اللہؐ!''۔ پس بعض اصحاب غصّے میں آ گئے اور کہنے لگے: ''یا رسول اللہؐ! یقیناً سلمان مردِ فارسی ہے کہ جو ہم پر فخر ظاہر کرنا چاہتا ہے!'' آپؐ نے دریافت فرمایا: تم میں کون ہے کہ جس نے عمر بھر روزے رکھے تو انہوں نے کہا: میں، جب کہ ان کے اکثر دن کھاتے ہوئے گزرتے ہیں، آپؐ نے دریافت فرمایا: تم میں کون ہے کہ جو رات بھر (عبادت کے لئے) جاگتا ہو، تو انہوں نے کہا: میں، جب کہ وہ رات کے بیشتر حصّہ میں سونے والے ہیں، آپؐ نے دریافت فرمایا: تم میں کون ہے کہ جو روزانہ قرآن ختم کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں، جبکہ ان کے دنوں کا بیشتر حصہ خاموشی میں گذرتا ہے!۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''خاموش ہو جا، اے فلاں! تیرا کیا مقام ہے لقمان حکیم جیسے کے مقابلے میں! تم اس سے سوال کرو تا کہ وہ تمہیں بیان کرے۔'' اس شخص نے سلمانؓ سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تم خیال نہیں کرتے ہو کہ تم عمر بھر روزے رکھتے ہو؟ سلمانؓ نے کہا: ہاں، اس نے کہا: میں نے تم کو دنوں کے اکثر حصّوں میں کھاتے دیکھا ہے؟ سلمانؓ نے کہا: ویسا نہیں ہے جس طرف تم گئے ہو، بیشک میں ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہوں اور اللہ عزّ وجلّ کا فرمان ہے کہ ''مَن جآءَ بالحسنة فله عشر امثالها'' (جو ایک نیکی لائے گا اس کے لئے اسی کی مثل دس ہے)۔'' (سورۂ انعام: آیت: ۱۶۰) اور میں شعبان کو ماہ رمضان سے ملا دیتا ہوں تو اس طرح یہ عمر بھر کے روزے ہو گئے۔ اس شخص نے کہا: کیا تم گمان نہیں کرتے ہو کہ تم رات بھر (عبادت کے لئے) جاگتے ہو؟ سلمانؓ نے کہا: ہاں، اس نے کہا: تم رات کے بیشتر حصّہ میں سونے والے ہو۔ سلمانؓ نے کہا: ویسا نہیں ہے جس طرف تم گئے ہو بلکہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ: ''جو شخص طہارت کی حالت میں سو جائے تو وہ ایسا ہی ہے کہ جو رات بھر (عبادت کے لئے) جاگتا رہا ہو'' تو میں رات کو طہارت کے ساتھ سوتا ہوں۔ (جیسے وضو) اس شخص نے کہا: کیا تمہارا خیال نہیں ہے کہ تم روزانہ قران ختم کرتے ہو؟ سلمانؓ نے کہا: ہاں، اس

نے کہا: تمہارے دن کا اکثر حصّہ تو خاموشی میں گذرتا ہے؟ سلمانؓ نے کہا: ویسا نہیں ہے جس طرف تم گئے ہو، بلکہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو علی علیہ السلام سے یہ فرماتے سنا ہے: ''یا ابا الحسن! تمہاری مثال میری امت میں قل ھو اللہ احد کی طرح ہے، تو جو اس کی ایک دفعہ تلاوت کرے تو اس نے یقیناً ایک تہائی قران کی تلاوت کی اور جو اس کی دو دفعہ تلاوت کرے تو یقیناً اس نے دو تہائی قرآن کی تلاوت کی اور جو اس کی تین دفعہ تلاوت کرے تو یقیناً اس نے قران کو ختم کیا۔ تو جو تم سے زبان سے محبت کرے تو یقیناً اس کا ایک تہائی ایمان کامل ہوا اور جو تم سے زبان اور دل (دونوں) سے محبت کرے تو اس کا دو تہائی ایمان کامل ہوا اور جو تم سے اپنی زبان اور اپنے دل سے محبت کرے اور اپنے ہاتھ سے تمہاری نصرت کرے یقیناً اس کا ایمان کامل ہوا اور اس کی قسم کے جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اے علی! اگر تم سے اہل زمین اسی طرح سے محبت کرتے کہ جس طرح اہل آسمان محبت کرتے ہیں تو کسی کو (بھی جہنم کی) آگ میں عذاب نہیں کیا جاتا۔'' اور میں روزانہ تین دفعہ قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرتا ہوں۔ پس وہ شخص کھڑا ہوا گویا کہ درمیان سے پتھر کو کھڑا کیا گیا ہو۔

(۲۴۶) ☆ زمین کے حصّوں میں سے "منتقمه" کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا حسین بن ابراہیم بن تاتانہ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے جعفر بن سلمہ الاھوازی سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد ثقفی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالحسین علی بن معلّی الاسدی نے، انہوں نے کہا کہ مجھے الصادق جعفر بن محمد علیہ السلام کے حوالے سے بتایا گیا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ عزّ وجلّ کے لئے چند زمین کے حصّے ایسے ہیں کہ جس کا نام "منتقمه" رکھا گیا ہے، پس جب اللہ کسی بندے کو مال عطا کرتا ہے اور وہ اس میں سے اللہ کے حق کو نہیں نکالتا تو اللہ اس شخص کو ان زمین کے حصّوں میں سے کسی حصّے پر مسلّط کر دیتا ہے کہ جس میں وہ اپنے مال کو تلف وضائع کر دیتا ہے اور پھر مر جاتا ہے اور اس (زمین) کو چھوڑ جاتا ہے۔''

(۲۴۷) ☆ قولِ صالح اور عملِ صالح کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسین سعد آبادی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ابی عبداللہ برقی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے ابان اور دوسروں سے، انہوں نے الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے روزے کو قولِ صالح اور عملِ صالح کے

ساتھ ختم کرے تو اللہ عزّ وجلّ اس کے روزے کو قبول فرمائے گا۔'' پس آپؑ سے دریافت کیا گیا: یا ابن رسول اللہؐ! قولِ صالح کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''لا الہ الّا اللہ کی گواہی اور عمل صالح فطرہ کو نکالنا۔''

(۲۴۸) ☆اس روایت کے معنی کہ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ :جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ عزّ وجلّ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے عبّاس بن معروف سے، انہوں نے علی بن مہز یار سے، انہوں نے قاسم بن محمد سے، انہوں نے عبدالصمد بشیر سے، انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: ''اللہ آپ کو نیکی دے، (کیا ایسا ہے کہ) جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے، اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں''، تو میں نے عرض کیا: پھر تو قسم بخدا! میں موت کو ناپسند کرتا ہوں۔ (جبکہ وہ ملاقات پروردگار کا ذریعہ ہے) امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ویسا نہیں ہے جس طرف تم گئے ہو، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت موت جب وہ ایسی بات کا مشاہدہ کرے کہ جسے وہ پسند کرتا ہو تو کوئی شے اس کے نزدیک آگے بڑھ جانے سے محبوب تر نہ ہوگی اور اللہ اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرے گا اور وہ اس موقع پر اللہ کی ملاقات کو پسند کرے گا جبکہ اگر وہ ایسی شے کو دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اس کے لئے اللہ کی ملاقات سے ناپسندتر کوئی چیز نہیں ہوگی اور اللہ عزّ وجلّ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہوگا۔''

۲۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، علی بن مہز یار سے، انہوں نے فضالہ بن ایّوب سے، انہوں نے معاویہ بن وھب سے، انہوں نے یحییٰ بن سابور سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس شخص کے سلسلے میں جس کی آنکھوں میں مرتے وقت آنسو تھے سنا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ اس وقت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کے پاس (وقت مرگ) تشریف فرما ہوئے، تو اس نے وہ دیکھ لیا ہے کہ جو اسے مسرور کردے [اور وہ دیکھا ہے جو اسے پسند ہے]'' راوی کہتا ہے: پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تم نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو ایسی چیز کو دیکھے جو اسے مسرور کرنے والی ہو اور اس کی پسندیدہ ہو تو خوشی کے عالم میں اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں؟''

(۲۴۹) ☆اس روایت کے معنی جس میں کہا گیا ہے کہ "بیشک نماز زمین میں اللہ کی ڈھال ہے" ☆

ا۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے یونس بن ظبیان سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"تم جان لو کہ بیشک نماز زمین میں اللہ کی ڈھال ہے، تو جو اس بات کو پسند کرتا ہے وہ جان لے کہ نماز کے فائدوں میں سے کسے حاصل کرلیا ہے تو اسے چاہیئے کہ غور وفکر کرے، پس اگر اس کی نماز برائیوں اور نافرمانیوں سے اس کی ڈھال ہے تو اس نے نماز کے فائدوں میں سے فقط اتنا حاصل کرلیا کہ جس سے وہ (ان برائیوں سے) محفوظ رہ سکے، اور جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ یہ جان لے کہ اس کے لئے اللہ کے پاس کیا کچھ ہے تو اس چاہیئے کہ یہ جان لے کہ اس کے پاس اللہ کے لئے کیا ہے، اور جو کسی عمل کے انجام دینے پر قادر ہو جائے تو اس چاہئے کہ پہلے اس میں غور وفکر کرے پس اگر وہ عمل اچھا ہے تو چاہیئے اس پر عمل پیرا ہو اور اگر وہ عمل برا اور قبیح ہو تو چاہیئے اس سے اجتناب کرے چونکہ بیشک اللہ عزّ وجلّ وفاء اور زیادہ کے متعلق سب سے زیادہ ولایت واقتدار کا مالک ہے، اور جو شخص تنہائی میں ایک برائی کو انجام دے تو اسے چاہیئے کہ تنہائی میں ایک نیکی پر (بھی) عمل پیرا ہو، اور جو شخص کھلم کھلا ایک برائی کو انجام دے تو اسے چاہیئے کہ ایک نیکی کو (بھی) کھلم کھلا طور سے انجام دے۔"

(۲۵۰) ☆ حاقن، حاقب اور حاذق کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے یحیٰی ابن مبارک سے، انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے، انہوں نے اسحاق بن عمار سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا: "حاقن، حاقب اور حاذق کی کوئی نماز (مکمل فائدے کے ساتھ قابل قبول) نہیں ہے۔ حاقن وہ ہے کہ جو پیشاب کو دبائے ہوئے ہو، حاقب وہ ہے کہ جو پاخانہ کی حاجت کو دبائے ہوئے ہو اور حاذق وہ ہے کہ جس کے موزے (یا جوتے) تنگ ہوں۔"

(۲۵۱) ☆ مجنون کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحیٰی بصری

جلودی نے بصرہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوعبداللہ محمد بن زکریا جوھری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے فرمایا: میں نے جابر بن عبداللہ انصاری کو کہتے سنا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مرگی کے مرض میں مبتلا ایک شخص کے پاس سے گذرے کہ جس کے اطراف میں لوگ جمع ہوئے اسے دیکھ رہے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دریافت فرمایا: ''یہ لوگ کس بات پر جمع ہوئے ہیں؟'' آپؐ سے عرض کیا گیا: مجنون و پاگل مرگی کا شکار ہوا ہے کہ جس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یہ پاگل نہیں ہے، کیا میں تم کو حقیقی پاگل کے بارے میں خبر نہ دے دوں؟'' لوگوں نے عرض کیا: یقیناً یا رسول اللہؐ! فرمایا: ''حقیقی پاگل (تکبرانہ انداز میں) ناز سے چلنے والا، (غرور میں مبتلا ہوکر) اپنی آنکھوں کے گوشوں سے دیکھنے والا، اپنے پہلوؤں کو دونوں شانوں کے ساتھ ادھر اُدھر حرکت دینے والا ہے۔ وہ (حقیقی) پاگل ہے اور یہ (بیمار شخص تو فقط) مصیبت میں مبتلاء ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے حمزہ بن حمران سے، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک جو شخص اس سے پوچھے جانے والے ہر سوال کے بارے میں جواب دے وہ یقیناً مجنون و پاگل ہے۔''

(۲۵۲) ☆ حمیۃ (پرہیز) کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطار۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے احمد ابن محمد سے، انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے، انہوں نے عبداللہ بن احمد سے، انہوں نے اسماعیل سے، انہوں نے خراسانی۔ یعنی الرضا علیہ السلام۔ سے آپ نے فرمایا: ''کسی چیز سے حمیۃ و پرہیز اس کو ترک کر دینے میں نہیں ہے بلکہ کسی چیز میں پرہیز فقط اس کے (استعمال کو) کم کر دینے میں ہے۔''

(۲۵۳) ☆ دبقا کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے ابراہیم ابن اسحاق سے، انہوں نے عبداللہ بن احمد سے، انہوں نے علی بن جعفر بن زبیر سے، انہوں نے جعفر بن اسماعیل سے، انہوں نے ایک راوی سے،

انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے آپؑ سے سوال کیا کہ مریض کو کتنے دن تک پرہیز کرنا چاہیئے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(ایک) دبق''پس میں دبق کی مقدار کو سمجھ نہ سکا تو میں نے اس کا آپؑ سے سوال کیا تو آپؑ فرمایا: ''دس دن''۔ایک اور حدیث میں ہے کہ گیارہ دبق اور ''دبق صباح'' رومی زبان سے ہے کہ جس سے گیارہ صبح کے معنی مراد لیا جاتا ہے۔

(۲۵۴) ☆ خائف کے معنی ☆

ا۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے علی ابن محمد قاسانی سے، انہوں نے ان سے کہ جنہوں نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے عبداللہ بن قاسم جعفی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے آپؑ کو فرماتے ہوئے سنا: ''خائف وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے فائدے میں اس زبان کے خوف کو ترک نہ کر دیا ہو کہ جس کے ذریعے سے وہ بولتا ہے۔''

(۲۵۵) ☆ کفو کے معنی ☆

ا۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اسماعیل بن مرّار سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ نے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''کفو اس کا پاکدامن ہونا ہے اور اسی کے پاس آسانی و راحت ہے۔''

(۲۵۶) ☆ مسلم، مؤمن، مہاجر، عربی اور مولیٰ کے معنی ☆

ا۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے

ارشادفرمایا: ''مسلم وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ سلامت ہوں، مؤمن وہ ہے کہ جس کو لوگ اپنے اموال اور اپنی جانوں کے سلسلے میں امین بنائیں۔''

۲۔ایک دوسری حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ مؤمن وہ ہے کہ جس کی اذیت سے اس کے پڑوسی امان میں ہوں۔

۳۔اور روایت کیا گیا ہے کہ الصادق علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''جو شخص اسلام میں (مسلمان والدین کے یہاں) پیدا ہوا وہ عربی ہے اور جو اس میں بڑا ہونے کے بعد داخل ہوا تو وہ مہاجر ہے، اور وہ کہ جس کو قید کیا گیا اور پھر آزاد کر دیا گیا وہ مولیٰ (غلام) ہے اور قوم کا مولیٰ (سرپرست) اس کے اپنوں میں سے ہوتا ہے۔''

(۲۵۷) ☆عقل کے معنی☆

۱۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے، انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: عقل کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''وہ کہ جس کے ذریعے سے رحمٰن کی عبادت کی جائے اور جس کے ذریعے جنّتوں کو کمایا جائے۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: وہ چیز کیا تھی جو معاویہ میں تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ مکر ہے، وہ شیطنت ہے؛ اور یہ عقل سے شباہت رکھتی ہے مگر عقل نہیں ہے۔ حسن ابن علی علیہما السلام سے سوال کیا گیا: عقل کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: غم واندوہ میں آہستہ آہستہ چلنا یہاں تک کہ فرصت کو پالے۔''

(۲۵۸) ☆اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے- کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نضر سے، انہوں نے ابوالحسین سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''اتقوا اللہ حق تقاتہ'' (اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے) (سورۂ آل عمران: آیت: ۱۰۲) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''اسکی اطاعت کی جائے کہ پھر اس کی نافرمانی نہ ہو، اس کو یاد رکھا جائے کہ پھر (کبھی) بھلایا نہ جائے اور اس کا شکر کیا جائے کہ پھر کبھی کفرانِ (نعمت) اور ناشکری نہ ہو۔''

(۲۵۹) ☆عبادت کے معنی☆

ا۔ میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ان سے جنہوں نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے خیثمہ بن عبدالرحمٰن جعفی سے، انہوں نے کہا کہ عیسیٰ بن عبداللہ قمی نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اس وقت میں (بھی) حاضر تھا، اس نے عرض کیا: عبادت کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی جس انداز سے اطاعت ہونی چاہیئے اس انداز سے اطاعت کرنے کی اچھی نیت۔''

(۲۶۰) ☆سائبہ کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے خالد بن جریر سے، انہوں نے ابوربیع شامی سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سائبہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کہ جو اپنے غلام کو آزاد کرتے وقت کہے: چلا جا جہاں جانا چاہتا ہے، تیری میراث میں سے میرے حق میں کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی مجھ پر تیرے گناہوں کی کوئی ذمّہ داری ہے [فرمایا] اور دو گواہوں کو گواہ بنائے۔

(۲۶۱) ☆کبر کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے عبداللہ بن طلحہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جس بندے کے دل میں رائی کے دانے کے برابر کبر (غرور) ہے وہ کبھی بھی جنّت میں داخل نہیں ہوگا اور جس بندے کے دل میں رائی کے دانے کی برابر ایمان ہے وہ (جہنم کی) آگ میں کبھی بھی داخل نہیں ہوگا۔'' میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے، یقیناً مرد جب لباس پہنتا ہے اور جانور پر سوار ہوتا ہے تو قریب ہے کہ اس سے کبر اور بڑائی ظاہر ہو۔ آپؑ نے فرمایا: ''یہ وہ نہیں ہے، کبر فقط حق کا انکار ہے اور ایمان حق کے ساتھ اقرار ہے۔''

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ابراہیم بن ھاشم سے، انہوں نے اسماعیل بن مرّار سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ابو ایوب خزّاز سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے دونوں۔یعنی ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام یا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام۔میں سے ایک سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جنّت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر کبر ہوگا۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: بیشک ہم اچھے لباس پہنتے ہیں تو ہم پر فخر داخل ہو جاتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ فقط ان امور میں ہے جو اس کے اور اللہ عزّ وجلّ کے درمیان ہیں۔''

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسین سعد آبادی نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے، انہوں نے یزید بن فرقد سے، انہوں نے اس شخص سے جس نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: ''جنّت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر کبر ہوگا اور (جہنم کی) آگ میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے۔'' راوی کہتا ہے: میں نے انّا للہ و انّا الیہ راجعون پڑھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تجھے کیا ہوگیا کہ انّا للہ و انّا الیہ راجعون پڑھا؟'' میں نے عرض کیا: اس بات پر جو میں نے آپؑ سے سنی۔امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ویسا نہیں ہے جس (معنی کی) طرف تم گئے ہو (کبر اور بڑائی سے) میری مراد فقط جھٹلانا اور کفر کرنا ہے فقط یہ جھٹلانا اور کفر کرنا ہے۔''

۴۔اور انہی اسناد کے ساتھ، ابن فضال سے، انہوں نے علی بن عقبہ سے، انہوں نے ایوّب بن حر سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''کبر لوگوں کو حقیر جاننا اور حق کو ہلکا اور ذلیل قرار دینا ہے۔''

۵۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے سیف سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ بن اعین سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک سب سے بڑا کبر مخلوق کو حقیر جاننا اور حق کو سبک (ہلکا) قرار دینا ہے۔'' میں نے عرض کیا: مخلوق کو حقیر جاننا اور حق کو سبک قرار دینا کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''حق سے جاہل رہنا اور اہل حق کو طعنہ دینا اور جو شخص یہ کام کرے گا تو یقیناً اس نے اللہ عزّ وجلّ سے اس کی چادرِ کبریائی پر جھگڑا کیا۔''

۶۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے ابن بقاح سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے عبدالملک سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص مکہ میں کبر سے مبرّا ہونے کی حالت میں داخل ہوگا تو اس کا گناہ بخشا جائے گا۔'' میں نے عرض کیا: کبر کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''مخلوق کو حقیر جاننا اور حق کو سبک قرار دینا۔'' میں نے عرض کیا: یہ کیسے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''حق سے جاہل

رہنا اور اہل حق کو طعنہ دینا۔"

اس کتاب کے مصنف ۔رضی اللہ عنہ۔ فرماتے ہیں: خلیل بن احمد کی کتاب میں ہے کہ "اس نے لوگوں کو اور نعمت کو حقیر جانا" اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ نعمت کو ہلکا سمجھے اور نعمت کو حقیر جانے، اور "وہ شخص اپنے دین کے سلسلے میں حقیر قرار دیا گیا ہے" اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کو طعنہ زنی کا نشانہ بنایا گیا ہو، "اس نے نعمت اور عافیت کو حقیر جانا" اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اس کا شکر ادا نہ کرے۔ ابوعبید نے آپ علیہ السلام کے قول: "حق کو سبک قرار دینا" کے سلسلے میں کہا ہے کہ اس کا معنی ہے حق کو کم عقلی اور جہالت کی نگاہ سے دیکھنا۔

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: "و من یرغب عن ملة ابراهیم الاّ من سفه نفسه" (اور کون ہے جو ملّت ابراہیمؑ سے اعراض کرے مگر یہ کہ اپنے ہی کو بیوقوف بنائے) (سورۂ بقرہ: آیت: ۱۳۰) بعض مفسرین نے اس کے "الاّ من سفه نفسه" کے متعلق کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص خود اپنی بے وقوفی کا ثبوت دے رہا ہے۔ اور جہاں تک تعلق آپ علیہ السلام کے قول: "غمص الناس" (لوگوں کو حقیر جاننے) کا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ان کی بے عزتی کرنا اور ان کو بے قدر جاننا اور اسی طرح کی چیزیں ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ اس میں اس حدیث کے علاوہ ایک اور معنی بھی ہیں۔ اور غَمَص ۔صاد کے ساتھ نہ کہ ضاد کے ساتھ ۔ غَمَط (حقارت کرنا) کے معنی میں ہے۔ اور جب غمص کا لفظ آنکھ کے لئے استعمال ہو تو اس سے مراد آنکھ میں موجود کیچڑ و چیپڑ ہوتا ہے۔ اور غمیصاء ایک ستارے کا نام ہے اور غمص کو آنتوں کے معنی میں استعمال کیا جائے تو اس سے مراد ان کا سخت ہونا، پیٹ میں مروڑ ہونا اور درد ہے۔

(۲۶۲) ☆اس تزکیہ کے معنی کہ جس سے [اللہ نے] منع فرمایا☆

۱۔ میرے والد ۔رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے جمیل بن درّاج سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "فلا تزکّوا انفسهم هو اعلم بمن اتّقی" (اپنے نفس کو زیادہ پاکیزہ نہ قرار دو وہ متقی افراد کو خوب پہچانتا ہے) (سورۂ نجم: آیت: ۳۲) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "انسان کا کہنا کہ: میں نے گذشتہ رات نماز (شب) پڑھی تھی اور میں نے گذشتہ روز روزہ رکھا تھا اور اسی طرح کی باتیں۔" پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: "بیشک ایک گروہ ایسا تھا کہ جب انہوں نے صبح کی تو کہنے لگے: ہم نے گذشتہ رات نماز (شب) پڑھی تھی، اور گذشتہ روز روزہ رکھا تھا تو علی علیہ السلام نے فرمایا: مگر میں تو رات اور دن سوتا رہا ہوں اور اگر ان دونوں کے درمیان میں کچھ پاتا تو اس میں بھی سوتا رہتا۔"

(۲۶۳)☆اس عُجب (خود پسندی) کے معنی کہ جو عمل کو فاسد کر دیتا ہے☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے احمد بن عمر حلاّل سے، انہوں نے علی بن سوید مدینی سے، انہوں نے ابوالحسن موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے میں نے آپ علیہ السلام سے اس عُجب (خود پسندی) کے بارے میں سوال کیا کہ جو عمل کو فاسد کر دیتا ہے، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''عجب کے درجات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص کسی بندے کے لئے اس کے برے کام کو آراستہ کرے تا کہ وہ اسے اچھا سمجھے اور نتیجتاً وہ خود پسندی کا شکار ہو جائے اور خیال کرنے لگے کہ اس نے کوئی اچھا کام انجام دیا ہے۔اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی بندہ اپنے ربّ پر ایمان لے آئے (اس انداز سے کہ گویا) اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر احسان کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا اس سلسلے میں اس پر احسان ہے۔''

۲۔میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی ایک کے لئے بھی فضیلت کو نہ جانتا ہو وہ اپنی رائے میں عجب وخود پسندی کا شکار ہے۔''

(۲۶۴)☆حسد کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے عبّاس بن معروف سے، انہوں نے سعدان بن مسلم سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام سے حسد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''گوشت وخون ہے کہ جو لوگوں کے درمیان گردش کرتا ہے یہاں تک کہ جب ہماری طرف انتہاء پر پہنچتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے اور وہ شیطان ہے۔''

(۲۶۵) ☆فقر کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے کہ جن تک پہنچایا سعد بن طریف نے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے حارث الاعور سے، انہوں نے کہا کہ ان سوالوں میں سے کہ جو علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے کئے تھے ان میں سے یہ بھی تھا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے سوال کیا: ''فقر کیا ہے؟'' امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: ''حرص اور انتہائی لالچ۔''

(۲۶۶) ☆بُخل اور شُحّ کے معنی☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری سے، انہوں نے فضیل بن عیاض سے، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم شحیح کو جانتے ہو؟'' میں نے عرض کیا: شحیح بخیل کو کہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''شحیح بخیل سے زیادہ شدید ہوتا ہے، بیشک بخیل بخل ان چیزوں میں کرتا ہے جو اس کے ہاتھ میں ہوتی ہیں جبکہ شحیح بخل ان چیزوں میں کرتا ہے کہ جو لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی ہیں اور ان چیزوں میں (بھی) کہ جو اس کے ہاتھ میں ہیں یہاں تک کہ لوگوں کے ہاتھوں میں کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتا مگر یہ کہ تمنا کرتا ہے کہ حلال یا حرام کسی طریقے سے وہ اس کے پاس آ جائے اور اللہ تعالی نے جو رزق اسے دیا ہے اس سے نہ تو وہ سیر ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر قناعت کرتا ہے۔''

۲۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ ارجانی سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ بن اعین سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک بخیل وہ شخص ہے کہ جو غیر حلال طریقے سے مال کو کماتا ہے اور ناحق کاموں میں خرچ کرتا ہے۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے کہ جن تک پہنچایا سعد بن طریف نے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے حارث الاعور سے، انہوں نے کہا کہ ان سوالات میں سے کہ جو علی صلوات اللہ علیہ نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے کئے تھے یہ بھی تھا کہ امام علی علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: ''شُحّ کیا ہے؟'' امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: ''کسی کا اپنے ہاتھ میں موجود چیز کو شرف جاننا اور اس کے

خرچ کرنے کوتلف جاننا۔''

۴۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے ، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے ، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے ، انہوں نے ابو جمیلہ سے ، انہوں نے جابر سے ، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''بخیل وہ شخص نہیں ہے جو اپنے مال میں فرض شدہ زکاۃ کو ادا کرتا ہو اور اپنی قوم میں ظاہر ہونے والے (حادثات) پر عطا و بخشش کرتا ہو، حقیقی بخیل تو فقط وہ ہے جو اپنے مال میں فرض شدہ زکاۃ نہ دے اور اپنی قوم میں ظاہر ہونے والے (حادثات) میں عطا نہ کرے جبکہ اس کے علاوہ مال کو فضول خرچی سے اڑاتا ہو۔''

۵۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے ، انہوں نے احمد بن محمد سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے حماد بن عیسی سے ، انہوں نے حریز سے ، انہوں نے زرارہ سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''شحیح فقط وہ شخص ہے کہ جو اللہ کے حق کو ادا نہ کرتا ہو اور اللہ عزّ وجلّ کے حق کے علاوہ میں خرچ کرتا ہو۔''

۶۔اور انہی اسناد کے ساتھ، احمد بن محمد سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے ابوجہم سے ، انہوں نے موسی بن بکر سے ، انہوں نے احمد بن سلیمان سے ، انہوں نے ابوالحسن موسی بن جعفر علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بخیل وہ شخص ہے کہ جو ان چیزوں میں بخل کرے جو اللہ نے اس پر فرض کی ہیں۔''

۷۔میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے ابن فضال سے ، انہوں نے معاویہ بن وھب سے ، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بخیل وہ ہے کہ جو سلام میں بخل کرے۔''

۸۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن حسن بن بندار بن مثنّٰی تمیمی طبری نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن حجاج مقری رقی نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن علاء بن ھلال نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوزکریا نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن بلال نے ، انہوں نے عمارہ بن غزیّہ سے ، انہوں نے عبداللہ بن علی بن حسین سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''حقیقی بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے پاس میرے نام کا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات نہ پڑھے۔''

(۲۶۷) ☆ برے حساب کے معنیٰ ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے حماد بن عثمان سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! تیرے اور تیرے (مؤمن) بھائی کے درمیان کیا مسئلہ ہے؟'' اس نے کہا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! میرے حق میں اس کے اوپر کچھ نکلتا ہے تو پس میں اپنے حق کے سلسلے میں انتہاء تک جاؤں گا۔'' پس ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ''تو مجھے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و یخافون سوء الحساب'' (اور وہ حساب کی برائی سے خوف زدہ رہتے ہیں) (سورۂ رعد: آیت: ۲۱) کے بارے میں بتا کہ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ لوگ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ خدا ان پر ناانصافی کرے گا یا ظلم کرے گا؟ نہیں، بلکہ وہ لوگ خوف زدہ ہیں انتہائی حد تک جانے اور دقّت (سے حساب لئے جانے) پر۔''

(۲۶۸) ☆ نادانی کے معنیٰ ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا حمیری نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے جن تک پہنچایا سعد بن طریف نے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے حارث الاعور ہمدانی سے، انہوں نے کہا کہ علی علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے ان سوالات میں کہ جو کئے تھے، فرمایا: ''اے بیٹا! نادانی کیا ہے؟'' امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: ''کم ظرف لوگوں کی پیروی اور گمراہوں کی صحبت۔''

(۲۶۹) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: ''حجامت کتنی اچھی عادت ہے'' کے معنیٰ ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''حجامت کتنی اچھی عادت ہے۔ یعنی جس کی حجامت کروانا عادت ہو۔ کہ یہ بصارت کو ظاہر کرتی ہے اور بیماری کو لے جاتی ہے۔''

(۲۷۰) ☆ حجامتِ نافعہ، مغیثہ اور منقذ ہ کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر بن محمد علیہما السلام کی طرف، آپ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے سر، دونوں شانوں کے درمیان اور پشت میں تین دفعہ حجامت کروائی اور ایک کو ''نافعہ'' (نفع بخش)، دوسری کو ''مغیثہ'' (مددگار) اور تیسری کو ''منقذ ہ'' (نجات بخش) نام دیا۔''

۲۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے حسن بن علی سے، انہوں نے احمد بن عائذ سے، انہوں نے ابن سلمہ۔ جو کہ ابوخدیجہ ہیں اور ان کا نام سالم بن مکرم ہے۔ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سر پر حجامت ناک کی طرف سے ایک بالشت اوپر اور دونوں ابروں کے درمیان انگشت شہادت اور انگوٹھے کے سروں کے درمیان کے حصے جتنی جگہ کے اوپر ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کا نام ''منقذ ہ'' (نجات بخش) رکھتے تھے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے سرِ مبارک پر حجامت کراتے تھے اور اس کا نام ''مغیثہ'' (فریادرس) یا ''منقذ ہ'' (رہائی بخش) رکھتے تھے۔

(۲۷۱) ☆ وضو میں احداث کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے، انہوں نے منصور بن حازم سے، انہوں نے ابراہیم بن معرض سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ: اہل کوفہ علیؑ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپؑ کوفہ میں تھے تب پیشاب کی حاجت سے فارغ ہوئے، پھر وضو فرمایا، پھر اپنے جوتوں پر مسح کیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: یہ محدث نہ ہونے والے کا وضو ہے (اس شخص کا وضو ہے جس سے حدث صادر نہیں ہوا ہے)۔ امامؑ نے فرمایا کہ ''ہاں'' علی علیہ السلام نے ایسا (ہی) کیا تھا۔ راوی نے کہا کہ تو کونسا حدث پیشاب سے بڑا حدث ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اس سے آپؑ کی مراد وضو میں (واجب چیزوں سے) آگے بڑھنا تھا کہ آپؑ نے وضو کی حد سے زیادہ انجام دیا ہے۔'' (۱)

(۱) یہ حدیث تقیہ پر محمول ہے۔ مصباح الفقیہ ہمدانی سے رجوع کیا جائے۔

(۲۷۲) علی بن حسین علیہما السلام کے اس قول کے معنی کہ "ویل ہے اس کیلئے جس کی اکائیاں اس کی دھائیوں پر غالب آجائیں۔☆

ا۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے ابوعمیر سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: "علی ابن حسین علیہما السلام فرمایا کرتے تھے: ویل ہے اس کے لئے جس کی اکائیاں اس کی دھائیوں پہ غالب آجائیں۔" تو میں نے امامؑ سے عرض کیا: یہ کیسے؟ (ہوسکتا ہے) تو آپؑ نے فرمایا: تونے نہیں سنا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:" من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزىٰ الّا مثلها" (جوشخص نیکی کرے گا تو اس کو اس کا دس گنا ثواب عطا ہوگا اور جوشخص بدی کرے گا تو اس کی سزا اس کو بس اتنی ہی دی جائے گی۔) (سورہ انعام: آیت-۱۶۰) جو ایک نیکی کرے گا اس کیلئے دس لکھی جائیں گی اور ایک برائی جب انجام دے گا اس کے لئے ایک ہی لکھی جائے گی۔تو ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اس سے جو دن میں دس برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے مگر اس کے لئے ایک نیکی بھی نہ ہو۔نتیجتاً اس کی برائیاں اس کی نیکیوں پر غالب آجاتی ہیں۔

(۲۷۳) ☆ صاع اور مد کے معنی، پانی کے صاع اور اس کے مد میں فرق، کھانے کے صاع اور مد میں فرق ☆

ا۔میرے والد اور محمد بن حسن۔رحمہما اللہ۔، دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے علی بن محمد سے، انہوں نے ایک راوی سے، انہوں نے سلیمان بن حفص مروزی سے، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "غسل (کے لئے) پانی کا ایک صاع ہے اور وضو (کے لئے) پانی کا ایک مد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاع پانچ مد پر مشتمل ہے اور مد دوسواسی درہم کے وزن کا ہے اور درہم چھ دوانیق کا وزن ہے اور دانق چھ دانوں کے مساوی ہے اور دانہ جو کہ دوایسے متوسط دانوں میں سے کہ جو نہ چھوٹوں سے اور نہ اس کے بڑوں سے ہو۔"

۲۔اور انہی اسناد کے ساتھ، محمد بن احمد سے، انہوں نے جعفر بن ابراہیم بن محمد ہمدانی سے، انہوں نے کہا۔جبکہ وہ ہمارے ساتھ حج میں تھے۔میں نے ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کی طرف اپنے والد کے ہاتھوں (خط) لکھا۔"مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے! ہمارے اصحاب نے صاع کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے، ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ فطرہ مدینہ کا صاع کے ذریعہ ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ عراق کے صاع کے ذریعہ ہوگا۔تو امامؑ نے مجھے تحریر فرمایا: "صاع مدنی چھ رطل اور عراقی نو رطل ہے۔" انہوں نے کہا: آپ مجھے باخبر کیجئے۔پس فرمایا: صاع

وزن کے اعتبار سے دو ہزار ایک سوستر (۲۱۷۰) وزن کا ہوگا (کہ تقریباً تین کلوگرام ہوتا ہے)۔

۳۔اور انہی اسناد کے ساتھ، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے، انہوں نے ابوالقاسم کوفی سے، وہ ایک مد لے کر آئے اور کہا کہ ابن ابوعمیر نے اس کو یہ مد عطا کیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے فلاں آدمی نے دیا تھا اور کہا تھا کہ مجھے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے عطا کر کے فرمایا: ''یہ نبی کا مد ہے''۔ پھر ہم نے اس کا وزن کیا تو ہم نے اسے چار مدّ (کے برابر) کا پایا۔اور وہ ایک اور ایک چوتھائی (سوا) قفیز کے برابر تھا ہمارے (اس زمانہ) کے قفیز کے مطابق۔

(۲۷۴) ☆ نامصہ، متنمصہ، واشرہ، مستوشرہ، واصلہ، مستوصلہ، واشمہ، اور مستوشمہ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن ہیثم عجلی۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن غراب سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جعفروں میں سب سے بہتر جعفر بن محمد علیہما السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہ السلام سے، آپؑ اپنے پدر بزرگوار علی ابن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسینؑ بن علیؑ سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن ابوطالب علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ نے نامصہ، متنمصہ، واشرہ، مستوشرہ، واصلہ، مستوصلہ، واشمہ، مستوشمہ پر لعنت فرمائی ہے۔

علی بن غراب کہتا ہے: نامصہ وہ عورت ہے جو چہرہ کے بال کو اکھیڑے۔ متنمصہ وہ عورت جس کے ساتھ یہ والا کام ہو۔ واشرہ وہ عورت ہے کہ جو دوسری عورت کے دانتوں کو تیز کر کے ان کے درمیان فاصلہ ڈالتی ہے اور اسے دھاردار بناتی ہے۔ مستوشرہ وہ عورت ہے جس کے ساتھ یہ کام ہو۔ واصلہ وہ عورت ہے جو کسی عورت کے بال دوسری عورت کے بالوں سے ملائے۔ مستوصلہ وہ عورت ہے جس کے ساتھ ایسا کیا جائے۔ واشمہ وہ عورت ہے کہ جو عورت کے ہاتھ یا بدن کے کسی حصہ پر گودے، اور یہ گودنا اس طرح سے ہوتا ہے کہ اس عورت کے ہاتھ یا اس کی ہتھیلی کی پشت یا بدن کے کسی اور حصہ پر سوئی چبھونا یہاں تک کہ اس میں اثر انداز ہو جائے پھر اسے سرمہ یا نورے سے پر کر دیتی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ سبز ہو جاتی ہے۔ اور مستوشمہ وہ عورت ہے کہ جس کے ساتھ یہ کام انجام دیا جائے۔

(۲۷۵) ☆ واصلہ اور مستوصلہ کے دوسرے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مکتب نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابراہیم بن زیاد کرخی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام الصادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لعنت کی واصلہ اور مستوصلہ پر یعنی زنا کرنے والی پر اور زنا کے لئے رابطہ کرانے والی پر۔

(۲۷۶) ☆ کلام کو پاکیزہ بنانا، کھانا کھلانا، سلام پھیلانا، ہمیشہ روزہ رکھنا، رات کو نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ کے معنی ☆

ا۔ مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحییٰ عطار۔ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے، انہوںؑ نے علی علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً جنت میں کچھ ایسے کمرے ہیں جن کا باہر اندر سے، اور اندر باہر سے دیکھا جاسکتا ہے، ان میں میرے وہ امتی رہیں گے جنہوں نے کلام کو پاکیزہ کیا، کھانا کھلایا، سلام پھیلایا، ہمیشہ روزہ رکھا، رات کو نماز پڑھی جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔'' پس علی علیہ السلام نے فرمایا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! آپ کی امت میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''اے علیؑ! کیا تم نہیں جانتے کہ کلام کو پاکیزہ کرنا کیا ہے؟ جو بھی صبح اور شام کے وقت دس مرتبہ کہے: سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ کھانا کھلانا (یعنی) مرد کا اپنی عیال کا خرچہ دینا ہے۔ ہمیشہ روزہ رکھنے کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ یہ کہ آدمی رمضان بھر روزہ رکھے اور ہر مہینے میں تین روزہ رکھے تو اس کے لئے پوری عمر کے روزے لکھے جائیں گے اور جہاں تک تعلق رات کو نماز پڑھنے کا ہے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو پس جو شخص نماز مغرب، آخری نماز عشاء اور نماز صبح مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھے تو ایسا ہے جیسا کہ اس نے پوری رات عبادت کی ہو اور سلام پھیلانا (یعنی) مسلمانوں میں سے کسی پر بھی سلام کرنے میں بخل نہ کرنا۔''

(۲۷۷) ☆ زہد کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نوفلی سے، انہوں نے سکونی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: امیر المؤمنین سے دریافت کیا گیا؟ دنیا میں زہد کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''دنیا کے حرام کاموں سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مالک بن عطیہ احمسی سے، انہوں نے معروف بن خربوذ سے، انہوں نے ابوطفیل سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ کو فرماتے سنا: ''دنیا میں زہد امیدوں کا مختصر ہونا، ہر نعمت پر شکر، اور جن چیزوں کو اللہ نے تم پر حرام کیا ہے ان سے دوری اور پرہیز اختیار کرنا۔''

۳۔ اور انہی اسناد کے ساتھ احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جہم بن حکم نے، انہوں نے اسماعیل بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''دنیا کے سلسلہ میں زہد مال کھودینے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی حلال کو حرام کرنے کا بلکہ دنیا کے سلسلہ میں زہد جو کچھ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے اس کے مقابلہ میں جو کچھ تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے اس پر زیادہ بھروسہ نہ کرنے کا نام ہے۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے، انہوں نے علی بن ھاشم البرید سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ ایک آدمی نے آپؑ سے زہد کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''زہد دس چیزیں ہیں اور جو زہد کا اعلیٰ ترین درجہ ہے وہ ورع (گناہوں سے دوری اور پرہیز) کا پست ترین درجہ ہے اور جو ورع کا اعلیٰ ترین درجہ ہے وہ یقین کا پست ترین درجہ ہے اور جو یقین کا اعلیٰ ترین درجہ ہے وہ رضا کا پست ترین درجہ ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ بیشک زہد اللہ عزوجل کے کتاب کی آیت میں یہ ہے کہ '' لکیلا تأسوا علیٰ ما فاتکم و لا تفرحوا بمآاتکم '' (تاکہ جب کوئی چیز تم سے جاتی رہے تو تم اس کا رنج نہ کرو اور جب کوئی چیز خدا تم کو دے اس پر اترایا نہ کرو) (سورہ حدید۔ آیت: ۲۳)۔''

۵۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے علی بن حدید سے، انہوں نے ان سے جنہوں نے ان سے بیان کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے خطبے میں کہ جو بنی اسرائیل کو دیا تھا۔ کہا: میں نے تمہارے درمیان صبح کی اس حالت میں کہ میرا اسالن بھوک ہے۔ اور میرا کھانا وہ کچھ ہے جو زمین حشرات اور جانوروں کے لئے اگاتی ہے۔ میرا چراغ چاند ہے، میرا بچھونا خاک ہے، میرا تکیہ پتھر ہے، نہ میرا گھر ہے کہ خراب

ہو، نہ مال ہے کہ تلف ہو، نہ اولاد کہ مرے اور نہ بیوی کہ غم زدہ ہو۔ میں نے صبح کی اس حالت میں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں اور شام بھی کی اسی حالت میں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں اور میں آدمؑ کی اولاد میں غنی ترین ہوں۔''

(۲۷۸) ☆لوگوں میں سے صاحب ورع کے معنی☆

ا۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے، انہوں نے فضیل بن عیاض سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔ راوی کہتا ہے: میں نے امامؑ سے عرض کیا: لوگوں میں صاحب ورع و پرہیزگار کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''وہ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز اور ان سے اجتناب کرتا ہو اور جب وہ مشتبہ چیزوں سے نہیں بچے گا تو حرام میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ اسے پہچان بھی نہ ہوگی اور جب برائی دیکھے اور اس کا انکار نہ کرے جبکہ وہ اس پر قوت رکھتا ہو تو یقیناً اس نے اللہ کی نافرمانی کو پسند کیا اور جو اللہ کی نافرمانی کو پسند کرے تو یقیناً اس نے اللہ سے دشمنی کے ساتھ مقابلہ پر نکل کر لڑائی کی، اور جو شخص ظالموں کی بقاء کو محبوب رکھتا ہے تو یقیناً اس نے اس بات کو محبوب رکھا کہ اللہ کی نافرمانی کی جائے، چونکہ اللہ تبارک و تعالی نے اپنی ذات کی حمد (اس صفت کے ساتھ) بیان فرمائی ہے کہ وہ ظالموں کو ہلاک کرنے والا ہے اس نے فرمایا ہے: ''فقطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد للہ ربّ العالمین۔'' (پھر ظالمین کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور ساری تعریف اس خدا کے لئے ہے جو رب العالمین ہے) (سورۂ انعام: آیت-۴۵)

(۲۷۹) ☆حسن خلق کے معنی اور اس کی تعریف☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں ایک سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: حسن خلق کی تعریف کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہارا چلنے پھرنے میں فروتنی و نرمی اختیار کرنا، اپنی گفتگو کو پاکیزہ بنانا اور اپنے (مؤمن) بھائی سے خوش اخلاقی کے ساتھ ملاقات کرنا۔''

(۲۸۰) ☆ اخلاق اور خلق کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں ایک سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ لقمان نے اپنے فرزند سے فرمایا: ''اے بیٹا! سووالا بن مگر ایک سے نہ پلٹ، اے بیٹا! اور وہ تمہارا اخلاق اور خلق ہے، پس تمہارا اخلاق اور تمہارا خلق ہے، پس تمہارا اخلاق تمہارا دین ہے اور تمہارا خلق تمہارے اور لوگوں کے درمیان (کے معاملات میں) ہے تو ان کی طرف بغض مت رکھو اور اچھے اخلاق کو سیکھو، اے بیٹا! اچھوں کی غلامی کر لو مگر بروں کی اولاد مت بنو، اے بیٹا! امانت کو ادا کرو تا کہ تمہاری دنیا اور آخرت تمہارے لئے سلامت ہو جائے اور امین بن جاؤ تو غنی و بے نیاز ہو جاؤ گے۔''

(۲۸۱) ☆ مرض سے شکایت کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے اپنے اصحاب میں ایک سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''شکایت یہ نہیں کہ آدمی کہے: گذشتہ رات میں بیمار تھا یا گذشتہ رات مجھے بخار ہوا۔ بلکہ شکایت یہ ہے کہ کہے کہ میں ایسی چیز میں مبتلا ہوا جس میں کوئی بھی مبتلا نہیں ہوا۔''

(۲۸۲) ☆ العالم علیہ السلام کا قول: جو شخص حمّام میں داخل ہو تو چاہیئے کہ اس پر اس کا اثر نمودار ہو۔ کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا: ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کی طرف نگاہ فرمائی جو اپنے دونوں ہاتھوں پر خضاب لگائے حمّام سے نکل رہا تھا تو اس سے ابوعبداللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کیا تو اس بات پر خوش ہوگا کہ اللہ عزّ وجلّ نے تیرے ہاتھوں کو اس طرح خلق فرمایا ہو؟'' اس نے کہا: نہیں، قسم بخدا! اور میں نے تو یہ کام صرف اس لئے انجام دیا کہ مجھ تک آپؑ سے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص حمّام میں داخل ہو تو چاہیئے کہ اس پر اس کا اثر نمودار ہو یعنی مہندی کا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ویسا نہیں ہے جس کی طرف تم گئے ہو، اس کے معنی فقط یہ ہیں کہ جب تم میں سے کوئی حمّام میں سے باہر نکلے جبکہ وہ سالم بھی ہو تو اسے چاہیئے کہ دو رکعت نمازِ شکرانہ پڑھے۔''

سعد نے کہا: اور مجھے خبر دی احمد بن ابی عبداللہ نے، اور ان سے روایتِ مرفوعہ بیان کی نوح بن شعیب نے کہ فرمایا: اسے چاہیئے کہ اللہ عزّ وجلّ کی حمد بجالائے۔

(۲۸۳) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''طاعون سے فرار اختیار کرنا دشمن کی طرف بڑھنے والے لشکر جرار سے فرار اختیار کرنے کی مانند ہے۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان الاحمر سے، انہوں نے کہا کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک نے ابوالحسن امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے اس طاعون کے متعلق سوال کیا کہ جو ایک ایسے شہر میں پھیلا کہ جس میں میں ہوں تو کیا وہاں سے بھاگا جا سکتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں''۔ اس نے عرض کیا: بستی (چھوٹا شہر) میں پھیلا ہو کہ جس میں میں ہوں تو کیا وہاں سے جایا جا سکتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے عرض کیا: گھر میں ہو جس میں میں ہوں تو کیا وہاں سے جایا جا سکتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے عرض کیا: اور ہم حدیث پاتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''طاعون سے فرار اختیار کرنا دشمن کی طرف بڑھنے والے لشکر جرار سے فرار اختیار کرنے کی مانند ہے۔'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بات اس قوم کے سلسلے میں فرمائی تھی کہ جو دشمن کی طرف کے خطر والے سرحدی علاقہ میں رہا کرتی تھی، پس وہاں طاعون واقع ہوا تو لوگ اپنے علاقے کو خالی کرنے لگے اور وہاں سے فرار اختیار کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ان لوگوں کے لئے ارشاد فرمائی تھی۔''

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب مسجد میں موجود لوگوں کے درمیان طاعون پھیل جائے تو ان لوگوں کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہاں سے کسی اور مقام کی طرف فرار اختیار کریں۔

(۲۸۴) ☆ العالم علیہ السلام کے اس قول کے معنی کہ مومن کی پوشیدہ چیز مومن پر حرام ہے ☆

ا۔ میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے حسین بن مختار سے، انہوں نے زید شحام سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام

سے، آپؑ کے قول ''مومن کی پوشیدہ چیز مومن پر حرام ہے۔'' کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''(اس سے مراد) ایسا نہیں ہے کہ شرمگاہ ظاہر ہو اور وہ اس میں کسی حصے کو دیکھے بلکہ (اس سے مراد) فقط مومن کا مومن کے خلاف بات کو بیان کرنا ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے۔ راوی کہتا ہے: کسی نے امام سے عرض کیا: کیا مومن کی پوشیدہ چیز مومن پہ حرام ہے؟ فرمایا: ''ہاں'' تو میں نے عرض کیا: یعنی اس کے دونوں نیچے والے حصے؟ آپؑ نے فرمایا: ''ویسا نہیں جہاں تم گئے ہو بلکہ فقط یہ اس کے راز کو ظاہر کرنا ہے۔''

۳۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے حذیفہ بن منصور سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ایک چیز ہے کہ جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ ''مومن کی پوشیدہ چیز مومن پر حرام ہے''۔ آپؑ نے فرمایا: یہ تم سمجھ رہے ہو ایسا نہیں ہے بلکہ مومن کی پوشیدہ چیز یہ ہے کہ اس سے قابل عیب بات بولتے دیکھنا اور پھر اس کو یاد کر لینا تا کہ جب وہ غصہ میں ہو اس دن اس بات کے ذریعہ سے اس کی سرزنش کی جائے۔''

(۲۸۵) ☆ سخاء اور اس کی حد کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں ایک سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: سخا کی کیا تعریف ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''اپنے مال میں سے وہ حق نکالو جو خدا نے تم پر واجب کیا ہے اور اسے اسکی جگہ پر رکھو۔''

اور ہم سے بیان کیا محمد بن الحسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے محمد بن حسن صفار سے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے علی بن عقبہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

۲۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حماد بن عیسی سے، انہوں نے حریز بن عبداللہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''کریم سخی وہ ہے جو اپنے مال کو حق میں خرچ کرے۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسین سعد آبادی نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے احمد بن نضر سے، انہوں نے علی بن عوف ازدی سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام

صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سخاء یہ ہے کہ بندے کا نفس حرام کو طلب کرنے سے باز رہے۔ پس جب وہ حلال پر کامیاب ہو جائے تو اس کا نفس اسے اللہ عزوجل کی اطاعت میں خرچ کرنے پر پاکیزہ و آمادہ ہوتا ہے۔''

۴۔ انہی اسناد کے ساتھ احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے ایک راوی سے، انہوں نے حفص بن غیاث سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سخاء ایک درخت ہے کہ جس کی جڑ جنت میں ہے اور یہ دنیا پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ جو بھی اس کی کسی شاخ سے تعلق پیدا کر لے تو وہ اسے جنت کی جانب کھینچے گی۔''

(۲۸۶) ☆ سماحہ کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ہمارے اصحاب میں ایک نے، ان تک پہنچایا سعد بن طریف نے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے حارث الاعور سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو ان سے کئے ہوئے بعض سوالوں میں فرمایا: ''اے بیٹے! سماحہ کیا ہے؟'' امام حسنؑ نے جواب دیا: ''تنگی اور آسانی (ہر حال) میں عطا کرنا۔''

(۲۸۷) ☆ جواد کے معنی ☆

ا۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوجہم سے، انہوں نے موسیٰ بن بکر سے، انہوں نے احمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ ایک آدمی نے ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے جبکہ آپؑ طواف میں تھے، سوال کیا کہ آپؑ مجھے جواد کے بارے میں خبر دیجئے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہارے کلام میں دو جہتیں ہیں اگر تم مخلوق کے بارے میں سوال کرتے ہو تو جواد وہ ہے کہ جو کچھ اس پر اللہ نے فرض کیا ہے اسے ادا کرے۔ اگر تم خالق کے بارے میں سوال کرتے ہو تو وہ جواد ہے عطا کرے تب بھی اور وہ جواد ہے نہ دے تب بھی کیونکہ اگر وہ تمہیں عطا کرتا ہے تو وہ تمہیں وہ چیز عطا کرتا ہے جس کے تم حقدار نہیں ہو اور اگر وہ نہیں دیتا تو وہ چیز نہیں دیتا کہ جس کے تم حقدار نہیں تھے۔''

(۲۸۸)☆مروت کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ابی عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن عباس بن فضل بن عباس ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے، انہوں نے صباح بن خاقان سے، انہوں نے عمرو بن عثمان تیمی قاضی سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ اپنے اصحاب کے پاس پہنچے جبکہ وہ لوگ مروت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی کتاب کے سلسلہ میں تم لوگ کہاں ہو؟'' انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! کس جگہ؟ آپؑ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل کے اس قول میں: انّ اللہ یأمر بالعدل والاحسان. (یقیناً اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا) (سورہ نحل: آیت: ۹۰) تو عدل انصاف کرنا ہے اور احسان تفضّل و مہربانی کرنا ہے۔''

۲۔ عبدالرحمٰن بن عباس نے کہا۔ اور انہوں نے سلسلہ سند کو بلند کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاویہ نے امام حسن بن علی علیہما السلام سے مروت کے بارے میں سوال کیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''(مروت) آدمی کا اپنے دین پر حریص ہونا، اپنے مال کی اصلاح کرنا اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں قیام کرنا۔'' تو معاویہ نے کہا: آفرین آپ پر اے ابو محمد! راوی کہتا ہے: اس کے بعد معاویہ کہا کرتا تھا کہ میں چاہتا ہوں یزید بھی ایسا کہے جبکہ یقیناً وہ کانا ہے۔

۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اسماعیل بن مہران سے، انہوں نے ایمن بن محرز سے، انہوں نے معاویہ بن وہب سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''حسن بن علی علیہما السلام اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ معاویہ کے پاس تھے تو امام علیہ السلام سے اس نے کہا: اے ابو محمد آپؑ مجھے مروت کے بارے میں خبر دیجئے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''آدمی کا اپنے دین کی حفاظت کرنا، اپنے پیشہ کی اصلاح کے لئے قیام کرنا، تنازعات میں خوش رفتاری، سلام کو پھیلانا، کلام کی نرمی، (بھیک مانگنے سے) باز رہنا اور لوگوں کی جانب اظہار محبت ہے۔''

۴۔ انہی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے سلسلۂ سند کو بلند کیا سعد بن طریف تک، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے حارث الاعور سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: ''اے بیٹے! مروت کیا ہے؟ تو آپؑ نے جواب دیا: ''پاکدامنی اور مال کی اصلاح۔''

۵۔ انہی اسناد کے ساتھ، احمد بن محمد سے، انہوں نے علی بن حفص جوھری۔ کہ جن کا لقب قرشی ہے۔ سے، انہوں نے ہمارے کوئی اصحاب میں سے ایک راوی سے کہ جسے ابراہیم کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا: امام حسن علیہ السلام سے مروت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''دین میں پاکدامنی، زندگی میں بہتر محاسبہ اور مصیبت پر صبر۔''

۶۔ اور انہی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد سے، انہوں نے اسماعیل بن مہران سے، انہوں نے صالح بن سعید سے، انہوں نے ابان بن

تغلب سے، انہوں نے امام ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''مروت مال کو حلال و درست طریقے سے حاصل کرنا ہے۔''

۷۔اور انہی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر بن حماد انصاری سے، انہوں نے سلسلہ سند کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: '' آدمی کا اپنے پیشہ کی دیکھ بھال کرنا مروت میں سے ہے۔''

۸۔اور انہی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد سے، انہوں نے ہیثم بن عبداللہ نہدی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''مروت کی دو قسمیں ہیں: وطن و اقامت گاہ کی مروت، اور حالت سفر کی مروت۔ وطن و اقامت گاہ کی مروت تلاوت قران، مسجدوں میں حاضر ہونا، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، فقہ میں غور و فکر اور حالت سفر کی مروت سامان سفر (ہم سفروں کو) عطا کرنا، ان چیزوں میں کہ جو خدا کو ناراض نہیں کرتیں مزاح کرنا، اپنے ساتھیوں سے ناموافقت کم کرنا، جب تم ان سے جدا ہو جاؤ تو ان کے خلاف باتیں نہ کرنا۔''

۹۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے ابوقتادہ قمی سے، انہوں نے سلسلہ کو بلند کیا ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام تک کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''مروت کیا ہے؟'' تو ہم نے عرض کیا: ہمیں نہیں معلوم۔آپؑ نے فرمایا: ''مروت آدمی کا اپنے دسترخوان کو گھر کے دروازے پر رکھ دینے کا نام ہے اور مروتیں دو ہیں۔پھر آپؑ نے گذشتہ حدیث کی طرح ارشاد فرمایا۔

(۲۸۹) ☆ سبحۃ الحدیث اور تحریف کے معنیٰ ☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نوفلی سے، انہوں نے سکونی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک سب سے پسندیدہ سبحہ خدا کے نزدیک حدیث کی سبحہ ہے۔سب سے ناپسندیدہ کلام خدا کے نزدیک تحریف ہے۔'' تو کہا گیا: یارسول اللہؐ! حدیث کی سبحہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: '' (جب) کوئی آدمی دنیا کے حرص اور باطل و بیکار ہونے کو سنے تو اس موقع پر غمگین ہو کر اللہ عز و جل کا ذکر کرنے لگے اور تحریف آدمی کے اس قول کی طرح ہے کہ یقیناً میرا مال اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ میری مشقت کا نتیجہ ہے۔''

(۲۹۰) ☆ ظاہر قران اور باطن قران کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن خالد اشعری سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد اشعری سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے ابو خالد قماط سے، انہوں نے حمران بن اعین سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے قران کے ظاہر اور باطن کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس کا ظاہر وہ لوگ ہیں جن کے سلسلہ میں قران نازل ہوا اور اس کا باطن وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُن لوگوں جیسا عمل کیا (کہ جن کے سلسلہ میں قران نازل ہوا ہے) کہ اِن کو وہی جزا دی جائے گی جو اُن لوگوں کے سلسلہ میں نازل کی گئی ہے۔''(۱)

(۲۹۱) ☆ ایسا فقر کہ جو سرخ موت ہے۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن عیسی بن عبید یقطینی سے، انہوں نے صفوان بن یحیٰی سے، انہوں نے ذریح بن یزید محاربی سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''فقر سرخ موت ہے''۔ تو کہا گیا: کیا درہم و دینار کا فقر؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں بلکہ دین کے سلسلہ میں فقر۔''(۲)

(۱) البتہ ظاہر و باطنِ قران کے معنی اسی پر منحصر نہیں کہ جو مذکورہ حدیث میں بتائے گئے ہیں۔ کیونکہ متعدد احادیث ہمارے پاس ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قران لوگوں کے فہم اور درجاتِ ایمان و شناخت کی مناسبت سے متعدد معانی رکھتا ہے اور ان میں سے ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس کا باطن بھی باطن رکھتا ہے سات سے ستر تک۔

ظاہراً اس حدیث میں باطن سے مراد ''تاویل'' ہے اور ظاہر سے مراد ''تنزیل'' ہے اور اسی طرح دیگر احادیث مین باطن سے مراد ''تاویل'' ہے اور ایک حدیث اسی مطلب کی عیاشی اور دوسروں نے روایت کی ہے۔ اور معنی ''تاویل'' وہ ہے کہ بعض افراد نے اس سے عام معنی مراد لئے ہیں جو آیت سے سمجھ میں آتے ہیں، لیکن سب نے نہیں۔ اور وہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جو سادہ ذہنوں سے پوشیدہ ہیں۔ اسی بناء پر حدیث کے ساتھ جو فرمایا گیا ہے: قران کا ایک باطن ہے اور اس کے باطن کے لئے بھی ایک باطن ہے تو اس میں تضاد نہیں ہے۔

(۲) کہ مسائل دینی کو نہ سیکھا جائے اور صفات پسندیدہ کو ناپسند کیا جائے۔

(۲۹۲) ☆اس حدیث کے معنی جو روایت کی گئی ہے کہ جب زکاۃ نہیں دی جائے گی تب فقیر اور غنی کا حال خراب ہو جائے گا☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے بعض افراد سے کہ جنہوں نے ان سے روایت بیان کی، انہوں نے سلسلہ کو بلند کیا، فرمایا: جب زکاۃ نہ دی جائے گی تو فقیر اور غنی (دونوں) کا حال برا ہو جائے گا۔'' میں نے عرض کیا: فقیر کا حال برا ہوگا کیونکہ اس کے حق کو روکا گیا ہے مگر غنی کا حال کیوں برا ہوگا؟ فرمایا: ''زکاۃ نہ دینے والے غنی کا حال آخرت میں برا ہوگا۔''

(۲۹۳) ☆اس کے معنی جو روایت کی گئی ہے کہ جو اللہ عز وجل سے کم رزق پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے کم عمل پر راضی ہو جائے گا☆

ا۔میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن عمر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نصر بن قابوس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس حدیث کے معنی کے بارے میں سے سوال کہ: جو اللہ تعالیٰ سے کم رزق پر راضی ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے کم عمل پر راضی ہو جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''(اگر) بعض میں اس کی اطاعت کرے اور بعض میں نافرمانی۔''

(۲۹۴) ☆اللہ عز وجل پر توکل، صبر، قناعت، رضا، زہد، اخلاص اور یقین کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، اس حدیث میں کہ جسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک سلسلہ سند کو بلند کیا گیا ہے آپ نے فرمایا: ''جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آئے اور عرض کی: یارسول اللہ! بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ایک ایسے تحفے کے ساتھ آپ کی جانب بھیجا ہے کہ جسے آپ سے پہلے کسی کو بھی نہیں عطا کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا

:صبر اور اس سے بہتر میں نے کہا: وہ کیا؟ جبرئیلؑ نے کہا: رضا اور اس سے بہتر، میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: زہد اور اس سے بہتر ۔میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: اخلاص اور اس سے بہتر۔ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: یقین اور اس سے بہتر۔ میں نے کہا: وہ کیا ہے، اے جبرئیل؟ جبرئیلؑ نے کہا: اس تک رسائی کا واسطہ اللہ عزوجل پر توکل ہے۔ تو میں نے کہا: اللہ عزوجل پر توکل کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ جان لینا کہ مخلوق نہ ضرر پہنچا سکتی ہے نہ فائدہ دے سکتی ہے اور نہ روک سکتی ہے۔ اور مخلوق سے مایوس ہو جانا اور جب بندہ ایسا ہو جائے تو سوائے اللہ کے کسی کے لئے بھی عمل نہیں کرے گا اور امید بھی نہیں رکھے گا، ڈرے گا بھی نہیں مگر اللہ سے۔ کسی سے بھی لالچ نہیں رکھے گا مگر اللہ سے، پس یہ ہی توکل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: میں نے کہا: اے جبرئیلؑ! صبر کی کیا تفسیر ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: تم صبر کرو سختیوں پر جس طرح صبر کرتے ہو آسانی میں اور فقر میں، جس طرح صبر کرتے ہو غنی ہونے کی حالت میں اور بلا میں جس طرح صبر کرتے ہو عافیت میں اور جو کچھ اسے بلا پہنچی ہے اس کے بارے میں اپنے حال کی شکایت مخلوق کے پاس نہ کرے۔ میں نے کہا: قناعت کی کیا تفسیر ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: انسان جو کچھ دنیا سے پہنچے اس چیز پر قناعت کرے، کم پر قناعت کرے اور تھوڑے پر شکر کرے۔ میں نے کہا: رضا کی کیا تفسیر ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: راضی ہونے والا دنیا میں سے جو کچھ پہنچے یا نہ پہنچے اس پر اپنے سید و سردار پر ناراض نہیں ہوتا اور اپنے نفس کے حق میں تھوڑے سے عمل پر راضی نہیں ہوتا۔ میں نے کہا: اے جبرئیلؑ! زہد کی کیا تفسیر ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: زاہد اس سے محبت کرتا ہے جو اس کے خالق سے محبت کرتا ہے۔ اور اس سے بغض رکھتا ہے جو اس کے خالق سے بغض رکھتا ہو اور دنیا کے حلال سے بچتا ہے اور حرام دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا چونکہ دنیا کے حلال کا حساب ہے اور اس کے حرام کا عقاب ہے۔ اور تمام مسلمانوں پر اسی طرح رحم کرے جس طرح اپنے نفس پہ رحم کرتا ہے، اور باتیں کرنے سے اسی طرح بچتا ہے جس طرح اس مردار سے بچتا ہے جس کی بدبو پھیل چکی ہو اور دنیا کے سامان اور اس کی زینت سے اسی طرح بچتا ہے جس طرح اس آگ سے بچتا ہے کہ جس میں گھر جانے کا اسے خوف ہو اور اس کی امیدیں مختصر ہوتی ہیں اور اس کی موت اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے۔ میں نے کہا: اے جبرئیلؑ! اخلاص کی کیا تفسیر ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: مخلص وہ ہے جو لوگوں سے کسی چیز کا سوال ہی نہ کرے کہ پائے۔ اور اگر پالے تو راضی ہو جائے اور اگر اس کے پاس کچھ بچ جائے تو اسے اللہ کی راہ میں دے۔ جو مخلوق سے سوال نہ کرے تو اس نے یقیناً اللہ عزوجل کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ اور جب پائے تو راضی ہو جائے تو وہ اللہ کے بارے میں راضی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے راضی ہے اور جب اللہ کیلئے دیتا ہے تو وہ اپنے ربّ عزوجل پر بھروسہ کرنے والے کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا: یقین کی کیا تفسیر ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: یقین کرنے والا اللہ کے لئے اس طرح عمل بجالاتا ہے جیسے کہ اس کو دیکھ رہا ہو۔ اگر وہ خدا کو نہیں دیکھ رہا ہو تب بھی اللہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور یہ جان لیتا ہے کہ جو کچھ اس تک پہنچنے والا ہے وہ پہنچ کر ہی رہے گا اور جو نہیں پہنچنے والا ہے وہ نہیں پہنچے گا۔ یہ سب توکّل کی شاخیں ہیں اور زہد کے مدارج ہیں۔''
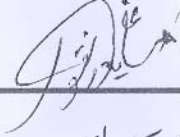
(۲۹۵) ☆اس کے معنی جو روایت میں ہے کہ صدقہ حلال نہیں ہے غنی کے لئے، اور نہ ہی درمیانی رتبے والے کے لئے اور نہ پیشہ ور کے لئے اور نہ طاقت ور کے لئے☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ غنی کے لئے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درمیانی رتبہ والے کے لئے اور نہ ہی پیشہ ور کے لئے اور نہ طاقت ور کے لئے۔'' ہم نے عرض کیا: اس کے کیا معنی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے لئے صدقہ لینا حلال نہیں ہے جبکہ وہ قدرت رکھتا ہو کہ اپنے نفس کو اس سے بچا سکے۔''

۲۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: صدقہ غنی کے لئے حلال نہیں ہے-اور یہ نہیں فرمایا: درمیانی حالت والے کے لئے (حلال) نہیں ہے-

(۲۹۶) ☆نبیؐ کے قول کے معنی کہ ہر حساب دینے والے پر عذاب ہوگا☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے ابو جارود سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ہر حساب دینے والے پر عذاب ہوگا۔'' کسی کہنے والے نے آپؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! کیا معنی ہیں اللہ عزوجل کے فرمان: ''فَسَوفَ یُحَاسَبُ حِسَاباً یَسِیراً.'' (پس عنقریب اس کا حساب آسان لیا جائے گا) (سورۂ انشقاق: آیت-۸) کا؟ آپؐ نے فرمایا: (نامہ اعمال) کو لیتے وقت یعنی غور سے دیکھتے وقت۔

(۲۹۷) ☆اس مٹی کے معنی جس کے کھانے کو (اللہ) نے حرام کیا ہے☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ابوعبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معاذی نے، انہوں نے معمر سے، انہوں نے ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

سے۔راوی کہتا ہے: میں نے آپؑ سے عرض کیا: لوگ مٹی اور اس کی کراہت کے بارے میں روایت کرتے ہیں، وہ کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ صرف گلی مٹی کا ہے اور یہ مٹی کا ڈھیلا ہے۔

۲۔روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ نے مٹی کا ڈھیلہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔مجھ سے یہ بیان کیا محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، اس نے احمد بن ابوعبداللہ سے۔

(۲۹۸) ☆اس روایت کے معنی کہ: ایک ہی دفعہ میں تین طلاق والی سے بچو کیونکہ وہ شوہر دار عورتیں ہیں☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن احمد مالکی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن طاؤس نے سن ۲۴۱ھ میں، انہوں نے کہا کہ: میں نے ابوالحسن امام الرضا علیہ السلام سے عرض کیا: میرا ایک بھتیجہ ہے جس سے میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے جبکہ وہ شراب پیتا ہے اور کثرت سے طلاق طلاق کہتا رہتا ہے۔تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اگر وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہے (یعنی شیعہ ہے) تو (اس پر) کوئی حرج نہیں ہے اس پر (یعنی طلاق واقع نہیں ہوگی) اور اگر وہ ان (اہل سنت) میں سے ہے تو تم اپنی بیٹی کو اس سے روکو چونکہ اس کی مراد (طلاق سے) جدائی ہے۔راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نہیں کی گئی کہ آپؑ نے فرمایا: ''بچو ایک ہی دفعہ میں تین طلاق والیوں سے کیونکہ وہ شوہر دار عورتیں ہیں۔''تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ اس صورت میں ہے کہ جب تمہارے (مومن) بھائیوں میں (معاملہ) ہو نہ کہ ان لوگوں میں، جو کسی قوم کا دین رکھتا ہے اس کے لئے اسی کے احکام لازم ہوں گے۔''

(۲۹۹) ☆رشتہ داری کے بوجھ بن جانے کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابوخطاب سے، انہوں نے ابن اسباط سے، انہوں نے علی بن ابوحمزہ سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''صلہ رحم عمر میں اضافہ کرتا ہے، مخفی صدقہ رب کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور قطع رحم اور جھوٹی قسم بستیوں کو گھر والوں سے ویران بنا کر چھوڑتے ہیں اور رشتہ داری کو بوجھ بنا دیتے ہیں اور رشتہ داری کا بوجھ نسل کا منقطع ہو جانا ہے۔''

(۳۰۰) ☆اس قاتل کے معنی جو مرے گا نہیں☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے محمد بن ابوعمیر سے، انہوں نے منصور بن یونس سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے علی بن حسین علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے ہاتھوں کا کھلا ہونا تمہیں دھوکہ میں مبتلا نہ کردے (کہ خون بہانے میں تمہیں روکنے والا کوئی بھی نہیں ہے) چونکہ بے شک اللہ کے پاس ایک ایسا قاتل ہے جو نہیں مرے گا۔'' لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہ کونسا قاتل ہے جو نہیں مرے گا۔ راوی کہتا ہے: آپؐ نے فرمایا: ''(جہنم کی) آگ۔''

(۳۰۱) ☆نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس قول کے معنی کہ خدا لعنت کرتا ہے جو حدث پیدا کرے یا محدث کو پناہ دے☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن مہز یار سے، انہوں نے اپنے بھائی علی سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے جمیل بن دراج سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے میں نے آپ علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لعنت کی جو مدینہ میں حدث ایجاد کرے یا محدث کو پناہ دے۔'' میں نے عرض کیا: وہ حدث کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''قتل''۔

۲۔ ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی فقیہ نے سرخس میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابولبید محمد بن ادریس شامی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسحاق بن اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سیف بن ہارون برجمی نے، انہوں نے عمرو بن قیس ملائی سے، انہوں نے امیہ بن یزید قرشی سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''جو حدث ایجاد کرے یا محدث کو پناہ دے اس پر خدا، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت اور اس سے نہ عدل (فدیہ) قبول ہوگا اور نہ صَرف (توبہ)۔'' تو کہا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! حدث کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جو کسی نفس کو ناحق قتل کرے، بغیر قصاص کے ناک کان کاٹ کر عبرت ناک سزا دے یا سنت سے ہٹ کر کسی بدعت کی ابتداء کرے، یا عزت والے کی آبروریزی کرے۔'' راوی کہتا ہے: پھر کہا گیا: عدل کیا ہے یا رسول اللہؐ؟ آپؐ نے فرمایا: ''فدیہ''۔ راوی کہتا ہے: پھر کہا گیا: صَرف کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''توبہ''۔

(۳۰۲) ☆ہجرت کے بعد اعرابی بن جانے کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے،انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے محمد بن حسین سے،انہوں نے ابن سنان سے،انہوں نے حذیفہ بن منصور سے،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا:''ہجرت کے بعد اعرابی بننے والا شخص وہ ہے جو اس امر (ولایت) کو معرفت کے بعد ترک کر دے۔''

(۳۰۳) ☆غفلت کی گھڑی کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے،انہوں نے سلیمان بن سماعہ سے،انہوں نے اپنے چچا عاصم کوزی سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا:نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:''نافلہ پڑھا کرو غفلت کی گھڑی میں،اگرچہ دو مختصر رکعتیں ہی ہوں۔ یقیناً یہ دو رکعتیں کرامت کے گھر (جنّت) کا وارث بنانے والی ہیں۔'' کہا گیا:یارسول اللہؐ!غفلت کا لمحہ کب ہوتا ہے؟آپؐ نے فرمایا: ''مغرب اور عشاء کے درمیان۔''

(۳۰۴) ☆اِمَّعَہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ سے،انہوں نے اپنے والد سے،اپنی اسناد کے ساتھ سلسلہ کو بلند کیا ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام تک کہ آپؑ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے فرمایا:''ہرگز اِمَّعَہ نہ بنو کہ تم کہنے لگو:میں لوگوں کے ساتھ ہوں اور میں لوگوں میں سے ایک کی طرح ہوں۔

(۳۰۵) ☆اس خبر کے معنی جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ پرسکون رہو جب تک آسمان اور زمین پرسکون ہیں☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن زیاد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ریّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبید اللہ بن عبد اللہ دھقان واسطی نے، انہوں نے حسین بن خالد کوفی سے، انہوں نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے۔راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! ایک حدیث ہے کہ جسے عبداللہ بن بکیر، عبید بن زرارہ کے حوالے سے روایت کرتے رہتے تھے۔راوی کہتا ہے: پس امامؑ نے مجھ سے فرمایا: وہ کیا ہے؟ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: عبید بن زرارہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس سال جس میں ابراہیم بن عبداللہ بن حسن نے خروج کیا تھا ملاقات کی اور آپؑ سے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! اس (ابراہیم) نے بہت باتیں بنائی ہیں اور لوگوں نے (بھی) اس کی طرف جلدی کی ہے، تو آپؑ کیا حکم دیتے ہیں؟ راوی کہتا ہے: پس امامؑ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور پرسکون رہو جب تک آسمان وزمین پرسکون ہیں۔'' راوی نے کہا: اور عبیداللہ بن بکیر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! اگر عبید بن زرارہ سچے تھے تو نہ کوئی خروج ہے اور نہ کوئی قائمؑ۔ راوی کہتا ہے: ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ''حدیث اسی طرح ہے جو عبید نے روایت کی ہے۔اور ویسا نہیں ہے جیسی عبیداللہ بن بکیر نے اس کی تاویل کی ہے۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے اپنے اس قول ''جب تک آسمان پرسکون ہیں'' سے تمہارے صاحب (امام زمانہؑ) کے نام کی صدا کا معنی لیا ہے اور ''جب تک زمین پرسکون ہے'' سے لشکر (صفیانی) کے دھنس جانے کا معنی لیا ہے۔''

(۳۰۶) ☆امیر المؤمنین کے قول: تمہارے دل میں لوگوں کی محتاجی اور ان سے بے نیازی جمع ہونا چاہیئے۔کے معنی☆

ا۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی احمد بن عمر نے، انہوں نے یحییٰ بن عمران سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: امیر المؤمنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: ''تمہارے دل میں لوگوں کی محتاجی اور ان سے بے نیازی جمع ہونی چاہیئے۔ان کی طرف تمہاری محتاجی ہو تمہارے کلام میں نرمی اور تمہاری خندہ پیشانی وخوش روئی میں اور تمہاری بے نیازی ہو ان سے اپنی آبرو کی پاکیزگی اور اپنی

عزت کی بقاء کے سلسلہ میں۔"

(۳۰۷) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی روایت کے معنی کہ آپؐ نے فرمایا: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسین سعد آبادی نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں ایک سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے اوپر ہے کیونکہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی قبر آپؐ کی قبر اور آپؐ کے منبر کے درمیان ہے اور جناب فاطمہ زہرؑا کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور اس قبر کی طرف جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

اس کتاب کے مصنف -رضی اللہ عنہ- فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسی طرح روایت کی گئی ہے مگر میں اس کے جو معنی ذکر ہوئے ہیں اس پر اعتراض کرتا ہوں۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر کی جگہ کے سلسلہ میں میرے نزدیک صحیح وہ ہے جسے مجھ سے بیان کیا میرے والد رحمہ اللہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سہل بن زیاد آدمی نے، انہوں نے احمد بن محمد بن ابونصر بزنطی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: آپ سلام اللہ علیہا کو ان کے گھر میں دفن کیا گیا پھر جب بنوامیہ نے مسجد کو وسعت دی تو وہ (گھر مسجد کا حصہ بن کر) مسجد میں منتقل ہو گیا۔"

(۳۰۸) ☆ امیر المومنینؑ کے قول "کرامت سے کوئی انکار نہیں کرتا مگر گدھا" کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے محمد بن قاسم سے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے حسن بن جہم سے، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے

فرمایا: امیر المؤمنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: ''کرامت کا کوئی انکار نہیں کرتا مگر گدھا۔'' میں نے عرض کیا: اس کے کیا معنی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''(کرامت یعنی) بیٹھنے میں وسعت اختیار کرنا اور خوشبو کہ جو اس پر عارض ہو رہی ہو۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے علی بن جہم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''کرامت کا کوئی انکار نہیں کرتا مگر گدھا۔'' میں نے عرض کیا: کرامت کونسی چیز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''خوشبو کی مانند اور وہ کہ جس کے ذریعے کوئی شخص دوسرے کی عزت کرتا ہے''۔

۳۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے علی بن میسرہ سے، انہوں نے ابوزید مکی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام کو فرماتے سنا: کرامت کا کوئی انکار نہیں کرتا مگر گدھا اور اس سے امام علیہ السلام نے خوشبو اور تکیہ مراد لیا۔

۴۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے، انہوں نے سماعہ بن مہران سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے آدمی کے بارے میں سوال کیا کہ جو خوشبو کو واپس کر دیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کرامت کو واپس کر دے۔''

(۳۰۹) ☆ آدم علیہ السلام کے لئے جبرائیل علیہ السلام کے قول: ۔حیّاک اللہ و بیّاک۔ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے ابن ابونصر سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن سیابہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''آدم علیہ السلام نے سو سال بیت اللہ کا طواف کیا اور حوا کی جانب نگاہ نہیں کی اور (فراق) جنت پر اتنا گریہ کیا کہ آپؑ کے دونوں گالوں پر دو تیز اور بڑی نہروں کی طرح آنسو جاری ہو گئے۔ پھر آپؑ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ: ''حیّاک اللہ و بیّاک. تو جب جبرائیل نے آپؑ سے کہا: حیّاک اللہ (اللہ آپ کو حیات عطا کرے) تو آپؑ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور آپؑ نے جان لیا کہ خدا آپؑ سے راضی ہو گیا ہے۔ جبرئیل نے کہا: بیّـاک، تو آپؑ ہنس پڑے اور ''بیّاک'' کے معنی ہیں میں تمہیں ہنساتا ہوں۔ فرمایا: اور آدمؑ کعبہ کے در پر کھڑے ہوئے۔ جبکہ آپؑ کے کپڑے اونٹ اور گائے کی کھال کے تھے۔ عرض کیا: ''اللّٰھمّ اَقِلْنِی عَشْرَتِی واغْفِرلِیْ ذَنْبِیْ واَعِدْنِیْ اِلَی الدَّارِ الّتِیْ اَخْرَجْتَنِی مِنْھَا ''(خدایا میری خطا کو معاف فرما اور میرے حق میں میرے گناہ کی مغفرت فرما اور میرے لئے اس گھر میں جگہ بنا دے جس سے مجھے تو نے نکالا تھا۔) پس اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً میں نے تیری خطا کو معاف کیا اور

تیرے حق میں تیرے گناہ کو بخش دیا اور عنقریب میں تجھے اس گھر کی جانب پلٹاؤں گا کہ جس سے میں نے تجھے نکالا تھا۔''

(۳۱۰) ☆ان گناہوں کے معنی جونعمتوں کوتبدیل کرتے ہیں، جوندامت کا سبب بنتے ہیں، جوعذاب نازل کراتے ہیں، جو(خدا کے) عطیہ کوروکتے رہتے ہیں، جوناموس کوبٹہ لگاتے ہیں اور جو بلاء نازل کراتے ہیں، اور جودشمن کوغلبہ دلاتے ہیں، اور جوفناء کوجلدی لاتے ہیں اور جوامید کومنقطع کردیتے ہیں اور جوفضا کوتاریک بنادیتے ہیں، اور جو پردوں کوکھول دیتے ہیں، اور جودعاؤں کوردکراتے ہیں اور جوآسمان سے بارش کوروک دیتے ہیں ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے معلّی بن محمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباس بن علاء نے، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا:''وہ گناہ جونعمتوں کوتبدیل کردیتے ہیں وہ (حق سے) بغاوت ہے۔اور وہ گناہ جوندامت کا باعث ہوتے ہیں وہ قتل ہے، وہ گناہ جوعذاب نازل کراتے ہیں وہ ظلم ہے، اور وہ گناہ جوناموس-جوکہ پردہ ہے-کوبٹہ لگادیتے ہیں وہ شراب پینا ہے، جورزق کوروک دیتے ہیں زنا ہے، اور جوفنا جلدی لاتے ہیں قطع رحم ہے اور جودعا کوردکراتے ہیں اور فضا کوتاریک بناتے ہیں والدین کا عاق کرنا ہے۔

۲۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن فضیل سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوخالد کابلی کو کہتے سنا کہ میں نے امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہما السلام کوفرماتے سنا:''وہ گناہ جونعمتوں کوتبدیل کردیتے ہیں لوگوں کے خلاف بغاوت وزیادتی، نیکی اور اچھائی کا حکم دینے کے سلسلہ کی عادت کا خاتمہ، کفران نعمت اور شکرکوترک کرنا ہیں۔اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔'' اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ.''(اور خدا کسی قوم کی حالت کواس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے کوتبدیل نہ کرلے)(سورہ رعد: آیت ۱۱) اور وہ گناہ جوندامت کو پیچھے لاتا ہے :اس نفس کا قتل جسے خدا نے حرام کیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:'' لَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ''(اس نفس کوقتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے)(سورۂ اسریٰ: آیت :۳۳) اور اللہ عزوجل نے قابیل کے قصے میں جب اس نے اپنے بھائی ہابیل کوقتل کردیا اور اس کے دفن سے عاجز ہوا

جبکہ (اس سے پہلے) اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل کو اچھا دکھایا کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔ فرمایا ہے۔ "فاصبح من الخاسرین" (اور وہ خسارے والوں میں شامل ہو گیا) (سورہ مائدہ: آیت-۳۰) اور رشتہ داروں سے تعلق ترک کرنا یہاں تک کہ (ایسی چشم پوشی کرے کہ گویا کہ) ان سے بے نیاز ہو گیا ہو اور نماز کو ترک کرنا یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے، اور وصیت اور مظالم کی واپسی کو ترک کرنا اور زکاۃ کو نہ دینا یہاں تک کہ موت حاضر ہو جائے اور زبان بند ہو جائے۔ اور وہ گناہ جو عذاب نازل کراتے ہیں نافرمانی کی معرفت رکھنے والے کا گناہ کرنا، لوگوں پر فخر کرنا، لوگوں کا مذاق اڑانا، ان سے ٹھٹھا کرنا۔ اور وہ گناہ جو (خدا کی) عطا کو دفع کرتے ہیں: فقر ظاہر کرنا، رات کے پچھلے حصے میں، اور نماز فجر کے وقت سونا، نعمتوں کو حقیر جاننا اور معبود عزوجل کا شکوہ کرنا۔ اور وہ گناہ جو ناموس کو بٹہ لگا دیتے ہیں: شراب خوری، جوا کھیلنا، فضول اور مزاح کے ایسے کام میں مشغول رہنا جو لوگوں کو ہنسائیں، لوگوں کے عیوب کو بیان کرنا، شکی مزاج لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔ اور وہ گناہ جو بلاء نازل کراتے ہیں: غمگین کی فریاد رسی نہ کرنا، مظلوم کی مدد کو ترک کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ضائع کر دینا۔ وہ گناہ جو دشمن کو غلبہ دلاتے ہیں کھلم کھلا ظلم، فجور کو ظاہری طور پر انجام دینا، حرام کو مباح سمجھنا، نیکیوں کی مخالفت اور بروں کا اتباع کرنا۔ وہ گناہ جو جلدی فنا کو لاتے ہیں: قطع رحم کرنا، جھوٹی قسم، جھوٹی باتیں، زنا، مسلمانوں کے راستے کو بند کرنا، حق کے بغیر امامت کا دعویٰ کرنا۔ اور وہ گناہ جو امید کو منقطع کر دیتے ہیں: اللہ کی کشادگی سے مایوس ہونا، اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا، غیر اللہ پر بھروسہ کرنا، اللہ عزوجل کے وعدے کو جھٹلانا۔ اور وہ گناہ جو فضا کو تاریک کرتے ہیں: جادو، کہانت، ستاروں پر ایمان، قضا و قدر کو جھٹلانا، والدین کا عاق کرنا ہیں۔ وہ گناہ جو پردوں کو کھول دیتے ہیں: ادا کرنے کی نیت کے بغیر قرض لینا، باطل پر خرچ کرنے میں زیادتی، اپنی عیال، اولاد، اقرباء پر (خرچ کرنے میں) بخل کرنا، بد اخلاقی، صبر کی کمی، تنگ دلی دکھانا، (اطاعت پروردگار میں) سستی کرنا، دینداروں کی توہین کرنا۔ وہ گناہ جو دعا کو رد کراتے ہیں: بری نیت، باطن کا برا ہونا، (مومن) بھائیوں سے نفاق رکھنا، جواب کے ذریعے تصدیق کو ترک کرنا، واجب نمازوں میں تاخیر کرنا یہاں تک کہ ان کا وقت چلا جائے، نیکی اور صدقہ کے ذریعے اللہ عزوجل کے تقرب کو ترک کرنا، گفتگو میں فحش اور گالیوں کا استعمال۔ اور وہ گناہ جو آسمان سے بارش کو روک دیتے ہیں: حاکموں کا فیصلوں میں ناانصافی کرنا، جھوٹی گواہی، گواہی چھپانا، زکاۃ، قرض، اور عام استعمال کی چیزوں کو نہ دینا، فقر و فاقہ میں مبتلا لوگوں کے ساتھ سخت دل ہونا، یتیموں اور بیواؤں پر ظلم کرنا، سائل کو جھڑکنا اور اسے رات کے وقت واپس پلٹانا۔

(۳۱۱) ☆عُرس، خُرس، عذار، وکار اور رکاز کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن یحییٰ عطار سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن احمد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابو عبداللہ رازی نے، انہوں نے سجادہ سے، انہوں نے موسیٰ بن بکیر سے، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن اول امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ولیمہ نہیں

ہے مگر پانچ (چیزوں) میں۔عرس، خرس، عذار، وکار اور رکاز میں۔عرس شادی ہے، خرس اولاد والا نفاس (نومولود کی پیدائش)، عذار ختنہ، وکار وہ جو گھر خریدے، رکاز وہ آدمی جو (حج یا عمرہ کر کے) مکہ سے آئے۔

اس کتاب کے مصنف۔رضی اللہ عنہ۔کہتے ہیں کہ میں نے بعض اہل لغت کو کہتے سنا ہے کہ وکار کے معنی کے سلسلہ میں کہ وہ کھانا کہ جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے گھر کے بناتے یا خریدتے وقت اسے وکیرہ کہتے ہے اور وکار اسی لفظ سے تعلق رکھتا ہے اور وہ کھانا جو سفر سے واپسی پر کھلایا جاتا ہے اسے نقیعہ کہا جاتا ہے اور اسے وکار بھی کہا جاتا ہے اور رکاز غنیمت ہے گویا کہ ان کی مراد مکّہ سے واپسی پر کھانا کھلانا بڑے ثواب کی غنیمت و نفع حاصل ہونے کی وجہ سے ہے اور اسی سے نبیؐ کا فرمان ہے کہ "الصوم فی الشتاء الغنیمة الباردة." (سردیوں میں روزہ ٹھنڈی غنیمت ہے) اور اہل عراق نے کہا ہے کہ رکاز تمام معدنیات کو کہتے ہیں اور اہل حجاز نے کہا ہے کہ رکاز صرف اس زمین میں چھپائے گئے مال کو کہتے ہیں کہ جسے اولاد آدم نے اسلام سے پہلے چھپایا ہو۔اسی طرح اس کا ابوعبیدہ نے تذکرہ کیا ہے۔ولا قوّة الّا باللہ۔ہمیں اس کی خبر دی ابوحسین محمد بن ھارون زنجانی نے۔اس خط میں جو کہ میری طرف لکھا تھا اور انہوں نے علی بن عبدالعزیز سے اور انہوں نے ابوعبید القاسم بن سلام سے۔

(۳۱۲) ☆ کلالہ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابوعمیر سے، انہوں نے اپنے اصحاب میں ایک سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: کلالہ وہ ہے جس کا (مرتے وقت) نہ باپ (زندہ) ہو اور نہ بیٹا۔''

(۳۱۳) ☆ حَمیل کے معنی ☆

ا۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے صفوان بن یحیٰ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے: میں نے امامؑ سے ''حَمیل'' کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''حمیل کی کونسی چیز؟'' عرض کیا: ایک عورت ہے کہ جس کو اس کی زمین سے اسیر کیا گیا جبکہ اس کے ساتھ چھوٹا بیٹا (یا بیٹی) ہو۔وہ کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ایک شخص اسیر ہو جائے اور اپنے بھائی سے ملے تو کہے کہ یہ (بچّہ) میرا بھائی ہے۔ان دونوں

کے پاس سوائے اپنے قول کے اور کوئی ثبوت وگواہی نہ ہو۔آپؑ نے فرمایا: ''تمہارے اردگرد کے لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' میں نے عرض کیا: جب ان کے پاس ان کی پیدائش کا کوئی ثبوت اور گواہی نہ ہوتو انہیں ایک دوسرے کا وارث قرار نہیں دیتے، کیونکہ اس بچہ کی ولادت شرک کی حالت میں ہوئی تھی۔تو آپؑ نے فرمایا: ''سبحان اللہ (عجیب فیصلہ کرتے ہیں!!) جب (وہ) عورت اپنے بیٹے (یا بیٹی) کے ساتھ آئی ہے اور مسلسل اقرار بھی کررہی ہے اور جب اس کے بھائی کی بھی پہچان ہوچکی ہے اور یہ بات دونوں سے صحیح بھی ہوسکتی ہے (ممکن ہے کہ وہ بچہ اس عورت کا بیٹا اور اس شخص کا بھائی ہو) اور اس کا وہ مسلسل اقرار بھی کریں تو ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔''

مجھے خبر دی ابوحسین محمد بن ھارون زنجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبدالعزیز نے، انہوں نے ابوعبید سے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے اس قوم کے بارے میں جو (جہنم کی) آگ سے نکلیں گے تو وہ ایسے نمودار ہوں گے جس طرح دانہ سیلاب میں اگتا ہے۔

اصمعی کا کہنا ہے حمیل ہر وہ چیز ہے جسے سیلاب اٹھالائے اور ہر محمول (اٹھی ہوئی چیز) کو حمیل کہا جاتا ہے جس طرح سے مقتول کو قتیل کہا جاتا ہے، اسی سے حمیل کے بارے میں عمر کا قول ہے کہ کوئی وارث نہیں بنے گا سواء ثبوت وگواہی کے اور اسے حمیل کہا جاتا ہے کیونکہ اسے بچپن میں اس کے وطن سے اٹھایا گیا اور وہ مسلمانوں کے شہر میں پیدا نہیں ہوا۔

اصمعی کہتا ہے کہ جہاں تک حِبّۃ (دانہ) کا تعلق ہے تو ہر نبات کے لئے (حب) دانہ ہوتا ہے تو وہ حب ہے اور اس میں سے حبّہ نکلا ہے۔ فرّا کہتا ہے کہ حبہ سبزی کے بیج کو کہتے ہے اور ابوعبید کہتا ہے کہ حمیل کے سلسلہ میں دوسری تفسیر بھی ہے جو کہ اس سے زیادہ اچھی ہے۔کہا جاتا ہے: اسے حمیل صرف اسی وجہ سے کہا گیا ہے کیونکہ وہ مجھول النسب ہے وہ یہ کہ آدمی کہے کہ یہ میرا بھائی ہے یا والد ہے یا بیٹا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی سوائے ثبوت اور گواہی کے ذریعہ۔کیونکہ ممکن ہے اس سے اس کا ارادہ اپنے آقا کہ جس نے اسے آزاد کیا ہے اس کی طرف جاتی ہوئی میراث کو بچانا ہو۔اسی وجہ سے زنازادہ کو ''حمیل'' کہا جاتا ہے۔کمیت نے قضاعۃ کے یمن کی طرف جانے کی ملامت کرتے ہوئے کہا ہے:

عَلیٰ مَ نَزَلْتُمْ مِنْ غَیْرِ فَقْرٍ ☆ وَلَا ضَرَّاءَ مَنْزِلَةَ الحمیل

(کہاں تم اتر گئے ہو فقر اور پریشانی کے بغیر حمیل کی نزول گاہ پر)

(۳۱۴) ☆امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان کہ اسلام میں جلب، جنب اور شغار نہیں ہے۔کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابوخطاب سے، انہوں نے جعفر بن رشید سے، انہوں نے غیاث سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو

فرماتے ہوئے سنا کہ: ''اسلام میں جلب، جَنب اور شغار نہیں ہے۔'' فرمایا: جلب گھوڑے کو دوسرے گھوڑوں کے ساتھ ہانکنا تاکہ اس کے ساتھ دوڑے۔ جنب وہ گھوڑا جو کہ کھڑا ہوا اس گھوڑے کے ساتھ کہ جس پر سواری کی جائے تو اس پر آواز کسی جائے۔ شغار وہ شادی ہے کہ آدمی جاہلیت کے زمانے میں اپنی بیٹی کی شادی اپنی بہن کے بدلے کرتا تھا۔

اس کتاب کے مصنف محمد بن علی کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں آدمی اپنی بیٹی کی کسی مرد کے ساتھ شادی کرتا تھا اس شرط پر کہ اس کا مہر یہ ہوتا کہ وہ مرد اپنی بہن کی شادی اس شخص سے کرائے۔

(۳۱۵) ☆ نکاح میں ادلا بدلی کی ممانعت۔کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابواحمد قاسم بن محمد بن احمد بن عبدویہ السراج زاہد ہمدانی نے ہمدان میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمرو احمد بن حسین بن عمرون نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن احمد بن نعیس بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابن حمانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالسلام نے، انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابوفروہ سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے ابوہریرہ سے، انہوں نے کہا کہ جاہلیت کے زمانے میں ادلا بدلی یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا کہ تم اپنی عورت کو مجھ سے تبدیل کرلو اور میں اپنی عورت کو تم سے بدل لیتا ہوں۔تم میرے لئے اپنی عورت سے اتر جاؤ تو میں تمہارے لئے اپنی عورت سے اتر جاتا ہوں۔تو اللہ عزوجلّ نے اس آیت کو نازل فرمایا: '' ولا ان تبدّل بهنّ من ازواجٍ وّ لو اعجبک حسنهنّ'' (اور یہ جائز نہیں ہے کہ ان بیویوں کو بدل لے چاہے دوسری عورتوں کا حسن کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے) (سورۂ احزاب: آیت-۵۲)۔راوی کہتا ہے عیینۃ بن حصن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ عائشہ بھی آپؐ کے پاس تھیں۔پس وہ بغیر اجازت کے پہنچ گیا تو نبیؐ نے اس سے فرمایا: ''اجازت طلبی کہاں گئی؟'' اس نے کہا: جب سے میں نے ہوش سنبھالا تب سے مضر قبیلے کے کسی بھی آدمی نے اجازت طلب نہیں کی ہے۔پھر کہنے لگا: آپؐ کے نزدیک بیٹھی ہوئی یہ خاتون کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: یہ ام المومنین عائشہؓ ہیں۔عیینہ کہنے لگا: کیا میں آپؐ کے لئے بہترین مخلوق کو نہ پیش کروں کہ آپؐ اسے چھوڑ دیں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اللہ عزوجلّ نے اس طرح کے کام کو میرے اوپر حرام قرار دیا ہے''۔پھر جب وہ چلا گیا تو عائشہؓ نے رسولؐ سے عرض کیا: یہ کون تھا، یارسول اللہؐ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: یہ ایسا احمق تھا جس کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ ماترین (قبیلہ والوں) پر اس کی قوم کا سردار ہے۔''

(۳۱۶) ☆اقیال العباھلہ،تیعہ،تیمہ،سیوب،خلاط،وراط،شناق،شغار اور اجباء کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابوحسین محمد بن ھارون زنجانی نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبدالعزیز نے،انہوں نے ابوعبید قاسم بن سلّام سے،اپنی اسناد کو متصل کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک۔کہ آپؐ نے وائل بن حجر حضرمی اور اس کی قوم کو تحریر فرمایا:"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے اہلیان حضرموت کے اقیال عباھلہ (وہ سردار جن کی ہمیشہ اطاعت ہو) کی طرف،نماز کے پڑھنے،زکاۃ کے ادا کرنے (کے بارے میں) چالیس پر ایک گوسفند۔چالیس سے زیادہ (دوسرے نصاب تک) اس کے مالک کے لئے ہیں،زیادتی (بچت) میں خمس ہے۔نہ خلاط ہے نہ وراط،نہ شناق اور نہ شغار،جو کھیتی پکنے سے پہلے بیچ ڈالے اس نے سودی لین دین کی۔اور ہر نشے والی چیز حرام ہے۔"

ابوعبید کہتا ہے:اقیال:۔بڑے بادشاہ سے کم (رتبے والے) یمن کے بادشاہ کو کہتے ہیں،اس کا مفرد "قیل" ہے اور یہ اپنی قوم کا بادشاہ ہوتا ہے۔اور "عباھلہ" وہ جن کی سلطنت کا اقرار کیا جائے اور وہ لوگ اس سلطنت سے معزول نہ ہوئے ہوں اور ہر مہمل چیز "معبہل" ہے۔تأبّط شراً (ایک عرب شاہد) کہتا ہے:

متیٰ تبغنی ما دمت حیّا مسلماً ☆ تجد نی مع المسترعل المتعبهل

(جب تم مجھے طلب کرو گے جب تک کہ میں زندہ مسلمان ہوں۔تم مجھے متعبھل جنگ کے دستہ اول میں پاؤ گے)۔

مسترعل (چرواھا):وہ آدمی ہے جو گھوڑوں یا اس کے علاوہ جانوروں کے گلّہ کے ساتھ نکلتا ہے۔مُتعبہل:وہ ہے کہ جسے حقیر چیزوں سے منع نہیں کیا جاتا۔راجز (ایک شاعر)۔اپنے اونٹ کو یاد کرتے ہوئے کہ جسے پانی پر چھوڑا گیا تھا تاکہ اس میں جیسے چاہے وارد ہو۔کہتا ہے:

☆عَباهِل عَبْهَلَهَا الوُارِد☆

(آزاد اونٹ کہ جسے دلیر و بہادر نے آزاد چھوڑا ہے)

یعنی اونٹ پانی پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ جیسے چاہے اس میں جائے۔"تیعہ" چالیس بھیڑ۔بکریوں کے لئے استعمال ہوتا ہے،تیمہ اس بھیڑ،بکری (کے ریوڑ) کو کہا جاتا ہو جو چالیس سے زیادہ ہو،یہاں تک کہ دوسرے نصاب زکاۃ تک پہنچ جائے۔اور کہا جاتا ہے یہ بھیڑ اور بکری مالک کے لئے پالتو ہیں جن سے وہ دودھ لیتا ہے۔اور وہ سائمہ (بیابان میں چرنے والی) نہیں ہے۔یہ وہ پالتو بھیڑ،بکری ہے جس کے بارے میں ابراہیم سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ پالتو بھیڑ۔بکری میں زکاۃ واجب نہیں ہے۔ابوعبید نے کہا ہے کہ کبھی اس کا مالک اس کے گوشت کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اسے ذبح کر دیتا ہے۔اس وقت کہا جاتا ہے "قَدْ اتام الرّجُل واتامت المرأة." (مرد نے بھوک کی حالت میں بکری کو ذبح کیا اور عورت نے بھوک کی حالت میں بکری کو ذبح کیا)۔حطیۂ (شاعر) لآئی کی اولاد کی تعریف میں کہتا ہے:

فَمَا تَتَامُ جَارَةُ آلِ لِأیَ ☆ ولکنْ یضمَنون لها قِراها

(آل لای کی کنیز نے بھوک کی وجہ سے بکری ذبح نہیں کی بلکہ ان لوگوں نے اس کو اس کام کے لئے ذمہ دار بنایا تھا)۔

شاعر بیان کر رہا ہے کہ کنیز گھر کی دودھ والی بکری کو ذبح کرنے کی محتاج نہیں تھی۔ ابوعبید کہتا ہے: ''سیوب'' زمین کے اندر چھپائے ہوئے مال کو کہتے ہے۔ میری نظر میں اس لفظ کو نہیں لیا گیا مگر اس ''سیب'' کے لفظ سے جو کہ بخشش کے معنی میں ہے۔ آپ کہتے ہے: ''مِن سیب الله و عطائه.'' (خدا کی بخشش وعطا سے) تو یہاں پر سیب بخشش کے معنی میں ہے۔

اور رسولؐ کا فرمان: نہ خِلاط ہے اور نہ وِراط۔ تو کہا جاتا ہے کہ خلاط کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے کہ جبکہ دو ملانے والے آدمیوں کے درمیان ایک سو بیس بھیڑیں ہوں، ایک کی اسی (۸۰) اور دوسرے کی چالیس (۴۰)، جب زکاۃ لینے والا آکر ان میں سے دو بھیڑیں لے لے تو اسّی والا چالیس والے کو ایک بھیڑ کا تیسرا حصہ واپس کرتا ہے تو اس پر ایک (پوری) بھیڑ اور دوسری کا تیسرا حصہ زکاۃ ہوئی۔ اور دوسرے پر (صرف) دو تہائی بھیڑ زکاۃ ہوئی۔ اور اگر زکاۃ لینے والا ایک سو بیس پر ایک بھیڑ لے تو اسّی (۸۰) والا چالیس (۴۰) والے کو ایک تہائی بھیڑ واپس کرتا ہے تو اس پر بھیڑ کا دو تہائی حصہ زکاۃ ہوئی اور دوسرے پر ایک تہائی۔ مطلب ہے اس قول کا کہ خلاط (جائز) نہیں۔ وراط دھوکہ دینا۔ ملاوٹ کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ رسولؐ کے قول: نہ خلاط (جائز) ہے اور نہ وراط۔ اس قول کی طرح ہے کہ متفرق کو جمع نہیں کیا جائے گا اور مجتمع کو علیحدہ نہیں کیا جائے۔''

اس کتاب کے مصنف۔ رضی اللہ عنہ۔ کہتے ہیں کہ یہ معنی زیادہ صحیح ہیں اور پہلے معنی میں کوئی (قابل دلالت) چیز نہیں ہے۔

اور رسولؐ کا قول: شناق (جائز) نہیں۔ تو شنق وہ مقدار ہے جو زکاۃ کے دو نصابوں کے درمیان ہوتی ہے اور وہ کہ جو پانچ اونٹ سے زیادہ ہوں دس تک، اور جو دس سے زیادہ ہوں پندرہ تک یعنی فرما رہے ہیں: اس درمیانی حصہ میں سے کچھ بھی (زکاۃ کے لئے) نہیں لیا جائے گا اور اسی طرح تمام ان مقداروں میں کہ جو دو نصابوں کے درمیان ہیں۔

اخطل ایک شخص کی تعریف میں کہتا ہے:

قرم تعلّق اشناق الديّات به ☆ اذا المئون امرت فوقه حملا

[قرم کہ جس سے دیّتوں کے درمیانی مقدار نے تعلق پیدا کیا ہے جب سینکڑوں (دیّتوں) کو اس پر اٹھانے کا حکم کیا گیا]

اور رسولؐ کا قول شغار (جائز) نہیں ہے۔ وہ یہ کہ جاہلیت میں کوئی شخص جب دوسرے کے پاس اس کی بیٹی یا بہن کی خواستگاری کے لئے جاتا تو اس کا مہر یہ قرار دیتا کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کی شادی اس سے کرائے گا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی مہر نہیں قرار پاتا۔ تو اس سے منع کیا گیا ہے۔ اور رسولؐ کا قول ''جس نے پکنے سے پہلے کھیتی کو بیچ دیا اس نے سود کی لین دین کی۔'' تو اس سے مراد کھیت کا بیچنا اس کے دانے ظاہر ہونے سے پہلے ہے۔

(۳۱۷) ☆ محاقلہ، مزابنہ، عرایا، مخابرہ، مخاضرہ، منابذہ، ملامسہ، بیع الحصاۃ اور اس کے علاوہ دوسری منع شدہ چیزوں کے معنیٰ ☆

ا۔ مجھے خبر دی ابوحسین بن محمد ھارون زنجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبدالعزیز نے، انہوں نے ابوعبید قاسم بن سلّام سے، ایسی سندوں سے کہ جو متصل کی گئی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک متفرق روایتوں میں کہ آپؐ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔ پس محاقلہ کھیت کو گندم کے بدلے بیچنا جبکہ وہ اپنے خوشے میں ہو۔ اور یہ ''حقل'' سے لیا گیا ہے۔ حقل وہی ہے جسے اہل عراق قراح کہتے ہیں۔ اور ضرب المثل میں کہا جاتا ہے: لا تنبت البقلة الا الحقلة۔ (ساگ کو کھیت ہی اگاتا ہے)۔ مزابنہ: کھجور کا کھجور کے بدلے بیچنا جبکہ وہ درختوں پر ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ''عرایا'' میں اجازت دی ہے۔ اس کا مفرد ''عریہ'' ہے یہ وہ کھجور کا درخت ہے جسے اس کا مالک کسی محتاج آدمی کو ایسے ہی دے دے۔ اور ''اعراء'' وہ کھجور کا درخت ہے جس کے ایک سال کا پھل کو کسی محتاج کے لئے قرار دیا جائے اور کہا ہے: کھجور کے درخت کے مالک کو یہ اجازت دے دی گئی کہ اس کھجور کے درخت سے ضرورت کے موقع پر خرید وفروخت کرسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب بھی کسی تخمینے لگانے والے کو بھیجتے تو فرماتے: تخمینہ میں نرمی کرو کیونکہ مال میں عریہ اور وصیہ (ایسا درختِ خرما جس کی شاخ سے گٹھا باندھتے ہیں) ہوتے ہیں۔

راوی کہتا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے۔ مخابرہ یہ وہ مزارعہ ہے کہ جو نصف، ایک تہائی، ایک چوتھائی اور اس سے کم اور زیادہ کے بدلے میں ہوتا ہے اور جو تجربہ اور مشاہدہ نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کی کے معنی بھی دیتا ہے۔ ابوعبید کہا کرتے تھے کہ اسی لئے ''کسان'' کو خبیر کہتے ہیں کہ وہ زمین کے بارے میں خبر دیتا ہے۔ مخابرہ: ''مواکرہ'' (معین حصے کے بدلے کھیتی کرنا) ہے۔ خبرۃ کسی چیز کا جاننا اور خبیر جاننے والے آدمی کو کہتے ہیں اس لئے (کاشت کار) کا 'اکار' نام رکھا گیا ہے چونکہ وہ زمین کو پھاڑتا ہے شگافتہ کرتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مخاضرہ سے منع فرمایا ہے۔ مخاضرہ یہ شگوفہ آنے سے پہلے پھلوں کی خرید وفروخت کرنا جبکہ اس کے بعد وہ سبز ہو اور مخاضرہ میں کھجور، سبزی اور اسی طرح کی چیزوں کی خرید وفروخت بھی داخل ہے۔ اور رسولؐ نے کھجور کو ''زھو'' سے پہلے خرید و فروخت کرنے پر منع فرمایا۔ ''زھو'' یعنی سرخ یا پیلا ہونا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ''شُقّح'' سے پہلے خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔ اور ''شقح'' (بغیر تشدید کے بھی) استعمال ہوتا ہے۔ تشقیح (باب تفعیل سے) کے معنی یہی زھو والا ہے یہی معنی ہے اس قول کا کہ۔ یہاں تک کہ ''عاھہ'' سے محفوظ ہو جائے۔ ''عاھہ'' اس کو پہنچنے والی آفت کو کہتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے منابذہ، ملامسہ اور حصاۃ کی خرید و فروخت سے منع فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک لفظ میں دو قول ہیں: جہاں تک منابذہ کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ آدمی اپنے ساتھی سے کہے کہ جب تم میری طرف کپڑا پھینکو یا سامان میں سے کوئی دوسری چیز یا میں تمہاری طرف پھینکوں تو یقیناً فلاں کے مقابلہ میں فلاں

چیز کی خرید وفروخت کا معاملہ لازم ہوگیا۔اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں کسی شخص کا یہ کہنا: جب میں کنکر پھینکوں تو معاملہ لازم ہو جائے گا۔یہ معنی ہیں اس قول کے کہ آپؐ نے حصاۃ کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے اور ملامسہ کے معنی ہیں آپ کا کہنا: جب تم میرے کپڑے کو مس کردیا میں تمہارے کپڑے کو مس کروں تو یقیناً فلاں کے مقابلہ میں فلاں چیز کی خرید وفروخت کا معاملہ لازم ہوگا۔

اور کہا جاتا ہے: بلکہ اس سے مراد سامان کو کپڑے کے پیچھے سے چھونا اور اس کی طرف نگاہ نہ کرنا اور اسی انداز سے خرید وفروخت کرنا۔اس قسم کے خرید وفروخت کے طریقوں سے زمانہ جاہلیت کے لوگ خرید وفروخت کیا کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے منع فرمایا چونکہ یہ سب (باعث) دھوکہ ہیں۔

اور رسولؐ نے ''مجر'' سے منع فرمایا ہے۔مجر یہ کہ اونٹ کو یا اس کے علاوہ کی خرید وفروخت کرنا جو اونٹنی کے پیٹ میں ہو اس کے بدلے میں۔اور کہا جاتا ہے کہ اسی لفظ سے "امجرت فی البیع اِمجاراً." (میں نے خرید وفروخت میں اونٹنی کے پیٹ کے بچے کو عوض قرار دیا) .کہا جاتا ہے۔

اور نبیؐ نے ملاقیح اور مضامین سے منع فرمایا۔ ملاقیح وہ جو کہ پیٹ میں ہو اور وہ جنین ہے اور اس کا مفرد ''ملقوقہ'' ہے اور مضامین اسے کہتے ہیں جو ''فحول'' (وطی کے لئے استعمال ہونے والے نر) کے صلب میں ہو اور اہل جاہلیت ان جنین کو جو اونٹنی کے شکم میں اور جو یہ فحول اسی سال یا چند سالوں میں پیدا کرنے والا ہے اس کی خرید وفروخت کیا کرتے تھے۔

اور نبیؐ نے ''حبل الحبلہ'' کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔اس کے معنی یہ ہیں، کہ اس جنین کا بچہ جو ابھی (خود) اونٹنی کے شکم میں ہے۔ ابوعبیدہ کے علاوہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں اس جنین کی اولاد کی اولاد۔اور یہ خرید وفروخت دھوکہ ونقصان (کا باعث) ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم سے نہیں جو قران کی مدد سے غنی نہ بنے۔

اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہم سے نہیں ہے جو قران کی مدد سے بے نیازی حاصل نہ کرے۔نہ کہ اس کے معنی کو آواز (آواز والے غنا) کی طرف لے جایا جائے۔اور یقیناً روایت کی گئی ہے کہ جو بھی قران پڑھے وہ ایسا غنی ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی فقر نہیں ہوتا۔اور روایت کی گئی ہے کہ جسے قران دیا گیا اور وہ گمان کرے کہ کسی کو زیادہ دیا گیا ہوگا اس سے جتنا اس کو دیا گیا ہے تو اس نے چھوٹے کو بڑا بنا دیا اور بڑے کو چھوٹا کردیا۔حامل قران کے لئے مناسب نہیں کہ وہ رائے رکھے کہ اہل زمین میں کوئی بھی اس سے زیادہ غنی ہے اگرچہ وہ دنیا کا اس کی وسعت کے ساتھ مالک ہو۔اور اگر ایسا ہوتا (کہ معنی غنی نہیں بلکہ غنا ہوتا) جیسا کہ ایک گروہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی قرأت میں اتار۔چڑھاؤ اور اچھی آواز ہے، پھر تو اس کے ترک کرنے میں سزا بڑی ہو جاتی کہ جو قرأت میں آواز میں اتار، چڑھاؤ نہ کرتا تو اس غنا کو ترک کرنے کی اجازت نہ ہوتی جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے تھے کہ " لیس منّا من لم یتغنَ باالقران"۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے منع کیا گیا ہے رکوع میں اور سجود میں قرأت سے،تو جہاں تک رکوع کا تعلق ہے تو اس میں تم اللہ کی عظمت بیان کرو (سبحان ربی العظیم وبحمدہ) اور سجدوں میں کثرت سے دعا کیا کرو کیونکہ وہ ''قَمِن'' ہے اس بات سے کہ

تمہارے حق میں دعا قبول کی جائے اور آپ کا قول ''قمن'' اس قول کی طرح کہ ''جدید وحری'' (مناسب اور شائستہ) ہے کہ تمہارے حق میں دعا قبول کی جائے۔

اور آپؐ نے فرمایا: خدا سے پناہ مانگو اس طمع سے جو دوسری طمع کی طرف راہنمائی کرے۔ طمع آلودگی وگندگی اور عیب کو کہتے ہیں اور ہر بری چیز دین میں یا دنیا میں ہے وہ طمع ہے۔

دو افراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس وراثت اور کچھ پرانی چیزوں کے بارے میں جھگڑا لے کر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: شاید تم میں سے کوئی دوسرے کے مقابلہ میں اپنی دلیل زیادہ اچھے طور پر بیان کرسکتا ہو۔ تو جس کے لئے میں نے اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ دیا تو میں نے اس کے لئے (جہنم کی) آگ کا ٹکڑا جدا کرلیا۔ تو دونوں شخصوں میں سے ہر ایک بولا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کہ میرا یہ حق میرے (مدمقابل) ساتھی کے لئے ہے۔ پس آپؐ نے فرمایا: بلکہ تم دونوں جاؤ، بھائی چارہ کرلو اور پھر حصہ لے لو پھر چاہیئے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے مقابل کے لئے (اس کے حصّہ کو) حلال قرار دے۔

تو آپؐ کا قول کہ " لعلّ بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض " (تم میں سے کوئی اپنی دلیل زیادہ اچھا بیان کرسکتا ہو دوسرے سے) یعنی زیادہ ذہانت والی اور زیادہ مضبوط اور ''لحن'' حاء کے زبر کے ساتھ۔ چالاکی اور جزم کے ساتھ خطا کے معنی میں آتا ہے۔ اور آپؐ کا قول کہ "اسمهما" (تم دونوں حصہ لے لو) یعنی قرعہ ڈال لو۔ اور یہ (حدیث) دلیل ہے ان لوگوں کے حق میں کہ جو احکام میں قرعہ ڈالنے کے قائل ہیں۔ اور آپؐ کا قول "اذهبا فتوخّیا" (تم دونوں جاؤ اور بھائی چارہ کرلو) فرمارہے ہیں کہ تم حق کا بھائی چارہ کرلو گویا کہ آپؐ دونوں جھگڑا کرنے والوں کو صلح کا حکم فرمارہے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قبروں پر تقصیص کرنے سے منع فرمایا ہے اور تقصیص تجصیص (سفیدی کرنا) ہے۔ کیونکہ ''جص'' کو ''قصہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسی لفظ سے کہا جاتا کہ میں نے گھر اور قبروں کو ''قص'' کیا جب انہیں سفید کرے۔

اور آپؐ نے قیل وقال، زیادہ سوال کرنے، مال ضائع کرنے، ماؤں کے عاق ہونے، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے اور عورتوں کا حق روکنے سے منع فرمایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قول: ''اضاعۃ المال'' (مال ضائع کرنا) یہ دو طریقوں سے ہوسکتا ہے۔ ان میں پہلا جو اصلی بھی ہے۔ وہ مال جو اللہ عزوجل کی نافرمانی میں خرچ کیا جائے تھوڑے میں سے ہو یا زیادہ میں سے اور یہ وہ خرچہ ہے کہ جسے اللہ نے عیب دار قرار دیا ہے اور جس سے منع فرمایا ہے۔ اور دوسرا طریقہ یہ کہ مال اس کے مالک کو دینا جبکہ اس کا وہ اہل نہ ہو۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ: " وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ . " (اور یتیموں کی آزمائش کرو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) تک پہنچیں پھر اگر تم ان میں پاؤ۔ جو کہ عقل ہے۔ تو ان کا مال انہیں لوٹا دو) (سورہ نساء: آیت-۶) اور یقیناً کہا جاتا ہے کہ بیشک دین میں رشد صالح ہونا ہے اور مال کی حفاظت کرنا ہے اور جہاں تک زیادہ سوال کرنے کا تعلق ہے تو آپؐ نے لوگوں سے ان کے مال کا سوال کرنے سے منع فرمایا ہے اور بسا اوقات چیزوں کے بارے میں سوال اور ان کے متعلق زیادہ بحث بھی مراد ہوسکتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل

نے فرمایا:" لَا تَسْأَلُوا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ." (ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر ہو جائیں تو تمہیں بری لگیں)(سورہ مائدہ: آیت-۱۰۱)

اور بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا، تو چونکہ وہ لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے اور اسی وجہ سے وہ قبر کو" داماد" کہا کرتے تھے۔

اور جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ آپؑ نے "قیل وقال" سے منع فرمایا ہے تو "قال" مصدر ہے۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب انہوں نے "عن قیل وقال" کہا تو گویا کہ انہوں نے "عن قیل وقول" کہا۔اسی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ قلت قولاً وقیلاً وقالاً اور عبداللہ (ایک قاری) کے کلام میں ہے کہ اس نے یوں پڑھا ہے "ذَالِكَ عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِ "وہ (آیت) اسی میں سے ہے گویا کہ انہوں نے کہا کہ" قول الحق" (سورہ مریم آیت۔۳۴)

اور اہل و مال میں "تبقر" سے منع فرمایا ہے۔اصمعی نے کہا ہے کہ تبقر کا اصلی معنی وسعت وکشادگی اور ظاہر کرنے کے ہیں"۔اور اس میں سے "بقرت بطنه" اس وقت کہا جاتا ہے جب آپ نے اس کا پیٹ چیر دیا ہو اور آپ نے اسے ظاہر کر دیا ہو اور ابو جعفر علیہ السلام کو "باقر" کہا گیا چونکہ آپؑ نے علم کو شگافتہ کیا اور اسے ظاہر کیا۔

اور آپؑ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی نماز میں اس طرح سر کو جھکائے جس طرح گدھا سر کو جھکاتا ہے۔اور اس کے معنی ہیں کہ آدمی اپنے سر کو رکوع میں جھکائے یہاں تک وہ اپنی پشت سے زیادہ نیچے ہو جائے۔اور "وكان صلى الله عليه و آله و سلّم اذا ركع لم يصوّب رأسه ولم يقنعه" کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم رکوع فرماتے تو سر مبارک نیچے نہیں کرتے تھے اور بلند بھی نہیں فرماتے تھے۔اس کے معنی ہیں کہ آپؐ اسے اتنا بلند نہیں فرماتے کہ آپؐ کے جسد مبارک سے اوپر ہو جائے بلکہ اس کے درمیان ہوتا اور "اقناع" کے معنی ہیں سر کو بلند کرنا اور کھینچنا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"مُهْطِعِينَ مُقْنِعِىْ رُؤُسِهِمْ ." (سر اٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہوں گے)(سورہ ابراہیم۔آیت ۴۳)اور جو کچھ اس میں سے مستحب ہے وہ یہ ہے کہ رکوع میں مرد کی پشت اور اس کا سر ہموار ہو گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب بھی رکوع فرماتے تھے تو اس انداز سے رکوع فرماتے کہ اگر پانی آپؐ کی پشت مبارک پر ڈالا جائے تو وہ ٹھہر جائے اور صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: نماز (کامل) نہیں ہے اس کی کہ جس کی پشت اس کے رکوع اور اس کے سجود میں سیدھی نہ ہو۔

اور آپؐ نے "اختناث الاسقيه" سے منع فرمایا ہے اور اختناث کے معنی ہیں کہ مشکیزہ کے دومنہ بنانا اور اس سے پینا۔اختناث کی اصل "تکسّر" (ٹوٹنا) ہے۔اور اسی وجہ سے (مرد جو کہ عورت سے شباہت رکھے) اسے مخنّث کہتے ہیں اس کے ٹوٹنے (اور دومنہ والے بننے) کی وجہ سے۔اور اسی لئے عورت کو (کہ جو مرد سے شباہت رکھے) خنثیٰ کہتے ہیں۔

"اختناث الاسقيه" کے بارے میں منع کی حدیث کی دو طریقوں سے تفسیر کی گئی ہے۔ان میں سے پہلی وجہ: خوف ہوتا ہے کہ شاید اس مشکیزہ میں جانور ہو اور اس بات پر حدیث کے معنی دائر ہوتے ہوں کہ آپؐ نے مشکیزہ کے منہ سے پینے سے منع فرمایا ہے۔

اور آپؐ نے منع فرمایا ہے: رات میں جداد سے یعنی نخل کے جداد سے اور جداد یعنی چننا۔اور آپ کی جانب سے یہ منع فرمانے کی وجہ

یہ ہے کہ اس وقت مسکین موجود نہیں ہوتے ہیں (بعض لوگ اس لئے کہ مسکین کو کچھ دینا نہ پڑے رات کی تاریکی میں کھجور چنتے تھے)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میراث میں "تعضیہ" نہیں ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ کوئی شخص مر جائے اور کوئی چیز اس طرح سے چھوڑے کہ اسے اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔ جب ان میں سے بعض تقسیم کرنا چاہتے ہوں تو اس میں ان سب کا یا ان میں سے بعض کا نقصان ہوتا ہو (مثلاً ایک مکان کو دس وارثوں کے درمیان چھوڑا جائے تو اگر اس مکان کے دس ٹکڑے کئے جائیں تو یقیناً کچھ کو نقصان ہوگا) تو فرما رہے ہیں کہ اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا اور یہ تعضیہ ہے اور اسی کے معنی متفرق کرنا ہے۔ اور اس کو "اعضاء" سے لیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے "عضیّت اللحم" جب گوشت کو جدا جدا کیا جائے۔ اللہ عزّوجلّ کا فرمان ہے: "الّذین جعلوا القراٰن عضین" (جن لوگوں نے قران کو ٹکڑے کر دیا) (سورہ حجر: آیت-۹۱) یعنی اس کے بعض پر ایمان لائے اور اس کے بعض میں کفر وانکار کیا۔ یہ بھی "تعضیہ" میں سے ہے کہ انہوں نے قرآن میں تفریق ڈال دی ہے۔ اور وہ چیز جو قابل تقسیم نہیں ہے جیسے جوہر میں سے دانہ کیونکہ اسے اگر تقسیم کیا جائے تو اس سے فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح کبوتر جب تقسیم کیا جائے۔ اور اسی طرح کپڑوں میں سے عبا۔ اور وہ چیزیں جو ان سے مشابہ ہیں اور یہ دوسرے احکام میں زیادہ فائدہ مند ہے کہ جس کے سلسلہ میں دوسری حدیث موجود ہے کہ: "لا ضرر ولا ضِرار فی الاسلام" (اسلام میں ضرر پہنچانا اور ضرر قبول کرنا نہیں ہے) پس اگر بعض وارث اس کی تقسیم کرنا چاہیں تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے بیچا جائے گا پھر اس کی قیمت ان میں تقسیم کی جائے گی۔

اور آپؐ نے دو قسم کے کپڑوں سے منع فرمایا ہے: "اشتمال الصّمّاء" اور یہ کہ آدمی ایسا کپڑا لپیٹے کہ اس کی شرمگاہ اور آسمان کے درمیان کوئی چیز نہ ہو۔ اصمعی کہتا ہے: "اشتمال الصّمّاء" کے معنی عرب کے نزدیک مرد کا ایسے کپڑے پر مشتمل ہونا کہ جو اس کے پورے جسد کو ڈھانپ لے اور اس کی کوئی جانب اتنی بلند نہ ہو کہ اپنا ہاتھ اس میں سے نکال سکے۔ فقہاء کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ آدمی کا اپنے آپ کو ایک کپڑے میں پورا لپیٹنا جبکہ اس پر اس کے علاوہ کچھ نہ ہو، پھر اس کو ایک طرف سے اٹھائے اور اسے کاندھے پہ رکھے کہ جس سے اس کی شرمگاہ ظاہر ہو جائے۔ اور امام صادق صلوات اللہ علیہ نے فرمایا: "التحاف الصماء" یہ ہے کہ مرد اپنی ردا کو بغل کے نیچے داخل کرے پھر اس کے دونوں سروں کو ایک کاندھے پر رکھے اور یہی صحیح تاویل ہے نہ کہ جو اس کے خلاف ہیں۔

اور آپؐ نے "ذبائح الجن" سے منع فرمایا اور "ذبائح الجن" یہ ہے کہ گھر خریدا جائے یا چشمے نکالے جائیں یا اسی طرح کے اور کام کئے جائیں تو جن کے لئے بدشگونی سے بچنے کے لئے جانور ذبح کرنا۔ ابوعبید کہتا ہے: اس کے معنی ہیں کہ وہ لوگ اس کام کو بدشگونی کی بنیاد پر انجام دیا کرتے تھے اس ڈر سے کہ اگر انہوں نے جانور ذبح نہ کیا اور کھانا نہ کھلایا تو اس کام میں جن کی طرف سے کچھ نقصان پہنچے گا تو نبیؐ نے اسے باطل قرار دیا اور اس سے منع فرمایا۔

اور آپؐ نے فرمایا: ہرگز وارد نہ ہو مرض والا صحت مند پر۔ یعنی کوئی شخص کہ جس کے اونٹ چربی کی یا کسی اور بیماری میں مبتلا ہوں تو اس کے لئے فرمایا: وہ اسے وارد نہ کرو مصحّ (صحتمند) پر اور مصحّ وہ ہے کہ جس کا اونٹ صحیح ہو اور بری ہو بیماری سے۔ اور ابوعبید کہتا ہے: اس کی وجہ

میرے نزدیک۔ واللہ اعلم۔ اس بات کا خوف ہے کہ اللہ عزوجل کی جانب سے اس صحت مند اونٹ پر بھی وہی بیماری آجائے جو اس بیمار اونٹ پر تھی اور ایسی صورت میں صحیح اونٹ والا شخص گمان کرے گا کہ یہ بیماری اس بیمار اونٹ کی وجہ سے آئی ہے اور یہ بدگمانی کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اونٹ اور بھیڑ کے تھنوں پر تھیلی مت باندھو اور اگر کوئی اس طرح تھیلی بندھی اونٹنی یا بھیڑ خریدے اور (بعد میں دودھ کم نکلے) تو وہ دو میں سے ایک کام کر سکتا ہے (یا تو اسے رکھ لے اور) اگر چاہے تو اسے لوٹا دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔ "المعراۃ" وہ اونٹنی یا گائے یا بکری کہ جس کے تھنوں میں دودھ روکا جائے اور جمع کیا جائے اور چند دنوں تک دودھ نہ نکالا جائے۔ "تصریہ" کی اصل پانی کو روکنا اور اسے جمع کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی میں سے ہے "صریت الماء" میں نے پانی جمع کیا اور مقصور حالت میں کہا جاتا ہے "ماء صری" اور کہا گیا ہے کہ مصراۃ کہا جاتا ہے گویا کہ بہت سارا پانی جمع ہو گیا ہو۔

دوسری حدیث ہے کہ "من اشتری محفلة فردھا فلیر دمعھا صاعاً" (جو "محفلہ" خریدے اور اسے واپس کرے تو اسے چاہیئے کہ اس کے ساتھ صاع بھی واپس کرے)۔ اور اسے محفلہ فقط اس وجہ سے کہا گیا چونکہ دودھ تھنوں میں زیادہ ہو گیا ہے اور جمع ہو گیا ہے اور ہر چیز کہ جس کی کثرت ہو جائے تو اسے "حفل" کہا جاتا ہے اور اسی میں سے کہا جاتا ہے "قد احفل القوم" جب وہ مجتمع ہوں اور کثیر ہوں اور اسی لئے کہا جاتا ہے: قوم کی محفل اور محفل کی جمع محافل ہے۔

اور آپ کا قول: خلابہ (جائز) نہیں یعنی دھوکہ وفریب۔ کہا جاتا ہے خلبتہ (ماضی) اخلبہ (مضارع) خلابۃ (مصدر) جب دھوکہ کے معنی لینا ہو۔ عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہم یہود سے ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جو ہمیں تعجب میں ڈالتی ہیں۔ آپؐ کیا رائے دیتے ہیں کہ ہم ان میں سے بعض کو لکھیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم ایسے حیران ہو جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہوئے؟ میں تمہارے لئے "بیضاء نقیہ" لے کر آیا ہوں۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں کچھ چارہ نہ ہوتا سوائے میری اتباع کے"۔ آپ کا قول "متھوکون" یعنی حیران ہونے والے ہو۔ فرما رہے ہیں: کیا تم اسلام کے سلسلہ میں حیران و سرگرداں ہو کہ اپنے دین کو نہیں پہچان سکتے جب تک کہ اسے یہود و نصاریٰ سے نہ لے لو۔ اس کے معنی ہیں کہ آپ اہل کتاب سے علم لینے کو ناپسند فرماتے تھے اور آپ کا قول کہ "میں تمہارے لئے "بیضاء نقیہ" لے آیا ہوں۔" تو اس سے مراد ملت حنیفہ وملّت ابراہیمی ہے، کہ اسی وجہ سے مؤنث کا صیغہ آیا ہے جیسے اللہ عزوجل کا قول: "وذالک دین القیمة" (سورہ بیّنہ: آیت-۵) سے مراد بھی فقط ملت حنیفہ وملّت ابراہیمی ہے۔

اور آپؐ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں منع کروں "غیلہ" سے۔ غیلہ وہی "غیل" ہے اور اس کے معنی ہیں کہ مرد کا دودھ پلانے والی عورت سے جماع کرنا اور اسی میں سے کہا جاتا ہے: "قد اغال الرجل واغیل" اور اولاد کو مغال اور مغیل کہا جائے گا۔

اور آپؐ نے "ارفاء" سے منع فرمایا اور اس کے معنی زیادہ تیل ملنا ہے۔

اور آپؐ نے فرمایا: "ایاکم والقعود بالصعدات الا من ادّی حقھا" (بچو صعدات پر بیٹھنے سے مگر وہ جو اس کا حق ادا

کرے)صعدات: راستوں کو کہتے ہیں اور اسے لیا گیا''صعید'' سے اور صعید کے معنی تراب ہیں۔صعید کی جمع صعد ہے پھر صعدات جمع کی جمع ہے۔جیسے کہا جاتا ہے طریق اس کی جمع طرق پھر طرقات۔اللہ عزوجل نے فرمایا:''فتیمّموا صعیداً طیّباً''۔(تو پاک مٹی سے تیمّم کرو)(سورہ نساء: آیت-۴۳)پس تیمّم کے معنی ہیں کسی شے کا قصد کرنا۔اور اسی سے کہا جاتا ہے ہ اَمتُ فلاناً [فانا] اُوَمّه امّاوتاَمّمته وتیمّمته. یہ سب میں عمداً کرنے اور قصد کرنے کے معنی ہیں۔اور صادق علیہ السلام سے مروی روایت میں کہا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:'' صعید بلند جگہ کو کہتے ہیں اور طیب وہ جگہ کہ جہاں سے پانی نیچے ڈھلتا ہے۔

اور آپؑ نے فرمایا: نماز اور سلام میں غرار نہیں ہے۔غرار کے معنی کمی کرنا ہے۔نماز میں تو اس کے رکوع اور سجود کے تمام کرنے کو ترک کرنا ہے۔ایک رکعت میں دوسری رکعت کے مقابلہ میں کم ٹھہرنا۔اور اسی سے قولِ امام جعفر صادق علیہ السلام ہے:''نماز میزان ہے جو پورا حق ادا کرے گا تو پورا حق لے لے گی''۔اور اسی سے تعلق رکھنے والا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول:''نماز پیمانہ ہے تو جو بھی وفا کرے گا اسی کے حق میں وفا کی جائے گی۔''تو یہ نماز میں غرار کے معنی ہیں۔اور سلام میں غرار تو کسی شخص نے کہا: السلام علیک، تو اس کا جواب دیتے ہوئے کہے کہ''وعلیک'' اور''وعلیکم السلام'' نہ کہے۔اور جواب میں حد سے تجاوز کرنا مکروہ ہے۔جس طرح کہ کمی کرنا مکروہ ہے۔وہ یوں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو سلام کیا اس نے کہا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ۔تو آپؑ نے فرمایا: ہم سے تجاوز نہ کرو فرشتوں کے اس قول سے کہ جو ہمارے پدر بزرگوار ابراہیم علیہ السلام کے حق میں تھا کہ رحمت اللہ وبر کاته علیکم اهل البیت انه حمید مجید۔''(سورہ ھود: آیت ۷۳)

آپؑ نے فرمایا: آپس میں''نجش'' اور''دبر'' نہ کرو-''لا تناجشوا ولا تدابروا''- اس کے معنی ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کے اوپر سامان کی قیمت کو بڑھائے جبکہ وہ خریدنا نہ چاہتا ہو تا کہ دوسرا سنے تو وہ بھی اِس کے بڑھانے کی وجہ سے قیمت بڑھائے۔اور''ناجش'' خیانت کرنے والے کو کہتے ہیں۔اور''تدابر'' تو یہ رابطہ منقطع کرنا اور دوری اختیار کرنے کے معنی میں ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنے ساتھی کی طرف پشت کرے اور اپنا چہرہ اس سے پھیر لے تو اس کے لئے''تدابر'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اور ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس اونٹنی کا دودھ دھویا تو نبیؐ نے اس سے فرمایا: تھوڑا سا دودھ تھنوں میں رہنے دو تو یہ دودھ آور ہوگی۔فرمایا ہے: تھنوں میں کچھ دودھ رہنے دو سب نہ دھو لو تو جسے تم بچاؤ گے تو وہ اپنے سے اوپر والے دودھ کو نیچے لائے گا۔اور جب تھنوں میں سے آخری حد تک دودھ نکال لیا تو اس کے بعد دودھ دیر سے آئے گا۔

آپؐ نے گھوڑوں میں''شکال'' کو مکروہ قرار دیا ہے۔یعنی کہ اس کی تین ٹانگیں سفید ہوں اور ایک دوسرے رنگ کی اور اس کو فقط اس لفظِ شکال سے لیا گیا ہے کہ جو اس چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کے ذریعہ سے گھوڑے کو باندھا جاتا ہے چونکہ یہ اس سے شباہت رکھتا ہے اس لئے کہ فقط تین پیروں سے باندھا جاتا ہے اور (شکال کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ) تین پیر دوسرے رنگ کے ہوں اور ایک سفید ہو اور جو شکال-سفید ہونا یہ بھی فقط (پچھلے) پیر میں ہوگا نہ کہ ہاتھ (اگلے پیر) میں۔

(۳۱۸) ☆سکینہ کے معنیٰ☆

ا۔ میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے سندی بن محمد سے، انہوں نے علاء سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''سکینہ ایمان ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے اسماعیل بن مرّار سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے۔ راوی کہتا ہے میں نے آپؑ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا: مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے! موسیٰؑ کا تابوت کیا تھا؟ اور اس کی وسعت کتنی تھی؟ آپؑ نے فرمایا: ''تین ذراع دو ذراع میں۔'' ﴿ذراع یعنی انگلیوں کے سرے سے کہنی تک کا ہاتھ﴾ میں نے عرض کیا: اس میں کیا تھا؟ آپؑ نے فرمایا: ''موسیٰ کا عصا اور سکینہ''۔ میں نے عرض کیا: سکینہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''اللہ کی روح جو کلام کرتی ہے۔ جب وہ لوگ کسی چیز میں اختلاف کرتے تھے تو ان سے کلام کرتی تھی اور ان کو جن باتوں کا انہوں نے ارادہ کیا ہوتا اس مافی الضمیر کو ظاہر کرتے ہوئے انہیں خبر دیتی تھی۔''

۳۔ میرے والد۔رضی اللہ عنہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوھمام اسماعیل بن ھمام نے، انہوں نے رضا علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا: ''تمہارے نزدیک سکینہ کیا ہے؟ جبکہ قوم نہیں جانتی کہ وہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ: اللہ ہمیں آپؑ کا فدیہ قرار دے! وہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''وہ خوشبودار ہوا ہے جو جنت سے نکلتی ہے۔ اس کی صورت انسان کی صورت کی مانند ہے۔ وہ نبیوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ وہی ہے جو ابراہیم علیہ السلام پر نازل کی گئی جب آپؑ کعبہ بنا رہے تھے تو اس نے رہنمائی کی کہ آپؑ اس اس طرح کریں اور اس پر ابراہیمؑ نے بنیاد رکھی۔''

(۳۱۹) ☆حضرت ابوطالب کا جمل کے حساب سے اسلام قبول کرنے اور تریسٹھ (۶۳) تک ہاتھوں سے حساب لگانے کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا حسین بن ابراہیم بن احمد بن ھشام مؤدب، علی بن عبداللہ وراق اور احمد بن زیاد ہمدانی نے، ان سب نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حضرت ابوطالب۔علیہ السلام۔نے جمل کے حساب سے اسلام قبول کیا۔تریسٹھ (۶۳) تک اپنے ہاتھ سے حساب لگایا۔اور پھر آپؑ نے فرمایا کہ حضرت ابوطالبؑ کی مثال اصحاب کہف کے مثال کی سی ہے کہ آپ نے ایمان کو چھپایا اور شرک کو ظاہر کیا تو ان کو اللہ نے (بھی) ان کا اجر دو دفعہ عطا فرمایا۔

۲۔ہم سے بیان کیا ابوفرج محمد بن مظفر بن نفیس مصری فقیہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوحسن محمد بن احمد داؤدی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں ابوقاسم حسین بن روح۔قدس اللہ روحہ۔کے پاس تھا کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ عباس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ کہنا کہ: آپ کے چچا ابوطالب نے جمل کے حساب سے اسلام قبول کیا ہے۔تریسٹھ (۶۳) تک اپنے ہاتھ سے حساب لگایا۔ اس کے معنیٰ کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا: آپؑ نے اس سے ''الہ۔احد۔جواد'' مراد لیا۔اس کی تفسیر یہ کہ (الہ میں) الف کا ایک، لام کے تیس اور ھاء کے پانچ اور (احد میں) الف کا ایک، حاء کے آٹھ اور دال کے چار اور (جواد میں) جیم کے تین، واو کے چھ، الف کا ایک اور دال کے چار تو یہ (سب مل کر) تریسٹھ ہیں۔(۱)

(۳۲۰) ☆''الذاہد فی الدنیا'' کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم مفسر جرجانی۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن حسینی نے، انہوں نے حسن بن علی ناصر [ی] سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام رضا علیہ السلام سے، آپؑ

(۱) حضرت ابوطالبؑ کا اسلام لانا مسلّم اور واضح مسائل سے ہے۔شیعہ اور سنی علماء اس بارے میں مستقل کتابیں تحریر کرتے آئے ہیں ائمہ معصومین علیہم السلام سے بھی اس سلسلے میں کافی روایات مروی ہیں۔مرحوم علامہ امینی نے ان میں سے چالیس احادیث ''غدیر'' ج:۷ میں صفحہ ۳۹۵ اور اس سے آگے نقل کی ہیں۔یہ اس کے علاوہ ہیں جو اہل سنت کے طریق سے نقل کی گئی ہیں۔

نے اپنے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''صادق علیہ السلام سے دنیا کے معاملات میں زاہد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جو دنیا کے حلال کو حساب کے خوف سے ترک کرے اور دنیا کے حرام کو اس کے عذاب کے خوف سے ترک کرے۔''

(۳۲۱) ☆موت کے معنیٰ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم مفسر جرجانی۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن حسینی نے، انہوں نے حسن بن علی ناصر[ی] سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام رضا علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا ہے کہ ہمارے لئے موت کے صفت بیان کیجئے۔تو آپؑ نے فرمایا: ''مومن کے لئے خوشبو کی مانند ہے کہ اسے سونگھتا ہے تو اس کی خوشبو کی وجہ سے اونگھنے لگتا ہے اور سارا رنج والم اس سے منقطع ہو جاتا ہے اور کافر کے لئے سانپ کے ڈسنے، بچھو کے کاٹنے کی طرح ہے یا اس سے بھی شدید تر'' کہا گیا: ایک قوم کہتی ہے کہ موت آریوں سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے، پتھروں سے توڑنے اور آنکھوں کی سیاہی میں چکی کے پاٹوں کے گھومنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''بات اسی طرح سے ہے۔بعض کافروں اور فاجروں پر ایسا ہی ہے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جو (دنیا میں) ان سختیوں کا سامنا کرتے ہیں اور یہ اس (موت کی سختی) سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں سوائے آخرت کے عذاب سے۔تو یہ (عذاب آخرت) دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔'' کہا گیا: تو ہم کیوں یہ دیکھتے ہیں کہ کافر پر نزع آسان ہوتا ہے اور وہ دنیا سے اس طرح رخصت ہوتا ہے کہ خبر دے رہا ہوتا ہے، ہنس رہا ہوتا ہے اور کلام کر رہا ہوتا ہے اور مومنین میں سے بھی بعض اسی طرح ہوتے ہیں اور مومنین اور کافروں میں سے ایسے بھی ہیں جو سکرات کے وقت یہ تکلیفیں برداشت کرتے ہیں؟۔آپؑ نے فرمایا: ''مومن کے لئے جو راحت وہاں ہے وہ اس کے ثواب کا جلدی آنا ہے اور جو کچھ سختی ہوتی ہے تو یہ اس کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ہوتی ہے تاکہ آخرت میں پاک اور صاف وارد ہو تاکہ ابدی ثواب کا مستحق قرار پائے، اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہ ہو جبکہ کافر کے لئے جو کچھ اس موقع پر سہولت اور آسانی ہے تو اس لئے تاکہ وہ اپنی نیکیوں کا اجر لے لے تاکہ جب آخرت میں وارد ہو تو اس کے پاس ان چیزوں کے علاوہ کچھ نہ ہو کہ جو عقاب وسزا کا سبب بنتے ہیں اور کافر کے لئے جو کچھ سختی موت کے وقت ہے تو وہ اس کی نیکیوں کا پورا حق مل جانے کے بعد اس کے لئے اللہ کے عقاب کی ابتدا ہوتی ہے اور یہ (اس لئے کہ) یقیناً اللہ عادل ہے ناانصافی نہیں کرتا''۔

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم مفسر جرجانی۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن حسینی نے، انہوں نے حسن بن علی ناصر[ی] سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمدؐ بن علیؑ سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام رضا علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی

علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن حسین علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین علیہ السلام سے، آپؑ نے فرمایا: امیر المؤمنین علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ ہمارے لئے موت کی صفت بیان کیجئے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''خبر رکھنے والے (کی چوکھٹ) پر تم گرے ہو۔ موت تین چیزوں میں سے ایک ہے جو مرنے والے پر وارد ہوتی ہیں۔ یا ہمیشہ کی نعمتوں کی خوشخبری ہے یا ہمیشہ کے عذاب کی اطلاع ہے یا حزن اور خوف میں مبتلا ہونا ہے کہ جس کا معاملہ غیر واضح ہے وہ نہیں جانتا کہ وہ کس گروہ سے ہے، البتہ جو ہمارے دوست ہیں جو کہ ہمارے امر کی اطاعت کرتے ہیں تو انہیں ہی ہمیشہ کی نعمتوں کی خوشخبری دی جائے گی اور جو ہمارا دشمن ہے کہ جو ہماری مخالفت کرتا ہے تو یہ وہی ہے جسے عذاب ابدی کی خبر دی جاتی ہے اور وہ کہ جس کا معاملہ غیر واضح ہے اور اپنا حال نہیں جانتا تو یہ وہ مومن ہے جو اپنے نفس پر زیادتی کرتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کے اعمال اسے کہاں لے جائیں گے۔ اس کے پاس غیر واضح اور خوف زدہ کرنے والی خبریں آتی رہتی ہیں پھر اللہ عز وجل ہرگز اسے ہمارے دشمنوں کے برابر قرار نہیں دے گا لیکن پروردگار اسے (جہنم کی) آگ سے ہماری شفاعت کی وجہ سے نکالے گا، تو تم لوگ عمل کرو اور اطاعت کرو، مطمئن نہ ہو جاؤ اور اللہ عز وجل کے عذاب کو حقیر مت جانو چونکہ بے شک گنہگاروں میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جنہیں ہماری شفاعت نہیں ملے گی مگر تین لاکھ سال کے عذاب کے بعد۔

۳۔ امام حسن بن علی بن ابو طالب علیہ السلام سے سوال کیا گیا: موت کیا ہے کہ جس سے لوگ لاعلم ہیں؟ فرمایا: ''سب سے بڑی خوشی ہے جو کہ مومنین پر وارد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ رنج و تکلیف کے گھر سے ابدی نعمتوں کی جانب منتقل ہوتے ہیں اور سب سے بڑی ہلاکت ہے کہ جو کافروں پر وارد ہوتی ہے چونکہ وہ اپنی جنت سے (جہنم کی) آگ کی طرف منتقل ہوتے ہیں کہ جس کے لئے نہ کوئی اختتام ہے اور نہ کوئی فنا۔''

اور علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں: جب حسین بن علی بن ابو طالب علیہم السلام پر سختیاں بڑھ گئیں تو آپؑ کے ساتھیوں نے آپؑ کی طرف نگاہ کی تو اچانک محسوس کیا کہ آپؑ کی کیفیت ان کے خلاف ہے چونکہ (ان ساتھیوں کی حالت یہ تھی کہ) جتنی سختی بڑھتی جاتی تھی ان کا رنگ تبدیل ہوتا جاتا تھا۔ ان کے بہادر مضطرب ہو جاتے اور ان کے دل دھڑکنے لگتے جبکہ امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے بعض مخصوص ساتھیوں کا رنگ چمکدار ہو رہا ہے، ان کے اعضاء پر سکون ہیں اور ان کے نفس مطمئن ہیں۔ تو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: دیکھو انہیں موت کی پرواہ ہی نہیں ہے! امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ''کرامت والو صبر! موت کیا ہے؟ سوائے ایک پل کے جو تمہیں پریشانی اور تنگیوں سے وسیع جنت اور دائمی نعمت تک پہنچا دیتی ہے۔ تم میں سے کون ناپسند کرتا ہے کہ قید خانہ سے محل کی طرف منتقل ہو۔ اور موت تمہارے دشمنوں کے لئے نہیں ہے سوائے ان لوگوں کی مانند کہ جو محل سے قید خانہ اور عذاب کی طرف منتقل ہوں۔ بیشک میرے پدر بزرگوارؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے اور موت ان مومنین کے لئے ان کو جنتوں کی طرف پہنچانے والا پل ہے اور ان (کافرین) کے لئے ان کو دوزخ کی طرف پہنچانے والا پل ہے۔ نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھے جھوٹا کہا گیا ہے۔''

۴۔اور محمد بن علی علیہما السلام نے فرمایا کہ علی ابن حسین علیہما السلام سے عرض کیا گیا: موت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''مومن کے لئے جوؤں دار میلے کپڑے اتارنے اور قید اور بھاری زنجیروں سے آزاد ہونے کی مانند ہے اور لباس فاخرہ، بہترین خوشبو، تیز ترین سواریاں اور انسیت رکھنے والی بہترین منزلوں سے تبدیل کرنے کی مانند ہے اور کافر کے لئے فاخرہ لباس کے اتارنے، مانوس منزلوں سے نقل مکانی کی مانند ہے۔اور سب سے زیادہ میلے اور سب سے زیادہ کھردرے لباس سے، سب سے زیادہ وحشتناک منزلوں اور سب سے بڑے عذاب سے تبدیل کرنا ہے۔''

۵۔اور امام محمد بن علی (الباقر) علیہما السلام سے عرض کیا گیا: موت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''یہ وہی نیند ہے جو تمہیں ہر رات آتی ہے مگر یہ کہ یہ طویل موت کے لئے ہوتی ہے اس سے بیدار نہیں ہوگا مگر قیامت کے دن، وہ جو اپنے خواب میں خوشی کی مختلف اقسام دیکھتا ہے ان کو بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا یا ہیبت ناک چیزیں (دیکھتا ہے) کہ جنہیں بیان کرنے پر قدرت نہیں رکھتا نیند میں خوشی اور درد کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔یہی موت ہے اس کے لئے تیاری کرو۔

۶۔ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم مفسر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن حسینی نے، انہوں نے حسن بن علی علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے محمد بن علی علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے فرمایا: امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ایک ایسے آدمی کے پاس آئے جو موت کے سکرات میں مبتلا تھا اور کسی بھی پکارنے والے کو جواب نہیں دے رہا تھا۔لوگوں نے آپؑ سے عرض کی: یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم عزیز رکھتے ہیں کہ اگر ہم جانتے کہ موت کی کیفیت کیا ہے؟ اور ہمارے ساتھی کی کیفیت کیا ہے؟ پس آپؑ نے فرمایا: ''موت وہ آلہ صفائی ہے کہ جو مومنوں کو ان کے گناہوں سے صاف کرتا ہے۔تو یہ آخری غم ہے جو ان تک پہنچتا ہے کہ ان کے آخری گناہ کہ جو ان پر باقی ہوں ان کا کفارہ بن جاتی ہے اور یہ کافروں کو ان کی نیکیوں سے صاف کرتا ہے۔تو وہ آخری لذت اور راحت ہے جو انہیں پہنچتی ہے اور یہ ان کی نیکی کا آخری ثواب ہے۔اور جہاں تک تمہارے اس ساتھی کا تعلق ہے تو یہ گناہوں سے مکمل پاک ہو چکا ہے۔اور برائیوں سے مکمل صاف ستھرا ہو چکا ہے۔خالص ہو گیا ہے یہاں تک کہ ایسا صاف ہو چکا ہے جس طرح کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے اور اس نے ہم اہل بیتؑ کے گھر میں ابدی گھر بنانے کی صلاحیت حاصل کر لی ہے۔

۷۔اور انہی اسناد کے ساتھ محمد بن علی التقی الجواد علیہما السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک شخص بیمار ہو گیا تو حضرتؑ نے اس کی عیادت کی اور فرمایا: ''تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟'' اس نے عرض کیا: آپؑ کے (آنے کے) بعد موت سے ملا۔وہ اپنے مرض کی شدت کو بیان کرنا چاہتا تھا۔پس آپؑ نے فرمایا: ''تم کس طرح سے اس سے ملے؟'' اس نے عرض کیا: دردناک اور شدید۔تو آپؑ نے فرمایا: ''(ابھی) تم نے اس سے ملاقات نہیں کی، فقط اس چیز سے ملاقات کی جو تمہیں اس سے ڈراتی ہے اور تمہیں اس کے بعض احوال کی پہچان کرواتی ہے۔لوگ فقط دو قسم کے ہوتے ہیں: موت کے ذریعہ راحت طلب کرنے والے اور وہ جس سے موت کے ذریعہ راحت طلب کی جاتی ہے۔تم اللہ اور ولایت پر ایمان کی تجدید کرو تو راحت طلب کرنے والے ہو جاؤ گے۔'' تو اس شخص نے ایسا کیا۔حدیث

طویل ہے ہم نے موضوع کی ضرورت کے مطابق اخذ کیا ہے۔

۸۔اورانہی اسناد کے ساتھ، علی بن محمد النقی الھادی علیہما السلام سے۔آپؑ نے فرمایا کہ امام محمد بن علی بن موسیٰ صلوات اللہ علیہم سے عرض کیا گیا: یہ مسلمان ذہن میں کیا لاتے ہیں کہ موت کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''کیونکہ وہ لوگ موت سے لاعلم ہیں اس لئے ناپسند کرتے ہیں۔اگراس کی معرفت رکھتے اوراللہ عزوجل کے دوستوں میں سے ہوتے تو اس سے محبت کرتے اور وہ اس بات کو جان لیتے کہ ان کے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اے ابا عبداللہ! بچے اور پاگل کو کیا ہوتا ہے کہ اپنے بدن کو (بیماری سے) پاک و صاف کرنے والی اور درد میں نفع بخش دوا سے منع کرتے ہیں؟'' راوی نے کہا: دوا کے فائدہ سے لاعلم ہونے کی وجہ سے۔تو آپؑ نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس نے محمد کو حق کے ساتھ نبی کے طور سے مبعوث فرمایا، جو موت کے لئے جیسا کہ تیاری کا حق ہے ویسی تیاری کرے تو یہ موت اس کے حق میں اس مریض کی اس دوا سے زیادہ فائدہ مند ہے۔آگاہ ہو جاؤ کہ اگر وہ جان لیتے کہ موت ان تک کن نعمتوں کو پہنچانے والی ہے تو پکے ارادے والا عاقل (مریض) کہ جو آفات کو دور کرنے اور سلامتی کو لانے کی خاطر دوا کو پکارتا اور دعوت دیتا ہے اس سے زیادہ شدید دعوت دیتے اور محبت کرتے۔''

۹۔اورانہی اسناد کے ساتھ حسن بن علی العسکری علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ علی بن محمد علیہما السلام اپنے اصحاب میں سے ایک مریض کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ موت کی وجہ سے گریہ کر رہا تھا اور (اس کے) خوف میں مبتلا تھا تو اس سے آپؑ نے فرمایا: ''اے اللہ کے بندے! تم موت سے (اس لئے) ڈرتے ہو کیونکہ اس کی معرفت نہیں رکھتے۔کیا تم نے اپنے آپ کو دیکھا ہے جب تم میلے اور گندے ہو جاتے ہو۔میل اور کچیل کی کثرت سے اذیت میں مبتلا ہوتے ہو۔تمہیں پھوڑے اور جلدی بیماری نے گھیر لیا ہو اور تم جانتے ہو کہ حمام میں غسل کرنا ان سب کو ختم کر دے گا۔کیا تم یہ چاہو گے کہ اس میں داخل ہو جاؤ تا کہ یہ سب تم سے ڈھل جائے یا تم اس میں داخل ہونے سے کراہت کرو گے کہ یہ چیزیں تم پر باقی رہیں۔'' اس نے کہا: یقیناً یا ابن رسول اللہ! آپؑ نے فرمایا: ''یہ تو موت وہی حمام ہے۔اور وہ آخری چیز ہے جو تم پر باقی ہے گناہوں سے پاک کرنے اور تمہیں برائیوں سے صاف کرنے کے لئے۔جب تم اس پر وارد ہو گے اور اس سے گزرو گے تو یقیناً ہر اذیت، غم اور مصیبت سے نجات پالو گے اور ہر سرور اور خوشی تک پہنچ جاؤ گے۔پس وہ شخص پرسکون ہو گیا اور اس نے تسلیم کر لیا اور ہشاش بشاش ہو گیا اور اپنے نفس کی آنکھیں بند کر لیں اور اپنی راہ پر چل پڑا۔

۱۰۔امام حسن بن علی بن محمد عسکری علیہم السلام سے موت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ موت کیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''لایکون کی تصدیق۔'' مجھ سے بیان کیا میرے پدر بزرگوارؑ نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جدامجدؑ سے، آپؑ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''بے شک جب مومن مرجاتا ہے تو وہ مردہ نہیں ہوتا چونکہ مردہ تو کافر ہوتا ہے۔اللہ عزوجل کا فرمان ہے: یُخرج الحیّ من المیت و یخرج المیت من الحی (سورہ روم آیت ۱۹) (زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے) یعنی مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے۔''

(۳۲۲) ☆ محبنطی کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے ،انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ،انہوں نے حسن بن محبوب سے ،انہوں نے ابن رئاب سے ،انہوں نے محمد بن مسلم یا اس کے علاوہ سے ،انہوں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''شادی کرو کیونکہ میں تمہارے ذریعے سے (گذشتہ) امتوں پر کل قیامت کے دن فخر کروں گا۔یہاں تک کہ ساقط (بچہ) بھی کہ وہ جنت کے دروازے پر محبنطاً (غصے کے عالم میں) آئے گا،اس سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ،تو وہ کہے گا:نہیں جب تک مجھ سے پہلے میرے ماں، باپ داخل نہ ہو جائیں۔''

ابوعبید نے کہا کہ محبنطی۔ھمزہ کے بغیر۔کسی چیز کی خاطر غصے میں بھرا ہوا شخص۔محبنطی۔ھمزہ کے ساتھ۔پھولے ہوئے بڑے پیٹ والا۔کہا ہے: اس لفظ سے بڑے پیٹ والے کو ''حبنطا'' کہا جاتا ہے: السَّقط اور السِّقط (سین پر فتح اور کسرہ) اور ابوعبید نے کہا کہ: کہا جائے گا سَقط ،سِقط اور سُقط (عین الفعل کو تینوں حرکتوں کے ساتھ)۔

(۳۲۳) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول کے معنی کہ: مونچھوں کو مونڈو، داڑھی بڑھاؤ اور مجوسیوں کے مشابہ نہ بنو ☆

ا۔ہم سے بیان کیا حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مکتب۔رضی اللہ عنہ۔نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن جعفر اسدی نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران نخعی نے ،انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے ،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا علی بن غراب نے ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفروں میں سب سے بہتر جعفر بن محمد علیہما السلام نے ،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے ،آپؑ نے اپنے جدامجدؑ سے ،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے ،آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا :(حفّو الشوارب واعفوا اللّحی ولا تتشبّھوا بالمجوس) مونچھیں مونڈو، داڑھی بڑھاؤ اور مجوس کے مشابہ نہ بنو۔

کسائی نے کہا کہ قول ''تعفی'' یعنی بڑھاؤ۔زیادہ کرو،ابوعبید نے کہا کہ: اس میں کہا جاتا ہے ''قد عفا الشعر وغیرہ'' جب وہ بال اور کسی اور چیز کو بڑھائے۔یعفو (مضارع) عافٍ (اسم فاعل) قدعفوتہ اور اعفیتہ میں دو لغت ہیں۔جب آپ اس کے ساتھ کثرت کو انجام دیں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: '' حتیٰ عفوا '' (سورہ اعراف: آیت۔۹۵) یعنی کثیر ہو جائے۔اس مقام کے علاوہ میں کہا جاتا ہے ''قد عفی الشی'' جب چیز پرانی ہو جائے اور گل جائے۔لبید بن ربیعہ عامری نے کہا کہ:

عفت الدیار محلّها فمقامها ☆ بمنیً تابّد غولها فرِجامها

(اس کے رہنے کی جگہ نابود ہوگئی تو اس کا منیٰ میں رہنا اس کی ہلاکت کا سبب بنا کہ اس پر پتھر مارے گئے)

اور ''عفی'' اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی شخص دوسرے کے پاس حاجت یا مدد طلب کرنے آئے اور وہ اسے عطا کرے۔ اس کا مضارع یعفو اور اسم فاعل عاف ہے۔ مرفوع حدیث ہے: ''من احیا ارضا میتة فھی لہ و ما اصابت العافیة منھا فھو لہ صدقة'' (جو بھی زمین کو آباد کرے وہ اس کے لئے ہے۔ جو کچھ بھی اس میں پائے وہ اس کے لئے صدقہ ہے)۔ عافیت یہاں انسان، جانور، پرندہ یا کوئی چیز جو بھی رزق طلب کرے اس کے لئے استعمال ہوا ہے۔ عافی کی جمع عفاة ہے اور اعشی کہتا ہے:

تطوف العفاة بابوابه ☆ کطوف النصاری ببیت الوثن

(حاجتمند اس کے دروازے پر ایسے طواف کرتے ہیں جیسے نصاری بت خانے کا طواف کرتے ہیں)

اس کا کہنا ہے: معتفی کا لفظ بھی عافی کی طرف ہے۔

(۳۲۴) ☆سکّہ المابور اور مھرۃ المامورہ کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن بشار قزوینی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا مظفر بن احمد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالحسین محمد بن جعفر کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل برمکی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن احمد احمری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن سلیمان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ثابت بن دینار نے، انہوں نے علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''بہترین مال 'سکّہ مابور' اور 'مھرہ مامورہ' ہے۔

۲۔ ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن حسین بن حسن دیلمی جوہری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصمّ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عبیداللہ منادی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا روح بن عبادہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابونعامہ العدوی نے، انہوں نے مسلم بن بدیل سے، انہوں نے ایاس بن زہیر سے، انہوں نے سوید بن ھبیرہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''انسان کا بہترین مال مھرۃ مامورہ یا سکّہ مابورہ ہے۔''

آپؑ کے قول: ''سکّہ مابورہ'' کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں ایسا سیدھا اور ہموار راستہ جو کھجور کے درختوں سے گھرا ہوا ہو۔ اور چھوٹے راستے کو ''سکاک'' کہتے ہیں چونکہ اس کے دونوں طرف اسی طرح گھرے ہوتے ہیں جیسے کھجور کے درختوں کی جانب جاتے ہوئے راستے کے دونوں طرف کھجور کے درخت ہوتے ہیں۔ یہ تو لغت کے اعتبار سے تھا۔

اور یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ کسی راستے کو ''سکہ'' کا نام مت دو چونکہ کوئی سکہ (کہے جانے کے قابل) نہیں ہے سوائے جنّت کے راستے کے۔''

اور جہاں تک تعلق ''مابورہ'' کا ہے تو وہ کھجور کا درخت ہے کہ جس کو پیوند لگایا گیا ہو۔ ابوعبید کہتا ہے کہ ایک کے لئے تھت بغیر تشدید کے استعمال ہوتا ہے اور جمع کے لئے تشدید کے ساتھ تھت استعمال ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابرت النخل (میں نے کھجور کو پیوند لگایا)، آبرھا ابـــرا اور اس کھجور کے درخت کو مابورہ کہتے ہیں۔ اور جب آپ کسی سے سوال کریں کہ کیا تم نے اپنے کھجور کے درخت کی پیوند کاری کی تو اس وقت کہا جاتا ہے: ''استابرت غیری '' (میں نے دوسرے کو پیوند کاری دی)۔ اور یہ صورت زراعت میں بھی ہے۔ اور آبر پیوند لگانے والے کو کہتے ہیں اور موتبر زراعت کے مالک کو کہتے ہیں اور مابور اس زراعت اور کھجور کے درخت کو کہتے ہیں کہ جس کی پیوند کاری ہو چکی ہو۔ اور جہاں تک تعلق ''المھرۃ المامورہ '' کا ہے تو اس کے معنی ہیں زیادہ بچے دینے والے جانور۔ اور اس کے دو معنی ہیں۔ کہا جاتا ہے: یقیناً اللہ نے جس چیز کا امر کیا ہے تو وہ چیز مامور کہی جائے گی اور اللہ کو آمر کہا جائے گا اور الف ممدودہ کے ساتھ اس چیز کو ''مؤمرۃ'' کہیں گے۔ اور یقیناً ان میں سے بعض نے قران کی سورۂ اسریٰ کی آیت نمبر ۱۶ کی ''أَمَرنَا مُترَفِیهَا '' قرائت کی ہے یعنی بغیر الف ممدودہ کے اور یہ اُمر کے مادّہ سے ہو جائے گا۔ حسن سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ: ہم نے ان کو اطاعت کا حکم دیا مگر انہوں نے نافرمانی کی۔ اور بسا اوقات قول: ''مھرۃ مامورۃ اور فرس مامورۃ میں أمرنا - اکثرنا (ہم نے ان کو کثیر کر دیا) کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کی قرائت '' آمرنا'' اس الف کو کھینچتے ہوئے کی ہے تو اس کا معنی ''اکثرنا'' کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ اور جنہوں نے اس کی قرائت تشدید کے ساتھ کی ہے اور کہا ہے: '' أمّرنا'' تو یہ تسلیط (مسلط کرنا) کے معنی سے ہوگا اور جب قوم کے افراد کثیر ہوں تب کلام میں کہا جاتا ہے: قد أمر القوم (ماضی) یأ مورون (مضارع) اور یہ (بھی) ''مھرۃ مامورہ'' کے قول سے ہے۔

(۳۲۵) ☆ حج کے معلوم مہینوں کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے احمد بن محمد بن ابونصر بزنطی سے، انہوں نے مثنّی سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''الحجّ اشھر معلومات'' کے سلسلے میں روایت کی ہے کہ فرمایا: (ان معلوم مہینوں سے مراد) شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہے۔ اور ایک اور حدیث میں عمرے کے لئے ایک مہینہ رجب ہے۔

(۳۲۶) ☆ رفث، فسوق اور جدال کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے ابو جمیلہ مفضل بن صالح سے، انہوں نے زید الشحام سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے رفث، فسوق اور جدال کے معنی کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک رفث کا تعلق ہے تو یہ جماع (بیوی سے ہمبستری) ہے، اور فسوق تو یہ جھوٹ ہے، کیا تم نے اللہ عز وجل کا فرمان نہیں سنا کہ: ''يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْآ اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْماً بِجَهَالَةٍ''(ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر وایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ) (سورۂ حجرات: آیت-٦) اور جدال کسی شخص کا ''لا واللہ'' (نہیں قسم بخدا) اور ''بلی واللہ'' (یقیناً قسم بخدا) کہنا اور کسی شخص کا دوسرے کو گالی دینا اور بے عزتی کرنا ہے۔''

(۳۲۷) ☆ اللہ عزّ وجلّ نے حج میں لوگوں پر جو شرط رکھی ہے اور جوان کے حق میں شرط رکھی گئی ہے اس کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر نے، انہوں نے عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے حماد بن عثمان سے، انہوں نے عبداللہ بن علی حلبی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے حج کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ نے ایک شرط لوگوں پر لگائی ہے اور ایک شرط ان کے حق میں عائد کی ہے۔تو جو اسے پورا کرے گا تو اللہ بھی اس کے حق میں پورا کرے گا۔'' میں نے عرض کیا: کونسی چیز ہے جوان پر شرط لگائی گئی ہے اور کون سی ہے کہ جوان کے حق میں عائد کی گئی ہے؟ پس آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جہاں تک اس شرط کا تعلق ہے جوان پر بطور ذمہ داری لگائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ بیشک اس نے فرمایا ہے: فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الحَجِّ ''اور جو شخص بھی اس زمانے میں اپنے اوپر حج لازم کر لے اسے عورتوں سے مباشرت، گناہ (جھوٹ) اور جھگڑے کی اجازت نہیں ہے۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۹۷) اور وہ شرط جوان کے حق میں ہے وہ یہ ہے کہ پروردگار فرماتا ہے: فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَومَينِ فَلاَ اِثمَ عَلَيهِ وَمَن تَاَخَّرَ فَلاَ اِثمَ عَلَيهِ لِمَنِ اتَّقَى. ''اور جو دو دن کے اندر جلدی کرے گا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور جو تاخیر کرے گا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ پرہیز گار رہا ہو'' (سورۂ بقرہ: آیت-۲۰۳)؛ فرمایا: وہ اس حالت میں (حج سے) پلٹے گا کہ اس کے لئے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کیا: جو شخص جماع (بیوی

سے ہم بستری) میں مبتلا ہو جائے اس پر ذمہ داری کے سلسلے میں آپ کیا نظر رکھتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس پر اونٹ ہے اور اگر وہ عورت ہے کہ جس نے شہوت کے ساتھ مرد کی شہوت میں اعانت کی ہو تو دونوں پر دو اونٹ ہوں گے کہ جن کو دونوں نحر کریں گے اور اگر مرد نے اس کو مجبور کیا ہو اور اس کی کوئی خواہش نہ ہو تو اس عورت پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی یہاں تک کہ لوگ گروہوں کی شکل میں چل پڑیں اور یہاں تک کہ دونوں اس جگہ تک پہنچ جائیں کہ جہاں دونوں فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: اگر وہ دونوں اس راستے کے علاوہ والی زمین کے راستے کو اپنائیں تو آپ کیا نظر رکھتے ہیں کہ وہ دونوں ساتھ ہو سکتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: اگر وہ فسوق میں مبتلا ہو تو آپ کیا نظر رکھتے ہیں؟ جبکہ یہ تو اس سے بڑا گناہ ہے اور کیوں اس کے لئے حد مقرر نہیں کی گئی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ اللہ سے طلب مغفرت کرے اور تلبیہ (لبیک اللھم لبیک ......) پڑھے۔ میں نے عرض کیا: اگر وہ جدال میں مبتلا ہو تو آپ کیا نظر رکھتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جب وہ دو دفعہ سے زیادہ جدال کرے تو اس کے لئے خون ہے کہ وہ گوسفند کے خون کو بہائے گا اور (جدال میں) خطا کرنے والے کے لئے خون ہے کہ وہ گائے کا خون بہائے گا۔

(۳۲۸) ☆حج اکبر اور حج اصغر کے معنی☆

۱۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ذریح محاربی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''حج اکبر روزِ نحر (دس ذی الحجہ) ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ایوب بن نوح سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے معاویہ بن عمار سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوم حج اکبر کے بارے میں سوال کیا، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''حج اکبر روزِ نحر (دس ذی الحجہ) ہے اور اصغر سے مراد عمرہ ہے۔''

۳۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''حج اکبر یوم الاضحیٰ ہے۔''

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی

کی مثل حدیث کونقل کیا ہے۔

۴۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے ابراہیم بن مہزیار سے، انہوں نے اپنے بھائی علی سے، انہوں نے حسین سے، انہوں نے حماد بن عیسی سے، انہوں نے شعیب سے، انہوں نے ابوبصیر اور نضر سے، ان دونوں نے ابن سنان سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''حج اکبر یوم الاضحیٰ ہے۔''

۵۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فضیل بن عباس سے، انہوں نے اعلیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ کیبوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے میں نے آپ علیہ السلام سے حج اکبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس (اس سلسلے میں) کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے یعنی جو شخص عرفہ کے دن کو طلوع فجر تک روزِ نحر (دس ذی الحجّہ) پالے تو یقیناً اس نے حج کو پالیا اور جس نے اس کو فوت کر دیا تو یقیناً اس نے حج کو فوت کر دیا تو انہوں نے عرفہ کی رات کو اس کے ماقبل کے لئے اور مابعد کے لئے (دونوں کے لئے) قرار دیا، اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ جو شخص شب عید کو طلوع فجر تک پالے تو یقیناً اس نے حج کو پالیا اور وہ شخص حج کے بارے میں عرفہ کی ذمہ داری سے بے نیاز ہو جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: حج اکبر روزِ نحر ہے۔ اور آپ علیہ السلام نے اس بات پر اللہ عزّ وجلّ کے قول کے ذریعے دلیل قائم کی ہے: ''فَسِیۡحُوۡا فِی الۡاَرۡضِ اَرۡبَعَۃَ اَشۡهُرٍ'' (پس (کافرو) چار مہینے تک آزادی سے زمین میں سیر کرو) (سورۂ توبہ: آیت-۲)، تو یہ ذی الحجّہ کے بیس، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الآخر کے دس دن ہیں۔ تو اگر حج اکبر یوم عرفہ کو ہوتا تو سیر چار مہینے اور ایک دن ہونی چاہیئے۔ اور آپ اس آیت سے دلیل رجوع کی ہے: ''وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوۡمَ الۡحَجِّ الۡاَكۡبَرِ'' (اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن انسانوں کے لئے اعلان عام ہے) (سورۂ توبہ: آیت-۳)۔ پس میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: اس لفظ ''حج اکبر'' کے کیا معنی ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس کا نام اکبر اس لئے رکھا گیا کہ یہ وہ سال تھا کہ جس میں مسلمانوں اور مشرکوں نے ایک ساتھ حج کیا تھا اور مشرکوں نے اس سال کے بعد حج نہیں کیا۔''

(۳۲۹) ☆ ایّام معلومات اور ایّام معدودات کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رحمہ اللہ- نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے حماد بن عیسی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''علی علیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و یذکروا اسم اللہ فی ایّام معلومات......'' (سورۂ حج: آیت ۲۸) کے سلسلے

میں ارشاد فرمایا کہ (اس سے مراد ماہ ذی الحجہ کے شروع کے) دس دن ہیں۔"

۲۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، حسین بن سعید سے، انہوں نے محمد بن فضیل سے، انہوں نے ابوصباح سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "و یذکروا اسم اللہ فی ایّام معلومات" کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "یہ ایام تشریق (۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ) ہیں۔"

۳۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن علی بن صلت نے، انہوں نے عبداللہ بن صلت سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے مفضل بن صالح سے، انہوں نے زید الشحام سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "واذکروا اللہ فی ایّام معدودات" کے سلسلے میں روایت کیا ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "معلومات اور معدودات ایک ہی چیز ہے اور اس سے مراد ایام التشریق (۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ) ہے۔"

(۳۳۰) ☆ مکاء اور تصدیہ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابراہیم بن عمر الیمانی سے، انہوں نے ان سے کہ جنہوں نے ان سے بیان کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "و ما کان صلاتھم عند البیت الاّ مکاء و تصدیة" کے سلسلے میں بیان فرمایا: "(مکاء کے معنی) سیٹی بجانا اور (تصدیہ کے معنی) تالیاں بجانا۔"

(۳۳۱) ☆ اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب سے اذان کے معنی ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے فضالہ بن ایوّب سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے ابوالجارود سے، انہوں نے حکیم بن جبیر سے، انہوں نے علی بن حسین علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "و اذان من اللہ و رسولہ" (اعلان عام ہے اللہ اور رسول کی جانب سے) (سورۂ توبہ: آیت-۳) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "یہ اذان و اعلان عام علی علیہ السلام ہیں۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے،

انہوں نے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے حارث بن مغیرہ بن نصری سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے میں نے آپ علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول:"و اذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر" (اعلان عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے انسانوں کے لئے حج اکبر کے دن) (سورۂ توبہ: آیت-۳) کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:"یہ نام ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے علی صلوات اللہ علیہ کے لئے آسمان سے مخصوص فرمایا ہے چونکہ علی علیہ السلام ہی ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے بیزاری کا اعلان کیا اور یقیناً پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلّم نے پہلے ابوبکرؓ کو اس کام کے لئے بھیجا تھا مگر پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! اللہ آپؐ سے فرماتا ہے: اس کو آپ کی جانب سے کوئی نہیں پہنچائے گا سوائے آپ یا ایسا مرد جو آپ سے ہو، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس موقع پر علی علیہ السلام کو بھیجا، تو آپ علیہ السلام ابوبکرؓ سے (جو کہ پیغام لے کر آگے جا چکے تھے) ملحق ہو گئے اور ان کے ہاتھ سے صحیفہ کو لے لیا اور اس صحیفہ کو مکّہ تک پہنچایا تو اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کو "اذان مــــن اللہ" سے موسوم فرمایا کہ بیشک یہ وہ نام ہے کہ جو اللہ نے آسمان سے علی علیہ السلام کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔"

(۳۳۲) ☆شاہد اور مشہود کے معنی، وہ دن کہ جس دن تمام لوگ جمع کئے جائیں گے- کے معنی☆

۱۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ اور محمد ابن علی بن محبوب سے، ان دونوں نے محمد بن عیسی بن عبید سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے اسماعیل بن جابر سے، انہوں نے اپنے راویوں سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول:"ذلک یوم مجموع لہ الناس و ذلک یوم مشھود" (وہ دن کہ جس دن تمام لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہوگا) (سورۂ ھود: آیت-۱۰۳) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:"مشہود سے مراد یوم عرفہ ہے اور وہ دن کہ جس میں تمام لوگ جمع کئے جائیں گے اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے ابو جمیلہ سے، انہوں نے محمد بن علی حلبی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول:"و شاھد و مشھود" (سورۂ بروج: آیت-۳) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:"شاھد سے مراد جمعہ کا دن اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے موسیٰ بن قاسم سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے،

انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''شاھد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے اور موعود (جس کا وعدہ کیا گیا ہے) قیامت کا دن ہے۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین ابن سعید سے، انہوں نے صفوان سے، انہوں نے یعقوب بن شعیب سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و شاھد و مشھود'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''شاھد عرفہ کا دن ہے۔''

۵۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، حسین بن سعید سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے محمد بن ھاشم سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جنہوں نے روایت بیان کی، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ ابرش کلبی نے آپ علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و شاھد و مشھود'' کے بارے میں سوال کیا تو ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''تم سے کیا کہا گیا ہے؟'' اس نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں: شاھد سے مراد جمعہ کا دن ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہے جیسا تم سے کہا گیا ہے، شاھد عرفہ کا دن ہے اور مشہود قیامت کا دن ہے؛ کیا تم قران کی تلاوت نہیں کرتے؟ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: ''ذلک یوم مجموع له الناس و ذلک یوم مشھود'' (وہ دن کہ جس دن تمام لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہوگا) (سورۂ ھود: آیت-۱۰۳)۔''

۶۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، حسین بن سعید سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے ابوالجارود سے، انہوں نے دونوں (امام محمد باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام) میں سے ایک علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و شاھد و مشھود'' کے سلسلے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا: ''شاہد یوم جمعہ ہے اور مشہود یوم عرفہ ہے اور موعود (جس کا وعدہ کیا گیا) قیامت کا دن ہے۔''

۷۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے عمران بن موسی سے، انہوں نے حسن ابن موسی خشّاب سے، انہوں نے علی بن حسّان سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی علیہما السلام کے غلام عبدالرحمٰن بن کثیر الہاشمی سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و شاھد و مشھود'' کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں۔''

(۳۳۳) ☆ مکاعمہ اور مکامعہ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطّار - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن قتیبہ نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے، انہوں نے ھشام بن احمد الیربوعی سے، انہوں نے عبداللہ بن فضل سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم نے مکاعمہ اور مکامعہ سے منع فرمایا، پس مکاعمہ یعنی مرد کا دوسرے مرد کا بوسہ لینا اور مکامعہ یعنی مرد کا مرد کے ساتھ لیٹنا جبکہ دونوں کے درمیان غیر ضروری کپڑا بھی نہ ہو۔''

(۳۳۴) ☆ بِعال کے معنی ☆

۱۔ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ بن ورّاق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسین محمد بن جعفر اسدی کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران نخعی نے، انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے، انہوں نے عمرو بن جمیع سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپ علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بدیل بن ورقاء الخزاعی کو خاکستری اونٹ پر بھیجا اور ان کو منیٰ کے دنوں میں لوگوں میں یہ نداد ینے کا حکم فرمایا کہ تم لوگ ان دنوں میں روزہ نہ رکھو چونکہ یہ کھانے، پینے اور بِعال کے دن ہیں اور بعال یعنی نکاح اور مرد کا اپنی اہلیہ سے لذّت اٹھانا۔''

(۳۳۵) ☆ اِقعاء کے معنی ☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی ابن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے عمرو بن جمیع سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''نماز میں دوسجدوں کے درمیان اور پہلی اور دوسری رکعت کے درمیان اور تیسری اور چوتھی رکعت کے درمیان ''اِقعاء'' میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور جب امام تمہیں اس مقام میں بٹھائے جہاں تمہارے لئے اٹھنا واجب ہو تو ''جثی'' کرو (یعنی ہاتھوں کی انگلیاں اور پیروں کی انگلیاں زمین پہ رہنے دو گھٹنوں کو بلند کرو) اور اقعاء دونوں تشہد کے موقع میں جائز نہیں ہے مگر بیماری کی وجہ سے کیونکہ اقعاء کرنے والا بیٹھا ہوا نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے بدن کے بعض حصہ کو بعض پر بٹھایا ہوا ہے۔اقعاء آدمی کا دونوں تشہد میں دونوں کولہوں کو دونوں ٹانگوں پر رکھنا اور اقعاء کی کیفیت میں بیٹھ کر کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یقیناً رسول اللہ نے (بھی) ''اقعاء'' کی حالت میں کھانا کھایا ہے۔

(۳۳۶)☆مُطیطاء کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی ۔رضی اللہ عنہ۔ نے ،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے ،انہوں نے عمرو بن جمیع سے ،انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے بیان کیا میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے ،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے ،آپؑ نے اپنے جدامجد علیہ السلام سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت ''مُطیطاء'' کے ساتھ چلنے لگے اوران کی فارس اور روم والے خدمت کرنے لگیں تو ان کی برائی ان کی درمیان ہوگی ۔''مطیطاء'' اکڑ کے چلنے اور چلنے میں ہاتھوں کو بلند کرنے کو کہتے ہیں۔

(۳۳۷)☆لباس قسی کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے قم میں تین سو انتالیس (۳۳۹) کے ماہ رجب میں ،انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی علی بن ابراہیم بن ہاشم نے تین سو سات (۳۰۷) میں ،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے ،انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے ،انہوں نے حماد بن عثمان سے ،انہوں نے عبداللہ بن علی حلبی سے ،انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرمایا: حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے منع فرمایا۔ میں نہیں کہہ رہا: تمہیں منع فرمایا۔ سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور قسی کپڑوں ،سرخ قرمزی کپڑے ،گہرے سرخ رنگ کی چادروں اور قرأت سے جب کہ میں حالت رکوع میں ہوں۔

حمزہ بن محمد نے کہا کہ ''قسی'' وہ کپڑا ہے جو مصر سے لایا جاتا جس میں ریشم موجود ہوتا تھا ۔اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ ''قِسی'' ۔قاف کے زیر کے ساتھ - ہے اور اہل مصر قَسی کہتے ہیں کہ جس کو نسبت ایک شہر کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ جسے ''قَس'' کہا جاتا ہے ۔قاسم بن سلاّم نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے اس کے معنی کو دیکھا ہے جبکہ اصمعی نے اس کی تعریف نہیں کی تھی۔

(۳۳۸)☆شجنہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن عبداللہ برقی نے ،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے ،انہوں

نے اپنے جد احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد محمد بن خالد سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے عمرو بن جمیع سے، انہوں نے کہا کہ میں ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آپؑ کے کچھ اصحاب کے ساتھ موجود تھا تو میں نے سنا کہ آپ علیہ السلام فرما رہے ہیں: ائمہ آل محمدؐ کا ''رحم'' قیامت کے دن عرش پر معلق ہو جائے گا اور مومنین کے ارحام (بھی) اس کے ساتھ معلق ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے پروردگار! تعلق رکھ ان سے جنہوں نے ہم سے تعلق رکھا، قطع تعلق کر ان سے جنہوں نے ہم سے قطعِ تعلق کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں رحمان ہوں اور تو رحم ہے میں نے تیرا نام اپنے نام سے نکالا ہے۔ جس نے بھی تجھ سے تعلق رکھا میں بھی ان سے تعلق رکھوں گا اور جس نے بھی تجھ سے قطع تعلق کیا میں بھی اس سے قطع تعلق کروں گا۔ اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: رحم اللہ عزوجل کی طرف سے ''شجنہ'' ہے۔

ہمیں خبر دی ابوحسین محمد بن ھارون زنجانی نے اس مکتوب میں جو میری طرف بھیجا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبدالعزیز نے، انہوں نے کہا کہ میں نے قاسم بن سلاّم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان۔ رحم اللہ عزوجل کی طرف سے ''شجنہ'' ہے۔ کے معنی کے سلسلے میں کہتے سنا کہ اس کے معنی ایسی الجھی ہوئی رشتہ داری کہ جس طرح درخت کی جڑوں کے مختلف حصے آپس میں الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور کہنے والے کا قول: ''حدیث ذوشجون'' (بات سے بات نکلنا) یہ فقط اس وقت کہا جاتا ہے جب بعض باتوں کا دوسری باتوں کے ساتھ اتصال ہو۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے: کہا جاتا ہے ''شجرِ متشجن'' اس وقت کہتے ہیں جب بعض درختوں نے دوسرے درختوں کو لپیٹ لیا ہو۔ شِجنہ اور شُجنہ دونوں ہی کہے جاتے ہیں۔ شجن درخت کے شاخ کی طرح ہے۔ اور یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے: فاطمہ میری ''شجنہ'' (شاخ) ہے کہ مجھے اذیت پہنچاتی ہے وہ چیز جو اسے اذیت پہنچاتی ہے اور مجھے مسرور کرتی ہے وہ چیز جو فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) کو مسرور کرتی ہے۔

۲۔ ہم سے یہ بیان کیا احمد بن حسن قطان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بنی ھاشم کے غلام احمد بن محمد بن سعید کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبردار کیا منذر بن محمد قراءؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن سلیمان تمیمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسماعیل بن مہران نے، انہوں نے عبایہ سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''فاطمہؑ مجھ سے ''شجنہ'' (شاخ) کا رشتہ رکھتی ہے۔ مجھے اذیت پہنچاتی ہے وہ چیز جو اسے اذیت پہنچاتی ہے اور مجھے مسرور کرتی ہے وہ چیز جو اسے مسرور کرتی ہے اور بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ یقیناً غضبناک ہوتا ہے فاطمہؑ کے غضبناک ہونے کی وجہ سے اور راضی ہوتا ہے فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) کے راضی ہونے کی وجہ سے۔

(۳۳۹)☆جُبار کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رضی اللہ عنہ۔نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے ہیثم بن ابو مسروق نہدی سے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن علوان نے ،انہوں نے عمرو بن خالد سے ،انہوں نے زید بن علی سے ،انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہ السلام سے ،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین علیہ السلام سے ،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن ابوطالب علیہما السلام سے ،آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: عجماء(چوپایہ) جُبار ہیں ،کنواں جُبار ہے ،معدنیات جُبار ہیں ،رکاز(دفینہ) میں خمس ہے ۔جُبار یعنی ایسا مباح کہ جس میں کوئی دیّت نہیں ہوتی اور نہ ہی قصاص ۔

ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن ھارون زنجانی نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبدالعزیز نے ،انہوں نے قاسم بن سلاّم سے انہوں نے کہا کہ عجماء چوپایہ ہی ہیں مگران کا نام عجماء(گونگے)اس لئے رکھا گیا چونکہ یہ جانور کلام نہیں کر سکتے اور ہر وہ کہ جو کلام کرنے پر قادر نہ ہو وہ اعجم اور مستعجم ہے ۔اسی سے امام حسن علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: ''صلاۃ النھار عجماء ''(دن کی نماز گونگی ہے)(گویا کہ آپؑ نے)فرمایا: تم دن کی نماز میں قرأت کو نہیں سنو گے ۔

اور جہاں تک تعلق جُبار کا ہے تو وہ یہ مباح و بیکار ہونا ہے اور چوپایہ کو زخم پہنچانے کو مباح فقط اس مقام پر قرار دیا گیا ہے کہ جب چوپایہ کسی کا پالتو نہ ہو بلکہ ایسے ہی گھومتا پھرتا ہو اس کے لئے نہ کوئی رکھوالا ہو ،نہ چرواہا ہو اور نہ ہی سوار ہو ،اگران تینوں میں سے کوئی اس چوپایہ کے ساتھ ہے اور کوئی اسے زخم پہنچائے پھر تو وہ ضامن و ذمہ دار ہوگا چونکہ اس صورت مین نقصان پہنچانا چوپایوں کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ نقصان اس کے مالک کے لئے ہے کہ جسے لوگ اس چوپایہ پر صاحب اختیار قرار دے رہے ہیں ۔اور جہاں تک تعلق آپؑ کے قول: ''کنویں میں جُبار نہیں ہے '' کا ہے تو اس میں چند اقوال ہیں: کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا کنواں کہ جس کو اپنی ملکیت میں کھودنے کے لئے اس کا مالک کسی کو اجرت پر رکھے اور وہ شخص اس کام کے درمیان مر جائے تو اس کوئیں کے مالک پر اس کی ضمانت و ذمہ داری نہیں ہے ۔اور کہا گیا ہے: یہ ایسا کنواں ہے کہ جو کسی شخص کی ملکیت میں ہو اور اس میں کوئی انسان یا چوپایہ گر جائے تو اس پر اس وجہ سے کوئی ضمانت و ذمہ داری نہیں ہے کہ یہ کنواں اس کی ملکیت میں تھا ۔

قاسم بن سلاّم کہتا ہے کہ میرے نزدیک کنویں سے مراد عام اور قدیم کنواں ہے کہ جس کے کھودنے والے کا علم نہ ہو اور نہ ہی کوئی اس کا مالک ہو اور یہ کنواں کسی وادی میں ہو کہ اس میں کوئی انسان یا چوپایہ گر جائے تو یہ اسی طرح بے قیمت و مباح ہے کہ جس طرح کوئی شخص زمین کے وسیع بیابان میں قتل شدہ پایا جائے کہ جس کے قاتل کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو اور اس کے نتیجے میں نہ تو اس میں کوئی قصاص ہو سکتا ہے اور نہ ہی دیّت ۔اور جہاں تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''معدنیات جُبار ہیں '' کا ہے تو یہ وہ معدنیات ہیں کہ جن سے سونا اور چاندی نکالا جاتا ہے ،کچھ لوگ مخصوص اجرت پر اسے کھودنے کے لئے آتے ہیں اور بسا اوقات معدنیات کی کان کے معدن ان پر آپڑتے ہیں جس کی

وجہ سے وہ مارے جاتے ہیں تو ان کا خون بہا بے قیمت و بے کار قرار پاتا ہے چونکہ انہوں نے یہ کام فقط اجرت کے عوض کیا تھا۔ اور جہاں تک تعلق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: ''رکاز میں خمس ہے'' کا ہے تو اہل عراق اور اہل حجاز کے درمیان رکاز کے سلسلے میں اختلاف ہے، اہل عراق کا کہنا ہے کہ رکاز تمام کی تمام معدنیات کو کہتے ہیں جبکہ اہل حجاز کا کہنا ہے کہ رکاز فقط اس مال کو کہتے ہیں جو اسلام سے پہلے بنی آدم نے ذخیرہ کرنے کی غرض سے زمین میں دفن کیا ہو۔

(۳۴۰) ☆ اسجاح کے معنی ☆

ا۔ ہمیں خبر دی حاکم ابو حامد احمد بن حسین بن علی نے بلخ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو عبداللہ بخاری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن ابی شیخ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حکم نے، انہوں نے عوانہ سے، انہوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ نے جمل کے دن عائشہ سے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے اپنے ساتھ سلوک کو تو نے کیسا پایا، اے حمیراء؟ انہوں نے امام علیہ السلام سے کہا: آپ فاتح ہوئے۔ فاسجح یعنی کرم کریں۔

(۳۴۱) ☆ حوأب اور جمل الادبب کے معنی ☆

ا۔ ہمیں خبر دی حاکم ابو حامد احمد بن حسین بن علی نے بلخ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن العبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن اسحاق نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابراہیم بن سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابونعیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عصام بن قدامہ نے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے ابن عباس سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خواتین سے ارشاد فرمایا: ''اے کاش میں جان لیتا کہ کون ہے کہ جو ''جمل ادبب'' والی بنے گی کہ حوأب کے کتے جس پر بھونکیں گے پس اس کے دائیں اور بائیں بہت سے لوگ قتل کئے جائیں گے اور ہلاکت کے قریب ہونے کے بعد پھر نجات پائے گی۔''

حوأب: نبو عامر کا کنواں، جمل الاذیب: کہا جاتا ہے کہ ذئبہ ایک بیماری ہے کہ جو چوپایوں کو لگتی ہے، کہا جاتا ہے: ''برذون مذؤوب'' (ترکی گھوڑا ذئبہ کی بیماری میں مبتلا ہے)۔ اور میرا خیال ہے کہ ''جمل الأذیب'' کو اسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور قول: ''تنجو بعد ما کادت'' یعنی وہ نجات پائے گی بعد اس کے کہ وہ ہلاکت کے قریب ہوگی۔

(۳۴۲) ☆روزہ خور روزے دار کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی، سرخس کے فقیہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابولبید محمد بن ادریس شامی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ہاشم بن عبدالعزیز محرمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرزاق نے، انہوں نے معمر سے، انہوں نے جریری سے، انہوں نے ابوالعلاء بن شخیر سے، انہوں نے نعیم بن قعنب سے، انہوں نے کہا کہ میں ربذہ آیا تا کہ ابوذر سے ملاقات کروں۔ تو ان کی زوجہ نے مجھے کہا کہ کسی کام سے گئے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اچانک دیکھا ابوذر آگئے ہیں ان کے ساتھ دو اونٹ ہیں جس میں سے ایک کی دم دوسرے کی دم سے بندھی ہوئی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کی گردن میں گھنٹی لٹکائی ہوئی ہے۔ راوی کہتا ہے: میں کھڑا ہوا اور سلام کیا اور پھر بیٹھ گیا اور وہ گھر میں داخل ہوئے اور اپنی زوجہ سے کلام کیا اور فرمایا: اُف! مگر یہ کہ تم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے اس پر زیادہ کردو! (آپؐ نے فرمایا): عورت کمان کی مانند ہے اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو تم اسے توڑ دو گے مگر (پھر بھی عورت میں زندگی کا لازمہ ہے) کہ اس میں گذارے کی مقدار ہے۔

پھر ابوذر ایک پیالی لے آئے کہ جس میں بھٹ تیتر کی طرح کی چیز تھی۔ پس ابوذر نے کہا: کھاؤ، میں تو روزے سے ہوں۔ پھر کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر آئے اور کھانے لگے۔ راوی کہتا ہے: میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگوں میں سے کون ہے جو یہ گمان کر سکے کہ آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے، پس میں بھی گمان نہیں کرتا تھا کہ آپ مجھ سے جھوٹ بولیں گے۔ انہوں نے فرمایا: یہ جھوٹ کیا ہے؟ میں نے کہا: بیشک آپ نے مجھ سے کہا کہ میں روزہ دار ہوں پھر آئے اور کھانا کھایا۔ ابوذر نے کہا: اب بھی کہتا ہوں (کہ میں روزے دار ہوں) کیونکہ میں نے اس مہینے میں تین روزے رکھ لئے تو میرے حق میں اس کا روزہ (کا ثواب بھی) واجب ہو گیا جب کہ میرے لئے (کھانا، پینا وغیرہ کے ذریعے) افطار کرنا بھی جائز ہے۔

(۳۴۳) ☆قمیص، رداء، تاج، شلوار، ازار بند، جوتے اور عصا کے معنی کہ جن کے ذریعے اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعظیم کی جب آپؐ کا صلبِ عبدالمطلب سے پروردگار نے اخراج کیا☆

ا۔ ہم سے بیان کیا حاکم احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مروزی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن ابراہیم جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر عبدالصمد بن یحییٰ واسطی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی مدنی نے، انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے، انہوں نے سفیان ثوری سے، انہوں نے جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ

نے اپنے جد امجد علیہ السلام سے، آپؑ نے علی بن ابو طالب علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نور کو، آسمان، زمین،، عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت اور جہنم کے خلق کرنے سے پہلے خلق فرمایا اور آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، داودؑ، سلیمانؑ اور ہر اس (نبی) سے پہلے خلق فرمایا کہ جس کا ذکر اللہ عزوجل نے قول:" ووھبنا له اسحاق و یعقوب -سے لیکر- و ھدینا ھم الی صراط مستقیم." (سورہ انعام آیت :۸۴ سے ۸۷ تک) کیا ہے اور تمام انبیاء کے خلق کرنے سے چار لاکھ چوبیس ہزار سال پہلے (خلق فرمایا)۔اور اللہ عزوجل نے آپؐ کے ساتھ بارہ حجاب خلق فرمائے۔حجاب قدرت، حجاب عظمت، حجاب منّت واحسان، حجاب رحمت، حجاب سعادت، حجاب کرامت، حجاب منزلت، حجاب ہدایت، حجاب نبوت، حجاب رفعت، حجاب ہیبت اور حجاب شفاعت۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نور کو حجاب قدرت میں بارہ ہزار سال رکھا گیا جبکہ آپ کا نور کہتا رہا: سبحان ربی الاعلی[وبحمده] (پاک ہے میرا پروردگار جو کہ اعلیٰ ہے اور اسی کے لئے حمد ہے) اور حجاب عظمت میں گیارہ ہزار سال تک رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان عالم السّر" (پاک ہے تمام رازوں کا جاننے والا) اور حجاب منّت واحسان میں دس ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان من ھو قائم لا یلھو" (پاک وہ جو قائم ہے کہ جس کے امور بے کار نہیں ہوتے) اور حجاب رحمت میں نو ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان رفیع الاعلیٰ" (پاک ہے جو بلند واعلیٰ ہے) اور حجاب سعادت میں آٹھ ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: " سبحان من ھو دائم لا یسھو" (پاک ہے وہ جو دائمی ہے کہ بھولتا نہیں ہے) اور حجاب کرامت میں سات ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: " سبحان من ھو غنی لا یفتقر" (پاک ہے وہ جو ایسا غنی ہے کہ فقیر نہیں ہوتا) اور حجاب منزلت میں چھ ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان الحلیم الکریم" (پاک ہے جو بردبار اور کریم ہے) اور حجاب ہدایت میں پانچ ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان ذی العرش العظیم" (پاک ہے عظیم عرش کا مالک) اور حجاب نبوت میں چار ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان رب العزة عمّا یصفون" (پاک ہے عزت والا پروردگار ان اوصاف سے کہ اس کے بارے میں (کافر) لوگ بیان کرتے ہیں) اور حجاب رفعت میں تین ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان ذی ملک والملکوت" (پاک ہے ملک اور ملکوت کا مالک) اور حجاب ہیبت میں دو ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان الله وبحمده" (پاک ہے اللہ اور اسی کے لئے حمد ہے) اور حجاب شفاعت میں ہزار سال رکھا گیا، جبکہ آپؐ کا نور کہتا رہا: "سبحان ربی العظیم وبحمده" (پاک ہے میرا پروردگار جو کہ عظیم ہے اور اسی کے لئے حمد ہے)۔ پھر پروردگار نے آپؐ کے نام کو لوح پر ظاہر کیا تو یہ نام لوح پر چار ہزار سال منور وروشن رہا۔ پھر پروردگار نے اسے عرش پر ظاہر کیا تو گوشۂ عرش پر سات ہزار سال تک جلوہ گر رہا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اسے آدم علیہ السلام کی صلب میں رکھا۔ پھر اسے آدمؑ کی صلب سے نوحؑ کی صلب کی طرف منتقل کیا۔ پھر ایک صلب سے دوسرے صلب کی جانب، یہاں تک کہ پروردگار نے آپؐ کے نور کو عبداللہ بن عبدالمطلبؑ کے صلب سے خارج کیا تو ان کا چھ چیزوں سے اکرام فرمایا۔ انہیں رضا کی قمیص پہنائی، ہیبت کی ردا اوڑھائی، تاجِ ہدایت کو سجایا، معرفت کی سراویل ولباس پہنایا، ان کے تکہ محبت کو ازار بند قرار دیا تا کہ اس سے وہ اپنی

سراویل کو باندھیں، خوف کے جوتوں کو ان کے جوتے قرار دیا، ان کے ہاتھ میں منزلت کے عصا کو دیا۔ پھر پروردگار عالم نے آپؐ سے فرمایا: اے محمد! لوگوں کی طرف جاؤ اور انہیں کہو کہ: کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس قمیص کی اصل چھ چیزوں سے تھی: اس کی لمبائی یاقوت سے، اس کی آستینیں لولؤ سے، دامن زرد بلّور سے۔ اس کے بغل کے نیچے کا حصّہ زبرجد سے، اس کے گریبان سرخ مرجان سے اور اس کی جیب ربِّ جل جلالہ۔ کے نور سے۔ پس اللہ نے آدم علیہ السلام کی توبہ کو اس قمیض کے صدقے میں قبول کیا، اسی قمیض کی وجہ سے سلیمانؑ کی انگوٹھی پلٹائی گئی، اسی کی وجہ سے یوسفؑ کو یعقوبؑ کی طرف پلٹایا گیا، اسی کی وجہ سے یونسؑ کو مچھلی کے شکم سے نجات دی گئی اور اسی طرح پروردگار نے تمام انبیاء کو پریشانیوں سے نجات اسی کی وجہ سے بخشی اور یہ قمیض نہیں تھی سوائے قمیضِ محمدؐ کے۔

(۳۴۴) ☆امیر المومنینؑ کا عثمانؓ سے فرمانا کہ اگر میں کہوں گا تو نہیں کہوں گا سوائے وہ بات جو تم کو ناپسند ہے اور تمہارے حق میں میرے پاس نہیں ہے سوائے اس کے کہ جو تمہیں محبوب ہے☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ مکتب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد ورّاق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل بن ابان بن مہران نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن ابوسعید ورّاق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فضیل بن عبدالوھاب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یونس بن ابو یعقوب عبدی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی علیہ السلام کے غلام قنبر سے۔ انہوں نے کہا کہ میں علی علیہ السلام کے ساتھ عثمانؓ بن عفان کے پاس گیا تو دونوں نے تنہائی چاہی تو علی علیہ السلام نے میری طرف دور ہونے کا اشارہ کیا تو میں تھوڑا سا دور ہو گیا۔ تو عثمانؓ نے علی علیہ السلام کو ملامت کرنا شروع کر دی مگر علی علیہ السلام سر جھکائے خاموش رہے۔ تو عثمانؓ آپ علیہ السلام کی طرف بڑھے اور کہا: آپ کو کیا ہوا ہے کہ بولتے نہیں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اگر میں کہوں گا تو نہیں کہوں گا سوائے وہ بات کہ جو تم کو ناپسند ہے اور تمہارے حق میں میرے پاس نہیں ہے سوائے اس کے کہ جو تمہیں محبوب ہے''

مبرد نے کہا کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ اگر میں کہوں کہ میں بھی تمہارے ساتھ وہی کچھ کروں گا جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے تو میرا عتاب و ملامت تمہیں ڈسے گا جبکہ میں نے یہ طے کیا ہے کہ میں عتاب و ملامت کرنے کا حقدار ہو جاؤں پھر بھی میں کام نہیں کروں گا مگر وہ کہ جو تمہیں محبوب ہو۔

(۳۴۵) ☆ان الفاظ کے معنی جن کو امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے نخیلہ میں دئے ہوئے خطبہ میں بیان کیا ہے کہ جو شہر انبار کے عامل حسّان بن حسّان کے قتل کی خبر پہنچنے پر ارشاد فرمایا☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی۔رضی اللہ عنہ۔نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحیٰ جلودی نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ہشام بن علی اور محمد بن زکریا جوہری نے،ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ابن عائشہ نے اپنے ذکر کردہ اسناد سے بیان کیا کہ جب علی علیہ السلام تک خبر پہنچی کہ معاویہ کے سپاہیوں نے انبار میں داخل ہو کر آپؑ کے عامل جنہیں حسان بن حسان کہا جاتا۔قتل کر دیا۔تو آپ علیہ السلام جلال کے عالم میں اس حالت میں نکلے کہ آپؑ کا لباس زمین پر گھسٹتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ نخیلہ (کوفہ میں فوج کا وسیع میدان) پہنچے اور لوگ بھی آپ علیہ السلام کے پیچھے چل پڑے۔آپ علیہ السلام ایک ٹیلے پر بلند ہوئے،اللہ کی حمد و ثناء بجالانے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر درود بھیجنے کے بعد ارشاد فرمایا:''امـا بـعـد فـان الـجهـاد بـاب من ابواب الجنة [فتحه اللهلخاصة اوليائه وهو لباس التقوى ودرع الله الحصينة و جنته الو ثيقة] فمن تركه رغبة عنه البسه الله ثوب الذل وسيماالخسف، وديث الصغار وقد دعوتكم الى حرب هئولاء القوم ليلًا و نهاراً وسراً واعلاناً وقلت لكم: اغزوهم من قبل ان يغزوكم فو الذى نفسى بيده ما غزى قوم قط فى عقر ديارهم اِلّا ذلّوا، فتوا كلتم وتخاذلتم و ثقل عليكم قولى و اتخذتموه وراء كم ظهريا حتى شنت عليكم الغارات، هذا اخو غامد قد وردت خيله الانبار وقتلوا حسّان بن حسّان ورجالًا منهم كثيراً و نساءً ، والذى نفسى بيده لقد بلغنى انه كان يدخل على المراة المسلمةوالمعا هدة فيتنتزع احجالهماورعثهما، ثم انصرفوا موفورين ، لم يكلم احد منهم كلماً، فلو ان امرءاً مسلماً مات من دون هذا اسفاً ما كان عندى فيه ملوماً بل كان عندى به جديراً يا عجباً كل العجب من تظافر هئولاء القوم على باطلهم وفشلكم عن حقكم اذا قلت لكم : اغزوهم فى الشتاء قلتم: هذا اوان قروصر ،واذاقلت لكم: اغزوهم فى الصيف قلتم: هذه حمارة القيظ انظرنا ينصرم الحر عنا ،فاذا كنتم من الحر والبرد تفرون فانتم والله من السيف افر.

يا اشبه الرجال ولارجال وياطغام الاحلام و يا عقول ربّات الحجال والله لقد افسدتم علىّ رايى بالعصيان، ولقد ملاتم جوفى غيظاً حتى قالت قريش: انّ ابن ابى طالب شجاع ولكن لاراى له فى الحرب ، لله درهم، ومن ذايكون اعلم بها واشدّ لها مراساً منى ؟فوالله لقد نهضت فيها وما بلغت العشرين ولقد نيفت اليوم على الستين ولكن لاراى لمن لا يطاع. يقولها ثلاثاً. فقام اليه رجل ومعه اخوه فقال: يا امير المومنين انا واخى هذا كما قال الله عزوجل حكاية عن موسى:''رب انى لا املك الانفسى واخى'' فمرنا بامرك فو الله لننتهين اليه ولو حال وبيننا

وبینه جمر الغضا و شوک القتاد. فدعا له بخیر، ثم قال: واین تقعان مماارید؟

حمد وصلاۃ کے بعد- جان لو کہ- جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے [کہ جسے اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لئے کھولا ہے وہ تقویٰ کا لباس، نہ ٹوٹنے والی اللہ کی زرہ اور ان کی محکم ڈھال ہے۔] تو جو بھی اسے روگردانی کرتے ہوئے ترک کرے گا تو اللہ اسے ذلت کے کپڑے، عیب کی علامت اور حقیروں کی پستی کا لباس پہنائے گا۔ یقیناً میں نے تمہیں اس قوم سے لڑنے کی دن میں، رات میں، پوشیدہ طور سے اور علی الاعلان دعوت دی، میں نے تمہیں کہا کہ ان سے لڑو قبل اس سے کہ وہ تم سے لڑیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میرا نفس ہے کسی بھی قوم سے ان کے بستی کے درمیان لڑائی نہیں لڑی گئی مگر یہ کہ وہ ذلیل ورسوا ہوئے۔ تم نے ایک دوسرے پر تکیہ کیا اور ایک دوسرے کی مدد نہ کی، میرا قول تمہیں گراں لگا اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا۔ یہاں تک کہ دھوکہ دینے والے دشمنوں نے تمہیں چاروں طرف سے لوٹ لیا۔ یہ غامد (قبیلے) کا بھائی کہ جس کے سپاہی انبار میں داخل ہوگئے اور حسان بن حسان اور بہت سے مرد اور عورتوں کو قتل کردیا۔ قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میرا نفس ہے، یقیناً مجھ تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ وہ مسلمان عورت اور اس قوم کی عورت کہ جس سے معاہدہ ہوا ہے اس کے یہاں داخل ہوئے تھے تاکہ ان کی پازیب اور بالیاں چھینیں پھر وہ بڑی مقدار میں لوٹ کر چلے گئے مگر ان میں سے کسی نے ان کو ایک لفظ نہ کہا۔ اگر کوئی مرد مسلم اس سے کم پر افسوس کی وجہ سے مر جائے تو میرے نزدیک اس سلسلے میں ملامت نہیں ہے بلکہ یہ میرے نزدیک اسی کے لائق ومناسب ہے!

ہائے تعجب ہے، ہر طرح سے تعجب کہ یہ قوم باطل پر ایک دوسرے کی مدد کرتی ہے جبکہ تم اپنے حق کے بارے میں سست ہو۔ جب میں نے تمہیں کہا کہ سردیوں میں ان سے لڑو، تو تم نے کہا کہ یہ سردی اور ٹھنڈک کا زمانہ ہے اور جب میں نے تمہیں کہا کہ ان سے گرمیوں میں لڑو تو تم نے کہا کہ یہ گرمی کی شدت ہے ہمیں مہلت دیں کہ گرمیاں ہم سے گذر جائیں۔ جب تم گرمی اور سردی سے فرار کرنے لگو گے تو تم قسم بخدا! تلوار سے زیادہ فرار کرو گے۔

اے مردوں کے مشابہ، جب کہ مرد نہیں ہو! اے عقل رکھنے والے بے وقوفو! اے حجلہ نشین عورتوں جیسی عقل رکھنے والو! اللہ کی قسم! تم نے نافرمانی کرکے میری رائے کو میرے لئے بے اثر کردیا، تم نے میرا پیٹ غیظ سے بھر دیا یہاں تک کہ قریش کہنے لگے: ابوطالب کا بیٹا شجاع (تو) ہے لیکن جنگ میں کوئی رائے ومہارت نہیں رکھتا، اللہ ان کا بھلا کرے۔ کون ہے ان میں سے جو مجھ سے زیادہ مہارت رکھتا ہو اور مجھ سے زیادہ جنگ کا تجربہ رکھتا ہو!

قسم بخدا! میں اس وقت سے جنگ میں قائم ہوں جبکہ میں بیس سال کو پہنچا نہیں تھا اور اب تو میں ساٹھ سال کا ہو چکا ہوں (پھر کیسے ممکن ہے کہ جنگی مہارت کا حامل نہ ہوں) مگر اس کی کوئی رائے ومہارت ہی نہیں کہ جس کی اطاعت نہ کی جائے- آپ علیہ السلام نے اس کو تین دفعہ دہرایا- پس ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا، اس نے عرض کیا: یاامیر المؤمنین! میں اور یہ میرا بھائی، جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ نے موسیٰ علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے: رب انی لآاملک الا نفسی واخی "پروردگار یقیناً میں مالک

نہیں ہوں سوائے اپنی ذات کے اور اپنے بھائی کے" (سورۂ مائدہ: آیت-۲۵)۔ پس آپ ہم پر سے اپنے حکم کو گزاریں، پس قسم بخدا! ہم یقیناً اس کی جانب انتہاء تک پہنچیں گے اگر چہ درمیان میں درخت غضا کی بھڑکتی آگ اور قتاد کے خاردار کانٹے ہی کیوں نہ حائل ہوں۔ آپ علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور پھر فرمایا: "تم دونوں کہاں پورا کر سکتے ہو اس کام کو کہ جس کا میں نے ارادہ کیا ہے؟" پھر آپ علیہ السلام (منبر سے) اتر آئے۔

اس کی تفسیر: مبرد کہتا ہے: "سیما الخسف" کی تاویل ہے: علامت۔ اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا ہے: "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود. (ان کے چہروں پر سجدے کے اثر کی علامتیں ہیں) (سورۂ فتح: آیت-۲۹) اور اللہ عزوجل فرمارہا ہے: "یعرف المجرمون بسیماھم" (مجرموں کو ان کی علامتوں سے پہچانا جائیگا) (سورۂ رحمٰن: آیت-۴۱) اور اللہ عزوجل فرمارہا ہے: "یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسوّمین" (تمہاری مدد کی تمہارے رب نے پانچ ہزار علامت والے فرشتوں سے) (سورۂ آل عمران: آیت:۱۲۱) یعنی پرچم والے (فرشتوں سے)۔

اور آپ کا قول "دیّث الصغار" (حقیروں کی پستی) اس کی تاویل یہ ہے کہ اونٹ کے لئے جب اسے چھوٹی ذلیل کرے کہا جاتا ہے: "بعیر مدیّث" یعنی تذلیل شدہ اونٹ۔

اور آپ کا قول "فی عقر دیارھم" (آبادی کے درمیان) یعنی ان کے گھروں اور بستیوں کے اصل و مرکز میں۔ عقر یعنی اصل و مرکز اسی وجہ سے کہا جاتا ہے "لفلان عقار" یعنی فلاں کے لئے جائیداد ہے۔

اور آپ کا قول "تواکلتم" (تم نے ایک دوسرے پر تکیہ کیا) اس کو "وکلت" سے لیا گیا ہے کہ جب معنی یہ لیا جاتا ہو کہ: میں نے کام تمہارے سپرد کیا اور تم نے کام میرے سپرد کیا، جب کہ کوئی بھی اپنے ساتھی کے بغیر کام کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو بلکہ ہر کوئی دوسرے پر ٹال رہا ہو۔ اور اسی میں سے حطیئہ کا قول ہے: "امور اذا واکلتھا لا تواکل" (ایسے کام ہیں جنہیں میں چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن چھوڑتے نہیں ہیں)۔

اور آپ کا قول: "واتخذتموہ وراء کم ظھریاً" (اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا) یعنی اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ ضرب المثل میں کہا جاتا ہے: لا تجعل حاجتی منک بظھر" یعنی تم میری حاجت کی طرف نگاہ کئے بغیر نہ چھوڑو۔

اور آپ کا قول: "حتّی شنّت علیکم الغارات" (یہاں تک کہ دھوکہ دینے والے دشمنوں نے تمہیں چاروں طرف سے لوٹ لیا) یعنی انڈیلا۔ کہا جاتا ہے کہ "شننت الماء علیٰ راسه" یعنی میں نے پانی کو سر پر انڈیلا اور عرب کے کلام میں ہے: "فلما لقی فلان فلاناً شنّه بالسیف" جب فلاں فلاں سے ملا تو اسے تلوار دے ماری۔ یعنی اس پر انڈیلنے کے انداز سے وار ماری۔

اور آپ کا قول: "ھذا اخو غامد" [یہ غامد (قبیلے) کا بھائی] تو یہ معاویہ کے ساتھیوں میں ازد کے بنی غامد بن نصر قبیلے کا مشہور شخص تھا۔

اورآپؑ کا قول: فتنتزع احجالهما" احجال یعنی پازیب-بیڑیاں۔اس کا واحد حجل ہے۔اسی وجہ سے چوپایہ کو محجّلہ کہا جاتا ہے (کیونکہ اس کے پاؤں میں بیڑی ہوتی ہے) اور قید کو حجل کہا جاتا ہے کیونکہ بیڑی اس جگہ میں واقع ہوئی ہے۔

اورآپؑ کا قول: "و رُعثهما" تو اس کے معنی بالیاں ہیں۔اس کا واحد "رعثۃ" اور اس کی جمع رِعاث ہے اور جمع کی جمع رُعُث ہے۔

اورآپؑ کا قول: "ثم انصرفوا موفورین" (پھر وہ وافر مقدار میں لوٹ کر چلے جاتے) "موفورین"-وفر-سے ہے یعنی ان میں سے کسی نے بھی بدن یا مال میں (ضرر پہنچانے اور لوٹنے میں) کمی نہیں کی۔کہا جاتا ہے: "فلان موفور" اور "فلان ذو وفر"۔یعنی صاحب مال ہے۔اور بدن کے سلسلے میں بھی موفور کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اورآپؑ کا قول: "ولم یکلم احد منهم کلماً" (مگر ان میں سے کسی کو ایک لفظ نہ کہا) یعنی کسی نے ان کو ایک خراش تک نہ پہنچائی۔ہر چھوٹے بڑے زخم کو "کَلم" کہتے ہیں۔

اورآپؑ کا قول: "مات من دون هذا اسفاً." (اگر کوئی مرد مسلم اس سے کم پر افسوس کی وجہ سے مرجائے) فرما رہے ہیں: حسرت سے (مرجائے)۔کبھی "اسف" غضب کے معنی میں بھی واقع ہوتا ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "فلمّا آسفونا انتقمنامنهم" (سورۂ زخرف: آیت۔۵۵) (جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے انتقام لیا) اور "اسیف" اجیر اور اسیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اورآپؑ کا قول: "من تظافر هٰؤلاء القوم علیٰ باطلهم" (یہ قوم باطل پر ایک دوسرے کی مدد کرتی ہے)۔یعنی ان کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا اور ان کا [اس معاملہ میں] ایک دوسرے کی پشت پناہی کرنا۔

اورآپؑ کا قول: "فشَلِکم عن حقّکم" (تم اپنے حق کے بارے میں سست ہو) جب کوئی کسی چیز سے بددل ہوجائے تو کہا جاتا ہے: "فشل فلان عن کذا"۔اس سے سستی کی، اس کام کو انجام دینے سے رو کے رہے۔

اورآپؑ کا قول: "قلتم: هذا اوان قرّ و صرّ" (تو تم نے کہا کہ یہ سردی اور ٹھنڈک کا زمانہ ہے). صرّ: شدید سردی کو کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "کمثل ریحٍ فیها صرّ" (اس ہوا کی طرح جس میں ٹھنڈ ہو) (سورۂ آل عمران: آیت-۱۱۷)۔

اورآپؑ کا قول: "هذه حمارّة القیظ" (یہ گرمی کی شدت ہے)۔ قیظ گرمی کو کہتے ہیں اور حمارته: حرارت کا شدید ہونا۔

(۳۴۶) ☆ رسولوں کے قول کے معنی کہ جب انہیں قیامت کے دن کہا جائے گا: ''تمہیں کیا جواب دیا گیا۔عرض کریں گے: ہمیں کوئی علم نہیں'' ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مروزی مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام ابوزید عباس بن یزید بن حسین بن علی بن کحال نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی میرے والد یزید بن حسین نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے فرمایا: جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے فرمان: "یوم یجمع اللہ الرسل. فیقول ماذا احببتم قالوا لا علم لنا" (جس دن پیغمبروں کو جمع کرے گا اور کہے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تو عرض کریں گے ہم کچھ نہیں جانتے) (سورۂ مائدہ: آیت-۱۰۸) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: وہ عرض کریں گے ہم کوئی علم نہیں رکھتے (سوائے تیرے دیئے ہوئے علم کے)۔فرمایا: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قران پورا کا پورا (دل کے دروازے کی) دستک و سرزنش ہے اور اس کا باطن قرب (الٰھی) کا ذریعہ ہے۔

اس کتاب کے مصنفؒ کہتے ہیں کہ اس سے آپؑ کی مراد یہ ہے کہ آیات سرزنش اور برے انجام کی نشاندہی کرنے والی آیتوں کے پیچھے رحمت اور مغفرت کی آیتیں ہیں۔

(۳۴۷) ☆ عقل کے نفس، اس کی روح، اس کا سر، اسکی آنکھیں، اس کی زبان، اس کا منہ، اس کا دل اور وہ چیز جس سے وہ قوی ہوتی ہے۔ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مروزی مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوزید عباس بن یزید بن حسین کحال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جدامجد علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے علی بن ابوطالب علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقل کو ایک ایسے نور سے خلق فرمایا جو اس کے اس علم سابق میں مخزون و پوشیدہ تھا کہ جس پر نہ تو

کوئی نبی مرسل مطلع تھا اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ، پس پروردگار نے علم کو اس کا نفس، فہم کو اس کی روح، زہد کو اس کا سر، حیا کو اس کی دونوں آنکھیں، حکمت کو اس کی زبان، مہربانی کو اس کا منہ، رحمت کو اس کا دل قرار دیا، پھر اسے دس چیزوں سے زینت اور تقویت بخشی: یقین، ایمان، صدق، سکینہ، اخلاص، رفق و مہربانی، بخشش، قناعت، تسلیم وقبول کرنا اور شکر۔ پھر عقل سے فرمایا: پیچھے جا تو وہ پیچھے گئی، پھر فرمایا: آگے آ تو وہ آگے آئی، پھر فرمایا: کلام کر، تو اس نے کلام کیا کہ میں حمد کرتی ہوں اس اللہ کی جس کا کوئی نظیر نہیں، نہ ہی مثل ہے، نہ ہی مثال، نہ ہمسر، نہ بدل، نہ ہی کوئی اس کے مانند ہے اور وہ ایسا ہے کہ ہر چیز اس کی عظمت کے سامنے حقیر اور ذلیل ہے۔

پس رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی، میں نے کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا جو تجھ سے بہتر ہو، نہ ہی تجھ سے زیادہ اطاعت گزار، نہ ہی تجھ سے ارفع، نہ ہی تجھ سے اشرف، نہ ہی تجھ سے زیادہ عزت والی، تیرے ہی ذریعہ مجھے یکتا مانا جائے گا، تیرے ہی ذریعہ میری عبادت کی جائے گی، تیرے ہی ذریعے مجھے پکارا جائے گا، تیرے ہی ذریعہ سے مجھ سے امید رکھی جائے گی، تیرے ہی ذریعہ مجھے (مجھ سے) طلب کیا جائے گا، تیرے ہی ذریعہ مجھ سے ڈرایا جائے گا، تیرے ہی ذریعہ مجھ سے چوکنا کیا جائے گا، تیرے ہی ذریعے ثواب ہے اور تیرے ہی ذریعہ عقاب ہے۔ پس عقل اس موقع پر سجدہ ریز ہوگئی اور اسی سجدے کی حالت میں ہزار سال گذر گئے تو ربّ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: اپنا سر اٹھا اور سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کر شفاعت قبول کی جائے گی، پس عقل نے اپنا سر اٹھایا اور عرض کی: میرے معبود! میں تجھ سے اپنی شفاعت کا سوال کرتی ہوں ہر اس شخص کے لئے کہ جس میں تو نے مجھے خلق فرمایا۔ پس اللہ عزوجل نے اپنے ملائکہ سے فرمایا: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ بیشک میں نے یقیناً اس شخص کی شفاعت کردی کہ جس میں میں نے اس کو خلق کیا۔

(۳۴۸) ☆ان (الفاظ) کے معنی جو "ذھب" اور "فضّہ" کی لعنت میں آئے ہیں☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابو محمد حسن بن حمزہ علوی حسینی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد امیدوار نے، انہوں نے محمد بن حسن صفار سے، انہوں نے یعقوب بن یزید انباری سے، انہوں نے ابن ابوعمیر سے، انہوں نے ھارون بن خارجہ سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اللہ نے "ذھب" اور "فضّہ" پر لعنت کی ہے کہ ان دونوں سے محبت نہیں رکھتا مگر وہ کہ جو انہی کی جنس سے ہو۔" میں نے عرض کی: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! یہ (ذھب وفضّہ سے مراد) سونا اور چاندی؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ایسا نہیں ہے جس طرف تم گئے ہو۔ "ذھب" سے مراد فقط وہ شخص ہے کہ جو دین سے چلا جائے اور فضّہ سے مراد وہ کہ جو اپنے کو کفر تک پہنچادے۔"

اس کتاب کے مصنف -رحمہ اللہ- فرماتے ہیں: اس حدیث کو میں نے سوائے حسن ابن حمزہ علوی کے کسی اور سے نہیں سنا اور میں

نے اس کو اپنے استاد محمد بن حسن بن احمد بن ولید سے روایت نہیں کیا لیکن یہ میرے نزدیک صحیح ہے، اور اس کی تائید وہ روایت بھی کر رہی ہے کہ جو امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں مؤمنین کا رئیس ہوں اور مال ظلمت و تاریکی کا رئیس ہے مال خود متکبرانہ چال نہیں چلتا بلکہ اس کی وجہ سے متکبرانہ چال چلی جاتی ہے۔تو یہ کنایہ ہے اس شخص کے لئے کہ جو دین سے چلا جاتا ہے اور کفر تک اپنے آپ کو پہنچا دیتا ہے۔اور کنایہ فقط سونا اور چاندی کے ذریعے سے اس لئے واقع ہوا چونکہ یہ دونوں ہر چیز کی قیمت بن سکتے ہیں (چونکہ اس زمانہ میں دینار سونے کا اور درہم چاندی کا ہوتا تھا کہ جس کے ذریعے سے ہر چیز خریدی جا سکتی تھی)، جس طرح سے اس حدیث میں ہر کفر اور ظلم کی بنیاد کے لئے ظلمت و تاریکی کے لفظ کو بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔

(۳۴۹) ☆ درجات، کفّارات، ہلاک کرنے اور بچانے والوں کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن خالد برقی نے، انہوں نے ھارون ابن جہم سے، انہوں نے مفضّل بن صالح سے، انہوں نے سعد الاسکاف سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تین درجات ہیں، تین کفّارات ہیں، تین چیزیں تباہ کار ہیں اور تین چیزیں بچانے والی ہیں۔ جہاں تک درجات کا تعلق ہے تو یہ (۱) سلام کو پھیلانا، (۲) کھانا کھلانا اور (۳) رات میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔اور جہاں تک کفّارات کا تعلق ہے تو یہ (۱) ٹھنڈی ہوا کے باوجود وضو کرنا، (۲) رات میں اور دن میں (نماز) جماعت کی طرف چلنا اور (۳) نماز (کے اوقات) کی حفاظت کرنا۔

جہاں تک تعلق ہلاک کرنے والی چیزوں کا ہے تو یہ (۱) مال کا بخل، (۲) خواہشات کی پیروی اور (۳) مرد کا خود پسندی کا شکار ہونا ہے۔ جہاں تک تعلق نجات دینے والی چیزوں کا ہے تو یہ (۱) تنہائی میں اور ظاہر میں (دونوں حالتوں میں) اللہ کا خوف، (۲) غنٰی (مال اور بے نیازی) اور فقر (دونوں حالتوں) میں میانہ روی اور (۳) رضا اور ناراضگی (دونوں حالتوں) میں انصاف کی بات کہنا۔

اس کتاب کے مصنف -رحمہ اللہ- فرمایا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''مال کا بخل کرنا اللہ عزوجل کے بارے میں برا گمان رکھنا ہے'' (چونکہ بخیل گویا یہ خوف لئے بیٹھا ہے کہ اگر خرچ کر دیا تو خداوند عالم اسے دوبارہ نہیں دے گا) اور ''سبرات'' کا لفظ جمع ہے ''سبرۃ'' کی اور اس کے معنی ہیں: سردی کی شدت اور اسی لفظ سے کسی مرد کا نام ''سبرۃ'' رکھا جاتا ہے۔

(۳۵۰) ☆ رمضان کے معنی ☆

ا۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد بزرگوار- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے احمد بن محمد بن ابونصر سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے سعد سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے: ہم آٹھ افراد آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے، پس ہم نے رمضان کا ذکر کیا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم لوگ نہ کہو: یہ رمضان ہے، اور نہ یہ کہو کہ رمضان گذر گیا، نہ یہ کہو رمضان آیا۔ بیشک رمضان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو نہ ہی آتا اور نہ ہی جاتا ہے، اس لئے کہ فقط زوال پذیر چیز آتی ہے اور جاتی ہے بلکہ تم لوگ کہو: ماہ رمضان۔ پس ماہ کو اضافہ کیا گیا ہے اسم (رمضان) کی طرف اور یہ اسم اللہ کا نام ہے، اور یہ وہی مہینہ ہے جس میں قران نازل کیا گیا کہ اللہ نے اس کو (حجت و دلیل کی) مثال اور (اپنے دوستوں کے لئے) عید قرار دیا ہے۔''

۲۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہون نے محمد بن یحییٰ خثعمی سے، انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جدامجد علیہ السلام سے کہ فرمایا: علی صلوات اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ نہ کہو: رمضان، بلکہ تم لوگ کہو: ماہ رمضان چونکہ تم لوگ نہیں جانتے کہ رمضان کیا چیز ہے۔''

(۳۵۱) ☆ لیلۃ القدر کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسی- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عباس بن بسام نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابی السری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن عبداللہ بن یونس نے، انہوں نے سعد بن طریف الکنانی سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اے علی! کیا تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کے کیا معنی ہیں؟'' میں نے عرض کیا: نہیں، یارسول اللہؐ! پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالی نے اس میں جو کچھ قیامت کے دن تک ہونے والا ہے اسے مقدّر فرمایا ہے، پس قیامت کے دن تک کی تمہاری ولایت اور تمہاری اولاد میں سے ائمہ کی ولایت کو پروردگار عزّ وجلّ نے اس میں مقدّر فرمایا ہے۔''

۲۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی الخطّاب نے، انہوں نے محمد بن عبید بن مہران سے، انہوں نے صالح بن عقبہ سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس "انـا انـزلـنـاه فـی لیلة القدر" کا تذکرہ ہوا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس کی کتنی واضح فضیلت ہے دوسری سورتوں پر!'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اس کی کون سی چیز فضیلت رکھتی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام کو اس میں نازل کیا گیا۔'' میں نے عرض کیا: ''اس لیلۃ القدر میں کہ جس کی ہم ماہ رمضان میں امید رکھتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں، یہ ایسی رات ہے کہ جس میں آسمان و زمین کو مقدّر کیا گیا اور اسی میں ولایتِ امیر المؤمنین علیہ السلام کو مقدّر کیا گیا۔''

(۳۵۲) ☆خضراء الدمن'' کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن احمد شیبانی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ الکوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن زیاد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن بشیر برقی نے، انہوں نے یحییٰ بن مثنی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی طلحہ صیرفی نے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ علیہ السلام فرمار ہے تھے: میں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام کو حدیث بیان کرتے سنا، آپ علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپ علیہ السلام نے اپنے جدا مجد علیہ السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں سے فرمایا: ''تم لوگ خضراء الدمن (گوبر میں اُگے ہوئے سبزے سے) سے بچو'' کہا گیا: یارسول اللہؐ! خضراء الدمین کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''بری تربیت میں پلنے والی خوبصورت عورت''۔

اس کتاب کے مصنف-رضی اللہ عنہ-فرماتے ہے کہ ابوعبید نے کہا ہے کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ پیغمبرؐ کی مراد گوبر میں اگے ہوئے سبزے سے نسب کا فاسد ہونا ہے کہ جب خوف ہو کہ وہ عورت حلال زادی نہیں ہے۔اور فقط اس وجہ سے اس عورت کو خضراء الدمن قرار دیا چونکہ اس کو تشبیہ دی گئی ہے اس خوبصورت درخت سے کہ جو گائے کے گوبر میں پیدا ہوتا ہے۔دمن کے اصلی معنی وہ جگہ ہے کہ جہاں پر اونٹ اور بھیڑ بکریاں اپنا پاخانہ اور پیشاب نکالتی ہیں، کبھی کبھار اس جگہ پر خوبصورت پودے نکل آتے ہیں اور اس کی جڑ اسی گوبر میں ہوتی ہے، کہنے والا کہتا ہے کہ: اس کا منظر کتنا حسین و پسندیدہ ہے جبکہ اس کی انتہاء فاسد ہے۔شاعر کہتا ہے:

و قد ینبت المرعی علی دمن الثری ☆ و تبقیٰ حزازات النفوس کما ھیا

(کبھی بچے کھچے کے اوپر نم مٹی سے چراگاہ پیدا ہو جاتی ہے لیکن دلوں میں حسد اسی طرح رہتا ہے)

شاعر نے اس کو ایسے شخص کی مثال کے لئے پیش کیا ہے کہ جو اظہارِ محبت کرتا ہے مگر اس کے دل میں عداوت ہے۔

(۳۵۳) ☆ جامع مُجمع، ربیع مُربِع، کربٌ مُقمِع اور غلٌ قمِل کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے عبداللہ بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے اسماعیل بن ابی زیاد سکونی سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''عورتیں چار ہیں: جامع مجمع، ربیع مربع، کرب مقمع اور غل قمل۔''

احمد بن ابی عبداللہ برقی کا کہنا ہے کہ ''جامع مجمع'' یعنی اچھائیوں کی کثرت سے سرسبز، ''ربیع مربع'' وہ عورت کہ جس کی آغوش میں ایک بچہ ہو اور اس کے پیٹ میں دوسرا، ''کرب مقمع'' یعنی اپنے شوہر کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنے والی عورت اور ''غل قمل'' یعنی وہ عورت کے جو اپنے شوہر کے پاس غل قمل کی طرح ہو اور یہ ایک کھال کا بنا گلے میں ڈلا ہوا طوق ہوتا ہے کہ جس میں جوں، چھچڑیا اور چھوٹی چیونٹیاں جیسی چیزیں واقع ہو جاتی ہیں جو اسے کھاتی رہتی ہیں اور وہ شخص اس سے کسی طرح بھی آزاد ہونے کے قابل نہیں ہوتا، اور یہ عربوں میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

(۳۵۴) ☆ غنیمت، غرام، ودود، ولود، عقیم، صخابہ، ولاجہ اور ھمازہ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے ابراہیم کرخی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے جو کہ میرے حق میں موافق عورت تھی اور یقیناً وہ میری شادی پر بے قرار تھی۔ پس آپ علیہ والسلام نے فرمایا: ''تم دیکھو کہاں تمہارا نفس ٹھہرتا ہے، اور کون ہے جو تمہارے معاملات میں تمہاری شریک بن سکتی ہے، اور جو تمہارے دین، تمہارے راز اور تمہاری امانت پر مطلع ہو، پس اگر تم لازمی طور پر انجام دینے والے ہو (اور گناہ میں پڑنے کا خوف ہے) تو ایک دوشیزہ تمہارے لئے نیکی اور حسنِ اخلاق سے زیادہ مناسب ہے۔

ألا انّ النساء خلقن شتّی ☆ فمنهن الغنيمة و الغرام

(جان لو کہ عورتوں کو مختلف انداز میں خلق کیا گیا ہے، پس ان میں سے بعض تو غنیمت ہیں اور بعض غرامت ونقصان)

و منهن الهلال اذا تجلّی ☆ لصاحبه و منهن الظلام

(ان میں سے کوئی تو اپنے شوہر کے لئے ہلال ہے کہ جب جلوہ گر ہوتا ہے اور کوئی ان میں اندھیری رات ہے)

فمن یظفر بصالحهن یسعد ☆ و من یغبن فلیس له انتقام

(پس جو شخص ان میں سے صالح و نیک عورت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا وہ سعادت مند ہو گیا

اور جو اس میں دھوکہ کھا گیا تو اس کے لئے انتقام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔)

عورتوں کی تین قسمیں ہیں: پہلی وہ کہ جو ''ولود'' (اولاد دینے والی)، ''ودود'' (محبت کرنے والی) اور اپنے شوہر کی زمانہ کے خلاف دنیا اور آخرت کے امور میں مدد کرتی ہے نہ کہ شوہر کے برخلاف زمانہ کی مدد کرتی ہے، دوسری وہ عورت کے جو ''عقیم'' (بانجھ) ہوتی ہے کہ نہ جمال رکھتی ہے، نہ اخلاق رکھتی ہے اور نہ اپنے شوہر کی نیکی میں مددگار ہوتی ہے اور تیسری وہ عورت کہ جو ''صخّابہ'' (شور شرابہ کرنے والی)، ''لاجّہ'' (جھگڑالو)، ''ھمّازہ'' (بدزبان) کہ جو زیادہ کو کم قرار دیتی ہے اور چھوٹی چیز کو قبول نہیں کرتی۔

(۳۵۵) ☆شہبرۃ، لھبرۃ، نھبرۃ، ھیدرۃ اور لفوت کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن عمرو بن علی بن عبداللہ بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن حسن بن بنداد تمیمی طبری نے اسفرایین کی جامع مسجد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن یوسف طوسی نے طبران میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے

بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی ابن خشرم مروزی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فضل بن موسیٰ سینانی مروزی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت نے کہا: کیا میں تمہیں نئی عمدہ حدیث کا فائدہ پہنچاؤں کہ تم نے اس سے عمدہ نئی حدیث نہ سنی ہو؟ راوی کہتا ہے: میں نے کہا: ہاں، تو ابوحنیفہ نے کہا کہ مجھے خبر دی حماد بن ابی سلیمان نے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے عبداللہ بن بحسینہ سے، انہوں نے زید بن ثابت سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اے زید! کیا تم نے شادی کر لی؟'' میں نے عرض کیا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تم شادی کر لو تا کہ اپنی پاکدامنی کے ساتھ پاکدامنی کو طلب کر سکو، اور ہرگز تم پانچ عورتوں سے شادی نہ کرنا۔'' زید نے کہا: کن سے؟ یارسول اللہؐ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تم ہرگز شہبرہ سے شادی نہ کرنا اور نہ ہی لھبرہ سے اور نہ نھبرہ سے اور نہ ھیدرہ سے اور نہ لفوت سے۔'' زید نے کہا: یارسول اللہؐ! آپؐ نے جو فرمایا ان میں سے میں کسی چیز کو نہیں جانتا ہوں، اور بیشک میں ان کے آخر تک سے یقیناً لاعلم ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''کیا تم عرب نہیں ہو؟ (سنو) جہاں تک شہبرہ کا تعلق ہے تو یہ ناشائستہ کلام کرنے والی بدزبان ہے اور لھبرہ تو یہ لمبی اور لاغر، نھبرہ تو یہ چھوٹے قد کی بدزبان ہے اور ھیدرہ تو یہ قریب المرگ بوڑھیا ہے اور لفوت وہ عورت ہے کہ جو تمہارے غیر سے اولاد رکھتی ہو۔''

(۳۵۶) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس قول کے معنی کہ جب آپؐ نے کسی کو ماہ رمضان میں حجامت کراتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''حجامت کرنے والا اور حجامت کروانے والا دونوں نے افطار کرلیا۔'' ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحیٰی بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومعاویہ نے، انہوں سلیمان بن مہران سے، انہوں نے عبایہ بن ربعی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ سے روزہ دار کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے لئے حجامت جائز ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا: ہاں، جب اسے اپنے آپ پر کمزوری طاری ہونے کا خوف نہ ہو۔ میں نے کہا: کیا حجامت روزے کو توڑ دیتی ہے؟ ابن عباس نے کہا: نہیں، میں نے کہا: تو کیا معنی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس قول کا کہ جو آپؐ نے جب کسی کو ماہ رمضان میں حجامت کراتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''حجامت کرنے والا اور حجامت کروانے والا دونوں نے افطار کرلیا۔''؟ ابن عباسؓ نے کہا: ان دونوں کے روزے فقط اس وجہ سے افطار ہو گئے تھے چونکہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور اپنے اس کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر جھوٹ باندھ رہے تھے، نہ کہ حجامت کی وجہ سے۔

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کے لئے ایک اور معنی بھی ہیں اور وہ یہ کہ جو شخص حجامت کرواتا ہے وہ تو یقیناً اپنے آپ کو روزہ کھولنے کی طرف محتاج بنا دیتا ہے چونکہ وہ ایسی کمزوری سے محفوظ نہیں رہ سکتا کہ جو اس پر عارض ہوتی ہے اور وہ اس بات کی طرف محتاج ہو جاتا ہے اور یقیناً میں نے اپنے بعض اساتذہ سے نیشاپور میں سنا کہ وہ امام صادق علیہ السلام کے قول: ''حجامت کرنے والے اور کروانے والے نے روزہ افطار کرلیا۔'' کے سلسلے میں کہا کہ یعنی (افطار سے مراد فطرت ہے) دونوں اس کام کے ذریعے سے میری فطرت اور سنّت میں داخل ہوئے چونکہ حجامت ان کاموں میں سے ہے جس کا حکم امام علیہ السلام نے فرمایا ہے تو اس نے اس حکم کی بجا آوری کی۔

(۳۵۷) ☆ قواعد، بواسق، جون، خفو، ومیض اور رحا کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا حاکم ابوالحسن عبدالحمید عبدالرحمٰن بن حسین نیشاپوری فقیہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبیداللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمرو ضریر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاد بن عبّاد مہلّبی نے، انہوں نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا کہ بادل نمودار ہوا تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بادل نمودار ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلّم نے فرمایا: ''تم کیسے دیکھتے ہو ان کے قواعد (وآثار) کی آمد کو؟'' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! کیا ہی اچھا ہے اور کیا ہی شدید ہے ان کا قدم رکھنا۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم کیسے دیکھتے ہو ان کے بواسق (سفید بادلوں) کو؟'' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! کیا ہی اچھا ہے اور کیا ہی شدید ہے ان کا ڈھیر لگنا۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم کیسے دیکھتے ہو ان کے جَون (سیاہ بادلوں) کو؟'' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! کیا ہی اچھا ہے اور اس کا شدید سیاہ پن۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم کیسے دیکھتے ہو ان کے رحا (چکر) کو؟'' لوگوں نے عرض کیا: کیا ہی اچھا ہے اور کیا ہی شدید ہے ان کا گول دائرے بنانا۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم کیسے دیکھتے ہو ان کی بجلی کو آیا خفو (چمکتی) یا ومیض (مسکراتی) یا یشق شقا (آسمان میں سیدھی پھیلتی ہوئی)؟'' لوگوں نے کہا: یارسول اللہؐ! بلکہ آسمان میں سیدھی پھیلتی ہوئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''الحیا (بارش آنے والی ہے)۔'' پس لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپ کی کیا فصاحت ہے اور ہم نے کسی ایسے کو نہیں دیکھا جو آپؐ سے زیادہ فصیح ہو۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اس سے کون روکنے والا ہے جب کہ میری زبان میں قران نازل ہوا ہے ''واضح وآشکار زبانِ عربی میں''۔

اور ہم سے بیان کیا حاکم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوعلی ریاحی نے، انہوں نے ابوعمرو ضریر سے اسی حدیث کو۔

مجھے خبر دی محمد بن ھارون زنجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبدالعزیز نے، انہوں نے ابوعبید سے، انہوں نے کہا کہ قواعد یعنی اس کے اصول جو آسمان کے افق پر عارض ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کو تشبیہ دی ہے گھر کے قواعد (بنیادوں) سے کہ جو دیوار سے متصل ہوتے ہیں۔ قواعد کی مفرد ''قاعدۃ'' ہے اللہ عزّ وجلّ کا فرمان ہے: ''و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل'' [اور جب ابراہیم کعبہ کی بنیادوں کو بلند کررہے تھے اور اسماعیل (بھی)] (سورۂ بقرہ: آیت: ۱۲۷)۔ اور جہاں تک بواسق کا تعلق ہے تو یہ بادلوں کی شاخیں ہیں کہ جو بیچ آسمان سے دوسرے افق تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور اسی طرح ہر وہ چیز جو طویل ہو اسے باسق کہتے ہیں، اللہ عزّ وجلّ کا فرمان ہے: ''و النخل باسقات لھا طلع نضید'' (اور لمبی لمبی کھجوریں اگاتی ہیں جن کے گابھے تہ بہ تہ ہوتے ہیں) (سورۂ ق: آیت-۱۰) اور ''جَون'' سخت سیاہ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع ہے ''جُون''۔ اور پیغمبرؐ کا فرمان کہ ''تم کیسے دیکھتے ہو اس کے رحا کو'' تو بیشک اس کا ''رحا'' بادلوں کا آسمان میں گول دائرے بنانا ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے: ''رحا الحرب'' اور یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں جنگ کے لئے دائرہ بنایا جاتا ہے۔ اور ''خفو'' بادلوں کے سروں میں بجلی کے عارض ہونے کو کہتے ہے۔ اور اس میں دو معنی ہیں: اور کہا جاتا ہے: خفا البرق (ماضی)، یخفو (مضارع)، خفوا (مصدر)-(باب نصر ینصر سے) اور یخفی (مضارع)، خفیا (مصدر)-(باب ضرب یضرب سے)۔ اور ومیض کہتے ہیں ایک ہلکی سی چمک کا ہونا اور پھر بجلی کا چمکنا ساکن ہوجائے اور اس کے لئے (بڑے پیمانے پر) عارض ہونا نہ ہو۔ اور جہاں تک تعلق ''یشق شقا'' کا ہے تو اس کے معنی ہیں کہ بجلی کا نمودار ہونا بالکل بیچ آسمان کی طرف سیدھ میں بغیر دائیں اور بائیں کو اخذ کئے۔

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں: اور الحیا یعنی المطر (بارش)۔

(۳۵۸) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: [لپکو] جنّت کے باغوں کی طرف۔ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن بکران نقاش۔رضی اللہ عنہ۔ نے کوفہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بنی ہاشم کے غلام احمد ابن محمد بن سعید الکوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا منذر بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جنّت کے باغوں کی جانب لپکو'' پس لوگوں نے عرض کیا: جنّت کے باغ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یاد اور ذکر (الٰہی) میں ڈوب جانا۔''

(۳۵۹) ☆ اونٹ کے سلسلے میں جو آیا ہے کہ یہ ''اعنان الشیاطین'' ہیں اور اس کی اچھائی نہیں آتی مگر نحوست کے ساتھ۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ سکونی نے، انہوں نے صالح بن ابی حماد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسماعیل بن مہران نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عمرو بن ابی المقدام سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے، انہوںؑ نے علی علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''گوسفند کہ جب تم اس کی طرف رخ کرو گے تو وہ تمہاری طرف رخ کرے گا اور اگر تم اس کی طرف پشت کرو گے تب (بھی) وہ تمہاری طرف رخ کرے گا، اور گائے کہ جب تم اس کی طرف رخ کرو گے تو وہ تمہاری طرف رخ کرے گی اور جب تم اس کی طرف پشت کرو گے تو وہ تمہاری طرف پشت کرے گی اور اونٹ اعنان الشیاطین (شیاطین کی لگام) ہیں جب تم اس کی طرف رخ کرو گے تو وہ تمہاری طرف پشت کرے گا اور جب تم اس کی طرف پشت کرو گے تب (بھی) وہ تمہاری طرف پشت کرے گا اور اس کی اچھائی نہیں آتی مگر یہ کہ اس کی جانب کی اشاٴم (نحوست) کے ساتھ۔'' کہا گیا: یارسول اللہؐ! تو کون اس کے بعد اس کو لے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ''گناہگار اشقیاء کہاں ہیں؟''۔

صالح کہتا ہے کہ اسماعیل بن مہران نے اس کو شعر میں ڈھالا ہے:

هی المال لولا قلّة الخفض حولها ☆ فمن شاء داراها و من شاء باعها

(یہ اونٹ ایسا مال ہے کہ اگر اس کے اردگرد زندگی کی آسودگی کی کمی نہ ہوتی

تو کون چاہتا کہ اس کی دیکھ بھال کرے اور کون چاہتا کہ اس کی خرید وفروخت کرے)

مجھ سے بیان کیا محمد بن ھارون زنجانی نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبد العزیز نے ، انہوں نے ابو عبید سے کہ انہوں نے کہا: پیغمبرؐ کا قول: ''اعنان الشیاطین'' ہر چیز کا اعنان اس کا اطراف ہوتے ہیں، وہ بات کہ جس کی ابو عمرو نے حکایت کی ہے اس کے مطابق (بھی) اعنان الشئی یعنی کسی چیز کی اطراف ، یہ بات ابو عمرو اور دوسروں نے کہی ہے، تو اگر اعنان کا لفظ محفوظ ہوا ہے (یعنی جیسا پیغمبرؐ نے فرمایا ایسا ہی نقل ہوا ہے) تو پیغمبرؐ کی مراد یہ ہے کہ اونٹ شیطان کے اطراف ہیں یعنی اونٹ شیطان کے اخلاق اور طبیعت کا حامل ہے اور قول: ''لا تقبل الا مولیة و لا تدبر الا مولیة'' تو یہ میرے نزدیک اسی قول کی طرح سے ہے کہ جو اونٹ کے لئے کہا جاتا ہے کہ ''یقیناً جب اس کی طرف رخ کرو گے تو وہ پشت کرے گا اور جب تم پشت کرو گے تب (بھی) وہ پشت کرے گا۔'' اور یہ اس کے کثیر الآفات اور جلد نابودی کی وجہ سے ہے۔ اور قول: ''اس کی اچھائی نہیں آتی مگر اپنی جانب کی اُشَأم کے ساتھ'' اُشَأم یعنی بائیں طرف، بائیں ہاتھ کو کہا جاتا ہے: ''الشؤم'' اور اسی سے اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: ''و اصحاب المشأمة'' (سورۂ بلد: آیت -۱۸) مراد ہے بائیں ہاتھ والے۔ اور قول: کہ اس کا نفع نہیں آتا مگر اسی طرف سے یعنی اونٹنی دودھ نہیں دیتی اور نہ ہی اس پر سواری کی جاسکتی ہے مگر یہ کہ اس کے بائیں طرف سے ، اور یہی وہ طرف و جانب ہیں کہ جسے اصمعی کے قول میں وحشی کہا گیا ہے چونکہ یہ بائیں طرف ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ: دائیں کو انسی کہتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کا کہنا ہے: نہیں، بلکہ انسی وہ سمت ہے کہ لوگ دودھ دوہنے کے لئے اور سواری کے لئے جس طرف سے آتے ہیں، اور وحشی کا معنی دائیں طرف ہے چونکہ جانوروں کی دائیں طرف سے استفادہ نہیں کیا جاتا فقط اس کی بائیں طرف سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ ابو عبید کہتا ہے: پس یہی قول میرے نزدیک قابل قبول ہے اور جانب وحشی دائیں طرف ہی ہے چونکہ خوف زدہ ہمیشہ خوف کی جگہ سے دائیں طرف فرار اختیار کرتا ہے۔

(۳۶۰) ☆ مؤمن کو خوشخبری دینے میں جلد بازی کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابو الحسن محمد بن احمد بن علی الاسدی نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن محمد بن مرزبان نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن جعد نے ، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی شعبہ نے ، انہوں نے ابو عمران جونی سے ، انہوں نے عبد اللہ بن صامت سے ، انہوں نے کہا کہ ابوذر۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! ایک شخص اپنے لئے عمل کرتا ہے اور لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔ (اس کے سلسلے میں کیا حکم ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یہ مؤمن کو خوشخبری دینے میں جلد باز ہے۔''

(۳۶۱) ☆عرفاء اہل جنّت کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن احمد بن علی الاسدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد، علی ابن عباس بجلی اور حسن بن علی بن نصر طوسی نے، ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عبدالرحمٰن ابن غزوان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسنان عابدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صفوان بن سلیم نے، انہوں نے عطاء بن بشار سے، انہوں نے ابوسعید خدری سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''حاملین قران اہل جنّت کے عرفاء ہیں۔''

(۳۶۲) ☆نجات پانے والے ایک فرقہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابولبید محمد بن ادریس شامی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسحاق بن اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد محاربی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا افریقی نے، انہوں نے عبداللہ بن یزید سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب میری امّت میں وہی کچھ آئے گا جو نبی اسرائیل پر آیا تھا بالکل ویسا ہی اور یقیناً وہ لوگ بہتر (۷۲) ملّتوں میں متفرق ہو گئے تھے اور عنقریب میری امّت ان سے ایک زیادہ تہتر (۷۳) ملّتوں میں متفرق ہو جائے گی، یہ تمام کے تمام (جہنم کی) آگ میں ہوں گے سوائے ایک کے۔'' راوی کہتا ہے: کہا گیا: یارسول اللہؐ! یہ ایک کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یہ وہ ہے کہ جس پر آج ہم ہیں میں اور میرے اصحاب۔''

(۳۶۳) ☆امام صادق علیہ السلام کا قول: جسے چار عطا کئے گئے اس کے لئے چار حرام نہیں ہیں۔ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابواحمد بن حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالقاسم بدر بن ہیثم قاضی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن منذر کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن فضیل نے، انہوں نے ابوصباح سے، انہوں نے کہا کہ جعفر بن محمد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: ''جس کو چار عطا کئے گئے اس کے لئے چار حرام نہیں ہے: جس کو دعاء (کی توفیق) عطا کی گئی اس کے لئے اجابت حرام نہیں ہے: جسے استغفار (کی توفیق) عطا کی گئی اس کے لئے (قبولیتِ) توبہ حرام نہیں ہے: جس کو شکر (کی

توفیق) عطا کی گئی اس کے لئے اضافہ حرام نہیں ہے: اور جسے صبر عطا کیا گیا اس کے لئے اجر حرام نہیں ہے۔''

(۳۶۴) ☆اس چیز کے معنی کہ جس کی جڑ زمین میں اور شاخ آسمان میں ہے☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جس نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک دن اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر تم جو کچھ تمہارے پاس برتن اور سامان ہیں اس کا آشیانہ بناؤ تو تم اسے آسمان تک پہنچا دیکھو گے؟'' اصحاب نے عرض کیا: نہیں، یارسول اللہؐ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تو کیا میں تمہاری راہنمائی ایسی چیز کی طرف نہ کروں کہ جس کی جڑ زمین میں ہے اور شاخ آسمان میں ہے؟'' اصحاب نے عرض کیا: یقیناً یارسول اللہؐ!۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تم میں سے جو بھی نماز فریضہ سے فارغ ہو تو تیس دفعہ کہے: ''سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر'' بیشک ان کی جڑ زمین میں ہے اور ان کی شاخ آسمان میں ہے اور یہ جلنے، غرق ہونے، دب جانے، کنویں میں گرنے اور بری موت کو دفع کرتے ہیں اور یہی باقیات الصالحات ہیں۔''

(۳۶۵) ☆آخرت کی زینت کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن حسن مؤدّب نے، انہوں نے احمد بن علی اصبہانی سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد ثقفی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اہل رے میں سے ایک بزرگ ابوالحسن علی بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا منصور بن عبّاس اور حسن بن علی بن نضر نے، انہوں نے سعید بن نضر سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینتیں ہیں اور آٹھ رکعتیں رات کے آخری حصّہ میں اور (ایک رکعت نماز) وتر آخرت کی زینتیں ہیں اور بسا اوقات اللہ عزّ وجلّ دونوں کو کچھ قوموں کے لئے جمع کر دیتا ہے۔''

(۳۶۶) ☆ دنیا سے حصّہ۔ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابواحمد حسن بن عبداللہ بن سعید العسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد قشیری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحویش احمد بن عیسی کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسی بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفرؑ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جدِ امجد جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جدِ امجد علیہ السلام سے، آپؑ نے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "وَ لَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنيَا" (اور دنیا میں اپنا حصہ بھول نہ جاؤ) (سورۂ قصص: آیت۔۷۷) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "(یعنی) تم فراموش مت کرو اپنی صحت، اپنی قوت، اپنی فراغت، اپنی جوانی اور اپنی چستی کو کہ ان کے ذریعے سے آخرت کو طلب اور حاصل کرنا ہے۔"

(۳۶۷) ☆ لکع کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے، انہوں نے بکر بن عبداللہ بن حبیب سے، انہوں نے تمیم بن بہلول سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حفص بن غیاث سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لوگوں پر زمانہ آئے گا کہ دنیا میں (لوگوں کے نزدیک) انسانوں میں سب سے زیادہ سعادت مند "لکع بن لکع" ہوگا جبکہ (حقیقت میں) اس وقت انسانوں میں سب سے بہتر "مؤمن بین کریمین" ہوگا۔"

"لکع": پست غلام، اور کہا گیا ہے کہ لکع یعنی چھوٹا، اور کہا گیا ہے کہ لکع یعنی خوار و پست۔ "مؤمن بین کریمین" یعنی ایسا مؤمن جو دو مؤمنینِ کریم والدین کے درمیان ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے: ایسا مؤمن جو حج اور جہاد کے درمیان ہو، اور کہا گیا ہے کہ: ایسا مؤمن جو دو گھوڑوں کے درمیان ہو کہ جن پر سوار ہو کر جنگ کرے اور کہا گیا ہے کہ: دو اونٹوں کے درمیان تاکہ ان پر پانی کو حاصل کرے اور لوگ (ضرورت پوری ہو جانے کی وجہ سے) کنارہ کش ہو جائیں۔

(۳۶۸) ☆انواء کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی -رضی اللہ عنہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی ابن ابراہیم بن ھاشم نے ، انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے ،انہوں نے محمد بن حمران سے ،انہوں نے اپنے والد سے ،انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا:''تین چیزیں جاہلیت کے اعمال میں سے ہیں: نسب پر فخر کرنا ،حسب کے سلسلے میں طعنہ زنی کرنا اور انواء (آسمانی ستاروں) کے ذریعے بارش کو طلب کرنا۔

مجھے خبر دی محمد بن ھارون زنجانی نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن عبدالعزیز نے ،انہوں نے ابوعبید سے ،انہوں نے کہا کہ میں نے اہل علم کی ایک جماعت کو کہتے سنا کہ انواء اٹھائیس ستارے ہیں جن کے طلوع ہونے کی جگہ سال بھر کے دنوں میں مشہور ہے۔ جوکہ گرما، سرما، بہار اور خزاں ہیں۔ ہر تیرہ راتوں میں ایک ستارا مغرب میں طلوع فجر کے ساتھ ساقط ہوتا ہے۔اسی وقت اس کے بالمقابل مشرق میں دوسرا طلوع ہوتا ہے اور یہ دونوں معلوم اور معین ہیں۔ان اٹھائیسوں کا اختتام سال کے ختم ہونے کے ساتھ ہوتا ہے۔پھر نئے آنے والے سال میں معاملہ پہلے ستارے کی طرف پلٹ جاتا ہے۔جب ایک ستارا ساقط ہوتا اور دوسرا طلوع ہوتا تو جاہلیت کے زمانہ میں عرب کہا کرتے تھے کہ اس وقت ہوا اور بارش کا ہونا لازمی ہے اور اس وقت ہونے والی تمام بارشوں کی (اس وقت غائب ہونے والے) اس ستارے کی طرف نسبت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری بارش ثریا، دبران، سماک اور اسی طرح کے ستاروں کے اٹھانے کی وجہ سے ہے اور یہی ''انواء'' ہیں۔اس کا واحد ''نوء'' ہے اور اسے نوء کہا جاتا ہے کیونکہ جب مغرب میں ایک ستارا ساقط ہوتا ہے تو اسی وقت مشرق میں دوسرا ستارا طلوع ہوتا ہے اور یہ ناء (ماضی) ینوء (مضارع) نوءاً (مصدر) ہے۔ستارے کے ابھرنے کے عمل کو ہی نوء کہتے ہیں۔مگر پھر ستارے کا نام رکھ دیا گیا اور اسی طرح ہر اٹھنے والا جو مشقت سے اٹھتا ہو تو اس کے اٹھتے وقت کو ''نوء'' کہا جائے گا۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:'' لتنوء بالعصبة اولی القوّة'' [(ان کی کنجیاں) بڑی قوت والے کثیر گروہ پر بھی گراں گزرتی تھیں] (سورۂ قصص: آیت ۷۶)۔

(۳۶۹) ☆وہ اونٹ جو زکات میں لئے جاتے ہیں ان کی عمر-کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رضی اللہ عنہ۔نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ،انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے ،انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے ،انہوں نے حریز سے ،انہوں نے زرارہ ،محمد بن مسلم ،ابوبصیر، برید عجلی اور فضیل سے ،ان سب نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام اور ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ دونوں (علیہما السلام) نے ارشاد فرمایا:''اونٹوں کی

زکات میں ہر پانچ پر ایک گوسفند ہے یہاں تک پچیس تک پہنچ جائیں (ہر پانچ پر ایک گوسفند زکاۃ ہوگی)۔ جب اس مقدار تک پہنچ جائیں تو اس میں ابنۃ مخاض (ایک سال کی اونٹنی) ہے۔ پھر اس میں کوئی چیز (واجب) نہیں ہے، یہاں تک کہ پینتیس (۳۵) تک پہنچ جائیں اور جب پینتیس تک پہنچ جائیں تو اس میں ''ابنۃ لبون' (دو اور تین سال کے درمیانی عمر کی اونٹنی) ہے، پھر اس میں کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ پینتالیس (۴۵) تک پہنچ جائیں اور جب پینتالیس تک پہنچ جائیں تو اس میں ''حقہ طروقۃ الفحل'' (تین اور چار سال کے درمیانی عمر کی اونٹنی) ہے۔ پھر اس میں کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ ساٹھ تک پہنچ جائیں تو اس میں ''جَـذَعَۃٌ'' ہے (ایسا اونٹ جو چار سال کا ہو چکا ہو اور پانچویں سال میں داخل ہوا ہو۔ کہتے ہیں کہ کیونکہ اونٹ اس عمر میں اپنے آگے کے دانت گرا دیتا ہے اس لئے اس کو یہ نام دیا گیا ہے) پھر اس میں کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ پچھتر (۷۵) تک پہنچ جائیں اور جب پچھتر تک پہنچ جائیں تو اس میں دو ''بنت لبون'' ہیں۔ پھر اس میں کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ نوے (۹۰) تک پہنچ جائیں، جب نوے تک پہنچ جائے تو اس میں دو حقہ طروق الفحل ہے۔ پھر اس میں اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ ایک سو بیس تک پہنچ جائیں۔ پھر جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو جائے تو ہر پچاس پر ایک حقہ اور ہر چالیس پر ایک بنت لبون ہے۔ پھر اونٹ اپنی (بیان شدہ) عمروں کی طرف پلٹیں گے اور زیادتی پر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ کمی پر کچھ ہے۔ اور بوجھ اٹھانے والے (اونٹوں) پر بھی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ بیابان میں چرنے والوں پر ہے۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کی: بـخـت سائمہ (قدیم لمبی گردن والا غیر عرب اونٹ کہ جو بیابان سے چرتا ہو) میں کیا چیز ہے؟ فرمایا: ''وہی جو عربی اونٹ میں ہے۔''

اس کتاب کے مصنف۔ رضی اللہ عنہ۔ کہتے ہیں کہ اونٹوں کی عمر کے متعلق ایک تحریر سعد بن عبداللہ بن ابی خلف۔ رضی اللہ عنہ۔ کی میں نے پائی ہے۔ وہ پہلا لمحہ جس میں ماں اس کا حمل گراتی ہے اس سے ایک سال تک (اس کا نام) حـوُار ہے۔ پھر جب دوسرے سال میں داخل ہوتا ہے تو اسے ''ابن مخاض'' کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ماں (دوبارہ) حاملہ ہوگئی ہے اور جب تیسرے سال میں داخل ہو تو اسے "ابن لبـون" کہا جاتا ہے یہ اس وجہ سے کہ اس کی ماں نے (دوسرا) وضع حمل کر لیا ہے اور اسے دودھ آ گیا ہے اور جب چوتھے سال میں داخل ہو تو مذکر کو حِق اور مؤنث کو حِقَۃ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اس لائق ہو چکی ہے کہ حاملہ بن سکے۔ پھر جب پانچویں سال میں داخل ہو تو اسے "جذع" کہا جاتا ہے پھر جب چھٹے سال میں داخل ہو تو اسے ''ثـنیـہ'' کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے سامنے والے اوپر اور نیچے کے دو۔ دو دانت گرا دیتا ہے اور جب ساتویں سال میں داخل ہو تو ثنیہ کے ساتھ والے چار دانتوں کو گرا دیتا ہے اور اسے ''رباع'' کہا جاتا ہے اور جب آٹھویں سال میں داخل ہوتا ہے تو رباعی (میں گرنے والے) کے بعد والے دانت گرا دیتا ہے اور اسے ''سَدیسا'' کہا جاتا ہے اور جب نویں سال میں داخل ہو تو اس کے دانت ظاہر ہوتے ہیں اور اسے ''بازل'' کہا جاتا ہے اور جب دسویں سال میں داخل ہو تو وہ ''مُخلِف'' ہے اور اس کے بعد اس کے لئے کوئی نام نہیں ہے تو وہ عمر جس میں اونٹ کو زکاۃ میں لیا جاتا ہے وہ ابن مخاض سے جزع تک کی ہے۔

(۳۷۰)☆مُوضِحہ، سمحاق، باضِعہ، مامومہ، جائفہ اور منقّلہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے قاسم بن عروہ سے، انہوں نے ابن بکیر سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''موضحہ'' میں پانچ اونٹ (دیت) ہے، اور سمحاق میں چار اونٹ ہے، باضعہ میں تین اونٹ ہے ۔مامومہ میں تینتیس (۳۳) اونٹ ہے، جائفہ میں (بھی) تینتیس (۳۳) اونٹ ہے اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہے۔

اس کتاب کے مصنف۔رضی اللہ عنہ۔کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن عبداللہ۔رحمہ اللہ۔کی (سر کے) زخموں اور ان کے ناموں کے متعلق تحریر میں پایا کہ اصمعی نے کہا کہ: پہلا زخم حارصہ ہے۔یہ وہ ہے جو جلد کو چیر دیتا ہے یعنی پھاڑ دیتا ہے اور اسی مادہ سے جب رنگ والا کپڑا پھاڑ دے تو کہا گیا ہے:''حرص القصّار الثوب'' (رنگ کرنے والے نے کپڑا پھاڑ دیا)۔پھر اس کے بعد کا زخم باضعہ ہے یہ وہ ہے جو جلد کے بعد گوشت کو بھی چیر دے۔پھر متلاحمہ ہے یہ وہ زخم ہے جو کچھ گوشت نکال دے مگر سمحاق تک نہ پہنچے۔ پھر سمحاق ہے یہ اس کے اور ہڈی کے درمیان پتلا پردہ ہوتا ہے۔یہی سمحاق ہے اور اسی مادہ سے کہا گیا ہے: فی السماء سماحیق من غیم (آسمان میں بادلوں کے پردے ہیں) اور علی الشاۃ سماحیق من شحم (گوسفند پر چربی کے پردے ہیں)۔ پھر موضحہ ہے یہ وہ (سر کا زخم) ہے جو ہڈی کی سفیدی کو ظاہر کردے۔ پھر ھاشمہ ہے یہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے۔پھر منقلہ ہے یہ وہ زخم ہے جو کھوپڑی تک پہنچنے والی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں نکال دے۔''فراش'' وہ پردہ ہے جو گوشت کے نیچے ہڈی پر ہوتا ہے۔اور اسی سے نابغہ کا قول ہے:

☆ویتبعھا منه فراش الحواجب☆

پھر آمّہ ہے یہ وہ زخم ہے جو سر کے مرکز تک پہنچ جائے اور یہ وہ کھال ہے کہ جو دماغ پر ہوتی ہے اور عثم کے معنی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا ناہموار جوڑنا ہے۔

(۳۷۱)☆نہر غوطہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابو عباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو محمد یحییٰ بن محمد بن صاعد نے مدینۃ السلام میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ازہر بن کمیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معتمر بن سلیمان نے، انہوں نے کہا کہ میں نے فضیل بن میسرہ کے ساتھ پڑھا، انہوں نے ابو جریر سے کہ ابو بردہ نے ان سے بیان کیا، انہوں نے ابو موسیٰ اشعری سے، انہوں نے کہا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تین اشخاص جنت میں داخل نہیں ہوں گے: ہمیشہ شراب پینے والا، ہمیشہ جادو کے ساتھ منسلک رہنے والا اور قطع رحم کرنے والا۔اور جب ہمیشہ شراب پینے والا مرجاتا ہے تو اللہ عزوجل ''نہرغوطہ'' سے اس کی پیاس بجھاتا ہے۔ عرض کیا گیا: ''نہرغوطہ'' کیا ہے؟ فرمایا: ''وہ نہر جو فاجرہ عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلتی ہے کہ جس کی بو (جہنم کی) آگ والوں کو اذیت پہنچاتی ہوگی۔''

(۳۷۲) ☆حَیّوف، زنوق، جوّاض اور جعظری کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے احمد بن نضر سے، انہوں نے عمرو بن شمر سے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: مجھے جبرائیل (علیہ السلام) نے خبر دی ہے کہ جنت کی خوشبو ہزار سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے (مگر) اسے عاق شدہ نہیں پائے گا اور نہ قطع رحم کرنے والا اور نہ بوڑھا زنا کرنے والا اور نہ اپنی ازار و شلوار تکبر کی وجہ سے زمین پر گھسیٹنے والا، اور نہ فتنہ انگیز اور نہ احسان جتانے والا اور نہ جعظری۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: جعظری کیا ہے؟ فرمایا: ''وہ شخص جو دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔''

اور دوسری حدیث میں ہے: اور نہ ''حَیّوف'' جو کفن چرانے والا ہے۔اور نہ ''زنوق'' وہ مخنث (مرد ہوتے ہوئے عورت کی صفت اپنانے والا) ہے اور نہ جوّاض (جو کہ بے وقوف و بد اخلاق ہے) اور نہ جعظری اور یہ وہ ہے جو دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔

(۳۷۳) ☆صلاۃ الوسطیٰ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابو مغراء حمید بن مثنیٰ عجلی سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''صلاۃ الوسطیٰ نماز ظہر ہے۔اور یہ وہ پہلی نماز ہے جو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل فرمائی۔''

۲۔ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ ورّاق اور علی بن محمد بن حسن جو ابن مقبرہ قزوینی کے نام سے معروف ہیں نے، ان دونوں نے کہا

کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ بن ابی خلف اشعری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن [ابی] صباح نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم رازی نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابو نعیم فضل بن دکین نے، انہوں نے ہشام بن سعد سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے ابو یونس سے، انہوں نے کہا کہ میں عائشہؓ کیلئے ایک قران تحریر کر رہا تھا، تو انہوں نے کہا کہ جب تم نماز کی آیت تک پہنچو تو اسے نہ لکھنا یہاں تک کہ میں تمہیں وہ آیت املا کراؤں گی۔ تو جب میں اس تک پہنچا تو انہوں نے مجھے املا کرایا۔ "حافظوا علی الصّلوٰتِ والصلاة الوسطیٰ" (سورہ بقرہ: آیت-۲۳۸) (یہاں پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ) وصلاة العصر۔ (اور نماز عصر کی حفاظت کرو)۔

۳۔ ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ ورّاق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ابی خلف اشعری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن داؤد نے، انہوں نے ابودھر سے، انہوں نے مالک بن انس سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عمرو بن نافع سے، انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زوجہ حفصہؓ کے لئے قران تحریر کر رہا تھا، تو انہوں نے کہا کہ جب تم اس آیت پر پہنچو تو لکھو: "حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلوٰةِ الوُسْطیٰ" (سورہ بقرہ: آیت-۲۳۸) (یہاں پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ) وصلاة العصر۔ (اور نماز عصر کی حفاظت کرو)۔

۴۔ ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ ورّاق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ بن ابی خلف نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن خلف اشعری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن داؤد نے، انہوں نے مالک بن انس سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے قعقاع بن حکیم سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زوجہ عائشہؓ کے غلام ابو یونس سے، انہوں نے کہا کہ عائشہؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لئے قران تحریر کروں اور کہا جب تم اس (سورۂ بقرہ کی ۲۳۸ ویں) آیت پر پہنچو تو لکھو: حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰاتِ وَالصَّلوٰةِ الوسطیٰ - (وصلاة العصر)- و قوموا للہ قانتین. (اپنی تمام نمازوں بالخصوص نماز وسطیٰ کی محافظت اور پابندی کرو، -اور نماز عصر کی- اور اللہ کی بارگاہ میں خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ)، پھر عائشہؓ نے کہا کہ قسم بخدا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ سنا تھا۔

اس کتاب کے مصنفؒ کہتے ہیں کہ یہ روایتیں ہمارے حق میں مخالفین کے خلاف دلیل ہیں کہ صلاۃ وسطیٰ سے مراد نماز ظہر ہے۔

۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی نجران اور حسین بن سعید دونوں سے، انہوں نے حماد بن عیسی جہنی سے، انہوں نے حریز بن عبداللہ سجستانی سے، انہوں نے زرارہ بن اعین سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ان سے -یعنی ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے- اللہ کی فرض کردہ نمازوں کے متعلق سوال کیا؟ تو فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا اللہ نے ان کا نام رکھا ہے اور کیا انہیں قران میں بیان کیا ہے؟ تو فرمایا: ہاں، اللہ عزّ وجلّ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے فرمایا: "اَقِمَ الصلوٰةَ لِدُلُوکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّلیْلِ"۔ (آپ زوال آفتاب سے رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں) (سورۂ اسراء: آیت-۷۸) دلوک شمس یعنی

سورج کا زوال۔تو سورج کے زوال سے اور رات کی تاریکی کے درمیان چار نمازیں ہیں کہ پروردگار نے ان کا نام رکھا ہے، اسے بیان کیا ہے اور ان کا وقت معین کیا ہے۔غسق اللیل یعنی نصفِ شب۔ پھر فرمایا:" وَقُرآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرآنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوداً" ۔(اور نماز صبح بھی کہ نماز صبح کے لئے گواہی کا انتظام کیا گیا ہے)(سورۂ اسراء: آیت-۷۷) تو یہی پانچ (نمازیں) ہیں۔اللہ عزوجل نے اس کے متعلق فرمایا ہے: اقم الصلاۃ طرفی النہار (تم نماز کو قائم کرو دن کے دونوں طرف میں) اس کے دونوں طرف نماز مغرب اور فجر ہے، وزلفاً من اللیل یہ عشاء کی نماز ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلوٰۃِ الوسطی (اور اپنی نمازوں بالخصوص نماز وسطی کی محافظت اور پابندی کرو) یہ ظہر کی نماز ہے اور یہی وہ پہلی نماز ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پڑھا تھا اور یہ دن کی دو نمازوں نماز صبح اور عصر کے درمیان ہے۔وقوموا للہ قانتین (اور اللہ کی بارگاہ میں خضوع اور خشوع کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ) درمیانی نماز کے متعلق ہے۔

(۳۷۴)☆تحیۃ المسجد کے معنی، صلاۃ اور ان چیزوں کے معنی جو پوری حدیث میں ان کے ساتھ متصل ہیں☆

ا۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد الاسواری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو یوسف احمد بن محمد بن قیس سجزی مذکر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن عمرو بن حفص نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابومحمد عبیداللہ بن محمد بن اسد نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن ابراہیم ابوعلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحیٰی بن سعید بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابن جریج نے، انہوں نے عطاء سے، انہوں نے عبید بن عمیر لیثی سے، انہوں نے ابوذر۔رحمہ اللہ علیہ- سے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد میں تنہا تشریف فرما تھے۔ میں نے آپؐ سے خلوت کو غنیمت جانا۔ پس آپؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:" اے ابوذر! مسجد کا تحیّہ ہوتا ہے۔" میں نے عرض کا: اس کا تحیّہ کیا ہے؟ فرمایا:" دو رکعت، جو تم پڑھو گے۔" (میں نے دو رکعت نماز انجام دی) پھر میں آپؐ کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ نے مجھے نماز کا حکم فرمایا تو نماز کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:" بہترین موضوع ہے جو چاہے کم پڑھے جو چاہے زیادہ پڑھے۔" ابوذرؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:" اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔" [میں نے عرض کیا: کونسا مومن ایمان کے اعتبار سے کامل ترین ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:" ان میں سے جو اخلاق کے اعتبار سے بہترین ہو۔" میں نے عرض کیا: مؤمنین میں سے افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمایا:" جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں۔"]

میں نے عرض کیا: رات کا کونسا حصّہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''رات کے آخری حصّہ کی کشادگی''۔ میں نے عرض کیا: کونسی نماز افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''طویل قنوت والی''۔ میں نے عرض کیا: کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تنگدست کا (طاقت نہ ہونے کے باوجود) فقیر کے لئے پوشیدہ طور سے کوشش کرنا (یا خود کا دینا)۔

میں نے عرض کیا: روزہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''قابل جزاء فرض اور اللہ کے پاس تو کئی گنا زیادہ (اجر و ثواب) ہے۔'' میں نے عرض کیا: کونسا غلام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''جس کی قیمت زیادہ ہو اور جو اپنے اہل کے نزدیک عزت والا ہو۔'' میں نے عرض کیا: کونسا جہاد افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''جس کا تیز رفتار گھوڑا زخمی کیا جائے اور اس کا خون بہایا جائے۔'' میں نے عرض کیا: آپؐ پر اللہ کی نازل کردہ آیتوں میں سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''آیت الکرسی۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اے ابوذر! سات آسمان کرسی کی نسبت کچھ نہیں ہے سوائے اس گول دائرہ کی مانند کہ جو بیابان میں پیدا ہوتا ہے۔ اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسے بیابان کی اس دائرے پر۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! نبی کتنے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں۔''

میں نے عرض کیا: ''رسول کتنے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تین سو تیرہ کا جمّ غفیر۔''

میں نے عرض کیا: نبیوں میں پہلا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''آدمؑ''

میں نے عرض کیا: کیا وہ نبیوں میں سے رسول تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''ہاں! اللہ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے خلق فرمایا اور اپنی روح میں سے اس میں پھونکا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اے ابوذر! نبیوں میں چار سریانی ہیں۔ آدمؑ، شیثؑ، اُخنوخؑ جو ادریسؑ ہیں اور یہ وہی ہیں جس نے سب سے پہلے قلم سے لکھا، اور نوحؑ۔ اور چار عرب ہیں۔ ھودؑ، صالحؑ، شعیبؑ اور تمہارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)۔ اور بنی اسرائیل میں سے پہلے نبی موسیٰؑ تھے اور ان میں سے آخری عیسیٰؑ تھے اور چھ سو (۶۰۰) نبی تھے۔''

میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! اللہ نے کتنی کتابیں نازل فرمائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''ایک سو کتابیں اور چار کتابیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے، ادریسؑ پر تیس صحیفے اور ابراہیمؑ پر بیس صحیفے نازل فرمائے اور توراۃ، انجیل، زبور اور قران کو نازل فرمایا۔''

میں نے عرض کیا: ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے میں کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''سب کی سب وہ مثالیں تھیں: (اس طرح کی کہ) اے آزمائش میں مبتلا مغرور بادشاہ! میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا کہ بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر دنیا کو اکٹھا کر، بلکہ میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میری طرف سے مظلوم کی پکار کا مداوا کر، چونکہ بیشک میں مظلوم کی پکار کو رد نہیں کرتا اگرچہ وہ پکار کافر کی ہو۔

اور عقلمند کے اوپر۔ جب تک کہ اس کی عقل (نفسانی خواہشات کے آگے) مغلوب نہ ہو جائے۔ اس کے لئے کچھ اوقات (مخصوص) ہونے چاہئیں۔ ایک وقت ہو کہ جس میں اپنے ربّ سے مناجات کرتا ہو، ایک وقت ہو کہ جس میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہو، ایک وقت ہو کہ جس میں اللہ عزّ وجلّ کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور و فکر کرتا ہو اور ایک وقت حلال میں سے اپنا حصہ لینے کے لئے خالی ہو چونکہ یہ وقت ان اوقات کے لئے مددگار ہے اور دل کیلئے آسودگی اور اس کے لئے فراغت و آمادگی ہے۔

اور عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے کی بصیرت رکھتا ہو، اپنی شان پر نگاہ رکھتا ہو، اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو۔ چونکہ جو بھی اپنے کلام کو اپنے عمل کا حصہ شمار کرتا ہے اس کا کلام کم ہو جاتا ہے مگر اس مقام میں کہ جہاں اس کا کلام اس کا مددگار بنتا ہو۔

اور عاقل کے اوپر لازم ہے کہ تین چیزوں کا طالب ہو: اپنی معاش کی درستگی، معاد (آخرت) کیلئے زادِ راہ کا انتظام اور حرام چیزوں کے علاوہ سے لذت اٹھانا۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے میں کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: تمام کا تمام (عبرانی زبان میں حیرت انگیز) نصیحتیں تھیں: (جیسے کہ) مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص پر کہ جو موت کا یقین رکھتا ہے وہ کیونکر خوش ہوتا ہے؟! اور اس شخص پر کہ جو (جہنم کی) آگ کا یقین رکھتا ہے وہ کیونکر ہنستا ہے؟! اور اس شخص پر کہ جو دنیا اور اہل دنیا کے رخ کی تبدیلی کو دیکھتا ہے کیونکر اس پر مطمئن ہوتا ہے؟! اور اس شخص پر کہ جو قدرِ (الٰہی) پر یقین رکھتا ہے کیونکر (بے جا) بھاگتا ہے اور اس شخص پر کہ جو حساب پر یقین رکھتا ہے کیونکر عمل نہیں کرتا؟!"

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ نے جو آپؐ پر نازل فرمایا ہے اس میں سے جو ہمارے پاس موجود ہے کیا ان چیزوں میں سے ہے کہ جو مصحفِ ابراہیمؑ و موسیٰؑ میں تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "اے ابوذر! پڑھو: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ☆ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ☆ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ☆ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ☆ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ☆ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى. (بے شک پاکیزہ رہنے والا کامیاب ہو گیا۔ جس نے اپنے رب کے نام کی تسبیح کی اور پھر نماز پڑھی۔ لیکن تم لوگ دنیا کی زندگی کو مقدم رکھتے ہو۔ جب کہ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ یہ بات تمام پچھلے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بھی اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی) (سورہ اعلیٰ: آیت ۱۴ سے ۱۹)۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مجھے وصیت و نصیحت فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں چونکہ یہ تمام امور کی بنیاد اور اصل ہے۔"

میں نے عرض کیا: میرے لئے اضافہ فرمایئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "تم پر لازم ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو۔ بے شک یہ تمہارے لئے آسمان میں ذکر ہے اور زمین میں نور ہے۔"

میں نے عرض کیا: میرے لئے اضافہ فرمایئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "تم پر لازم ہے کہ خاموشی کو طول دو چونکہ یہ

شیطانوں کو بھگاتی ہے اور تمہارے دینی کاموں میں تمہاری مددگار ہے۔''

میں نے عرض کیا: میرے لئے اضافہ فرمائیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''زیادہ ہنسنے سے بچو چونکہ یہ دل کو مردہ بنادیتا ہے۔[اور چہرے کے نور کو لے جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرے لئے اضافہ فرمائیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اپنے سے نیچے والوں کی طرف نگاہ کرو اور اسے نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہو چونکہ یہ چیز زیادہ مناسبت رکھتی ہے اس بات سے کہ تم نے اپنے اوپر کی اللہ کی نعمت کو ہلکا نہیں سمجھا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرے لئے اضافہ فرمائیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اپنے رشتہ داروں سے میل جول رکھو اگرچہ وہ تم سے قطعِ تعلق کریں۔'']

میں نے عرض کیا: میرے لئے اضافہ فرمائیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: تم پر لازم ہے مسکینوں سے محبت کرنا اور ان سے ہم نشینی اختیار کرنا۔

میں نے عرض کیا: میرے لئے اضافہ فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: حق (بات) کہو اگرچہ تلخ ہو۔''

میں نے عرض کیا: میرے لئے اور اضافہ فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اللہ کے سلسلے کے امور میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ رکھو۔''

میں نے عرض کیا: میرے لئے اضافہ فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''چاہیئے کہ وہ باتیں جو تم اپنے بارے میں جانتے وہ تمہیں لوگوں سے (ان کی جستجو کرنے سے) باز رکھے اور تم ان پر (جستجو کرکے) ان چیزوں میں سے نہ پاؤ کہ جسے تم خود انجام دیتے ہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''کسی شخص کے عیب دار ہونے کے لئے تین خصلتیں ہی کافی ہیں: اپنے نفس کی جس برائی سے لاعلم ہو لوگوں کی اسی برائی کو پہچانتا ہو، لوگوں کے لئے اس چیز کو باعث حیا سمجھتا ہو جو خود اس میں موجود ہو اور اپنے ہم نشین کو ان معاملات میں اذیّت پہنچائے کہ جو اس کے لئے مددگار نہ ہو۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اے ابوذر! تدبیر و دوراندیشی جیسی کوئی عقل نہیں ہے، (حرام سے) بچنے جیسا کوئی ورع نہیں ہے اور حسن خلق جیسا کوئی شرف نہیں ہے۔''

(۳۷۵) ☆ قاع القرقر اور شجاع الاقرع کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے

والد سے، انہوں نے محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے خلف بن حماد سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بھی سونے یا چاندی کے مال والا زکاۃ نہیں روکتا ہے مگر یہ کہ اللہ عزّ وجلّ اسے قیامت کے دن ''قاع قرقر'' میں قید کرے گا اور اس پر مضبوط گنجے سانپ کو مسلط کرے گا جو اسے کاٹنے کی کوشش کر رہا ہوگا اور وہ شخص اس سے بھاگ رہا ہوگا۔ اور جب وہ دیکھے گا اس سے چھٹکارا نہیں ہوسکتا تو وہ خود کو اس کے حوالے کردے گا، تو وہ اسے ایسے کاٹے گا جیسے مولی کو کاٹا جاتا ہے۔ پھر وہ اس کی گردن میں طوق بن جائے گا اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے اس قول کے مطابق ہے: ''سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.'' (اور عنقریب جس مال میں بخل کیا ہے وہ روز قیامت ان کی گردن میں طوق بنا دیا جائے گا) (سورۂ آل عمران: آیت-۱۸۰)

اور کوئی بھی اونٹ، گائے اور بھیڑ کا مالدار نہیں ہے جو زکاۃ روکتا ہے مگر یہ کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل ''قاع قرقر'' میں اسے قید کرے گا۔ اسے ہر کُھر والا اپنے کُھر سے روندے گا، ہر دانتوں والا اسے اپنے اگلے دانتوں سے چبائے گا۔

اور کوئی بھی کھجور، گنجان باغ یا کھیتی والا مالدار نہیں ہے کہ جو زکاۃ روکتا ہے مگر یہ کہ اللہ عزّ وجلّ قیامت کے دن تک کے لئے اس کی زمین کا ستر زمینوں تک کے پھندے کا طوق پہنائے گا۔

اصمعی کا کہنا ہے کہ ''قاع'' اس ہموار جگہ کو کہتے ہیں کہ جس میں نہ بلندی ہو اور نہ پستی ہو۔ ابوعبید کہتا ہے کہ یہ 'قیعه' کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول ہے: ''كَسَـــرَابٍ بِـــقِيــعَةٍ'' (اس ریت کی مانند ہیں جو چٹیل میدان میں ہو) (سورۂ نور: آیت-۳۹) اور 'قیعه'' کی جمع ''قاع' ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ''فيذرها قاعاً صفصفاً'' (پھر زمین کو چٹیل میدان بنا دے گا) (سورۂ طٰہ: آیت-۱۰۶)

قرقر بھی ہموار کا معنی دیتا ہے اور روایت کی گئی ہے: ''بقاع قفر' اور روایت کیا گیا ہے: ''بقاع قرق' اور یہ معنی کے اعتبار سے ''قرقر'' کی طرح ہے۔ شاعر کہتا ہے:

کان ایدیهنّ بالقاع القرق ☆ ایدی عذاریٰ یتعاطین الورق

(ان عورتوں کے ہاتھ ہموار زمین میں باکرہ کے ہاتھوں کی طرح ہیں جو پھول توڑتی ہیں)۔

اور شجاع اقرع (یعنی گنجا مضبوط سانپ)۔

(۳۷۶) ☆ عرق اور الابتین کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے موسیٰ بن حسن سے، انہوں نے محمد بن عبدالحمید سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے منصور بن حازم سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبد

المومن بن قاسم انصاری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں ہلاک ہو گیا۔ میں ہلاک ہو گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''کس چیز نے تجھے ہلاک کیا؟'' اس نے عرض کی: میں ماہ رمضان میں اپنی زوجہ کے پاس گیا جبکہ میں روزے کی حالت میں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے فرمایا: ''ایک غلام آزاد کرو۔'' اس نے عرض کیا: (میں اپنے آپ کو اس قابل) نہیں پاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تو دو مہینے پے در پے روزے رکھو۔'' اس نے عرض کیا: میں طاقت نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''ساٹھ مسکینوں کو صدقہ دو (کھانا کھلاؤ)۔'' اس نے عرض کی: (میں اپنے آپ کو اس قابل) نہیں پاتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس ایک زنبیل یا کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ٹوکرا لایا گیا جس میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے فرمایا: یہ لو اور اس کے ذریعے صدقہ کرو۔'' اس نے عرض کی: قسم اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپؐ کو نبی بنا کر بھیجا، مدینے کی پتھریلی زمین پر کوئی ایسا گھرانہ نہیں ہے جو مجھ سے بڑھ کر ضرورت مند ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یہ لے لو، اور تم اور تمہارے گھر والے اسے کھاؤ۔ بیشک یہ تمہارے حق میں کفارہ ہے۔''

سیف بن عمیرہ نے کہا: اور مجھ سے بیان کیا عمرو بن شمر نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی جابر بن یزید جعفی نے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی کے مثل روایت بیان کی ہے۔

اصمعی کہتا ہے: ''عرق'' کا اصلی معنی کھجور کے پتوں کی ٹوکری بننے سے پہلے کی کیفیت ہوتی ہے پھر اس سے ٹوکری بنائی جاتی ہے اور اسی وجہ سے ''زنبیل'' (ٹوکری) کو عرق کہا جاتا ہے اور اسے ''عرقہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ہر چیز جو آسمان میں پر پھیلائے ہوئے پرندے کی طرح ہموار ہو وہ ''عرقہ'' ہے۔

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید ـ رحمہ اللہ ـ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے علی بن مہزیار سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن سعید نے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے حسن الصیقل سے، انہوں نے کہا کہ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''میں زیاد بن عبید اللہ (حاکم مدینہ) کے پاس تھا جبکہ ربیعہ رأی (فقیہ مدینہ) بھی اس کے پاس تھا۔ تو زیاد نے اس سے کہا: اے ربیعہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینے میں کس چیز کو حرام قرار دیا تھا؟، ربیعہ نے اس سے کہا: ایک برید میں ایک برید (طول و عرض میں دو فرسخ یا بارہ میل)۔ (امام نے فرمایا:) تو میں نے ربیعہ سے کہا: ''(کیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانے میں برید (ڈاکیا) تھا؟'' تو وہ خاموش ہو گیا اور مجھے جواب نہیں دیا۔ امام نے فرمایا: پھر زیاد نے میری طرف رخ کیا اور کہا: اے ابا عبد اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں؟ میں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینے میں ''دولابہ'' کے درمیان والی جگہ کو شکار کے لئے حرام قرار دیا تھا۔'' اس نے کہا: دولابہ کیا ہے؟ میں نے کہا: ''وہ سیاہ پتھروں والی سنگلاخ زمین کہ جس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔'' امام نے فرمایا: اس نے مجھ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلّم نے درختوں میں سے کیا حرام قرار دیا؟، میں نے کہا: کوہِ عیر سے کوہِ وعیر تک۔"

صفوان نے کہا کہ ابن مسکان کہتا ہے کہ حسن نے کہا ہے کہ ایک شخص نے ان سے اس وقت سوال کیا جبکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا: مدینہ کے دولابہ کیا ہیں؟ تو فرمایا: وہ حصّہ جو صورین (دونخلستان) اور ثنیۃ (ایک جگہ) تک کے درمیان ہے۔

۳۔ اور انہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ میں ذباب سے واقم تک کے حصّہ کو اور مکّہ کی جانب کے عریض سے نقب کو حرام قرار دیا ہے۔

ابن مسکان نے اپنی حدیث میں کہا ہے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ صورین سے ثنیۃ تک (کے حصّہ کو حرام قرار دیا ہے)۔

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ اور فضالہ سے، انہوں نے معاویہ بن عمار سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا: "مدینہ کے دولابہ کے درمیان کوہِ عائر کے سائے سے کوہِ وعیر کے سائے تک حرام ہیں۔" میں نے عرض کیا: "اس کا پرندہ مکّہ کے پرندے کی مانند (حرام) ہے۔" آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں، اور اسکے درخت کو کاٹا نہیں جائے گا۔" اور روایت کی گئی ہے کہ آپ نے مدینے کے شکار میں سے دو سیاہ پتھروں والی زمین کے درمیان کے شکار کو حرام قرار دیا۔

(۳۷۷) ☆ تفث کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ربعی سے،، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول: " ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ" (پھر لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے بدن کی کثافت کو دور کریں) (سورۂ حج : آیت-۲۹) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "(تفث سے مراد ہے) مونچھوں اور ناخنوں کا تراشنا۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن مہزیار سے، انہوں نے اپنے بھائی علی سے، انہوں نے حسین سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول: " ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ" کے سلسلے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ سر مونڈنا ہے اور جو کچھ بدنِ انسان میں ہوتا ہے (بال میل وغیرہ کو صاف کرنا)۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے،

انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے حمران سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول: "ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ" کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "تفث سے مراد مرد کا (حالت احرام میں) خوشبو سے پرہیز کرنا۔ پھر جب وہ اپنے مناسکِ (حج) ادا کر لے تو خوشبو اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔"

۴۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے قول: "ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ" کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "تفث ناخنوں کا کاٹنا، میل کا ہٹانا اور اسکے متعلق احرام (کی پابندیوں) کو چھوڑ دینا۔"

۵۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ-نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے قاسم بن محمد سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ" کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جو کچھ کسی شخص سے حالت احرام میں سرزد ہوتا ہے پس جب وہ مکہ میں داخل ہو کر طواف کرتا ہے اور پاکیزہ گفتگو کرتا ہے تو بیشک یہ اس سے سرزد ہونے والی چیزوں کا کفارہ ہے۔"

۶۔ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حمدویہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عبدالحمید نے، انہوں نے ابوجمیلہ سے، انہوں نے عمرو بن حنظلہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے میں نے آپؑ سے "تفث" کے بارے میں سوال تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ مدت تک سر میں تیل نہ ڈالنا ہے۔"

۷۔ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن نصیر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے حماد بن عثمان سے، انہوں نے حلبی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے میں نے آپؑ سے "تفث" کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ سر مونڈنا ہے اور جو کچھ انسان کی کھال میں ہوتا ہے (بال و میل وغیرہ کو صاف کرنا)۔"

۸۔ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن علی نے، انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں

نے معاویہ بن عمار سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ" کے سلسلے میں نقل کیا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "وہ مدت تک تیل نہ ڈالنا اور بالوں کا چپک جانا ہے۔ فرمایا: تمہارا احرام میں قبیح کلام کرنا بھی تفث میں سے ہے، تو جب تم مکہ میں داخل ہوتے ہو اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہو اور پاکیزہ گفتگو کرتے ہو تو یہ اس کا کفارہ ہے۔

۹۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد نے، انہوں نے موسیٰ بن عمر سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے، انہوں نے ابراہیم بن مہزم سے، انہوں نے ان سے جنہوں نے ان سے روایت بیان کی، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جب تم مکہ میں داخل ہو تو ایک درہم کا کھجور خریدو اور اس کو صدقہ کرو، ان چیزوں کی خاطر کہ جو تم سے اپنے عمرے کے احرام میں سرزد ہوئی ہوں۔ پھر جب تم حج سے فارغ ہو تو ایک درہم سے کھجور خریدو اور اس کو صدقہ کرو، پس جب تم مدینے میں داخل ہو تب (بھی) اسی طرح انجام دو۔

۱۰۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰ عطار نے، انہوں نے سہل بن زیاد الآدمی سے، انہوں نے علی بن سلیمان سے، انہوں نے زیاد قندی سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے ذریح محاربی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ نے اپنی کتاب میں مجھے ایک کام کا حکم دیا میں اسے جاننا چاہتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "وہ کیا ہے؟" میں نے عرض کیا: اللہ عزوجل کا قول: "ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ" آپ علیہ السلام نے فرمایا: "لیقضوا تفثهم" (سے مراد) ملاقاتِ امام ہے۔ اور "ولیوفوا نذورهم" سے یہی مناسکِ (حج) ہیں۔

عبداللہ بن سنان نے کہا کہ میں ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "اللہ مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے! اللہ عزوجل کے قول: "ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ" (سے کیا معنی ہے؟) آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "مونچھیں تراشنا، ناخن کاٹنا اور اس کے مشابہ امور ہیں۔" راوی کہتا ہے: میں نے عرض کی: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! ذریح محاربی نے مجھے آپ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آپؑ نے اس سے فرمایا: "لیقضوا تفثهم" (سے مراد) ملاقاتِ امام ہے۔ اور "ولیوفوا نذورهم" سے یہی مناسکِ (حج) ہیں۔" آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ذریح سچا ہے اور تم بھی سچے ہو چونکہ بیشک قران کے لئے ظاہر ہے اور باطن ہے، ذریح جس چیز کا متحمل ہے اس کا متحمل کون ہوسکتا ہے؟"

(۳۷۸) ☆ جهد البلاء (مصیبت کی انتہاء) کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے اسماعیل بن ابو زیاد سکونی سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما

السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادفرمایا: جھد البلاء (مصیبت کی انتہاء) یہ ہے کہ (۱) کسی شخص کو آگے بلایا جائے اور پھر ضمانت دینے کے باوجود اس کی گردن ماردی جائے (۲) وہ قیدی جب تک کہ وہ دشمن کے رحم وکرم پر ہو (۳) اور وہ مرد جو اپنی عورت کے شکم پر کسی دوسرے مرد کو پائے۔

(۳۷۹) ☆ اللہ عزّ وجلّ کے مخادعہ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہ۔انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ہارون بن مسلم سے، انہوں نے مسعدہ بن زیاد سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا گیا: کل (قیامت کے دن) کس چیز میں نجات ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادفرمایا: ''فقط نجات اس میں ہے کہ اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرو (ورنہ) وہ بھی تمہیں دھوکہ میں مبتلا کرے گا۔بے شک جو اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے اللہ بھی اسے دھوکہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس سے ایمان کو جدا کر دیتا ہے، اور اگر وہ شعور رکھتا ہے تو (حقیقت میں) اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے۔'' آپؑ سے عرض کیا گیا: کوئی اللہ کو دھوکہ دینے کوشش کیسے کرسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اللہ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اس پر عمل پیرا ہوتا ہے مگر پھر اس سے غیرِ خدا (کی رضا) کا ارادہ کرتا ہے، پس تم لوگ ریاء کاری سے بچو۔چونکہ یہ اللہ عزّ وجلّ کے ساتھ شرک ہے، بیشک ریاکار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا: اے کافر، اے فاجر، اے خیانت کار بے وفا، اے نقصان اٹھانے والے! تیرا عمل بے کار ہوگیا اور تیرا اجر باطل ہوگیا۔آج کے دن تیرے لئے بھلائی کا کوئی حصہ نہیں ہے، پس اپنا اجر اس سے مانگ جس کے لئے عمل کرتا تھا۔

(۳۸۰) ☆ ھاویہ کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یعقوب بن یزید نے، انہوں نے محمد بن عمرو سے، انہوں نے صالح بن سعید سے، انہوں نے اپنے بھائی سہل حلوانی سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''جب عیسیٰ بن مریم سیاحت کے دوران ایک بستی سے گزرے تو وہاں کے باشندوں کو راستے اور گھروں میں مردہ پایا۔'' امام علیہ السلام فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: بے شک یہ سب غضب (الٰہی) سے مرے ہیں، اگر اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے مرتے تو ایک دوسرے کو دفن کر دیتے۔''

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: عیسیٰؑ کے اصحاب نے عرض کیا: ہم چاہتے ہیں کہ ان کے قصہ کو جان لیں، پس عیسیٰؑ سے کہا گیا: اے روح اللہ! تم انہیں نداء دو۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: عیسیٰؑ نے کہا: اے بستی والو!

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان میں سے ایک جواب دینے والے نے جواب دیا: لبیک یا روح اللہ!

عیسیٰؑ نے کہا: تمہارا کیا حال ہے اور تمہارا کیا قصہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم صبح تو عافیت میں تھے مگر رات ھاویہ میں مبتلا ہوئے۔

امام نے فرمایا: عیسیٰؑ نے دریافت کیا: ھاویہ کیا ہے؟ انہوں کہا: آگ کا دریا ہے کہ جس میں آگ کے پہاڑ ہیں۔

فرمایا: میں جس حالت میں دیکھ رہا ہوں کس چیز نے تمہیں پہنچایا ہے؟ کہا: دنیا کی محبت اور طاغوت (ظالم حاکم) کی پرستش نے۔

فرمایا: تمہاری دنیا کی محبت کس حد تک پہنچی تھی؟ کہا: جیسے بچے کی محبت اپنی ماں سے کہ جب وہ اس کی طرف رخ کرے تو خوش ہو اور اگر پشت کرے تو غمگین ہو جائے۔

فرمایا: تمہاری طاغوت کی پرستش کس حد تک پہنچی تھی؟ کہا: جب وہ ہمیں حکم دیتے تو ہم ان کی اطاعت کرتے تھے۔

فرمایا: ان لوگوں کے درمیان سے تم نے مجھے جواب کیسے دیا؟ کہا: کیونکہ ان سب کو آگ کی لگام (ان کے منہ سے) پہنائی گئی ہے، ان پر سخت غصہ والے فرشتہ معین ہیں۔ میں ان کے درمیان تھا مگر ان میں سے نہیں تھا، مگر جب عذاب ان تک پہنچا تو ان کے ساتھ مجھ تک بھی پہنچا۔ میں جہنم کے کنارے پر بالوں سے معلق ہوں، خوف زدہ ہوں کہ جہنم میں الٹا پھینک دیا جاؤں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: عیسیٰؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: دین کی سلامتی کے ساتھ کوڑہ خانہ (کچرا کنڈی) میں سونا اور جو کی روٹی کھانا بہت اچھا ہے۔

(۳۸۱) ☆مغبون کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے، انہوں نے محمد بن سلیمان دیلمی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''رات کے (عبادت کے لئے) قیام کو ترک مت کرو کیونکہ بیشک مغبون وہ ہے جو رات کے قیام میں سستی کرے۔''

۲۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ ابن عمران الاشعری سے، انہوں نے اپنی جامع میں مذکور شدہ اسناد کے ساتھ سلسلہ سند کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''مغبون وہ ہے جو اپنی عمر کے ایک کے بعد ایک لمحہ کو سستی میں گزار دے۔''

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن سفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ھشام بن سالم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جس کے دو دن مساوی گذرے تو وہ مغبون ہے؛ اور جس کا دو دنوں میں دوسرا دن دونوں میں بہتر ہو تو وہ مغبوط (قابل رشک) ہے اور جس کا دو دنوں میں دوسرا دن دونوں میں بدتر ہو تو وہ ملعون ہے، اور جو اپنے آپ میں زیادتی و بہتری کو نہیں دیکھتا وہ نقصان کی طرف گامزن ہے اور جو شخص نقصان کی طرف گامزن ہو اس کے لئے زندگی سے موت بہتر ہے۔''

(۳۸۲) ☆ کفات کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری سے، انہوں نے حماد بن عیسی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے مقبروں کی طرف نگاہ فرمائی اور پھر فرمایا: ''اے حماد! یہ مردوں کے کفات ہیں۔'' اور آپ علیہ السلام نے گھروں کی طرف نگاہ فرمائی اور پھر فرمایا: ''یہ زندوں کے کفات ہیں۔'' پھر آپ علیہ السلام نے [اس آیت کی] تلاوت فرمائی: ''اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتاً ☆ اَحْيَاءً وَّ اَمْوَاتاً'' (کیا ہم نے زمین کو ایک جمع کرنے والا ظرف نہیں بنایا ہے، جس میں زندہ اور مردہ سب کو جمع کریں گے) (سورۂ مرسلات: آیت-۲۵،۲۶)۔''

اور روایت کیا گیا ہے کہ ''کفات'' کے معنی ہیں بالوں اور ناخنوں کا دفن کرنا۔

(۳۸۳) ☆ ایسی چیز کے معنی جو سزاوار ہے کہ اس کے اوّل سے پرہیز کیا جائے اور اس کے آخر سے خوفزدہ ہوا جائے ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری سے، انہوں نے حفص بن غیاث نخعی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے موسی بن جعفر علیہما السلام کو ایک قبر کے پاس فرماتے ہوئے سنا کہ آپ علیہ السلام فرمارہے تھے: ''بیشک ایسی چیز جس کا انجام یہ ہو یقیناً سزاوار ہے کہ اس کے اوّل سے پرہیز کیا جائے اور بیشک ایسی چیز جس کا اوّل یہ ہو یقیناً سزاوار ہے کہ اس کے آخر سے خوفزدہ ہوا جائے۔''

(۳۸۴) ☆ کمر توڑنے والی تین چیزوں کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن عبدالحمید سے، انہوں نے عامر بن رباح سے، انہوں نے عمرو بن ولید سے، انہوں نے سعد اسکاف سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تین چیزیں کمر توڑنے والی ہیں: ایسا شخص جو اپنے عمل کو کثیر سمجھتا ہو، اپنے گناہوں کو بھول گیا ہو اور اپنی رائے پر خوش ہوتا ہو۔''

(۳۸۵) ☆ بوار الایّم (رنڈوا اور بیوہ کی ہلاکت) کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسین سعد آبادی نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے عبدالملک بن عبداللہ قمّی سے، انہوں نے کہا کہ کابلی نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: -جبکہ میں ان کے پاس موجود تھا- کیا علی علیہ السلام بوار الایّم سے (خدا کی) پناہ مانگتے تھے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں، مگر وہ مراد نہیں ہے جس طرف تم جا رہے ہو بلکہ اس سے علی علیہ السلام فقط اس کی آفات سے پناہ مانگتے تھے جبکہ عوام کہتے ہیں کہ: بوار الایّم اور ایسا نہیں ہے جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں۔'' (بیوہ یا رنڈوے کا تباہ ہونا)۔

(۳۸۶) ☆ ان خصلتوں کے معنی کہ جس میں تمام خیر ہیں ☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن عیسی بن عبید سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ابوایّوب سے، انہوں نے ابوحمزہ سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ علیہ السلام نے فرمایا: امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تمام کی تمام اچھائی تین خصلتوں میں ہے: نگاہ، خاموشی اور کلام۔ ہر نگاہ کہ جس میں حصولِ عبرت نہیں ہے تو وہ بھول ہے، ہر خاموشی کہ جس میں غور وفکر نہیں ہو تو وہ غفلت ہے اور ہر کلام کہ جس میں ذکر نہیں ہے تو وہ لغو ہے، پس سعادت مند ہوا وہ کہ جس کی نگاہ عبرت ہو، جس کی خاموشی غور وفکر ہو اور جس کا کلام ذکر ہو اور جو اپنی خطاؤں پر گریہ کرتا ہو اور لوگ جس کے شر سے امان میں ہوں۔''

(۳۸۷) ☆زبر کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ھارون بن مسلم سے، انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالی یقیناً بیزاری رکھتا ہے ایسے ضعیف مؤمن سے کہ جس کے لئے کوئی ''زبر'' نہیں ہے۔'' اور فرمایا: یہ وہ شخص ہے کہ جو حرام کاموں سے بچتا نہیں ہے۔ میں نے برقی -رحمہ اللہ- کی تحریر میں پایا ہے کہ بیشک زبر عقل کو کہتے ہیں۔ تو روایت کے معنی یہ ہوں گے: بیشک اللہ عزّ وجلّ بیزاری رکھتا ہے ایسے مؤمن سے کہ جس کے پاس کوئی عقل نہیں ہے۔ اور یقیناً ایک گروہ کا کہنا ہے کہ: بیشک اللہ عزّ وجلّ اس ضعیف مؤمن سے بیزاری رکھتا ہے کہ جس کا کوئی ''دبر'' نہیں ہے اور یہ وہ ہے کہ ہر جگہ ریح خارج کرنے سے بچتا نہیں ہے۔ اور پہلے والے معنی صحیح ترین ہیں۔

(۳۸۸) ☆نبر کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ابی عبداللہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عمرو بن جمیع سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ قران کی تعلیم اس کی عربی زبان کے ساتھ حاصل کرو اور تم لوگ اس میں ''نبر'' -یعنی ھمزہ- سے بچو۔'' اور الصادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ھمزہ قران میں زیادہ ہے سوائے ھمزۂ اصلی کے جیسے اللہ عزّ وجلّ کا قول: ''اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ'' (سورۂ نمل: آیت-۲۵) اور اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ'' (سورۂ بقرہ: آیت-۷۲) کی طرح۔''

(۳۸۹) ☆سعادت اور شقاوت کی حقیقت-کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے

احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے وھب بن وھب قرشی سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ بیشک علی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک سعادت کی حقیقت ہے مرد کے لئے اس کے عمل کا اختتام سعادت پر ہونا اور شقاوت کی حقیقت ہے مرد کے لئے اس کے عمل کا اختتام شقاوت پر ہونا۔''

(۳۹۰) ☆اقیعس کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا حسن بن ابراہیم بن احمد بن مؤدّب۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ نے، انہوں نے بکر بن عبداللہ سے، انہوں نے نصر بن عبید [اللہ] نے، انہوں نے نصر بن مُزاحم سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبدالغفار بن قاسم نے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عدی بن ثابت سے، انہوں نے براء بن عازب سے، انہوں نے کہا کہ ابوسفیان آیا۔جبکہ معاویہ اس کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے تھا۔روبرو ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''پروردگار لعنت کر پیروی کروانے والے اور پیروی کرنے والے (دونوں) پر، پروردگار تجھ پر ہے (ایک اور لعنت کرنا) اقیعس پر۔'' ابن براء نے اپنے والد سے پوچھا: اقیعس کون ہے؟ ان کے والد نے کہا: معاویہ۔

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہے کہ: اقیعس – اقعس کا اسم تصغیر ہے اور اقعس ٹیڑھی گردن والے کو کہتے ہیں اور قعاس ایسے ٹیڑھے پن کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جو گردن میں ہوا کی وجہ سے پیدا ہوا ہو گویا کہ اس ہوا نے پیچھے سے آکر اس کی گردن کو توڑ دیا ہو۔اور اقعس کا ناقابلِ حصول غالب کو کہتے ہیں؛ کہا جاتا ہے: ''عزّ اقعس''۔اور قوعس کا لفظ ہر چیز کی موٹی گردن اور مضبوط پشت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قعوس کا لفظ انتہائی بوڑھے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے، قعس کا لفظ حدب (کبڑا پن) کے برعکس معنی رکھتا ہے۔اور اس کا فعل قعِس (ماضی) یقعَس (مضارع) اور قعَساً (مصدر) ہے۔اور اس کی جمع قعساوات اور قُعَس ہے۔''القعساء من النمل'' اس چیونٹی کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کا سینہ اور دم اٹھی ہوئی ہو اور اقعنساس کا لفظ شدّت کے معنی دیتا ہے جبکہ ''تقاعس فلان'' میں تقاعس کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنے ذمّہ کے کام کو نہ کرے اور اس کو انجام نہ دے اور مقاعس بنوتمیم میں سے ایک گروہ کا نام ہے۔

(۳۹۱) ☆ امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: ''ہم اور آل ابی سفیان دو ایسے خاندان والے ہیں کہ جن کے درمیان اللہ عزّ وجلّ کے سلسلے میں ایک دوسرے سے عداوت ہے۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطّار اور احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰی بن عمران الاشعری سے، انہوں نے سیاری سے، انہوں نے حکم بن سالم سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جس نے اس کو بیان کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک ہم اور آل ابی سفیان دو ایسے خاندان ہیں کہ اللہ کی راہ میں ایک دوسرے سے عداوت رکھتے ہیں، ہم کہتے ہیں: اللہ نے سچ فرمایا اور وہ کہتے ہیں: اللہ نے جھوٹ کہا۔ ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو قتل کیا، معاویہ نے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ السلام کو قتل کیا، یزید بن معاویہ نے حسین بن علی علیہ السلام کو قتل کیا اور سفیانی قائم علیہ السلام کو قتل کرے گا۔''

(۳۹۲) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا معاویہ سے کتابتِ وحی کے سلسلے میں مدد طلب کرنے کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علی وآلہ وسلّم نے۔ جبکہ معاویہ آپؐ کے پاس تحریر میں مشغول تھا اور آپؐ نے اپنے دست مبارک کو تلوار کے ساتھ لمبا کرتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا: جو شخص اس کو کسی دن (مسلمانوں کا) امیر و رہبر پائے تو اسے چاہئے کہ اس کے پہلو کو تلوار سے شگافتہ کر دے۔ ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ سنا تھا ایک شخص نے معاویہ کو شام میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو اپنی تلوار کو برہنہ کیا اور معاویہ کی طرف چل پڑا تو لوگ اس کے اور معاویہ کے درمیان حائل ہو گئے اور اس کو کہنے لگے: اے اللہ کے بندے! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص اس کو کسی دن (مسلمانوں) کا امیر بنے ہوئے پائے تو تلوار سے اس کے پہلو کو شگافتہ کر دے۔ کسی نے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ کس نے اس کو اس کام کے لئے عامل بنایا ہے؟ اس شخص نے کہا: نہیں، لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین عمر نے، اس شخص نے کہا: (اگر ایسا ہی ہے تو) میں نے سنا اور میں نے امیر المؤمنین (معاویہ) کے حق میں اطاعت کی۔

اس کتاب کے مصنّف شیخ ابوجعفر محمد بن علی۔ رضی اللہ عنہ۔ کہتے ہیں: بیشک لوگوں پر معاویہ کا معاملہ اس وجہ سے مشتبہ ہو گیا ہے کیونکہ

لوگ کہتے ہیں کہ وہ کاتب وحی تھا جبکہ یہ کسی فضیلت کا سبب بننے والی چیز نہیں ہے اور یہ اس وجہ سے کہ معاویہ اس معاملہ میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا ہمدم اور ساتھی تھا اور دونوں وحی کو تحریر کرتے تھے اور یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح وہی ہے کہ جو کہتا تھا: میں بھی عنقریب اسی کی مثل نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کو "واللہ غفور و رحیم" املاء کرواتے تو وہ "واللہ عزیز حکیم" لکھتا تھا اور اس کو "واللہ عزیز حکیم" املاء کرواتے تو وہ "واللہ علیم حکیم" لکھتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس سے فرمایا کرتے: ھو واحد ھو واحد (وہ ایک ہے وہ ایک ہے) تو عبداللہ بن سعد کہتا: یقیناً محمدؐ نہیں سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں! وہ ایک بات کہتے ہیں اور میں دوسری بات کہتا ہوں تب بھی وہ مجھے کہتے ہیں: ھو واحد ھو واحد، اگر یہ چلے گئے تو میں عنقریب اسی کی مثل نازل کروں گا جیسا کہ اللہ نے نازل کیا ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے سلسلے میں "ومن قال سأنزل مثل ما انزل اللہ" (سورۂ انعام: آیت-۹۳) "اور جو یہ کہہ دے کہ میں بھی ایسا ہی کلام نازل کروں گا جیسا اللہ نے نازل کیا ہے۔" (اس آیت کو نازل کر کے اس کے ارادے کو ظاہر کر دیا تو آیت نازل ہوتے ہی) وہ فرار اختیار کر گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سخت ناراض ہوئے اور نبیؐ نے فرمایا: جو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو پائے - اگر چہ وہ کعبہ کے پردوں پر لٹک جائے، تو اسے چاہیئے کہ اسے قتل کر دے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اس کے تبدیل کر دینے کے موقع پر یہ فرمانا کہ "ھو واحد ھو واحد" فقط اس وجہ سے تھا تا کہ عبداللہ اپنے ارادے والی بات کو تحریر نہ کرے بلکہ فقط اس بات کو تحریر کرے کہ جو اسے املاء کروائی جا رہی ہے، تو گویا کہ آپؐ اس سے فرما رہے تھے کہ (ھو واحد) وہ ایک ہے، تم الفاظ میں تبدیلی کرو یا نہ کرو (چونکہ اس کا ذہن مشرکانہ تھا اور سمجھتا تھا کہ الفاظ تبدیل کرنے سے شاید خدا کی وحدانیت پر کوئی فرق آجائے گا) تو وہ نہ لکھا جائے کہ جو تم لکھ رہے ہو بلکہ وہ لکھا جائے کہ جو میں وحی کے مطابق املاء کرواتا ہوں اور جبرئیل علیہ السلام جس کو خرابی سے پاک لائے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا معاویہ اور عبداللہ بن سعد سے وحی کی کتابت کروانا باوجود اس کے کہ یہ دونوں دشمن تھے اس میں حکمت یہ تھی کہ چونکہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ: محمدؐ نے یہ قران اپنی جانب سے پیش کیا ہے اور جب کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو کوئی آیت لے آتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ ان پر نازل کی گئی ہے اور (ان کا الزام صحیح ہے یا نہیں) یہ جاننے کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی بھی شخص جب مختلف اوقات میں رونما ہونے والے واقعات پر گفتگو کرتا ہے تو جب ان واقعات پر دوبارہ گفتگو کرے گا تو اس کے الفاظ میں تبدیلی آچکی ہوتی ہے اور وہ ان الفاظ کو زمانہ گذرنے کے بعد دوسری دفعہ ویسے ہی نہیں لا سکتا بلکہ پہلی دفعہ کے مقابلہ میں لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے یا معنی میں نہیں بلکہ فقط لفظ میں تبدیلی آچکی ہوتی ہے۔

تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے اوپر نازل شدہ کتاب میں موجود پیش آنے والے واقعات کی صداقت کو ظاہر کرنے کے سلسلے میں اپنے دین کے معاملہ میں دشمنی رکھنے والے دو ایسے اشخاص سے مدد لی کہ جو آپؐ کے دشمنوں کے نزدیک عادل و قابل بھروسہ تھے تا کہ کفار اور مشرکین جان لیں کہ آپؐ کا کلام بغیر کسی تبدیلی کے دوسرے مرحلے میں بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ پہلے مرحلے میں تھا اور اس

جہت سے کلام میں کوئی زوال وکوتاہی نہیں ہے تا کہ یہ ان لوگوں کے اوپر سب سے زیادہ پہنچنے والی حجت بن سکے۔اور اگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اس کام کے سلسلے میں اپنے دوستوں سے مدد لیتے جیسے کہ سلمانؓ وابوذرؓ اور ان کے جیسوں سے تو معاملہ آپؐ کے دشمنوں کے نزدیک اس انداز سے واقع نہ ہوتا جو اس صورت میں واقع وظاہر ہوا اور وہ خیال کرتے کہ پیغمبرؐ اور ان سلمانؓ وابوذرؓ وغیرہ میں اس کام کے سلسلے میں کوئی آپس میں طے ہو چکا تھا اور موافقت ہو چکی تھی۔تو یہ حکمت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے ان دونوں سے کتابت کرانے میں واضح اور روشن ہوئی۔اور تمام حمد اللہ کے لئے ہے۔

(۳۹۳) ☆تخفیر کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رحمہ اللہ- نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے،انہوں نے ابراہیم بن ھاشم سے،انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے،انہوں نے یحییٰ بن عبادہ سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ اس نے سنا کہ آپ علیہ السلام فرمار ہے تھے:''انصار میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس پر گواہی دی (جنازہ میں تشریف لائے) اور فرمایا:اس کی تخفیر کرو،قیامت کے دن تخفیر پانے والے کتنے کم ہوں گے!'' راوی کہتا ہے: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا:تخفیر کیا چیز ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:''تم ذراع ﴿انگلی کے سرے سے کہنی تک کا ہاتھ﴾ کی مقدار کی دوتر وتازہ ٹہنیوں کو لو اور یہاں پر رکھو-آپ علیہ السلام نے ہنسلی کی ہڈی کے نزدیک کی طرف اشارہ فرمایا-اور تم اسے اس کے کپڑے کے ساتھ ملا دو۔

اس کتاب کے مصنف-رضی اللہ عنہ- کہتے ہیں:یہ روایت اسی طرح آئی ہے،اور وہ چیز کہ جس کا استعمال لازم ہے وہ یہ ہے کہ میت کے لئے کھجور کے درخت کی دوتازہ ٹہنیاں جو خشک نہ ہوں رکھی جائیں اور ان میں سے ہر ایک کی لمبائی ذراع کی ہڈی کی مقدار میں ہو، ان میں سے ایک کو ہنسلی کی ہڈی کے نزدیک اس طرح سے رکھا جائے کہ میّت کی کھال سے متصل ہو اور دوسری کو سرین کے پاس قمیص اور لنگ کے درمیان رکھا جائے گا،پس اگر کھجور کے درخت کی ٹہنی کو حاصل نہ کرسکو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ کسی اور درخت کی ہو البتہ تازہ ہونی چاہئے۔

(۳۹۴) ☆مسیح علیہ السلام کے قول: آخری پتھر جو معمار رکھتا ہے وہی بنیاد ہے- کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے

بیان کیا محمد ابن حسین نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن سہل الازدی العابد نے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوفروۃ انصاری کو سنا۔ جب وہ سیاحت کرنیوالوں میں سے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: عیسی ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: اے گروہِ حوارین! حق وصداقت کے ساتھ میں تم سے کہتا ہوں کہ بیشک لوگ کہتے ہیں کہ عمارت (کی مضبوطی وپختگی) اس کی بنیاد پر ہوتی ہے جب کہ میں تم سے ایسا نہیں کہتا۔ حواریوں نے عرض کیا: آپ کیا فرماتے ہیں یا روح اللہ! عیسی علیہ السلام نے فرمایا: حق وصداقت کے ساتھ میں تم سے کہتا ہوں کہ آخری پتھر جو عمارت تعمیر کرنے والا رکھتا ہے وہی بنیاد ہوتی ہے۔ ابوفروہ کہتے ہیں: حضرت عیسی علیہ السلام کی مراد فقط اس سے یہ ہے کہ کام کا اختتام اہم ہے۔ (۱)

(۳۹۵) ☆ آمین کی تفسیر ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عمر بن علی بن عمر بن یزید نے، انہوں نے حسین بن قارن سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے قول: آمین کی تفسیر ہے: پروردگار! تو انجام دے۔''

اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ آمین اللہ عزّ وجلّ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

(۳۹۶) ☆ ''تم لوگ الرجس من الاوثان سے اجتناب کرو، اور قول الزور اور لھو الحدیث کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن اشکیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سری نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے ابواحمد محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے علیٰ بن ابی حمزہ سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ'' (پس تم لوگ ''رجس من الاوثان'' سے اور ''قول الزور'' سے بچو) (سورۂ حج: آیت۔۳۰) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

(۱) اگر کوئی اپنی زندگی کے ابتدائی زمانہ میں حق پر ہو اور پھر حق سے منحرف ہو جائے تو اس کے برے انجام کے سلسلے میں اس کی ابتداء اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی مگر اس کے برعکس اگر کسی شخص کی زندگی کی ابتداء گمراہی میں ہو مگر موت سے قبل حق کو پالے تو یقیناً کامیاب وکامران ہو کر دنیا سے جائے گا، گویا کہ زندگی کی عمارت کا آخری پتھر سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے نہ کہ روزِ اول کہ جس پر زندگی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ مترجم

"الرجس من الاوثان شطرنج ہے،اور قول الزور غناء ہے۔"میں نے عرض کیا: اللہ عزّ وجلّ کا قول: "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ" (لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ جو"لہوالحدیث" کو خرید تے ہیں) (سورہَ لقمان: آیت-۶) سے کیا مراد ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:"اسی (لہوالحدیث میں) سے غناء (بھی) ہے۔"

۲۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے،انہوں نے محمد بن یحییٰ خزّاز سے،انہوں نے حماد بن عثمان سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے،راوی کہتا ہے میں نے آپ علیہ السلام نے"قول الزور" کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:"اسی میں سے کسی شخص کا غنا میں مصروف شخص کے لئے"احسنت"(شاباش-آفرین) کہنا بھی ہے۔"

(۳۹۷)☆حنیفیہ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے،انہوں نے عمر بن اذینہ سے،انہوں نے زرارہ سے،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول:"حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ" (سورہَ حج: آیت-۳۱) کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا: حنفیہ کے کیا معنی ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:"یہ فطرت ہے۔"

(۳۹۸)☆نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام (کے وزن) کو اٹھالیا اور علی علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اٹھانے سے عاجز رہے-کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن عیسی المکتب نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد ورّاق نے،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا بشر بن سعید بن قیلویہ المعدّل نے مرافقہ میں،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالجبار بن کثیر تمیمی یمانی نے،انہوں نے کہا کہ میں نے مدینہ کے امیر محمد بن حرب الہلالی کو سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: میں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے سوال کرتے ہوئے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! میرے دل میں ایک سوال ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق آپؑ سے سوال کروں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:"اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہارے سوال کرنے سے پہلے تمہارے سوال سے تمہیں باخبر کردوں اور اگر تم چاہتے ہو تو تم سوال کرو۔راوی کہتا ہے: میں

نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! کس چیز کے ذریعے سے آپؑ میرے سوال کرنے سے پہلے یہ جان سکتے ہیں کہ میرے دل میں کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''فہم وفراست اور علامت کے ذریعے: کیا تم نے اللہ عزّ وجلّ کا قول: ''اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ'' (بیشک ان میں صاحبانِ فہم وفراست کے لئے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں) (سورۂ حجر: آیت-۷۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: ''تم مؤمن کی فراست سے بچو، بیشک وہ اللہ عزّ وجلّ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' نہیں سنا؟

راوی کہتا ہے: میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! تو پھر آپؑ مجھے میرے سوال سے باخبر کیجئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم چاہتے ہو کہ مجھ سے سوال کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں کہ کیوں علی علیہ السلام کعبہ کی چھت سے بتوں کو گرانے کے موقع پر آپؐ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے باوجود اس کے علی علیہ السلام بڑی قوت اور طاقت کے مالک تھے اور اس قوت کے حامل تھے کہ جس کا اظہار آپؑ سے جنگ خیبر میں باب القموص کو اکھاڑنے اور اس کو اپنے سے چالیس ذراع دور پھینکنے کے موقع پر ہو چکا تھا جبکہ وہ دروازہ ایسا تھا کہ جس کو چالیس افراد اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اونٹنی، گھوڑے اور گدھے پر سوار ہو جاتے تھے، اور شب معراج آپؐ بُراق پر سوار ہوئے تھے اور یہ تمام چیزیں قوت وطاقت میں علی علیہ السلام سے کم تھیں (تو جس وزن کو اونٹنی وغیرہ اٹھا سکتے تھے مولا علی علیہ السلام باوجود زیادہ قوت رکھنے کے کیوں نہیں اٹھا پائے؟)

راوی کہتا ہے: میں نے آپؑ سے عرض کیا: قسم بخدا! اسی سوال کو کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا، پس آپؑ مجھے باخبر کیجئے، یا ابن رسول اللہ!

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ذریعہ شرفیاب ہوئے اور آپؐ کی وجہ سے ہی بلند ہوئے اور آپؐ کی وجہ سے شرک کی آگ کو بجھایا اور اللہ عزّ وجلّ کے علاوہ دیگر معبودوں کو باطل قرار دیا اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بتوں کو گرانے کے لئے بلند ہوتے تو آپؐ علی علیہ السلام کی وجہ سے بلند، شرفیاب اور بتوں کو گرانے والے قرار پاتے، اور اگر ایسا ہو جاتا تو علی علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے افضل قرار پاتے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ علی علیہ السلام نے فرمایا: ''جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشت مبارک پر بلند ہوا تو میں شرفیاب ہوا اور بلند ہوا یہاں تک کہ اگر میں چاہتا کہ آسمان کو چھولوں تو چھو لیتا'' کیا تم نہیں جانتے کہ چراغ اسے کہتے ہیں جس کے ذریعے سے تاریکی میں راہنمائی حاصل کی جائے اور اس کی شاخ اس کی جڑ سے ابھرتی ہے (ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے) اور یقیناً علی علیہ السلام نے فرمایا: ''میں احمدؐ سے ایک روشنی سے دوسری روشنی کی مانند ہوں''۔ کیا تم جانتے ہو کہ بیشک محمد اور علی صلوات اللہ علیہما دونوں اللہ جلّ جلالہ کے نزدیک مخلوقات کی خلقت سے دو ہزار سال قبل ایک نور تھے۔ اور جب فرشتوں نے اس نور کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ اس کی ایک جڑ ہے جس میں سے چمکتی شعاع پھوٹ رہی ہے، پس فرشتوں نے عرض کیا: ہمارے معبود اور ہمارے سردار! یہ کونسا نور ہے؟ پس اللہ عزّ وجلّ نے فرشتوں کی جانب وحی فرمائی: یہ میرے نور سے (نسبت رکھنے والا) ایک نور ہے کہ اس کی جڑ نبوت ہے اور اس کی شاخ امامت ہے، جہاں تک تعلق نبوت کا ہے تو محمدؐ کے لئے ہے جو میرے بندے اور رسول ہیں اور جہاں تک تعلق امامت کا ہے

تو علیؑ کے لئے ہے جو میری حجّت اور میرا دوست ہے اور اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں اپنی خلقت کو خلق نہ کرتا۔ کیا تم جانتے ہو کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں کو غدیر خم میں بلند فرمایا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے دونوں بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کو مسلمانوں کے مولا اور امام قرار دیا تھا۔ اور یقیناً حظیرۂ بنی نجّار کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسن اور حسین علیہما السلام کو (کاندھوں پر) اٹھایا تھا، تو اس وقت آپؐ کے اصحاب میں سے کسی نے کہا: یا رسول اللہؐ! دونوں میں سے ایک کو مجھے دے دیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا: کتنے اچھے دونوں اٹھانے والے ہیں اور کتنے اچھے دونوں سوار ہیں اور ان دونوں کے والدین ان دونوں سے (بھی) بہتر ہیں، اور ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ کو اٹھایا ہوا تھا اور جبرئیلؑ نے حسینؑ کو اٹھایا ہوا تھا، پس اسی وجہ سے آپؐ نے فرمایا: کتنے اچھے ہیں دونوں اٹھانے والے۔ اور بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے سجدوں میں سے ایک سجدہ کو طول دیا، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سلام پڑھ لیا تو آپؐ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہؐ! یقیناً آپؐ نے اس سجدہ کو طول دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ہاں، بیشک میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا، تو میں نے ناپسند کیا کہ میں جلدی کروں یہاں تک کہ وہ (خود) اتر جائے، اور صرف آپ نے اس عمل کے ذریعے ان کی بلندی اور شرافت کے (اظہار) کا ارادہ کیا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اولادِ آدمؑ کے رسول ہیں اور علی علیہ السلام امام ہیں نہ نبی اور نہ ہی رسول تو علی علیہ السلام نبوت کے بوجھوں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

محمد بن حرب الہلالی کہتے ہیں: میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! اضافہ فرمائیے۔ پس آپ علیہ السلام نے فرمایا: یقیناً تم اضافہ کے اہل ہو، بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کو اپنی پشت مبارک پر اٹھایا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارادہ (یہ ظاہر کرنا تھا کہ) علی علیہ السلام آپؐ کی اولاد کے باپ ہیں اور آپؐ کی صلب کے ائمہ کے امام ہیں جس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نماز استسقاء کے موقع پر اپنی رداء کو الٹ دیا تھا اور اس سے آپؐ کا ارادہ اپنے اصحاب کو یہ بتانا تھا کہ یقیناً اسی طرح ان کی خشک زمینیں (بھی حالت برعکس ہو کر) سرسبز و شاداب ہو جائیں گی۔

راوی کہتا ہے: میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! اضافہ فرمائیے، پس آپ علیہ السلام نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کو اٹھایا اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارادہ یہ تھا کہ اپنی قوم کو بتا دیں کہ علی علیہ السلام ہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشت مبارک سے آپؐ کے بعد آپؐ پر موجود قرض، وعدوں اور امانتوں کو (ادا کر کے بوجھ کو) ہلکا کرنے والے ہیں۔

راوی کہتا ہے: میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! اضافہ فرمائیے، پس آپ علیہ السلام نے فرمایا: بیشک آپؐ نے علیؑ کو اٹھایا تا کہ آپؐ اس کے ذریعے سے بتا دیں کہ بیشک آپؐ نے علیؑ کو اور جن چیزوں کے علیؑ حامل ہیں (دونوں کو) اٹھایا ہے چونکہ آپؐ معصوم ہیں اور گناہ کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتے (تو واضح ہو گیا کہ علی علیہ السلام معصوم ہیں کہ جن کے بوجھ کو اٹھایا ہے) تا کہ لوگوں کے نزدیک آپ

میرے والد نے ،انہوں نے علی بن یقطین سے ،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے عرض کیا: کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کا نبی بخیل ہو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں''، میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: تو سلیمان علیہ السلام کا کہنا کہ: ''رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ هَبْ لِیْ مُلْكاً لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ'' (پروردگار میری مغفرت فرمااور مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ جو میرے بعد کسی کے لئے بھی سزاوار نہ ہو) (سورۂ ص: آیت-۳۵)،اس کی کیا وجہ ہے؟ اوراس کے کیا معنی ہیں؟

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''حکومتیں دوقسم کی ہیں،ایک حکومت وہ کہ جو غلبہ،ظلم اور لوگوں کی پسند سے حاصل کی جاتی ہے اور دوسری حکومت وہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے حاصل کی جاتی ہے جیسے آل ابراہیم کی حکومت،طالوت اور ذوالقرنین کی حکومت،تو سلیمان علیہ السلام کا یہ کہنا کہ مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ جو میرے بعد کسی کے لئے بھی سزاوار نہ ہو سے مراد آپؑ کا کہنا ہے کہ (ایسی حکومت تیری جانب سے مجھے ملے کہ) بیشک ویسی حکومت غلبہ،ظلم اور لوگوں کی پسند کے ذریعہ حاصل نہ کی جا سکے۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ جو آپؑ کے حکم سے چلتی تھی اور آپؑ کو جہاں چاہے لے جاتی تھی، روزانہ دو ماہ کی راہ طے کرتی تھی،اور اللہ نے سلیمانؑ کے لئے شیاطین کو تمام تعمیراتی کام اور غوطہ خوری کے لئے مسخر کر دیا اور پروردگار نے پرندوں کی زبان سکھائی اور زمین میں تمکنت وقدرت دی تو لوگوں نے ان کے زمانہ میں اور ان کے بعد کے زمانہ میں اس بات کو جان لیا کہ سلیمانؑ کی حکومت ان حاکموں کی حکومت سے شباہت نہیں رکھتی کہ جو لوگوں کی جانب سے پسند کئے گئے ہوتے ہیں اور غلبہ اور ظلم کے ذریعے حاکم بن گئے ہوتے ہیں۔

راوی کہتا ہے: میں آپؑ سے عرض کیا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: ''اللہ رحم کرے میرے بھائی سلیمان پر، کتنے بخیل تھے'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس قول میں دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ کتنے بخیل تھے اپنی عزّت اور عزّت کے سلسلے میں بری بات کے بارے میں،اور دوسری صورت یہ ہے کہ: وہ کتنے بخیل تھے کہ ایسی چیز (دنیوی حکومت) کا ارادہ کیا کہ جس کی طرف جاہل لوگ جاتے ہیں۔''

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''قسم بخدا! یقیناً ہمیں وہ سب کچھ عطا کیا گیا ہے کہ جو کچھ سلیمانؑ کو عطا کیا گیا تھا اور وہ بھی عطا کیا گیا ہیں جو سلیمانؑ کو عطا نہیں کیا گیا اور نہ ہی عالمین میں سے کسی شخص کو عطا کیا گیا،اللہ عزّ وجلّ سلیمانؑ کے قصہ میں ارشاد فرمایا: ''هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ'' (یہ سب میری عطا ہے اب چاہے لوگوں کو دے دو یا اپنے پاس رکھو تم سے حساب نہ ہوگا) (سورۂ ص: آیت-۳۹) اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قصہ میں فرمایا: ''مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا'' (اور کچھ بھی رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کر دے اس سے رک جاؤ) (سورۂ حشر: آیت-۷)

(۴۰۰) مریض کے ''آہ'' کہنے کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ حسین بن احمد علوی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ھمّام نے، انہوں نے علی ابن حسین سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جعفر بن یحییٰ خزاعی نے، انہوں نے ابواسحاق خزاعی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ آپؑ کے ایک دوست کی عیادت کے موقع پر تھا، تو میں نے دیکھا کہ وہ شخص کثرت سے ''آہ'' کہہ رہا ہے، تو میں نے اس سے کہا: اے میرے بھائی! اپنے پروردگار کا ذکر کر اور اس سے مدد مانگ، تو اس وقت ابوعبداللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک ''آہ'' اللہ عزّ وجلّ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، تو جو شخص ''آہ'' کہتا ہے تو وہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہے۔''

(۴۰۱) فاطمہ علیہا السلام کی جانب سے اپنی بیماری کے درمیان مہاجرین اور انصار کی عورتوں سے کی جانے والی گفتگو کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالطیب محمد بن حسین بن حمید لخمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن زکریا نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عبدالرحمٰن مہلبی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن سلیمان نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن حسن سے، انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین علیہا السلام سے، آپ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

جب فاطمہ بنت رسول اللہ صلوات اللہ علیہا کی بیماری نے شدّت اختیار کی تو آپ سلام اللہ علیہا کے پاس مہاجرین اور انصار کی عورتیں جمع ہوگئیں اور آپؑ سے عرض کیا: یا بنت رسول اللہؐ! آپؑ نے اپنی بیماری کے ساتھ کس عالم میں صبح کی؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''اصبحت و اللّٰہ عائفة لدنیا کم قالیة لرجالکم، لفظتهم قبل ان عجمتهم، و شانئتهم بعد ان سبرتهم، فقبحاً لفلول الحد و خور القنىة، و خطل الرای، و بئس ما قدمت لهم انفسهم ان سخط اللّٰہ علیهم و فی العذاب هم خالدون، لا جرم لقد قلدتهم ربقتها و شننت علیهم عارها فجدعا و عقراً و سحقاً للقوم الظالمین، ویحهم انّی زحزحوها عن رواسی الرسالة و قواعد النبوة و مهبط الوحی الامین و الطّبّن بامر الدنیا و الدین، الا ذلک هو خسران المبین، وما نقموا من ابی حسن، نقموا واللّٰہ منه نکیر سیفهن، و شدة طاته، و نکال وقعته، وتنمره فی ذات اللّٰہ عزوجل، واللّٰہ لو تکافوا عن زمام نبذه رسول اللّٰہ(ص) لا عتلقه، ولساربهم سیراً سجحاً لا یکلم خشاشه ولا یتعتع راکبه، و لا

وردھم منھلا نمیرا فضفاضاًتطفح ضفتاہ، ولا صدھم بطاناً ، ود تخیر لھم الری غیر متھل منہ بطائل اِلّابغمر الماء وردعہ سورۃ الساغب ولفتحت علیھم برکات السماء والارض و سیاخذھم اللّٰہ بما کانوا یکسبون، الا ھلم فاسمع وما عشت اراک الدھر العجب و ان تعجب وقد اعجبک الحاد ث، الی ای سناد استندوا ؟وبایۃ عروۃ تمسکوا؟ استبدلو االذنابی واللّٰہ بالقوادم، والعجز بالکاھل، فرغماً لمعاطس قوم یحسبون انھم یحسنون صنعاً،الا انھم ھم المفسدون و لکن لا یشعرون ﴿افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ فما لکم کیف تحکمون﴾ اما لعمر الھک لقد لقحت فنظرۃ ریثما تنتجوا ،ثم احتلبوا طلا ع القعب دماً عبیطاً وزعافاً ممقراً، ھنالک یخسر المبطلون و یعرف التالون، غب ما اسس الاولون،ثم طیبوا عن انفسکم [۱]نفساً، و اطمانوا للفتنۃ جاشا و ابشروا بسیفٍ صارم وھرج شامل و استبدادٍ من الظالمین ، یدع فیئکم زھیداً، فیا حسرتیٰ لکم و انّیٰ بکم و قد عمیت علیکم انلزموکموھا و انتم لھا کارھون.

قسم بخدا! میں نے تمہاری دنیا کو کراہت کی حالت میں چھوڑ تے ہوئے اور تمہارے مردوں کو مبغوض (قابل نفرت) رکھتے ہوئے صبح کی، میں نے ان کی آزمائش کرنے سے پہلے ان سے ناپسندیدگی کی حالت میں بات کی اور ان کو آزمالینے کے بعد ان سے نفرت کی۔ پس برا ہو کند دھار والی تلواروں کا اور ٹوٹے ہوئے کمزور نیزوں کا اور اپنی رائے میں اضطراب کے شکار لوگوں کا، کتنا برا ہے جو ان کے حق میں ان کے نفسوں نے مقدم کیا ہے کہ اللہ ان پر غضبناک ہے اور عذاب میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

یقیناً ایسا ہے کہ میں نے ان کی گردن میں اس (خلافت وغصبِ فدک) کا پھندا ڈال دیا ہے اور اس کی عار کو ان پر گرادیا ہے، تو اب قومِ ظالمین کے لئے ذلّت ہے، حیرانی و دہشت ہے اور دوری ہے۔ وائے ہو ان کے رسالت کی مضبوط جڑوں، نبوّت کی مضبوط بنیادوں، وحیِ امین کی نزول گاہ اور دنیا اور دین کے جاننے والوں سے روگردانی کر کے اس مقام (خلافت) کی جانب جھک جانے پر۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی واضح وآشکار خسارہ ہے۔ اور انہوں نے ابوالحسن سے کس بات کا انتقام لیا، قسم بخدا! انہوں نے علیؑ سے انتقام لیا (دینِ خدا کے تحفظ کے لئے) ان کی تلوار کی سختی کا، ان کی (اطاعت پیغمبرؐ میں) موافقت کی شدّت وسخت گرفت کا، ان کی عبرتناک جنگ کا اور ان کے اللہ عزّ وجلّ کی ذات کے معاملات میں چیتے کی مانند غضب ناک ہونے کا۔

قسم بخدا! اگر وہ لوگ اس زمامِ (خلافت) کو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ علیہ السلام کے حوالے کیا تھا، اس سے روگردانی کرنے میں متفق نہ ہوتے اور آپ علیہ السلام اس کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے تو آپ علیہ السلام ان (امت) کو ایسے وسط وملائم راستہ کا سفر کرواتے کہ (پھر اس سواری کے مہار کو کھینچنے سے) اس کی ناک زخمی نہ ہوتی اور نہ ہی سواری (کہ چلنے کے طور وطریقے کی وجہ سے) سوار ناپسندیدگی وامرِ عجیب میں مبتلا ہو جاتا اور یقیناً آپ علیہ السلام ان کو ایسے کثیر مقدار میں پھوٹتے چشمہ کے دہانے پر وارد کردیتے کہ جو اپنے دونوں طرف سے بہہ رہا ہو اور یقیناً آپ علیہ السلام ان کے وسیع شکموں کو بھر دیتے کہ یقیناً ان کے لئے شریف سردار منتخب ہوئے تھے کہ جو نہ تو

ان کے مال سے کثیر لیتے اور نہ قلیل مگر یہ کہ وہ تو پانی بھی چھوٹے پیالے سے پیتے اور اتنا کھاتے کہ جس سے بھوک کی شدّت ختم ہو جائے، اور یقیناً ان پر آسمان اور زمین کے دروازے کھول دیئے جاتے اور اللہ عنقریب ان لوگوں کا مواخذہ فرمائے گا ان کاموں کے سبب کہ جو وہ انجام دے رہے ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ، آؤ اور سنو! جب تک تم زندہ رہو گے زمانہ تمہیں عجیب چیزیں دکھاتا رہے گا اور اگر تم تعجب میں مبتلا ہوئے اور یقیناً رونما ہونے والا واقعہ تمہیں تعجب میں ڈالے گا یہاں تک کہ (تم خود کہہ اٹھو گے کہ) کس دلیل کو انہوں نے سند قرار دیا؟ اور کس رسّی سے وہ وابستہ ہوئے؟ قسم بخدا! انہوں نے پرندے کی دم کو اس کے پر سے اور پچھلے حصّہ کو گردن کے قریب والے حصّہ سے تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ پس ناک کی رگڑ۔ ذلّت ہے (کئی ناکوں سے) چھینکنے والی قوم کے لئے کہ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے کسی قسم کا احسان کیا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں مگر وہ شعور نہیں رکھتے '' اَفَمَنْ یَّهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ (کیا وہ شخص جو حق کی جانب ہدایت کرتا ہے وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ شخص کہ جو ہدایت نہیں رکھتا مگر یہ کہ اس کی ہدایت کی جائے، پس تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسا فیصلہ کرتے ہو؟'' (سورۂ یونس: آیت-۳۵)۔

تمہارے معبود کی زندگی کی قسم! اونٹنی حاملہ ہو گئی ہے تو تم انتظار کرو کہ (اس کے نتیجے میں) کیا پیدا ہوتا ہے، پھر تم بڑے لکڑی کے پیالے کی مقدار میں (دودھ کی جگہ) تازہ خون اور تلخ زہر کو دھولو، ایسا وقت ہے کہ باطل (غلط) کرنے والے خسارہ اٹھانے والے ہیں اور نسلیں اور آئندہ آنے والی قومیں پہلے والوں کی رکھی ہوئی بنیادوں کے انجام کو پہچان لیں گی، پھر تم اپنے نفسوں کو خوش کرو، تاریک فتنہ کے لئے اپنے آپ کو مطمئن کر لو اور تم لوگ خوشخبری دے دو تیز دھار تلوار کی، شامل کرنے والے فتنہ کی اور ظالمین سے اپنے آپ کو مخصوص کر لینے کی تاکہ تمہیں چھوٹے سایہ اور کٹی ہوئی زراعت میں دعوت دی جائے۔

ہائے افسوس ہے تم پر۔ یقیناً تم پر ناگوار ہے کہ ہم تم پر اس کو لازمی وضروری قرار دیں (اور اس کی ہدایت کرتے ہوئے باخبر کریں) جب کہ تم اس کو ناپسند کرنے والے ہو۔''

اور ہم سے بیان کیا اس حدیث کو ابن مقبرہ قزوینی کے نام سے معروف ابوالحسن علی بن محمد بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن حسن بن جعفر بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ہاشمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے، انہوں نے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے بلایا اور کہا: کیا آپ میری وصیت اور میرے عہد کو نافذ کریں گے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے کہا: ہاں، میں اسے نافذ کروں گا، تو زہرا سلام اللہ علیہا نے مجھے وصیت کی اور کہا: جب میں مر جاؤں تو آپ مجھے رات میں دفن کیجئے گا اور ان دو مردوں کو اطلاع نہیں دیجئے گا جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب آپ سلام اللہ علیہا

کی بیماری شدید ہوئی تو مہاجرین اور انصار کی عورتیں آپؑ کی خدمت میں جمع ہوئیں اور عرض کیا: یابنت رسول اللہؐ! آپؑ نے اپنی بیماری میں کیسے صبح کی؟ تو آپؑ نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے اس عالم میں صبح کی کہ تمہاری دنیا کو کراہت کے ساتھ چھوڑتے ہوئے......اور پھر حدیث کو اسی انداز میں ذکر فرمایا۔

اس کتاب کے مصنف - رحمہ اللہ - کہتے ہیں کہ میں نے ابو احمد حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری سے اس حدیث کے معنی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ: آپ صلوات اللہ علیہا کا قول: ''عـائـفـة'' کے معنی کراہت و ناپسند کرنے کے ہیں، جب آپ کسی چیز کو ناپسند کریں تو کہا جاتا ہے: ''عفت الشی '' (فعل ماضی میں) اور ''اعافه'' (فعل مضارع میں)۔

اور ''الـقـاليه''معنی مبغوض ہونا، جب آپ کسی سے بغض رکھیں تو کہا جائے گا: ''قـليت فلانا ''، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: ''ما ودّعک ربّک و ما قلی ''۔ (سورۂ ضحیٰ ۔آیت:۳)

اور آپ سلام اللہ علیہا کا قول: ''لـفـظتهـم ''یعنی کسی چیز کو منہ سے ناپسندیدگی کے عالم میں نکالنا، جب آپ کھانے کو اپنے منہ سے پھینک دیں تب آپ کہیں گے: ''عضضت على الطعام ثم لفظته''۔

اور آپؑ کا قول: ''قبل ان عجمتهم'' (قبل اس کے کہ میں ان کا امتحان کروں) جب آپ کسی چیز کو دانت سے پکڑیں تب کہا جاتا ہے: ''عجمت الشیء '' (میں نے اس چیز کو کاٹ کر اس کی سختی یا نرمی کا امتحان کیا) اور ''عود معجوم '' کہا جاتا ہے جب اسے (امتحان کی غرض سے) دانت سے پکڑا جائے۔

اور ''شنأتهم''یعنی میں ان کو دشمن جانتی ہوں اور اس لفظ سے اسم ''الشنأن'' آتا ہے۔

اور آپ سلام اللہ علیہا کا قول: ''سبر تهم ''یعنی میں نے ان کا امتحان کیا۔ کہا جاتا ہے: ''سبرت الرجل ''میں نے اس شخص کا امتحان کیا اور اس کے بارے میں آگاہ ہوا۔

اور آپ سلام اللہ علیہا کا قول: ''فـقـبـحـا لـفـلول الحد'' کہا جاتا ہے ''سیف مـغـلـول '' جب تلوار کی دھار میں رخنہ پڑ جائے۔ ''الخور ''یعنی ضعف اور ''خطل ''یعنی اضطراب۔

اور آپ سلام اللہ علیہا کا قول: ''لـقـد قـلّـدتهـم ربـقتهـا'' ربقۃ- اس ڈورے- دھاگے کو کہتے ہیں جو بھیڑ بکریوں اور دوسرے جانوروں کے گلے میں ہوتا ہے اور اس لفظ کی جمع ہے: رِبُق۔ اور ''شـنـنـت'' یعنی میں نے گرادیا، جب آپ پانی کو گرائیں تو کہا جائے گا: شـنـنـت الماء (ثلاثی مجرد سے) اور شـنـنـة (باب تفعیل سے)۔ اور ''جـدعا'' برا بھلا کہنے کے۔ لئے استعمال ہوتا ہے ناک کاٹنے کے معنی میں۔ اور ''عقرا''آپ کے قول: ''عقرت الشیء '' (میں نے کسی چیز کو دہشت زدہ کردیا) سے ہے، اور ''سحقا''یعنی دور۔

اور ''زحـزحـوهـا''یعنی اس کی جانب جھک جانا اور ''رواسـی ''مضبوط جڑوں کو کہتے ہیں اور اسی طرح 'قـواعـد''، اور ''الطّبین''اہل علم کو کہتے ہیں۔

اور ''مـا نـقـمـوا من ابی حسن''یعنی کونسی ناپسندیدہ چیز تھی آپ علیہ السلام کے برخلاف۔اور ''تـنـمـرّہ''یعنی ان کا غضبناک ہونا۔جب کوئی شخص غضب ناک ہوتب کہا جاتا ہے:''تنمّر الرجل''اوراس غضبناک ہونے کو''نمر''(چیتے) سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اور آپ سلام اللہ علیہا کا قول:''تـکـافـوا''یعنی ان سے روگردانی کرنے میں اپنے ہاتھوں کو ہم پلّہ بنا دیا (یعنی سب متفق ہوگئے) اور''الزمام'' کے اس جملہ میں مثل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ''لاعتلقه''یعنی تاکہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے۔اور ''السجح''یعنی آسان سیر۔

''لا یـکـلـم'' یعنی نہ زخمی ہوا اور نہ ہی خون بہا۔اور ''خِشـاش''اس لکڑی کی چیز کو کہتے ہیں کہ جو اونٹ کے ناک میں (بندھی ہوئی) ہوتی ہے۔اور''لایتعتع''یعنی ناپسند نہیں تھا اور امر عجیب نہیں تھا۔اور ''المنهل'' پانی کے وارد ہونے کی جگہ اور ''النمیر''وہ پانی کہ جو چشمہ سے ابلتا ہو۔

اور ''الـفـضـفـاض''یعنی کثیر اور ''الـضـفّتان''یعنی نہر کی دونوں طرف۔اور ''الـبـطـان'' یہ بطین کی جمع ہے اور بطین کے معنی بڑا پیٹ۔ ''غیـر متـحلّ منه بطائل''یعنی وہ ان کے مال سے نہ تو قلیل لیتے اور نہ کثیر: ''الاّ بـغمر الماء'' (سوائے پانی کے چھوٹے پیالے کے) کہ وہ پانی چھوٹے پیالے سے پیتے۔ اور غمر چھوٹے پیالے کو کہتے ہیں۔

''و ردعـه سـورۃ الساغب'' یعنی وہ اتنا کھاتے تھے کہ جس سے بھوک کی شدّت ختم ہو جائے۔اور ''الـذنابی'' دم کے پیچھے رکھے جانے والے کپڑے کو کہتے ہیں۔اور''قوادم''وہ جو آگے ہو۔اور ''عجز''کا معنی معروف ہے۔اور ''معاطس''یعنی کئی ناکیں۔

اور آپ سلام اللہ علیہا کا قول:''فنظرۃ''یعنی تم لوگ انتظار کرو۔ ''ریثما تنتجوا'' جیسے آپ کہتے ہیں: (انتظار کرو) یہاں تک کہ وہ پیدا ہو جائے۔ ''ثم احتلبو اطلاع القعب'' یعنی قعب کا بھر جانا اور قعب کہتے ہیں لکڑی کے بڑے پیالے کو۔اور ''الدم العبیط''یعنی تازہ خون۔اور ''الزعاف''زہر کو کہتے ہے اور ''الممقر''کڑوا و تلخ اور ''الهرج''یعنی قتل اور ''زهید''یعنی قلیل۔

(۴۰۲) ☆ زبیٰ اور طبیین کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسان بن علی مدائنی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس بن مکرم نے، انہوں نے سعد الخفّاف سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے کہا کہ عثمانؓ ابن عفان نے اس موقع پر کہ جب انہیں محصور کر لیا گیا تھا علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کی جانب ایک تحریر لکھی: بات یہ ہے کہ: یقیناً زبی سے پانی تجاوز کر گیا ہے، (جانور کا) تنگ و کمر بند طبیین تک پہنچ گیا ہے، معاملہ میری حد سے باہر نکل گیا ہے اور میری وہ شخص طمع کر رہا ہے کہ میں جس سے اپنا دفاع نہیں کرسکتا۔

فان کنت ماکولا فکن خیرا آکل ☆ و الاّ فأدرکنی و لمّا امزّق

(پس اگر آپ کھا جائیں گے تو آپ بہترین کھانے والے ہیں ورنہ آپ میری مدد کریں جب کہ مجھے تباہ کیا جا رہا ہے)

مبرد کہتا ہے: ان کا قول: یقیناً زبی سے پانی تجاوز کر گیا ہے۔ تو زبی شیر کے شکار کرنے کے گڑھے کو کہتے ہیں اور یہ سوائے پہاڑ کے انتہائی آخری حصّہ کے کہیں نہیں پایا جاتا۔ عرب جب سیلاب بہت زیادہ شدید ہو جائے تب کہتے ہیں کہ: قد بلغ الماء الزبی اور کوئی بڑا معاملہ درپیش ہو تب: قد علا الماء الزبی - بلغ السکین العظیم - بلغ الحزام الطبیین - قد انقطع السلی فی البطن جیسے جملے کہے جاتے ہیں۔ عجاج کہتا ہے: فقد علا الماء الزبی الی غیر یعنی یقیناً معاملہ قابل اصلاح و تغیّر نہیں ہے (یعنی معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے)۔

اور ان کا قول: (جانور کا) تنگ و کمر بند طبیین تک پہنچ گیا ہے۔ درندوں اور پرندوں کے پستان کی نوک کو ''أطباء'' کہا جاتا ہے اور اس کی واحد طبی ء ہے جیسے کہ ٹاپ والے جانوروں اور بغیر ٹاپ والے جانوروں میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور خلف اور طبی ء دونوں ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں، تو جب جانور کا تنگ و کمر بند پستان کی نوک تک پہنچ جائے تو یہ سختی کی انتہاء ہوتی ہے اور یہ عربوں کی مثالوں میں سے ہے جیسے: ''التقت حلقتا البطان'' (میں نے دونوں پستانوں کی نوک کو تنگ (کہ جس کے ساتھ پالان کو کسا جاتا ہے) کے ساتھ ملا دیا) اور کہا جاتا ہے: ''التقت حلقة البطان و الحقب'' (میں نے تنگ کے پستان کو دوسرے تنگ کے ساتھ ملا دیا) اور جب اونٹ کا تنگ اس کے پستان میں پہنچ جائے تو کہا جاتا ہے: ''حقب بعیر''۔

(۴۰۳) ☆شفر اور فیض النفس کے معنیٰ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے شہر رے میں، ماہ رجب سن: ۳۴۹ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن القاسم الأنباری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یونس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن حرب کے ہم نشین عبدالرحمٰن بن عبداللہ ابوصالح الطّویل التمّار البصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسماعیل بن قیس نے، انہوں نے مخرمہ بن بکیر سے، انہوں نے ابو حازم سے، انہوں نے خارجہ بن زید بن ثابت سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ جب جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے سعد بن ربیع کے تلاش کی ذمّہ داری سپرد کی اور مجھ سے فرمایا: جب تم اسے دیکھو تو میری طرف سے اسے سلام کرنا اور اس سے کہنا: تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو؟۔

راوی کہتا ہے: میں قتل گاہ میں اس کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ میں اس کو تلوار کی ضربت، نیزے کی چبھن اور تیر کے زخم کے درمیان (زخمی حالت میں) پایا۔ تو میں نے اس سے کہا: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو سلام کہا ہے اور آپؐ فرماتے ہیں: تم

اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو؟ پس اس نے کہا: تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہنا اور میری قوم انصار کو کہنا: اللہ کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کسی قسم کی تکلیف پہنچ گئی جبکہ تم میں سے کسی کی ''شفر'' (پلک جھپکتی) ہو۔ (یہ کہا) اور وہ ''فیض النفس'' کے حامل ہو گئے۔

اس کتاب کے مصنف۔رضی اللہ عنہ۔کہتے ہیں: میں نے ابوالعبّاس سے سنا کہ وہ بیان کر رہے تھے: ابوبکر محمد ابن قاسم الأنباری نے کہا کہ سعد بن ربیع کا قول: ''و فیکم شفر یطرف'' شفر (پلک جھپکنا)، آنکھ کی اشفار کی واحد ہے اور یہ آنکھ کے اوپر اور نیچے کی اس کھال کو کہتے ہیں کہ جو آنکھ بند کرتے وقت ایک دوسرے سے مل جاتی ہے۔ اور ''اجفان'' پلک کو کہتے ہیں کہ جو اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے ہوتی ہے، اور ''ھدب'' پلکوں کے بالوں میں سے ایک بال کو کہتے ہیں۔ آنکھ کے پلک جھپکنے کے معنی میں آنے والا ''شفر'' میں شین مضموم (پیش والا) ہے اور ''ما فی الدار شفر'' (گھر میں ایک بھی نہیں ہے) میں شین کو فتح (زبر) کے ساتھ لیا گیا ہے اور اس سے مراد ''ایک'' لیا جاتا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فو اللہ ما تنفک منا عداوۃ ☆ و لا منھم ما دام من نسلنا شَفر

(پس قسم بخدا! عداوت تم کو ہم سے اور ان سے جدا نہیں کر سکتی جب تک کہ ہماری نسل سے ایک بھی فرد باقی ہے)

اور راوی کے قول: ''فاضت نفسہ'' کے معنی ہیں وہ مر گیا۔ ابوالعبّاس کہتا ہے کہ ابوبکر ابن الأنباری نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسماعیل بن اسحاق قاضی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نصر بن علی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی اصمعی نے، انہوں نے ابن عمرو بن علاء سے، انہوں نے کہا کہ جب کوئی مر جائے تب ''فاظ الرجل'' کہا جاتا ہے ''فاظت نفسہ'' نہیں کہا جاتا اور نہ ہی ''فاضت نفسہ'' کہا جاتا ہے۔

اور ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابن الأنباری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن خلف نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صالح بن محمد بن درّاج نے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ ابوعمرو شیبانی کہہ رہے تھے: ''فاظ المیّت'' کہا جائے گا، مگر ''فاظت نفسہ'' نہیں کہا جائے اور نہ ہی ''فاضت نفسہ'' کہا جائے گا۔

اور ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالعبّاس احمد بن یحییٰ نے، انہوں نے سلمہ بن عاصم سے، انہوں نے فرّاء سے، انہوں نے کہا کہ اہل حجاز اور (قبیلہ) طی والے کہتے ہیں: ''فاظت نفس الرجل'' جبکہ (قبیلہ) عُکل، قیس اور تمیم والے کہتے ہیں: ''فاضت نفسہ'' ضاد کے ساتھ۔ اور شعر کو نقل کیا ہے:

یرید رجال ینادونھا ☆ و انفسھم دونھا فائضۃ

اور ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر ابن الأنباری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوحسن طوسی نے، انہوں نے ابوعبید سے، انہوں نے کسائی سے، انہوں نے کہا: ''فاضت

نفسه"، "فاض الميّت نفسه" اور "افاض الله نفسه" تینوں جملے کہے جاتے ہیں۔

اور ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر ابن الأنباری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن طوسی نے، انہوں نے ابوعبید سے، انہوں نے کسائی اور ابوجعفر محمد بن حکم سے، انہوں نے حسن لحیانی سے، انہوں نے کہا: "فاظ الميّت" ظاء کے ساتھ اور "فاض الميّت" ضاد کے ساتھ دونوں کہے جاتے ہیں۔

اور ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومحمد عبداللہ بن محمد قمّی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یعقوب بن سکیت نے، انہوں نے کہا: "فاظ الميت يفوظ" (باب نصر ینصر) اور فاظ یفیظ (باب ضرب یضرب) دونوں کہے جاتے ہیں۔

اور ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد ابن جہم نے، انہوں نے فرّاء سے، انہوں نے کہا کہ "فاظ الميّت نفسه" ظاء کے ساتھ اور نفس کو نصب (زبر) کے ساتھ کہا جائے گا (یعنی فعل متعدی مانیں گے)۔

اور ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس نے، انہوں نے کہا کہ ابوبکر نے مجھے شعر نقل کیا، انہوں نے کہا کہ میرے والد نے مجھے شعر نقل کیا، انہوں نے کہا کہ ابوعکرمہ ضبّی نے شعر نقل کیا:

و فاظ ابن حصن غائبا فی بیوتنا ☆ یمارس قدّا فی ذراعیه مصحبا

(ابن حصن جب ہماری گھروں میں چھپا ہوا تھا اور اپنی دونوں ذراع سے تسمہ کی مشق کر رہا تھا کہ موت کا شکار ہو گیا۔)

(۴۰۴) ☆ امیر المؤمنین علیہ السلام کے خطبہ کے معنیٰ ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ احمد بن عمار بن خالد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحییٰ بن عبدالحمید حمّانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عیسیٰ بن راشد نے، انہوں نے علی بن خزیمہ سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے ابن عباس سے، اور ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے ابان ابن تغلب سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے ابن عبّاس سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس خلافت کا تذکرہ کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: واللّٰه لقد تقمصها اخو تيم و انه ليعلم ان محلى منها محل القطب من الرحى ينحدر عنه السيل ، ولا يرتقى اليه

الطیر ، فسدلت دونھا ثوباً، وطویت عنھا کشحاً، وطفقت ارتئی [ما]بین ان اصول بیدٍجذّاء او اصبر علی طخیةعمیاء ؛ یشیب فیھا الصغیر ، و یھرم فیھا الکبیر ، و یکدح فیھا مومن حتی یلقی اللّٰه[ربه].

فرایت ان الصبر علی ھا تا احجی، فصبرت و فی العین قذی، و فی الحلق شجیً ،اری تراثی نھباً،حتی اذا مضی الاول لسبیله عقدھا لاخی عدی بعده،فیا عجباً بینا ھو یستقیلھا فی حیاته اذ عقد ھا لآخر بعد وفاته، فصیرھا واللہ فی حوزۃٍخشناء، یخشن مسھا، و یغلظ کلمھا، ویکثر العثار والاعتذار[منھا]،فصاحبھا کراکب الصعبةان عنف بھا حرن ، و ان سلس بھا غسق فمنی الناس بتلُّون و اعتراض وبلوا مع ھن ھنی.

فصبرت علی طول المدة و شدة المحنة حتی اذا مضی لسبیله جعلھا فی جماعة زعم انّی منھم، فیاللہ لھم وللشوری،متی اعتراض الریب فی مع الاول منھم حتی صرت اقرن بھذہ النظائر؟ فمال رجل بضبعه، و اصغی آخر لصھرہ، و قام ثالث القوم نافجاً حضینه بین نثیله و معتلفه، و قام معه بنو امیة یھضمون مال اللہ ھضم الا بل نبتة الربیع،حتی اجھز علیه عمله ، فما راعنی الّا والناس الیَّ کعرف الضبع، قد انثالوا علیَّ من کل جانب ، حتی لقد وطیء الحسنان وشق عطافی ،حتی اذا نھضت بالامر نکثت طائفة و قست اخری و مرق آخرون ، کانھم لم یسمعوا قول اللہ تبارک و تعالی﴿تلک الدار الآخرة نجعلھا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً و العاقبة للمتقین﴾بلی واللہلقد سمعوا ولکن احلولت الدنیا فی اعینھم، و راقھم زبرجھا، والذی فلق الحبة برا النسمة لو لا حضور الناصر و قیام الحجة و ما اخذاللہ تعالی علی العلماء ان لا یقروا[علی]کظة ظالم و لا سغب مظلوم لا لقیت حبلھا علی غاربھا، ولسقیت آخرھا بکاس اولھا، ولا لفیتم دنیاکم ازھدعندی من عطفة عنز.

”قسم بخدا! برادرِ تیمی نے قمیص خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ خلافت کی چکّی کے لئے میری حیثیت اس مرکزی کیل کی ہے کہ (علم کا) سیلاب اس سے گزر کر نیچے جاتا ہے اور جس کی بلندی تک کسی کا طائرِ (فکر) بھی پرواز نہیں کرسکتا۔ پھر بھی میں نے خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلوتہی کرلی اور یہ سوچنا شروع کردیا کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کردوں یا اسی بھیانک تاریکی پرصبر کرلوں کہ جس میں بچہ بوڑھا ہوجائے، سن رسیدہ بالکل ضعیف ہوجائے اور مومن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہنچ جائے۔

تو میں نے دیکھا کہ اس حالت میں صبر ہی قرین عقل ہے تو میں نے اس عالم میں صبر کرلیا آنکھوں میں مصائب کی کھٹک تھی اور گلے میں رنج وغم کے پھندے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ پہلے نے اپنا راستہ لیا اور اپنے بعد خلافت کو میرے برادرعدی کے لئے باندھ گیا۔ عجیب وحیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں استعفادے رہا تھا اور مرنے کے بعد کے لئے دوسرے کے لئے طے کر گیا اور قسم بخدا! اب خلافت کو ایک ایسی درشت اور سخت منزل میں رکھ دیا ہے کہ جس کو چھونے پر درشتی کا احساس ہوتا ہے اور جس کے زخم کاری ہیں ،لغزشوں کی کثرت ہے اور معذرتوں کی بہتات!۔ اس کو برداشت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر (مہار کے

ساتھ) ناک کو کھینچا جائے تو وہ زخمی ہو جائے اور ڈھیل دیدے تو ہلاکتوں میں کود پڑے، پس لوگوں کو تلون مزاجی اور بے راہ روی کی طرف رغبت دلا دی گئی اور پست لوگوں کے لئے امتحان و بلا۔

اور میں نے سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا یہاں تک کہ وہ بھی اپنے راستہ پر چل پڑا لیکن خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا یہ گمان کرتے ہوئے کہ میں بھی ان میں سے ایک ہوں، پس اللہ ہی جانے ان کو اور شوریٰ کو (میرا کیا تعلق تھا ایسی شوریٰ سے)، مجھ میں روزِ اول کونسا عیب وریب تھا کہ آج مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ ملایا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں نے انہی کی فضا میں پرواز کی، پس ایک شخص دامادی کی طرف جھک گیا اور دوسرا کینہ کی بنا پر مجھ سے منحرف ہو گیا، اور تیسرا شخص سرگین اور چارہ کے درمیان پیٹ پھلائے کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ بنوامیہ بھی کھڑے ہو گئے جو مالِ خدا کو اس طرح ہضم کر رہے تھے جس طرح اونٹ بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کے اعمال نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

پس اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کر دیا وہ یہ تھی کہ لوگ بجو کی گردن کے بال کی طرح میرے گرد جمع ہو گئے اور چاروں طرف سے میرے اوپر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ حسنینؑ کچل گئے اور میری ردا کے کنارے پھٹ گئے، لیکن جب میں ذمہ داری سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ دی، دوسرا فاسق ہو گیا اور تیسرا دین سے باہر نکل گیا گویا کہ انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول سنا ہی نہیں تھا کہ: "تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" (یہ دارِ آخرت ہم صرف ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو دنیا میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں اور عاقبت صرف اہل تقویٰ کے لئے ہے۔) (سورۂ قصص: آیت-۸۳)۔

ہاں-ہاں، قسم بخدا! یقیناً انہوں نے (یہ ارشادِ الٰہی) سنا ہے مگر دنیا ان کی نگاہوں میں آراستہ ہو گئی اور اس کی چمک دمک نے انہیں لبھا لیا۔ اس ذات کی قسم کہ جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور ذی روح کو پیدا کیا ہے کہ اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی مظلومی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو اسی کی گردن میں ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کے آخر کو اوّل ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا اور تم دیکھ لیتے کہ تمہاری دنیا میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: (مولا علیہ السلام کا خطبہ اس مقام پر پہنچا تھا کہ) اہل عراق میں سے ایک شخص نے آپ علیہ السلام کو ایک تحریر پیش کی، پس آپ علیہ السلام نے اپنے کلام کو منقطع فرمایا اور اس کو پڑھنے میں مشغول ہو گئے (جب آپ علیہ السلام فارغ ہو گئے) تو میں نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! (کیا ہی اچھا ہوتا) اگر آپ اپنے کلام کو جہاں پہنچا تھا وہیں سے آگے جاری فرماتے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "بہت بعید ہے (ہائے افسوس!) اے ابن عباس! یہ تو شقشقہ تھا جو ابھر کر دب گیا۔"

(ابن عباس کہتے ہیں:) مجھے کسی کلام کے ناتمام رہ جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہوا جتنا افسوس اس کلامِ امیر المؤمنین صلوات اللہ

علیہ پر ہوا کہ جب آپ علیہ السلام بات کو وہاں نہ پہنچا سکے جہاں کا ارادہ رکھتے تھے۔

اس کتاب کے مصنفؒ کہتے ہیں: میں نے حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری سے اس روایت کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے میرے لئے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

روایت کی تفسیر:

آپ علیہ السلام کا قول: "لقد تقمّصها" یعنی خلافت کو پہن لیا قمیص کی طرح۔ کہا جاتا ہے: نقمص الرجل، تدرّع الرجل، تردّی الرجل اور تمندل الرجل (سب مرد کے قمیص پہن لینے یا کسی چیز کو قمیص کی مانند اپنے اوپر ڈال لینے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں)

اور آپ علیہ السلام کا قول: "محل القطب من الرحی" یعنی خلافت نے میرے اردگرد اسی طرح دائرہ بنایا ہوا ہے جس طرح چکّی کا پتھر اس کے مرکز کے گرد دائرہ بنائے ہوئے ہوتا ہے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول: "ینحدر عنہ السیل و لا یرتقی الیہ الطیر" آپ علیہ السلام کی اس سے مراد یہ ہے کہ بیشک خلافت میرے غیر کے لئے ناممکن تھی، میرا غیر اس کی قدرت ہی نہیں رکھتا اور نہ اس کے لئے صلاحیت ومناسبت ہے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول: "فسدلت دونھا ثوبا" یعنی میں نے خلافت سے منہ پھیر لیا مگر اس کے میرے لئے لازم ہونے کو زائل نہیں ہونے دیا۔ اور "الکشح" کے معنی ہیں: ایک طرف ہونا اور پہلوتہی کرنا تو آپ علیہ السلام کے قول: "طویت عنھا"، یعنی میں نے خلافت سے منہ موڑا اور پہلوتہی کی۔ اور "کاشح" کہتے ہیں کسی کا آپ سے پہلوتہی کرنا یعنی ایک طرف ہو جانا۔

اور آپ علیہ السلام کا قول: "طفقت" یعنی میں نے قبول کیا اور حاصل کیا۔ "أرتئی" یعنی میں فکرمند ہوا اور اپنی رائے کو استعمال کر رہا ہوں اور نگاہ کر رہا ہوں کہ "ان اصول بید جزاء" یعنی اصول (کے ہاتھ) کو قطع کر دیا گیا ہے اور اس سے مراد نصرت کرنے والوں کی کمی ہے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول: "او اصبر علی طخیۃ" طخیہ کے لئے استعمال کے دو مقام ہیں: ایک: تاریکی اور اندھیرا اور دوسرا: غم اور حزن۔ کہا جاتا ہے: "اجد علی قلبی طخیا" یعنی (میں اپنے دل میں پاتا ہوں) حزن اور غم۔ اور یہاں پر یہ لفظ تاریکی اور غم وحزن دونوں معنی کو جمع کر رہا ہے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول: "یکدح مؤمن" یعنی مؤمن اپنے لئے محنت اور کوشش کرتا ہے مگر اس کا حق اسے نہیں دیا جاتا۔

اور آپ علیہ السلام کا قول: "أحجی" یعنی: اولیٰ، کہا جاتا ہے: ھذا احجی من ھذا (یہ اس سے بہتر ہے)، اور اخلق، إحری اور او جب یہ تمام قریبی معنی رکھتے ہیں۔

اور آپ علیہ السلام کا قول: "فی حوزۃ" یعنی ایک گوشہ میں، جب آپ کسی چیز کو ایک گوشہ میں جمع کرلیں تو کہا جاتا ہے: حزت

الشیء(ماضی)، احوزہ(مضارع)اور حوزاً(مصدر)اور حوزہ کا لفظ گھر اور دوسری چیزوں کے گوشوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"کراکب الصعبة"یعنی ایسی اونٹنی کہ اگر اس کے ساتھ سختی کی جائے تو راضی نہ ہو اور "عنف" یہ "رفق"(نرمی) کا الٹ ہے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"حَرَنَ"یعنی ٹھہر جائے اور نہ چلے اور حران کے لفظ کو فقط چوپایوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جہاں تک تعلق اونٹ کا ہے تو اس میں کہا جاتا ہے:"اخلت الناقة"اور"بها خلا" یہ چوپایوں کے ٹھہر جانے اور نہ چلنے کے معنی میں ہی ہے مگر یہ کہ عرب اس کو کبھی کبھار اونٹ میں بھی بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"ان سلس غسق"یعنی (اگر ڈھیل دے دے تو) وہ اسے تاریکی و ہلاکت میں داخل کر دے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"مع هن و هنَی" یعنی لوگوں میں پست افراد، عرب کہتے ہیں:"فلان هنَی"(فلان پست انسان ہے) یہ ھنَی کا لفظ"ھن" کی اسم تصغیر ہے یعنی وہ شخص کہ جو لوگوں سے کمتر ہو اور ان کی مراد اس سے ان کے معاملات کا چھوٹا ہونا ہے۔ (یعنی ایسے افراد جن کی باتوں کو اہمیت نہیں دی جاتی)۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"فمال رجل بضبعه" اور روایت میں "بضلعه" بھی آیا ہے اور دونوں کے معنی قریب قریب ہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی کا اپنی خواہش اور اپنے نفس کی خاطر کسی شخص کو اپنی جگہ قرار دینے کی طرف میلان اور جھکاؤ رکھنا۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"و اضعی آخر لصهره"ضعو کا معنی میلان اور جھکاؤ ہے۔ کہا جاتا ہے:"ضعوک مع فلان" یعنی آپ کا میلان اس کے ساتھ ہے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"نافجا حضنیه" یہ کھانے، شراب اور ان جیسی چیزوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔"قد انتفج بطنه"(یقیناً اس نے پیٹ کو پھلا لیا) جیم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور ہر اس بیماری میں جو انسان کے پیٹ سے اوپر آ جائے، کہا جاتا ہے:"قد انتفخ بطنه" خاء کے ساتھ اور "حضنان" سینے کے دونوں طرف۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"بین نثیله و معتلفه"، تو نثیل تو اونٹ کی لید کو کہتے ہیں اور اس کو یہاں پر شخص کے لئے فقط بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور معتلف اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں پر وہ علف کرتا ہے یعنی کھاتا ہے، اور کلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ مقامِ طعام اور مقامِ نکاح کے درمیان ہے۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"یهضمون"یعنی وہ توڑ دیتے ہیں اور ختم کر دیتے ہیں اور اسی سے عربوں کا قول ہے:"هضمنی الطعام"، یعنی (کھانے نے) مجھے ختم کر دیا۔

اور آپ علیہ السلام کا قول:"حتی اجهز"یعنی اس پر پہنچ گئے اور اسے قتل کر دیا، جب آپ کو کسی سے زخم پہنچا ہو اور اس کے نتیجے میں آپ اسے قتل کر دیں تو کہا جائے گا:"اجهزت علی الجریح"۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''کعرف الضبع'' (بجّو کی گردن کے بال کی طرح) آپ علیہ السلام نے اس سے تشبیہ دی اس کی کثرت کی وجہ سے اور عُرف ان بالوں کو کہتے ہیں کہ جو گھوڑے کی گردن پر ہوتے ہیں پھر اس کو بجّو کی گردن کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''قد انثالوا'' یعنی مجھ پر گر پڑے اور کثیر لوگ جمع ہو گئے :اور جب آپ تیروں کو گرادیں تو کہا جائے گا ''انثلت ما فی کنانتی من السھام'' (میں نے اپنے ترکش میں سے تمام تیروں کو گرا دیا)۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''و شقّ عطافی'' یعنی آپ کی رداء۔عرب رداء کو عطاف سے موسوم کرتے ہیں۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''وراقھم زبرجھا'' تعجب خیز اس کا حسن تھا اور زبرج کا اصلی معنی ہے نقش اور یہاں پر مراد دنیا کی چمک اور اس کا حسن ہے۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''الا یقرّوا [علی] کظّة ظالم'' تو کظّة کہتے ہیں شکم پُری کو یعنی علماء ظالم کی جانب سے مال حرام سے شکم پُری پر صبر نہ کریں اور ان کو ان کے ظلم کے ساتھ چین سے نہ بیٹھنے دیں۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''و لا سغب مظلوم'' پس سغب بھوک کو کہتے ہیں اور اس کے معنی ہیں مظلوم کو اس کے واجب حق سے محروم کردینا۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''لألقیت حبلھا علی غاربھا'' یہ عربوں کے اس محاورے کی طرح ہے:''القیت حبل البعیر علی غاربه'' (میں نے اونٹ کی رسّی کو اس کے کوہان اور گردن پر ڈال دیا ہے) تاکہ جہاں چاہے وہاں چرے۔(چلا جائے)

اورآپ علیہ السلام کا قول:''و لسقیت آخرھا بکأس اوّلھا'' کے معنی ہیں کہ ان کو ان کی گمراہی اور اندھے پن میں چھوڑ دیتا۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''ازھد عندی'' پس زھید یعنی قلیل۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''من حِبقة عنز'' پس حبقہ اس ریح کو کہتے ہیں کہ جو بکری کے مقعد سے نکلتی ہے۔اور''عفطة'' اس ریح کو کہتے ہیں کہ جو اس کی ناک سے نکلتی ہے۔

اورآپ علیہ السلام کا قول:''تلک شِقْشِقة'' تو شقشقہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو اونٹ کے منہ کی طرف سے نکلتی ہے جب وہ ہیجان اور مستی کی کیفیت میں ہو۔

(۴۰۵) ☆التین ،الزیتون،طور سینین اور البلد الامین کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰ عطّار نے ،انہوں نے کہا کہ ہم سے

بیان کیا احمد بن محمد بن خالد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوعبداللہ الرازی نے، انہوں نے حسن بن علی بن ابی عثمان سے، انہوں نے موسیٰ بن بکر سے، انہوں نے ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہروں میں سے چار کو چن لیا ہے، پس اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے: ''والتین و الزیتون و طور سینین و ھذا البلد الامین'' التین سے مراد مدینہ، الزیتون سے مراد بیت المقدس، طور سینین سے مراد کوفہ اور ھذا البلد الامین سے مراد مکہ ہے۔''

(۴۰۶) ☆ نشہ کی اقسام کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا میرے والد - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے ابوبصیر اور محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: امیرالمؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''نشے چار قسم کے ہیں: شراب کا نشہ، مال کا نشہ، نیند کا نشہ اور حکومت کا نشہ۔''

(۴۰۷) ☆ ناصب کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے ابن فضّال سے، انہوں نے معلّی بن خنیس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرما رہے تھے: ناصب و دشمن اہل بیت وہ نہیں ہے کہ جو ہم اہل بیت سے دشمنی رکھتا ہو چونکہ تم کسی ایک کو بھی نہیں پاؤ گے کہ جو کہتا ہو کہ: میں محمدؐ اور آل محمدؐ سے بغض رکھتا ہوں، بلکہ ناصب وہ ہے جو تم سے دشمنی رکھے جبکہ وہ جانتا ہو کہ یقیناً تم لوگ ہم سے دوستی رکھتے ہو اور ہمارے دشمنوں سے بیزار ہو۔ اور فرمایا: جس نے ہمارے کسی دشمن کو (پیٹ بھر کھانا کھلا کر) سیر کرایا تو یقیناً اس نے ہمارے کسی دوست کو قتل کیا۔

(۴۰۸)☆ایّام اللہ عزّ وجلّ کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ھاشم نے،انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے،انہوں نے مثنیٰ الحنّاط سے،انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا:''ایام اللہ عزّ وجلّ تین ہیں:وہ دن کہ جب قائم قیام کریں گے،رجعت کا دن اور قیامت کا دن۔''

(۴۰۹)☆شدید ترین اور قوی ترین کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رضی اللہ عنہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس بن معروف نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی خزّاز نے،انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے،انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے،آپؑ نے اپنے جدامجد علیہ السلام سے کہ فرمایا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک گروہ کے پاس سے گذرے جو ایک پتھر کو اٹھا رہے تھے،تو آپؐ نے فرمایا:یہ کیا ہے؟ان لوگوں نے کہا:ہم اس کے ذریعے سے جاننا چاہتے ہیں کہ ہم میں شدید ترین اور قوی ترین کون ہے؟پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:''کیا میں تمہیں باخبر نہ کروں کہ تم میں شدید ترین اور قوی ترین کون ہے؟''انہوں نے کہا:یقیناً،یارسول اللہؐ!،آپؐ نے فرمایا:''تم میں شدید ترین اور قوی ترین وہ ہے کہ جب وہ راضی ہوتا ہے تو اس کا راضی ہونا اسے کسی گناہ میں داخل نہیں کرتا اور نہ ہی کسی باطل میں اور جب وہ ناراض ہوتا ہے تو اس کا ناراض ہونا اسے حق بات کہنے سے خارج نہیں کرتا اور جب وہ قادر ہوتا ہے تو ان کاموں میں مشغول نہیں ہوتا جو اس کے لئے حق بجانب نہیں ہیں۔''

(۴۱۰)☆عبادت کے افضل ترین اجزاء(حصّے)کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے،انہوں نے اسماعیل بن مسلم سے،انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے،آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:''عبادت کے ستر اجزاء ہیں اور ان میں افضل ترین جزء طلب حلال ہے۔''

(۴۱۱) ☆ دو عجیب و غریب باتیں جن کو صبر سے برداشت کرنا ضروری ہے۔ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے حسین بن یزید سے، انہوں نے نوفلی سے، انہوں نے اسماعیل بن ابی زیاد سکونی سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے، ان بزرگوارںؑ نے علی علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''دو عجیب و غریب باتیں ہیں کہ تم دونوں کو صبر سے برداشت کرلو: احمق سے صادر ہونے والی حکمت کی بات کو قبول کرلو اور دانا شخص سے صادر ہونے والی احمقانہ بات کو درگذر کرو۔''

(۴۱۲) ☆ پہلے والی امتوں کی بیماری جو اس امّت کی طرف سرایت کرگئی ہے کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن ابن محمد بن اسماعیل قرشی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد [بن عیسی] نے، انہوں نے حسن بن علی بن فضّال سے، انہوں نے ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے بیان فرمایا، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام، ان بزرگوارںؑ نے علی علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے کی امتوں کی (دو) بیماریاں تمہاری طرف سرایت کرگئی ہیں: بغض اور حسد۔''

(۴۱۳) ☆ اللہ عزّ وجلّ، فرشتے اور مؤمنین کی جانب سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ''صلاۃ'' اور تسلیم کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معلّی بن محمد بصری نے، انہوں نے محمد بن جمہور عمّی سے، انہوں نے احمد بن حفص البزّاز کوفی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی حمزہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''انّ اللہ و ملائکتہ یصلّون علی النّبی یا ایھا الذین آمنوا صلّوا علیہ و سلّموا تسلیما'' (سورۂ احزاب: آیت-۵۶)

کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے صلاۃ رحمت ہے، اور فرشتوں کی جانب سے پاکیزگی (کا اظہار) ہے اور لوگوں کی جانب سے دعا ہے۔ اور جہاں تک اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و سلّموا تسلیما'' کا ہے تو یقیناً پروردگار کی اس سے مراد یہ کہ آپؐ کے حق میں آپؐ کی جانب سے وارد ہونے والے تمام احکام میں (لوگوں کے لئے) تسلیم وقبول کرنا (لازم) ہے۔''

راوی کہتا ہے: میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: تو محمدؐ اور آپؐ کی آل پر کس طرح درود بھیجا جائے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم لوگ کہو: صلوات اللہ و صلوات ملائکته و انبیائه و رسله و جمیع خلقه علی محمد و آل محمد و السلام علیه و علیهم و رحمة الله و برکاته (اللہ کا درود، اس کے فرشتوں، انبیاء، مرسلین اور اس کی تمام مخلوقات کا درود محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور سلام آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت)''

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: جو شخص نبیؐ اور آپؐ کی آل پر اس انداز سے درود بھیجے اس کے لئے کیا ثواب ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''گناہوں سے نکلنا ہے۔ قسم بخدا۔ اس دن اس کی کیفیت اس طرح کی ہوگی جیسے جب اس کی ماں نے اسے پیدا کیا تھا۔''

(۴۱۴) ☆لعنت کے مقامات کے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد سنانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے موسی بن عمران نخعی سے، انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے محمد بن حمران سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو خالد کابلی سے، انہوں نے کہا کہ علی بن حسین علیہما السلام سے عرض کیا گیا: مسافر وغریب الوطن افراد کہاں (پیشاب و پاخانہ کرکے) وضوء کے لئے آمادہ ہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ نہروں کے کناروں، آمد و رفت والے راستوں، پھل دار درختوں کے نیچے اور لعنت کے مقامات سے پرہیز کریں۔'' آپ علیہ السلام سے عرض کیا گیا: لعنت کے مقامات کونسے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''گھروں کے دروازے۔''

(۴۱۵) ☆اس مضبوط رسّی کے معنی جس کے ٹوٹنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے خلف بن حمّاد الاسدی سے، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے، انہوں نے اعمش سے،

انہوں نے عبایہ بن ربعی سے، انہوں نے عبداللہ بن عباس سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ ایسی مضبوط رسّی سے متمسک ہو جائے کہ جس کے ٹوٹنے کی گنجائش نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ میرے بھائی اور میری وصی علی بن ابی طالب کی ولایت سے متمسک ہو جائے بیشک ان سے محبت کرنے والا اور ان کو دوست رکھنے والا ہلاک نہیں ہوگا اور ان سے بغض رکھنے والا اور ان سے عداوت رکھنے والا نجات نہیں پائے گا۔''

(۴۱۶) ☆ صبر، مصابرہ اور مرابطہ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی الخطّاب نے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے ابوحمزہ سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''یا ایھا الذین آمنوا اصبروا صابروا و رابطوا'' (سورۂ آل عمران: آیت۔۲۰۰) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ مصیبتوں پر صبر کرو، اور تم انہیں تقیہ پر صبر کی تعلیم دو اور جن (معصومینؑ) کی تم لوگ پیروی کرتے ہو ان کے ساتھ پختگی و ہمیشگی اختیار کرو، اور اللہ سے ڈرو کہ شاید تم فلاح پا جاؤ۔''

(۴۱۷) ☆ دعاء میں رغبت، رہبت، تبتّل، ابتہال، تضرّع اور بصبصہ کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن نصیر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد ابن عیسی نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے ابوایوّب خزّاز سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق صلوات اللہ علیہ سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فما استکانوا لربّھم و ما یتضرّعون'' (پس یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی تضرّع کیا) (سورۂ مؤمنون: آیت۔۷۶) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ''تضرع دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر ابن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جعفر بن احمد سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عمرکی نے، انہوں نے علی بن جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے بھائی موسی بن جعفر علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تبتل یعنی جب تم دعا مانگو تب دعا کے درمیان تمہارا اپنی ہتھیلیوں کو

الٹا کرنا، ابتہال یعنی تمہارا دونوں ہتھیلیوں کو پھیلانا اور آگے کرنا، رغبت یعنی تمہارا اپنی دونوں ہتھیلیوں کو آسمان کے روبرو کرنا اور ان دونوں کو اپنے چہرے کے روبرو لانا، رھبت یعنی تمہارا اپنی دونوں ہتھیلیوں کو برابر کرنا اور ان کو چہرے تک اٹھانا اور تضرع یعنی تمہارا اپنی دو انگلیوں کو حرکت دینا اور دونوں کے ذریعے اشارہ کرنا۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے: بیشک بصبصہ یعنی تمہارا اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو آسمان کی جانب بلند کرنا اور دونوں کو حرکت دیتے ہوئے دعا کرنا۔

(۴۱۸) ☆اخلاص کے ساتھ لا الہ الاّ اللہ کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے محمد بن حمران سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الاّ اللہ کہے تو وہ جنّت میں داخل ہوگا اور اس کا اخلاص یہ ہے کہ لا الہ الاّ اللہ اسے ان کاموں سے باز رکھے کہ جن کو اللہ عزّ وجلّ نے حرام قرار دیا ہے۔''

۲۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی، حسن بن علی کوفی اور ابراہیم بن ھاشم سے، ان سب نے حسین بن سیف سے، انہوں نے سلیمان بن عمرو سے، انہوں نے مہاجر بن حسن سے، انہوں نے زید بن ارقم سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الاّ اللہ کہے تو وہ جنّت میں داخل ہوگا اور اس کا اخلاص یہ ہے کہ لا الہ الاّ اللہ اسے ان کاموں سے باز رکھے کہ جن کو اللہ عزّ وجلّ نے حرام قرار دیا ہے۔''

(۴۱۹) ☆اللہ عزّ وجلّ کا قلعہ کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسین محمد بن جعفر الاسدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین صوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یوسف بن عقیل نے، انہوں نے اسحاق بن راھویہ سے، انہوں نے کہا کہ جب ابوالحسن الرضا علیہ السلام نیشاپور پہنچے جبکہ آپ علیہ السلام نے وہاں سے نکل کر مامون کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ علیہ السلام کے اطراف علماء حدیث جمع ہو گئے اور آپ علیہ السلام سے عرض کیا: ''یا ابن رسول اللہؐ! آپؑ ہمارے درمیان سے جا رہے

ہیں اور آپؑ نے کوئی حدیث بیان نہیں فرمائی کہ جس کا ہم آپؑ سے استفادہ کرتے؟ اور اس وقت آپ علیہ السلام عماری میں بیٹھ چکے تھے، پس آپ علیہ السلام نے اپنا سر مبارک ظاہر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں نے سنا کہ میرے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ میرے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ میرے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ میرے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ میرے پدر بزرگوار حسین بن علی بن ابی طالب (علیہم السلام) نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ میرے پدر بزرگوار امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: لا الٰہ الاّ اللہ میرے قلعہ ہے، پس جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے امان پا گیا۔'' راوی کہتا ہے کہ جب سواری چل پڑی تو آپ علیہ السلام نے ہمیں ندا دی: لا الٰہ الاّ اللہ کی شرطوں کے ساتھ اور میں اس کی شرطوں میں سے ہوں۔''

اور میں اسی معنی سے مطابقت رکھنے والی مروی احادیث کو کتاب التوحید میں بیان کر چکا ہوں۔

(۴۲۰) ☆اللہ عزّ وجلّ کے قلعہ کے دوسرے معنی☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد الرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن محمد فزاری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبد اللہ بن بحر الاھوازی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابو الحسن علی بن عمرو نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن جمہور نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا علی بن بلال نے، انہوں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے، آپؑ نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے حسین بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام سے، آپ علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے، آپؐ نے جبرئیلؑ سے، انہوں نے میکائیلؑ سے، انہوں نے اسرافیلؑ سے، انہوں نے لوح سے، انہوں نے قلم سے، قلم نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''علی بن ابی طالب -صلوات اللہ علیہ- کی ولایت میرا قلعہ ہے، پس جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میری (جہنم کی) آگ سے امان پا گیا۔''

(۴۲۱) ☆بندوں کا اللہ کے عہد کو پورا کرنا اور اللہ عزوجل کا بندوں کے عہد کو پورا کرنے کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد -رضی اللہ عنہ- نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم نے ، انہوں نے محمد بن علی قرشی نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو الربیع الزہرانی نے اور کہا کہ ہم سے بیان کیا حریز نے ، انہوں نے لیث بن ابی سلیم سے ، انہوں نے مجاھد سے ، انہوں نے ابن عباس سے ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا: " و أوفوا بعهدی أوف بعهدکم" (اور تم میرا عہد پورا کرو (تو) اور میں تمہارا عہد پورا کروں گا) (سورۂ بقرہ: آیت-۴۰) تو اللہ کی قسم! یقیناً آدمؑ دنیا سے اس عالم میں نکلے تھے کہ [اپنی قوم سے] اپنے بیٹے ''شیثؑ'' کی وفا کا عہد لے لیا تھا لیکن ان سے وفا نہیں کی گئی اور یقیناً نوحؑ اس دنیا سے اس حال میں گئے کہ اپنی قوم سے اپنے وصی سامؑ کی وفا کا عہد لے لیا تھا لیکن ان کی امت نے عہد کو وفا نہیں کیا ۔اور یقیناً ابراہیمؑ اس دنیا سے اس حال میں نکلے تھے کہ اپنی قوم سے اپنے وصی اسماعیلؑ کی وفا کا عہد لے لیا تھا مگر ان کی امت نے عہد کو وفا نہیں کیا اور یقیناً موسیٰؑ اس دنیا سے اس عالم میں نکلے تھے کہ اپنی قوم سے اپنے وصی یوشعؑ بن نون کی وفا کا عہد لے لیا تھا مگر ان کی امت نے عہد کو وفا نہیں کیا اور یقیناً عیسیٰؑ بن مریم کو اس حال میں آسمان کی طرف اٹھایا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم سے اپنے وصی شمعونؑ بن حمون کی وفا کا عہد لے لیا تھا مگر ان کی امت نے بھی عہد کو وفا نہیں کیا اور میں عنقریب تم سے جدا ہو جاؤں گا اور تمہارے درمیان سے نکل جاؤں گا، اور میں نے اپنی امت سے علیؑ بن ابی طالبؑ کے سلسلے میں عہد لے لیا ہے اور یہ بھی میرے وصی کی مخالفت اور نافرمانی میں سابقہ امتوں کی سنتوں (کی سواری) پر سوار ہوگی۔ آگاہ ہو جاؤ! میں تم سے علیؑ کے سلسلے کے اپنے عہد کی تجدید کرتا ہوں تو جو بھی عہد شکنی کرے گا وہ اپنی ذات کو نقصان پہنچائے گا اور جو بھی اس عہد کو وفا کریگا کہ جس پر اللہ نے اس سے عہد لیا ہے تو عنقریب پروردگار اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اے لوگو! علیؑ میرے بعد تمہارا امام ہے اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔ وہی میرا وصی ہے، میرا وزیر ہے، میرا بھائی ہے، میرا ناصر و مددگار ہے، میری دختر کا شوہر ہے، میرے بیٹوں کا باپ ہے، میری شفاعت اور میرے حوض اور میرے پرچم کا مالک ہے۔ جس نے اس کا انکار کیا یقیناً اس نے میرا انکار کیا اور جس نے میرا انکار کیا یقیناً اس نے اللہ عزوجل کا انکار کیا۔ جس نے اس کی امامت کا اقرار کیا تو یقیناً اس نے میری نبوت کا اقرار کیا اور جس نے میری نبوت کا اقرار کیا تو یقیناً اس اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اقرار کیا۔

اے لوگو! جس نے علیؑ کی نافرمانی کی یقیناً اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی یقیناً اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اے لوگو! جس نے علیؑ کو قول یا فعل کے سلسلے میں رد کیا تو یقیناً اس نے مجھے رد کیا اور جس نے مجھے رد کیا تو یقیناً اس نے عرش کی بلندی پر اللہ کو رد کیا۔

اے لوگو! تم میں سے جس نے علیؑ کو بطور امام چن لیا تو یقیناً اس نے مجھے بطور نبی چن لیا اور جس نے مجھے بطور نبی چن لیا تو یقیناً اس

نے اللہ عزّ وجلّ کو بطور پروردگار چن لیا۔

اے لوگو! علیؑ اوصیاء کا سردار ہے، چمکتی پیشانی والوں کا قائد ہے، مومنوں کا مولیٰ ہے، اس کا دوست میرا دوست ہے، اور میرا دوست اللہ کا دوست ہے، اس کا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔

اے لوگو! علیؑ کے متعلق اللہ کے عہد کو وفا کرو، اللہ بھی قیامت کے دن جنت کے متعلق تمہارے حق میں عہد کو وفا فرمائے گا۔

(۴۲۲) ☆ ربوہ، قرار اور معین کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسین بن اشکیب سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن حماد سے، انہوں نے احمد بن حسن سے، انہوں نے صدقہ بن حسان سے، انہوں نے مہران بن ابی نصر سے، انہوں نے یعقوب بن شعیب سے، انہوں نے سعد الاسکاف سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے فرمان " وآوینا هما الیٰ ربوة ذات قرارٍ ومَعین". (اور انہیں ایک بلندی پر جہاں ٹھہرنے کی جگہ بھی تھی اور چشمہ بھی تھا پناہ دی) (سورۂ مومنون: آیت-۵۰) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ربوہ: کوفہ ہے، قرار: مسجدِ (کوفہ) ہے اور مَعین فرات ہے۔"

(۴۲۳) ☆ صفح الجمیل کے معنی ☆

ا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی احمد بن محمد بن سعید ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن فضال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ امام رضا علیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ کے فرمان: "فاصفح الصَّفح الجمیل" (لہٰذا آپ ان سے خوبصورتی کے ساتھ درگذر کردیں) (سورۂ حجر: آیت-۸۵) کے متعلق فرمایا: (اس سے مراد) بغیر عتاب وسرزنش کے معاف کردینا۔"

(۴۲۴) ☆خوف اور طمع کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی احمد بن محمد بن سعید ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن فضال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ امام رضا علیہ السلام نے اللہ عز و جل کے فرمان: ''ھو الذی یریکم البرق خوفاً و طمعا'' [وہی خدا ہے جو تمہیں (تمہارے) خوف اور طمع کی حالت میں بجلیاں دکھاتا ہے] (سورۂ رعد: آیت-۱۲) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ''خوف کی حالت مسافر کے لئے اور طمع کی حالت اقامت پذیر کے لئے ہے۔''

(۴۲۵) ☆اس نیکی کے معنی جو بندہ کو جنت میں داخل کراتی ہے☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے داود بن سلیمان سے، انہوں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے، انہوں نے امام صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ عز و جل نے داود علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی: بیشک میرے بندوں میں سے کوئی بندہ یقیناً میرے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا تو میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔عرض کیا: میرے پروردگار! یہ کونسی نیکی ہے؟ فرمایا: وہ مومن کو اس کی پریشانی اور سختی میں کشادگی اور آسانی دے، اگر چہ ایک کھجور کے بدلے ہو، تو داود علیہ السلام نے عرض کیا: حق ظاہر ہو گیا ہے اس شخص پر جو تیری معرفت رکھتا ہے کہ تجھ سے اپنی امید کو منقطع نہیں کرتا۔''

(۴۲۶) ☆نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تین دفعہ: میرے معبود! میرے خلفاء پر رحم فرما-فرمانے کے معنی☆

ا۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے علی بن داود یعقوبی سے، انہوں نے عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے، انہوں نے علی بن ابی طالب علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میرے معبود! میرے خلفاء پر رحم فرما، میرے معبود! میرے خلفاء پر رحم فرما، میرے معبود! میرے خلفاء پر رحم فرما'' آپؐ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپؐ کے خلفاء کون ہیں؟، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''جو میرے بعد

آئیں گے میری حدیث اور سنت کو روایت کریں گے۔"

(۴۲۷) ☆ کامل خوراک کے معنی ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آباء طاہرین علیہم السلام سے، ان بزرگواروں نے علی علیہ السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: خوراک میں جب چار خصلتیں جمع ہوں جائیں تو وہ یقیناً کامل ہو جاتی ہے: جب وہ حلال میں سے ہو، اس پر (کھانے کے لئے بڑھنے والے) ہاتھ زیادہ ہوں، اس کے شروع میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اور اس کے اختتام پر اللہ کی حمد کی گئی ہو۔"

(۴۲۸) ☆ اس تحریر کے معنی جو ام سلمیٰؓ نے عائشہؓ کی جانب لکھا جب انہوں نے بصرہ کی طرف خروج کا ارادہ کیا ☆

ا۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی قاسم نے، انہوں نے محمد بن علی صیر فی قرشی کوفی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نصر بن مزاحم منقری نے، انہوں نے عمر بن سعد سے، انہوں نے ابومخنف لوط بن یحییٰ سے، انہوں نے عقبہ ازدی سے، انہوں نے ابواخنس ارحبی سے، انہوں نے کہا کہ جب عائشہؓ نے بصرہ کی طرف خروج کا ارادہ کیا تو ان کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اہلیہ ام سلمیٰ۔رضی اللہ عنہا۔نے لکھا: اما بعد فانک سدة بین رسول اللہ(ص) و بین امته و حجابه المضروب علی حرمته و قد جمع القران ذیلک فلا تندحیه، و سکن عقیراک فلا تصحریها، [ان] اللہ من وراء هذه الامة، قد علم رسول اللہ (ص) مکانک لو اراد ان یعهد الیک لفعل، و لقد عهد ، فاحفظنی ما عهد فلا تخالفی فیخالف بک ، واذکری قوله علیه السلام فی نباح الکلاب بحوأب، و قوله ﴿ما للنساء والغزو؟﴾ و قوله(ص): ﴿انظری یا حمیراء الّا تکونی انت علت علت ﴾ بل قد نهاک عن الفرطة فی البلاد و ان عمود الاسلام لن یثاب بالنساء ان مال ، ولن یرأب بهن ان صدع، حمادیات النساء غض الابصار، و خفر الاعراض ، وقصر

الوهازة،ما کنت قائلة لو ان رسول الله (ص)عارضک ببغض الفلوات، ناصة قلوصاً من منهل الی آخر؟ ان بعین الله مهواک ، و علی رسول الله تردین ، قد وجهت سدافته، وترکت عهیداه، لو سرت مسیرک هذاثم قیل لی:﴿ادخلی الفردوس﴾لا ستحیت ان القی رسول الله(ص)هاتکة حجاباً قد ضربه علیؑ، اجعلی حصنک بیتک و رباعة الستر قبرک، حتی تلقیه، و انت علی تلک الحال اطوع ما تکونین لله ما لزمته، و انصر ما تکونین للدین ما جلست عنه ، لو ذکرتک بقول تعرفینه لنهشتنی نهش الرقشاء المطرق.

بات یہ ہے کہ:تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اوران کی امت کے درمیان ایک پردہ ہواور آپ کی طرف سے اپنی حرمت پر لگایا ہوا حجاب ہو۔قران نے تمہارے (احکام کے) آخری حصہ کو جمع کیا ہے اسے نہ کھولو۔اپنے چھوٹے گھر میں رہو،صحرا میں نہ نکل آؤ۔[بیشک] اللہ اس امت کے پیچھے (نگہبان) ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمہارے مقام کو جانتے تھے۔اگر وہ ارادہ کرتے تو تمہاری طرف کسی کام کا عہد لیتے ،اور یقیناً آنجنابؐ نے عہد (تو) لیا تھا تو تم جس بات کا آنجنابؐ نے عہد لیا اس کی حفاظت کرو اور اس کی مخالفت نہ کرو ورنہ وہ بھی تمہاری مخالفت کریں گے۔

اورتم یادکرو آنجنابؐ کے حوأب کی جگہ میں کتّے کے بھوکنے کے قول کو اور آنجنابؐ کے فرمان کو کہ عورتوں کا جنگ سے کیا رشتہ؟،اور آنجنابؐ کے قول:اے حمیراء!تم نگاہ رکھو کہ کہیں تم حق سے روگردانی کرنے والی اور ظلم وضرر کی طرف مائل ہوجانے والی نہ بن جاؤ۔ بلکہ آنجنابؐ نے تمہیں شہروں میں آنے جانے سے منع فرمایا تھا۔اور اگر اسلام کا ستون ٹیڑھا ہوگیا تو عورتوں کے ذریعے کبھی بھی سیدھا نہ ہوگا،اگر اس میں شگاف پڑ جائے تو عورتوں سے کبھی بھی بند نہیں ہوگا۔

اورعورتوں کی خوبیوں کی انتہا آنکھوں کے جھکانے ،عزت کی حفاظت کرنے اور شرمیلی چالوں کی کمی ہے۔تم کیا کہنے والی ہو اگر صحراء کے بعض حصّوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمہارے سامنے آجائیں جب کہ تم بلند قامت جوان کی مانند اونٹ پرسوار ہوکر ایک چشمے سے دوسرے کی طرف جارہی ہو؟۔کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ نے آنکھیں بند کرلی ہیں؟ اور رسول اللہ کو رد کردو گی۔(اور آنجناب کو جواب نہیں دوگی) جبکہ یقیناً تم نے آنجنابؐ کے (عفت) کے پردے کو چیر ڈالا ہے اور آنجنابؐ کے عہد وفرمان کو چھوڑ دیا ہے۔

اگر میں تمہارے اس راستے پر چلتی اور پھر مجھ سے (قیامت کے دن) کہا جاتا: فردوس میں داخل ہوجاؤ،تو میں شرم محسوس کرتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ملاقات کروں جبکہ میں نے اس پردہ کو چیر دیا ہو جو آپؐ نے میرے لئے معین کیا تھا۔تم (بھی) اپنا قلعہ اپنے گھر کو قرار دو۔اور پردے کے پیچھے کے مقام کو اپنی قبر بنالو(کہ جیسے قبر سے کوئی باہر نہیں آتا پردے کے پیچھے سے بھی باہر نہ آؤ) یہاں تک کہ تم رسول اللہؐ سے ملاقات کرلو اور اللہ کی خاطر جو تم کرسکتی ہو اس میں تمہارا اس حالت میں ہونا یہ زیادہ اطاعت وفرماں برداری ہے اس حالت کے مقابلہ میں جو تم نے اپنے آپ پر لازم کرلی ہے اور دین کے لئے جو تم کرسکتی ہو اس میں یہ حالت زیادہ مددگار ہے بنسبت اس حالت کے کہ جس میں تم بیٹھی ہو۔

اگر میں تمہیں وہ قول یاد دلا دوں جسے تم جانتی بھی ہو تو مجھے خاموش سفید چیتے کی طرح کاٹنے لگو گی۔تو عائشہؓ نے کہا: تمہارے وعظ کو قبول کرنے کے لئے مجھ سے بہتر کون ہے! اور مجھ سے بڑھ کر تمہاری نصیحتوں سے آگاہ کون ہے! مگر معاملہ ویسا نہیں ہے جیسا تم گمان کر رہی ہو، بہترین راستہ وہی ہے جسے میں نے اختیار کیا ہے۔اس معاملہ میں میری طرف دو مخالف گروہ فریادی بنے ہیں، اگر میں بیٹھ جاؤں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر قیام کروں گی تو اس کی جانب کہ جس نے زیادتی کی ہے۔

پس ام سلمیٰؓ نے فرمایا:

لو كان معتصماً من زلّة احدٌ ☆ كانت لعائشة العتبىٰ على الناس

(اگر لوگوں میں سے کسی کے لئے بھی ذلت سے بچنے کی راہ ہوتی تب بھی عائشہ کے لئے لوگوں کے ساتھ راہ ہوتی۔)

كم سنّةٍ رسول الله دراسةٌ ☆ و تلو آى من القران مدراس

(رسولؐ کی کتنی ہی سنتیں فراموش ہوگئیں ہے۔اور قران کی کتنی ہی تلاوتیں عمل سے خالی رہ گئیں۔)

قد ينزع الله من قومٍ عقو لهم ☆ حتىٰ يكون الذى يقضى على الرأس

(کبھی اللہ قوم سے ان کی عقلوں کو نکال لیتا ہے یہاں تک کے وہ سروں سے فیصلہ کرنے والے ہو جاتے ہیں)۔

خطبہ کی تفسیر:

امّ سلمہ۔رحمۃ اللہ علیہا۔کا قول:" انک سد ة بين رسول الله " یعنی تم رسول اللہؐ اور امت کے درمیان، رسول اللہؐ کے حرم اور اس طرف جانے کی جگہ کے درمیان دروازہ ہو کہ سسرالی رشتے داری مباح ہوگئی ہے۔تو تم اس رشتہ کی بنیاد پر ایسا خروج نہ کرو جو تم پر واجب ہے کہ (اس خروج کے ذریعے) تم لوگوں کو اپنے جیسا کام کرنے کی طرف محتاج کردو۔

اوران کا قول "فلا تندحيه" اسے نہ کھولو کہ حرکت اور خروج کے ذریعے اسے کشادہ کردو۔کہا جاتا "ندحت الشى" جب آپ اسے کشادہ کردیں اور اس (مادہ) میں سے کہا جاتا ہے "انا فى مندوحةٍ عن كذا" یعنی کشادگی میں، میں فلاں چیز میں ہوں۔

اورانہوں نے اپنے قول "قد جمع القران ذيلک" سے اللہ عزوجل کے قول:" وقرن فى بيوتكنّ و لا تبرجن تبرّج الجاهلية الاولىٰ "(سورۂ احزاب: آیت-۳۳) کا ارادہ کیا ہے۔

اوران کا قول "سكّن عُقيراک" -عقر دار سے ہے اور یہ اس کی اصل ہے۔اہل حجاز عین کو ضمہ (پیش) دیتے ہیں اور اہل نجد فتح (زبر) دیتے ہیں۔تو "عقيراء" اس میں سے اسم مبنی اور تصغیر ہے۔اور اسی طرح جو اسم مصغر " ثريا" اور "حميا" آیا ہے اور یہ شراب کے جوش کو کہتے ہیں اور "عقير" نہیں سنا گیا ہے سوائے اس حدیث میں۔

اوران کا قول "فلا تصحريها" یعنی اسے ظاہر نہ کرو اور دور نہ کرو اور صحراء میں قرار نہ دو۔کہا جاتا ہے "اصحرنا" جب ہم صحرا میں آئیں۔ جس طرح کہا جاتا ہے "أنجدنا" جب ہم نجد میں آئیں۔

اوران کا قول غُـلـتِ غُـلـتِ ۔یعنی غیرحق کی طرف تم مائل کردی جاوٗ۔اور عـول مائل ہونے اور جور وستم کے معنی میں ہے۔اللہ عزوجل نے فرمایاہے:" ذالک ادنیٰ الّا تـعـولوا" (یہ بات انصاف سے تجاوز نہ کرنے کے قریب تر ہے)(سورۂ نساء: آیت-۳) کوکہا جاتاہے"عال یعول" جب تجاوز کرے۔

اوران کا قول "بـل قد نهاک عن الفرطة فی البلاد" یعنی شہروں میں آنے جانے اور گھومنے سے۔کیونکہ"فرطه" نام ہے خروج اورقدم بڑھانے کا جیسے"غرفه و غرفه"، کہاجاتا ہے:"فی فلان فرطة" یعنی جانا آنا اور گھومنا، کہاجاتا ہے:" فرّطته فی المال" یعنی میں نے مال میں اس پر سبقت کرلی۔

اوران کا قول: "ان عـمـود الاسـلام لـن يثاب بالنّساء ان مال" یعنی ان کے ذریعے سیدھے پن کی طرف نہیں لوٹوں گا۔ "ثبت الیٰ کذا" یعنی میں اس کی طرف پلٹا۔

اوران کا قول "لن یرأب بهنّ ان صدع" یعنی ان سے بندنہیں ہوگا۔کہاجاتا ہے: رایت الصدع و لامته فانضم (میں نے شگاف کو بھرا اور درست کیا تو وہ مل گیا)۔

اوران کا قول "حـماديات النّساء" یہ حمادی کی جمع ہے اور کہاجاتا ہے:"قـصـاراک ان تفعل ذلک و حماداک" تمہاری انتہائی کوشش یہ ہے کہ تم ایسا کرو۔جیسا کہ اس نے کیا ہے: گویا کہ آپ نے کہا:"حـمـدک و غـايتک" (تمہاری انتہائی حداور تمہاری غایت)۔

اورآپ کا قول:"غض الأبصار" یہ تو معروف ہے۔

اورآپ کا قول:"و خفر الأعراض" اعراض، عرض کے گروہ کو کہتے ہیں اورعرض جسد کو کہتے ہیں۔اور"خفر" یعنی حیاء۔مراد یہ ہے کہ عورتوں کی حمد وتعریف نگاہوں کے نیچے ہونے اور ایسی پردہ نشینی میں ہیں خفر کے لئے جس کے معنی حیاء ہیں۔

اور"قصر الوهازه" یعنی قدم اوراس سے آپ کی مراد عورتوں کا کم قدم چلنے والی ہونا ہے۔

اورآپ کا قول:"نـاصّة قـلـوصا من منهل الی آخر" یعنی اس کو سفر کے لئے اٹھانے اور"النصّ" بلندی کی طرف سفر کو کہتے ہیں اوراسی سے کہاجاتا ہے:"نـصـصـت الـحـديث الی فلان" جب آپ اس کی طرف بات کو بلند کریں اوراسی سے حدیث ہے: کـان رسول الله صلی الله علیه و سلّم یسیر العنق فأذا وجد فجوة نصّ" یہاں پر نص کے معنی سفر میں (رفتار میں) اضافہ کردینا ہے۔

اورآپ کا قول:"ان بعين الله مهواک" یعنی تمہارا ارادہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اورآپ کا قول:" و عـلـی رسول الله تردين" یعنی تمہارے کام سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ "وقـد وجّهت سدافته" یعنی تم نے پردے کو پھاڑ دیا چونکہ سـدافـه حجاب اور پردے کو کہتے ہیں یہ اسم مبنی ہے جس کا فعل اسدف الـلـیل ہے جواس وقت کہاجاتا ہے جب رات کا اندھیرا چھاجائے گویا کہ تاریکی کا پردہ پڑ گیا۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا ارادہ"وجهـت سـدافتـه" سے یہ ہو کہ: تم نے اس

حجاب کو اس کی منزلت سے گرا دیا کہ جس کے حفاظت کا تم کو امر کیا گیا تھا اور جس کو تمہارے آگے قرار دیا گیا تھا۔

اور آپ کا قول: ''و ترکت عهيداه'' یعنی وہ عہد و پیمان جو تم نے ان سے کیا تھا اور انہوں نے تم سے کیا تھا۔ اور اس بات پر امّ سلمہؓ کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے: ''اگر مجھ سے کہا جائے: فردوس میں داخل ہو جاؤ تو میں خوف رکھتی ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں اس حجاب کو ہتک پہنچانے والی ہوں کہ جو آپؐ نے مجھ پر معین فرمایا تھا۔''

اور آپ کا قول: ''اجعلی حصنک بیتک و رباعة الستر قبرک'' پس ربع یعنی منزل اور رباعہ یعنی پردہ جو پردے کے پیچھے ہو، مراد یہ ہے کہ تم اپنے پردے کے پیچھے کی جگہ کو قبر قرار دو۔ اور ''و وقاعة الستر قبرک'' جو روایت کیا گیا ہے اور قتیبی نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کے معنی ذکر کیا ہے کہ وقاعة الستر پردے کے واقع ہونے کی جگہ جب اسے نیچے لایا جائے۔

اور قتیبی کی روایت میں ہے: ''لو ذکرت قولا تعرفینه نهشتنی نهش الرقشاء المطرق''، اور اس نے بیان کیا ہے کہ سانپ کا نام رقشاء اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس پر سیاہ اور سفید نقطے ہوتے ہیں اور قتیبی کے علاوہ کا کہنا ہے کہ رقشاء اس اژدھے کو کہتے ہیں کہ جس کے رنگ میں سیاہی اور گدلا پن ہوتا ہے اور کہا ہے: المطرق یعنی وہ شخص جس کی آنکھ کی پلکیں نرم ہوں۔

(۴۲۹) ☆نوادر و کمیاب معانی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے عبدالحمید بن علاء سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔'' اور فرمایا: ''اسی میں سے انگوٹھی کو گھمانا بھی ہے تا کہ حاجت کو یاد دلایا جائے اور اسی کی مانند۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے ابن ابوعمیر سے، انہوں نے علی بن عقبہ سے، انہوں نے ابو خالد قماط سے، انہوں نے حمران سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ عزوجل کا فرمان: ''مِن اجل ذالک کتبنا علیٰ بنی اسرائیل انّه من قتل نفساً بغیر نفسٍ او فسادٍ فی الارض فکانّما قتل النّاس جمیعاً'' (اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی نفس کو کسی نفس کے بدلے یا روئے زمین میں فساد کی سزا کے علاوہ قتل کر ڈالے اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر ڈالا) (سورۂ مائدہ: آیت۔ ۳۲) ہے، تو اس نے تو ایک قتل کیا ہے؟ پس آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جہنم کی اس جگہ میں ڈالا جائے گا جہاں پر اہلیانِ جہنم کے عذاب کی شدت کی انتہا ہے کہ اگر سب انسانوں کو قتل کرتا تب صرف اسی جگہ داخل ہوتا۔ اور اگر اس نے ایک کو قتل کیا تو بھی اسی جگہ میں داخل ہوگا۔'' میں

نے عرض کیا: اگر دوسرے کو (بھی) قتل کرے تو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس پر دوگنا کیا جائے گا۔''

۳۔ اور انہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے اسحاق بن ابراہیم صیقل سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلوار کے اوپری حصّہ پر ایک ورق پایا گیا کہ جس پر لکھا ہوا تھا: شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ قیامت کے دن خدا کے نزدیک سب سے زیادہ سرکش وہ انسان ہے جو اپنے قاتل کے علاوہ کو قتل کردے اور جو مارنے والے کے علاوہ کو مارے۔ جو اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور کی کسی کام میں ذمہ داری لے تو وہ اس چیز کا کافر اور انکاری ہے جسے اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل فرمایا ہے اور جو بھی بدعت ایجاد کرے یا (بدعت و) بدعتی کو پناہ دے تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے نہ صَرف (توبہ) قبول کرے گا اور نہ عدل (فدیہ)۔''

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم سمجھے: آپؐ کے قول: ''جو اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور کی کسی کام میں ذمّہ داری لے'' کے کیا معنی ہیں؟''، میں نے عرض کیا: اس کے کیا معنی ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یعنی اہل دین۔

ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے فرمان کے مطابق صرف توبہ ہے اور ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عدل فدیہ ہے۔

۴۔ اور انہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے،، انہوں نے سماعہ سے، انہوں نے کہا: میں نے آپؑ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے بارے میں سوال کیا: ''من يقتل مومنا متعمداً فجزاء ه جهنّم'' (جو عمداً کسی مومن کو قتل کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے) (سورۂ نساء: آیت-۹۳) تو آپؑ نے فرمایا: جو کسی مؤمن کو اس کی دین کی بنیاد پر قتل کرے تو یہی عمداً قتل کرنے والا ہے کہ جس کے لئے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ''اعدّ لهم عذاباً اليما'' (اُن کے لئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے) (سورۂ انسان: آیت-۳۱)۔'' میں نے عرض کیا: ایک شخص اور دوسرے کے درمیان کوئی واقعہ پیش آ گیا اور اس نے اسے اپنی تلوار سے ضرب لگائی اور اس کے نتیجے میں وہ قتل ہو گیا۔ فرمایا: ''یہ وہ والا عمداً قتل کرنے والا نہیں ہے کہ جس کا تذکرہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے۔

۵۔ اور انہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابوسفاتج سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے سلسلے میں: '' ومن يقتل مومنا متعمداً فجزاء ه جهنم'' فرمایا: ''اس کا بدلہ جہنم ہے اگر پروردگار اسے بدلہ دینا چاہے۔''

۶۔ اور انہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے، انہوں نے حسن بن بنت الیاس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ لعنت کرتا ہے اس شخص پر کہ جو حدث پیدا کرے یا حدث پیدا کرنے والے کو پناہ دے۔' میں نے عرض کیا: ''حدث کیا ہے؟'' فرمایا: ''جو قتل کرے۔''

۷۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے کہا کہ مجھ

سے بیان کیا عونی جوہری نے، انہوں نے ابراہیم کوفی سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک راوی سے کہ جنہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا: حسن بن علی علیہما السلام سے عقل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''غصہ کو پی جانا اور دشمنوں سے مدارت کرنا (اخلاق سے پیش آنا)''۔

۸۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے،، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سعادت مندی ہے اس شخص کے لئے جس کی پرواہ نہ کی جائے، وہ لوگوں کو جانتا ہے اور اپنے بدن سے ان سے ملتا ہے اور ان کے اعمال میں دل سے نہیں ملتا تو وہ اسے ظاہر سے جانتے ہیں اور وہ انہیں باطن سے جانتا ہے۔''

۹۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نوفلی سے، انہوں نے سکونی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے آباء طاہرین علیہم السلام سے آپؑ نے فرمایا: ''بیشک تواضع میں سے ہے کہ کسی شخص کا دوسروں کی جگہ سے پست جگہ پر بیٹھنے پر راضی ہونا، ملاقات کرنے والے کو سلام کرنا، بحث میں خودنمائی اور کشمکش کو ترک کرنا اگر چہ حق پر ہو اور اس کا پسند نہ کرنا کہ تقویٰ پر اس کی تعریف کی جائے۔''

۱۰۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔، نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے جعفر بن عثمان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت ایک شخص نے آپؑ سے عرض کی: اللہ آپ کو نیکی دے، کوفہ میں ایک گروہ ہے جو ایک بات کہتا ہے اور اس کی نسبت آپؑ کی طرف دیتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ کیا بات ہے؟'' اس نے عرض کی: وہ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان اسلام کے علاوہ ہے۔ پس ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں''۔ تو اس شخص نے آپؑ سے عرض کی: آپؑ میرے لئے اسے بیان فرمائیے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو کچھ اللہ کی طرف سے آپؐ لے کر آئے ہیں اس کا اقرار کرے تو وہ مسلمان ہے۔'' اس نے عرض کی: تو ایمان؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو کچھ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس کا اقرار کرے اور نماز قائم کرے، زکاۃ ادا کرے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، بیت اللہ کا حج کرے، اللہ عزوجل سے اس گناہ کے ساتھ نہ ملے جس پر اس نے (جہنم کی) آگ کا وعدہ کیا ہے تو وہ مومن ہے۔''

ابوبصیر نے عرض کی: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے۔ ہم میں سے کون اللہ سے ایسے گناہ کے ساتھ نہ ملے گا کہ جس پر (جہنم کی) آگ کا وعدہ ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہے جس پر تم گئے ہو، فقط یہ وہ شخص ہے جو اللہ سے نہیں ملے گا ایسے گناہ کے ساتھ کہ جس پر اس نے (جہنم کی) آگ کا وعدہ کیا ہے اور اس پر توبہ بھی نہ کی ہو۔''

۱۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی: ہمارے اردگرد کے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی بندے کو چاہتا ہے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ اللہ فلاں کو چاہتا ہے تم بھی انہیں چاہو۔ تو اس کے لئے بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دشمنی رکھتا ہے تو ندا دینے والا آسمان سے ندا دیتا ہے کہ بیشک اللہ فلاں سے دشمنی رکھتا ہے تو تم بھی اس سے دشمنی رکھو، کہا: تو اللہ اس کے لئے لوگوں کے دلوں میں دشمنی ڈال دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے: امام علیہ السلام ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، (میری بات سن کر) سیدھے بیٹھ گئے اور اپنے دست مبارک کو تین دفعہ ہلاتے ہوئے فرمایا: ''نہیں، ایسا نہیں ہے جیسا وہ کہتے ہیں، بلکہ اللہ عزوجل جب کسی بندہ کو چاہتا ہے تو اس کے بارے زمین میں لوگوں کو ترغیب دیتا ہے (اس بات کی چھوٹ دیتا ہے) کہ اس کے سلسلے میں باتیں کریں کہ نتیجتاً لوگ گناہ میں مبتلا ہوں گے اور وہ بندہ اجر کا مستحق بنے گا۔ اور جب اللہ کسی بندے سے دشمنی رکھتا ہے تو اسے لوگوں میں محبوب بنا دیتا ہے تا کہ اس کے بارے میں باتیں کریں اور نتیجتاً یہ لوگ اور وہ بندہ دونوں ہی گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔'' پھر فرمایا: ''یحییٰ بن زکریا سے بڑھ کر کون اللہ کو محبوب تھا؟ تو اللہ نے لوگوں کو برانگیختہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔ اور علی بن ابوطالب علیہ السلام سے بڑھ کر کون اللہ کا محبوب تھا؟ تو آپؑ نے لوگوں سے وہی پایا جو کچھ تم یقیناً جانتے ہو۔ اور حسین بن علی صلوات اللہ علیہ سے بڑھ کر کون اللہ کو محبوب تھا؟ تو لوگوں کو برانگیختہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے آپؑ کو قتل کر دیا۔

۱۲۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے یحییٰ بن ابراہیم سے، انہوں نے ابوالبلاد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں عبداللہ بن عطاء سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی: لوگ کہتے ہیں کہ علی بن ابوطالب علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: بیشک افضل ترین احرام تمہارا اپنے اہل کے چھوٹے گھروں سے احرام باندھنا ہے۔ راوی کہتا ہے: ابوجعفر علیہ السلام نے اس کا انکار کیا اور فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اہل مدینہ میں سے تھے اور اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ ہے اور ان دونوں کے درمیان صرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔ اگر یہ افضل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ سے احرام شروع فرماتے، بلکہ علی صلوات اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: تم اپنے (سلے ہوئے) لباس سے اپنے میقات تک لذّت اٹھاؤ۔

۱۳۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے یحییٰ بن مبارک سے، انہوں نے علی بن صامت سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔ راوی کہتا ہے میں آپ علیہ السلام کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھا تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: اللہ میرے لئے موت میں اور جو کچھ موت کے بعد ہے اس میں برکت دے، اس وقت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس سے ارشاد فرمایا: ''(یہ والا جملہ) ''جو کچھ موت کے بعد ہے اس میں برکت دے'' یہ اضافی ہے چونکہ جب تیرے لئے موت میں برکت ہوگئی تو یقیناً جو کچھ موت کے بعد ہے اس میں بھی برکت ہو جائے گی۔''

۱۴۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابوخطاب سے،

انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے، انہوں نے محمد بن یعقوب بن شعیب سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، انہوں نے کہا کہ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی: لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ماہ رمضان میں انتیس (۲۹) روزے رکھنے کی تعداد تیس (۳۰) روزے کی تعداد سے زیادہ ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: انہوں نے جھوٹ کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے روزے نہیں رکھے مگر یہ کہ کامل وتام اور فرائض کبھی ناقص نہیں ہوتے، بیشک اللہ تبارک وتعالی نے سال کو ۳۶۰ دن کا خلق فرمایا اور آسمان وزمین کو چھ دنوں (چھ مرحلوں) میں خلق فرمایا، پس یہ چھ دن ان ۳۶۰ سے کم کیئے تو سال ۳۵۴ دن کا ہوگیا۔ اور ماہ رمضان (جب تام ہوتب) تیس دن کا ہوتا ہے چونکہ اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: "ولتکملوا العدّہ" (تاکہ تم گنتی پوری کرو) (سورۂ بقرہ: آیت-۱۸۵) جو کامل ہو (تیس دن کا اسے) تام کہتے ہیں، شوال ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور ذوالقعدہ ۳۰ دنوں کا ہوتا ہے چونکہ اللہ عزوجل کا قول ہے: "وواعدنا موسیٰ ثلاثین لیلة" (ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا عہد کیا) (سورۂ بقرہ: آیت-۵۱)۔ پس مہینہ اسی طرح ہوتا ہے پھر اس بنیاد پر ماہِ تام اور ماہِ ناقص آتے رہتے ہیں، ماہ رمضان کبھی بھی ناقص نہیں ہوتا اور ماہ شعبان کبھی بھی تام نہیں ہوتا۔" (۱)

۱۵۔ ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے علی بن رئاب سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس فرمان: "وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیرٍ"۔ (اور جو بھی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں نے ہی کمائی ہے اور وہ بہت سی باتوں کو معاف بھی کردیتا ہے) (سورۂ شوریٰ: آیت-۳۰) کے بارے میں سوال کیا آپؑ کی رائے میں علی علیہ السلام یا آپؑ کے اہل بیتؑ کو جو کچھ پہنچا تو وہ بھی انکے ہاتھوں کا کمایا ہوا تھا جبکہ وہ تو پاکیزہ اہلبیت معصومین ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بغیر کسی گناہ کے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہتے تھے اور ہر دن اور رات میں سو مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔ اللہ عزوجل نے اپنے دوستوں کو بغیر کسی گناہ کیئے مصیبتوں کے لئے خاص کرلیا ہے تاکہ انہیں اجر عطا فرمائے۔

۱۶۔ ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے علی بن مہزیار سے، انہوں نے محمد بن حصین سے، انہوں نے محمد بن فضیل سے، انہوں نے عزرمی سے، انہوں نے کہا کہ میں ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حجر اسود کے قریب میزابِ رحمت کے نیچے تھا جبکہ وہیں پر ایک شخص دوسرے سے جھگڑا کررہا تھا۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم! تم نہیں سمجھتے کہ ہوا کس سمت سے گذرتی ہے۔ جب اس نے اس بات کی تکرار کی تو ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ ہوا کس سمت سے گذرتی ہے؟" تو اس

(۱) اس حدیث کو شیخ مفید علیہ الرحمہ اور دیگر نے رد کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے (از مترجم)۔

نے عرض کیا: نہیں، لیکن میں نے لوگوں کو کہتے سنا ہے۔ پس میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! ہوا کس سمت سے گذرتی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہوا اس رکن شامی کے نیچے قید ہے۔ جب اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ اس میں سے کچھ کو بھیجے تو اس کو نکالتا ہے: جنوب سے تو وہ ہوا جنوبی (کہلاتی) ہے۔ شمال سے تو وہ شمالی ہے۔ مشرق کی طرف سے تو وہ (بادِ) صبا ہے، مغرب کی طرف سے تو وہ (باد) دبور ہے" اور پھر فرمایا: "اس کی نشانی یہ ہے کہ تو سرما اور گرما میں دن اور رات ہمیشہ اس رکن کو متحرک پائے گا۔"

۱۷۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: "بیشک کوئی شخص (ایسا بھی ہوتا ہے کہ) ایک مرتبہ پانی پیتا ہے تو اللہ اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔" میں نے عرض کیا: یہ کیسے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "بیشک وہ شخص پانی پیئے پھر اسے منقطع کر دے اور برتن کو دور کر دے جبکہ ابھی اس کی پینے کی خواہش باقی ہے اور (اس موقع پر) اللہ کی حمد بجالائے، پھر پلٹے اور پیئے اور پھر برتن کو دور کر دے جبکہ ابھی خواہش باقی ہے اور (اس موقع پر پھر) اللہ کی حمد بجا لائے، پھر پلٹے اور پیئے تو اس کی وجہ سے اللہ عزّ وجلّ اس کے حق میں جنّت کو واجب قرار دیدے گا۔"

۱۸۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے سیاری سے، انہوں نے ابن بقاح سے، انہوں نے عبدالسلام سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام تک کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں نے فلاں فلاں چیز کھائی تو اس نے مجھے ضرر پہنچایا۔ یہ کفران نعمت ہے۔"

۱۹۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابوالخطّاب سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے حماد بن عثمان سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے سلسلے میں: "و الشعراء یتّبعهم الغاون" (اور شعراء کی پیروی وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں) (سورۂ شعراء: آیت-۲۲۴) امام نے فرمایا: کیا تو نے کسی شاعر کو دیکھا جس کی کوئی پیروی کرتا ہو؟۔ (بلکہ) شعراء فقط ایک قوم ہے جو غیر دین کے لئے سوچ و فکر کرتی ہے تو وہ خود بھی گمراہ ہوتی ہے اور دوسرے کو بھی گمراہ کرتی ہے۔"

۲۰۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن بن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا جوھری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سفیان بن سعید سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام۔ قسم بخدا! وہ صادق ہی تھے جیسا کہ ان کو موسوم کیا جاتا تھا- کو فرماتے سنا: "اے سفیان تم پر تقیہ لازم ہے کیونکہ یہ سنت ابراہیم ہے۔ اور اللہ عزوجل نے موسیٰ وھارون کو فرمایا کہ "اذهبا الیٰ فرعون انه طغیٰ فقولا له قولا لیناً لعلّه یتذکّر او یخشیٰ"۔ (تم دونوں فرعون کے طرف جاؤ کہ وہ سرکش بن گیا ہے۔ اس سے نرمی سے باتیں کرنا کہ شاید کہ وہ نصیحت قبول کر لے یا خوفزدہ ہو جائے) (سورۂ طٰہٰ: آیت-۴۳،۴۴) اللہ عزوجل فرما رہا ہے کہ تم دونوں اسے کنیت سے پکارو اور دونوں اسے

کہو: "اے ابومصعب"۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو (دوران سفر اپنے کو) دوسرے سے پوشیدہ رکھتے اور فرماتے کہ اللہ عزوجل نے مجھے لوگوں کے ساتھ مدارات کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح فرائض کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اللہ عزوجل نے تقیہ کے ساتھ انہیں ادب سکھایا تو فرمایا کہ "ادفع بالّتی ھی احسن. فاذا الّذی بینک وبینه عداوة کانّه ولی حمیم ،وما یلقّٰھا الّا الّذین صبروا وما یلقّھا الا ذو حظّ عظیم." [تم (برائی کا جواب) بہترین طریقہ سے دو کہ اس طرح جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے وہ بھی ایسا ہو جائے گا جیسے گہرا دوست ہوتا ہے] (سورۂ حم سجدہ: آیت-۳۴،۳۵)۔ اے سفیان! جو شخص اللہ کے دین میں تقیہ کو استعمال کرے گا تو یقیناً وہ عزّت کی بلند چوٹی تک پہنچ جائے گا، بیشک مؤمن کی عزّت اس کی زبان کی حفاظت میں ہے اور جو اپنی زبان کا مالک نہیں بنے گا وہ نادم ہوگا۔ سفیان کہتے ہیں: میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: یاابن رسول اللہ! کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ عزّ وجلّ اپنے بندوں سے ناممکن کے ہونے کے سلسلے میں طمع وخواہش کرے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں" میں نے عرض کیا: تو پھر اللہ عزّ وجلّ نے موسیٰ اور ھارون علیہما السلام کو کیسے فرمایا: "لعلّه یتذکر اویخشی" (کہ شاید فرعون نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے) جب کہ پروردگار کو علم تھا کہ یقیناً فرعون نہ تو نصیحت قبول کرنے والا ہے اور نہ ہی ڈرنے والا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "یقیناً فرعون نے نصیحت قبول کی تھی اور ڈرا بھی تھا مگر یہ عذاب کو دیکھنے کے بعد تھا (کہ جب ڈوبنے لگا) اس وقت کا ایمان نفع نہیں پہنچاتا، کیا تم نے اللہ عزّ وجلّ کو فرماتے نہیں سنا: "حتیٰ اذا ادرکه الغرق قال آمنت انّه لا اله الا الذی آمنت به بنوا اسرائیل وانا من المسلمین"۔ (یہاں تک کہ جب غرقابی نے اسے پکڑ لیا تو اس نے آواز دی کہ میں اس خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آیا ہوں جس پر نبی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں اطاعت گذاروں میں ہوں) (سوۂ یونس: آیت-۹۰) مگر اللہ عزوجل نے اس کا ایمان قبول نہیں کیا اور فرمایا: "الآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین. فالیوم ننجّیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیةً"۔ (کہ اب جب کہ تو پہلے نافرمانی کر چکا ہے اور تیرا شمار مفسدوں میں ہو چکا ہے، خیر-آج ہم تیرے بدن کو بچا لیتے ہیں تا کہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشانی بن جائے) (سورۂ یونس: آیت-۹۱،۹۲) اللہ فرما رہا ہے کہ ہم تجھے زمین کے ٹیلے پر ڈال دیں گے تا کہ بعد میں آنے والوں کے لئے نشانی اور (سبب) عبرت بن جائے۔"

ہم سے بیان کیا ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی-رضی اللہ عنہ-نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن قاسم الأنباری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس نے، انہوں نے احمد بن یحییٰ سے، انہوں نے سلمیٰ سے، انہوں نے فراء سے، انہوں نے کہا کہ کہا جاتا ہے ذِروة الجبل (ذال کے زیر کے ساتھ) اور ذُروته (ذال کے پیش کے ساتھ) (جس کے معنی ہیں پہاڑ کی چوٹی) اور فِرعون (فا کے زیر کے ساتھ) اور فُرعون (فاء کے پیش کے ساتھ) اور اسی طرح سِفیان (سین کے زیر کے ساتھ) اور سُفیان (سین کے پیش کے ساتھ)۔

مجھ سے ابوبکر نے یونس نحوی سے حکایت کرتے ہوئے کہا کہ لفظ سُفیان ہے اور غیر فراء سے روایت کی گئی ہے کہ سفیان ممکن ہے کہ "سفن" سے لیا گیا ہو کہ جس کے معنی وہ کھردری کھال ہے جس کو تلوار پر لگایا جاتا ہے اور ممکن ہے کہ "سفت الریح التراب" (ہوا نے

خاک کو اڑایا) سے لیا گیا ہو۔ جس کا مضارع ''تسفیه'' ہوتا اور سفی۔ مقصور حالت میں۔ اور سفاء۔ ممدود حالت میں۔ جس کے معنی ہیں جہل۔

۲۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے حفص بن بختری سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم معراج پر گئے اور نماز کا وقت آیا تو جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی۔ جب انہوں نے اللہ اکبر ، اللہ اکبر کہا تو فرشتوں نے (بھی) کہا: اللہ اکبر ، اللہ اکبر اور جب انہوں نے کہا: اشهد ان لا اله الا الله تو فرشتوں نے بھی کہا: (پروردگار) نظیرو مشابہ سے پاک ہے اور جب جبرئیلؑ نے کہا: اشهد ان محمداً رسول الله تو فرشتوں نے کہا: نبیء مبعوث ہے۔ اور جب انہوں نے کہا: حیّ علی الصلاة تو فرشتوں نے کہا: اپنے ربّ کی عبادت پر آمادہ ہو جاؤ اور جب انہوں نے کہا: حیّ علی الفلاح تو فرشتوں نے کہا: کامیاب ہوا وہ کہ جس نے آنجنابؐ کی پیروی کی۔''

۲۲۔ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہاشم مکتب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن جعفر اسدی ابو حسین کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل برمکی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن عبداللہ مروزی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے اسماعیل بن فضل ہاشمی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''جب عیون عین پر ظلم کریں۔ عین کا قتل ہونا عیون کے چوتھے ہاتھ پر ہوگا اور جب ایسا ہو تو اس کی مدد نہ کرنے والا اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق ہوگا۔'' تو عرض کی گئی: یارسول اللہؐ! عین اور عیون کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''عین میرا بھائی علیؑ بن ابوطالبؑ ہے اور عیون اس کے دشمن ہیں۔ ان کا چوتھا اسے ظلم اور دشمنی سے قتل کرنے والا ہے۔

۲۳۔ ہم سے بیان کیا ابوقاسم علی بن احمد بن موسیٰ بن عمران دقاق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابوعبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن زیاد الآدمی نے، انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے سردار علی بن محمد بن علی رضا امام نقی (علیہم السلام) نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آباء طاہرین علیہم السلام سے، ان بزرگواروںؑ نے حسن بن علی علیہما السلام سے کہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ابوبکر مجھ سے سماعت کی منزلت پر ہے اور عمر مجھ سے بصارت کی منزلت پر ہے اور عثمان مجھ سے قوّت قلب کی منزلت پر ہے۔'' امام حسن علیہ السلام فرماتے ہے: جب دوسرا دن ہو امیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں گیا جبکہ امیر المؤمنین علیہ السلام، ابوبکر، عمر اور عثمان انکے پاس تھے۔ تو میں نے عرض کی: بابا جان میں نے آپ کو ان اصحاب کے بارے میں یہ قول فرماتے سنا ہے تو اس کے کیا معنی ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''ہاں'' پھر اپنے دست مبارک سے ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ کان، آنکھ اور دل ہیں اور عنقریب ان سے میرے اس وصی کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور

علیؑ بن ابوطالبؑ کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "انّ السمع والبصر والفؤاد کلّ اولئک کان عنہ مسئولا" (بیشک سماعت، بصارت اور قوّت سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا) (سورۂ اسریٰ: آیت-۳۶) پھر فرمایا: مجھے میرے ربّ کی عزت کی قسم! میری تمام امت قیامت کے دن روک لی جائے گی اور علیؑ کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور یہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "وقفوھم انّھم مسئولون" (اور انہیں روکو ان سے سوال کیا جائے گا) (سورۂ صافات: آیت-۲۴)۔

۲۴۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ گوشت والے گھر اور موٹے گوشت والے سے دشمنی رکھتا ہے۔" آپؑ کے بعض اصحاب نے آپؑ سے عرض کی: یا ابن رسول اللہؐ! ہم تو گوشت کو پسند کرتے ہیں اور ہمارے گھر اس سے خالی نہیں، تو یہ کیسے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھے ہو، گوشت کا گھر وہ گھر ہے جس میں لوگوں کا گوشت غیبت کے ذریعے کھایا جاتا ہے اور موٹا گوشت والا وہ تکبر کرنے والا ہے جو تکبرانہ چال چلتا ہے اور گردن اکڑاتا ہے۔"

۲۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے اپنے چچا یعقوب بن سالم سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ سعد بن معاذ کی موت پر عرش ہلا تھا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "اس سے مراد فقط وہ تختہ ہے کہ جس پر وہ تھے۔"

۲۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے: امام سے عرض کیا گیا: ابوالخطاب آپؑ کے حوالے سے ذکر کرتا ہے کہ آپؑ نے اس سے فرمایا کہ جب تم حق پہچان لو تو جو چاہو کرو۔ امام نے فرمایا: "اللہ ابوخطاب پر لعنت کرے۔ اللہ کی قسم! میں نے اس سے اس طرح سے نہیں کہا بلکہ میں نے کہا تھا: جب تم حق پہچان لو تو نیکی میں سے جو چاہو کرو تم سے قبول کیا جائے گا۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "من عمل صالحاً من ذکرٍ او انثیٰ و ھو مومن فاولئک یدخلون الجنّة یرزقون فیھا بغیر حساب" (مرد اور عورت میں سے جو بھی نیکی کرے جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے اور بغیر حساب کے انہیں رزق دیا جائے گا) (سورۂ مؤمن: آیت-۴۰) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "من عمل صالحاً من ذکرٍ او انثیٰ وھو مومن فلنحیینّه حیاةً طیّبةً"۔ (مرد اور عورت میں سے جو بھی نیک عمل کرے جبکہ وہ مومن بھی ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے) (سورۂ نحل: آیت-۹۷)

۲۷۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطّار نیشاپوری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن قتیبہ نے،

انہوں نے حمدان بن سلیمان سے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رضا علیہ السلام سے عرض کیا: ''یا ابن رسول اللہ! یقیناً آپؑ کے آبائے طاہرین علیہم السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ جو شخص ماہ رمضان میں جماع کرے یا اس میں روزہ توڑ دے تو تین کفارے ہیں اور انؑ سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ایک کفارہ ہے تو کونسی روایت کو ہم قابل عمل قرار دیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''دونوں کو ملاتے ہوئے، جب ماہ رمضان میں کوئی مرد حرام ہونے کی حالت میں جماع کرے یا حرام چیز کے ساتھ روزہ توڑ دے تو اس کے اوپر تین کفارے ہیں: غلام آزاد کرنا، دو مہینے پے در پے روزے رکھنا اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور (ساتھ ہی) اس دن کے روزے کی قضا، اور اگر اس نے حلال طریقے سے نکاح (والی عورت سے جماع) کیا ہو یا حلال چیز سے روزہ توڑا ہو تو اس پر ایک کفارہ اور اس دن کے روزے کی قضا ہے۔ اور اگر وہ بھولنے والا ہو (اور بھول کر کچھ کھا پی لیا ہو) تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔''

۲۸۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کوئی اعتبار نہیں ہے اس قسم کا جو غصہ کے عالم میں کھائی جائے اور نہ اس قسم کا جو قطع رحم کے سلسلے میں کھائی جائے اور نہ ہی اس قسم کا جو جبر میں کھائی گئی ہو اور نہ ہی اس قسم کا جو اکراہ میں کھائی گئی ہو۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: ''اللہ آپ کو نیکی دے! کیا فرق ہے جبر اور اکراہ میں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جبر وہ (زبردستی) ہے جو سلطان کی جانب سے ہوتی ہے اور اکراہ وہ (زبردستی) ہے کہ جو زوجہ اور باپ کی جانب سے ہوتی ہے اور یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

۲۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم نے، انہوں نے احمد بن یونس المُعاذی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد ابن سعید کوفی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن محمد بن الاشعث نے، انہوں نے موسیٰ بن اسماعیل سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''حسن بن علی علیہما السلام کا ایک دوست تھا جو کہ شوخ طبع تھا، وہ چند دنوں تک آپ علیہ السلام کے پاس نہیں آیا پھر ایک دن جب وہ آیا تو حسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تم نے کس حالت میں صبح کی؟'' اس نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! میں نے صبح کی اس حالت کے برخلاف کہ جس کو میں، اللہ اور شیطان محبوب رکھتے ہیں!، پس امام حسن علیہ السلام نے (اظہار تعجب فرمایا اور) ہنس دیا اور پھر فرمایا: ''اور یہ کیسے؟'' اس نے عرض کیا: چونکہ اللہ عزّ وجلّ محبوب رکھتا ہے کہ میں اس کی اطاعت کروں اور اس کی نافرمانی نہ کروں جبکہ میں ایسا نہیں ہوں اور شیطان محبوب رکھتا ہے کہ میں اللہ کی نافرمانی کروں اور اس کی اطاعت کروں جبکہ میں ایسا (بھی) نہیں ہوں اور میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں نہ مروں اور میں ایسا نہیں ہوں (کہ کبھی مجھے موت نہ آئے) پس ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! کیوں ہم موت سے بیزار ہیں اور اسے محبوب نہیں رکھتے؟، فرمایا: امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ''چونکہ تم نے اپنی آخرت کو ویران کر دیا ہے اور اپنی دنیا کو آباد کیا ہے جبکہ تم لوگ آباد جگہ سے ویران جگہ کی طرف منتقل ہونے کو ناپسند کرتے ہو۔''

۳۰۔ ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے سہل بن زیاد سے، انہوں نے جعفر بن محمد کوفی سے، انہوں نے عبداللہ الدھقان سے، انہوں نے درست سے، انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے، انہوں نے ابو ابراہیم امام موسی الکاظم علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ، کیا کوئی شخص امید رکھتا ہے کہ مجھے جھٹلائے - جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے-؟'' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! کون ہے جو آپ کو جھٹلائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص کہ جس کے پاس حدیث پہنچے تو وہ کہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے یہ بات ہرگز نہیں فرمائی، پس تم تک جو میرے حوالے سے ایسی حدیث لے کر آئے جو حق سے موافقت رکھتی ہو تو وہ میں نے کہی ہے اور جو تم تک میرے حوالے سے ایسی حدیث لے کر آئے کہ جو حق سے موافقت نہیں رکھتی تو وہ میں نے نہیں کہی اور میں کبھی بھی کچھ نہیں کہتا ہوں سوائے حق کے۔''

۳۱۔ اور انہی اسناد کے ساتھ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ اللہ کو جھٹلانے سے بچو۔'' کہا گیا: یا رسول اللہؐ! یہ کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی کہے: اللہ نے کہا تو اللہ فرمائے: تو جھوٹ کہتا ہے، میں نے نہیں کہا، اور کوئی کہے: اللہ نے نہیں کہا تو اللہ عزّ وجلّ فرمائے: تو نے جھوٹ کہا، یقیناً میں نے یہ کہا ہے۔''

۳۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے حماد بن عیسی سے، انہوں نے حریز بن عبداللہ سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم 'صماء' کے انداز میں لباس پہننے سے بچو۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: یہ صماء کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اپنے کپڑے کو اپنی بغل کے نیچے سے نکالنا اور پھر اس کو ایک کندھے کے اوپر قرار دینا۔''

۳۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے سلمہ بن خطّاب سے، انہوں نے حسین بن راشد بن یحییٰ سے، انہوں نے علی بن اسماعیل سے، انہوں نے عمرو بن ابی المقدام سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام کاظم علیہ السلام یا ابوجعفر امام باقر علیہ السلام کو اس آیت: ''و لا یعصینک فی معروف'' (اور کسی نیکی میں آپ کی مخالفت نہیں کریں گے) (سورۂ ممتحنہ: آیت-۱۲) کے سلسلے میں فرماتے سنا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: جب میں انتقال کر جاؤں تو تم میرے غم میں اپنے چہرے پر خراش نہ ڈالنا اور بالوں کو نہ کھولنا اور نہ ہی ویل کہہ کر نداء دینا اور نہ مجھ پر رونے والی (عورتوں) کو قائم کرنا۔'' پھر فرمایا: یہ وہی ''معروف'' ہے کہ جس کا ذکر اللہ عزّ وجلّ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ''و لا یعصینک فی معروف''۔

۳۴۔ ہم سے بیان محمد بن موسی بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے داود بن کثیر رقّی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام

سے عرض کیا: اسماعیلؑ اور اسحاقؑ میں سے کون بڑے تھے؟ اور کون ذبیح قرار پائے تھے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اسماعیلؑ اسحاقؑ سے پانچ سال بڑے تھے اور ذبیح اسماعیلؑ تھے اور مکہ اسماعیلؑ کی رہائش گاہ تھی مگر فقط موسم حج کے دنوں میں اسماعیلؑ کو منی میں ذبح کرنے کا ابراہیمؑ نے ارادہ کیا تھا۔ فرمایا: اللہ کی جانب سے ابراہیمؑ کے لئے اسماعیلؑ کی بشارت اور اللہ کی طرف سے اسحاقؑ کی بشارت کے درمیان پانچ سال کا فاصلہ تھا۔ کیا تم نے ابراہیم علیہ السلام کا قول نہیں سنا کہ جب انہوں نے فرمایا: **رب هب لی من الصالحین** ''پروردگار میرے لئے صالحین میں سے عطا فرما'' (سورۂ صافات: آیت ۔۱۰۰) ابراہیم علیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ سے فقط اس بات کا سوال کیا کہ وہ انہیں صالحین میں سے ایک لڑکا عطا فرمائے اور پروردگار نے سورۂ صافات میں فرمایا: **فبشرناه بغلام علیم** (''تو ہم نے انہیں بردبار لڑکے کی بشارت دی'') (آیت ۔۱۰۱) یعنی ھاجرہؑ سے اسماعیلؑ کی۔ فرمایا: اسماعیلؑ کا بڑے دنبے کے ذریعے فدیہ دیا گیا۔ پس ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: پھر پروردگار نے فرمایا: **وبشرنه با سحاق نبیًا من الصالحین ٭ وبر کنا علیه و علی اسحاق** ''اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی کہ جو صالحین میں سے نبی ہے ☆ اور ہم نے ان پر اور اسحاق پر برکت نازل کی'' (سورۂ صافات: آیت ۔۱۱۲-۱۱۳) یعنی اس سے مراد اسماعیلؑ ہیں جو اسحاقؑ کی بشارت سے پہلے تھے، تو جو یہ خیال کرتا ہے کہ اسحاقؑ اسماعیلؑ سے بڑے تھے اور ذبیح اسحاقؑ تھے اس نے یقیناً اس بات کو جھٹلایا جو اللہ عزّ وجلّ نے قران میں دونوں کی خبروں میں بیان فرمائی ہے۔

۳۵۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے احمد بن اشیم سے، انہوں نے الرضا علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! عرب کیوں اپنی اولاد کا نام کلب (کتا)، نمر (چیتا)، فہد (تیندوا) اور اس جیسے رکھتے تھے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''عرب جنگجو تھے اور وہ دشمنوں پر اپنی اولاد کے نام سے رعب ڈالنا چاہتے تھے جبکہ وہ اپنے غلاموں کے نام فرج، (کشائش) مبارک (شادکام) اور میمون (مبارک) اور اس جیسے رکھتے تھے ان کے ذریعے نیک فال نکالتے تھے۔

۳۶۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ہیثم بن ابی مسروق نے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالی عرفہ کی اولِ شب اپنی نگاہ کی ابتدا فرماتا ہے حسین بن علی علیہما السلام کی قبر کے زوّار کی طرف۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: میدان عرفات میں وقوف کرنے والوں کی طرف نگاہ کرنے سے بھی پہلے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے عرض کیا: اور یہ کیسے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''چونکہ ان (میدان عرفات میں وقوف کرنے والوں) میں اولادِ زنا ہوتے ہیں مگر ان (زائرین قبر حسین علیہ السلام) میں اولادِ زنا نہیں ہوتے۔''

۳۷۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے ابوسعید الآدمی سے، انہوں نے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے

عرض کیا: بیشک ابوالخطّاب کہتا رہتا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ہر جمعرات کے دن آپؐ کی امّت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ پس ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس طرح نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ہر صبح کو آپؐ کی امّت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں نیک امتیوں کے بھی اور بدکار امتیوں کے بھی۔ تو تم چوکنا رہو اور یہی اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسوله والمومنون ''اور اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ، اس کا رسول اور صاحبان ایمان سب دیکھ رہے ہیں'' (سورۂ توبہ: آیت-۱۰۵)۔ پھر آپ علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ ابوبصیر کہتے ہیں: پروردگار کی مراد اس آیت میں مومنین سے صرف ائمہ علیہم السلام ہیں۔

۳۸۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابوالمغرا سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ھبہ وتحفہ عقد جائز ہے قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، تقسیم ہو چکا ہو یا نہ ہو چکا ہو اور لوگ اس سے عطیہ مراد لیتے ہیں تو انہوں نے خطا کی ہے چونکہ عطیہ عقد جائز نہیں بنتا جب تک کہ قبضہ نہ ہو جائے۔''

۳۹۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، [انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے] انہوں نے ابوسعید مکاری سے، انہوں نے کہا کہ ہم ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ زید (شہید) اور ان کے ساتھ خروج کرنے والوں کا ذکر ہوا تو مجلس میں موجود بعض ساتھیوں نے ان کو برا بھلا کہنے کا ارادہ کیا تو ابوعبداللہ علیہ السلام نے روکا اور فرمایا: ''آرام سے؟ تمہیں حق حاصل نہیں ہے کہ ان معاملات میں داخل دو جو ہمارے درمیان ہیں مگر یہ کہ نیکی کے راستے سے چونکہ بیشک ہم میں سے کوئی نفس نہیں مرتا مگر یہ کہ اس کی جان نکلنے سے پہلے سعادت اسے درک کر لیتی ہے اگرچہ ''فواق فاقہ'' کے ذریعے۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: یہ فواق فاقہ کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اونٹنی کا دودھ دوہنا''۔

۴۰۔ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر نے، انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے ثعلبہ سے، انہوں نے عمر بن ابان رفاعی سے، انہوں نے صباح بن سیابہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک ایسا شخص جو تم سے یقیناً محبت رکھتا ہو جبکہ یہ نہ جانتا ہو کہ تم لوگ کیا کہتے ہو تو اللہ اسے جنّت میں داخل فرمائے گا اور ایسا شخص جو تم سے دشمنی رکھتا ہو جبکہ یہ نہ جانتا ہو کہ تم لوگ کیا کہتے ہو تو اللہ اسے (جہنم کی) آگ میں داخل فرمائے گا، اور بیشک تم میں سے ایسا شخص بھی ہے کہ جس کا نامۂ اعمال بغیر عمل کئے پر ہوگا۔'' میں نے عرض کیا: اور یہ کیسے ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ شخص ایک گروہ کے پاس سے گذرے گا کہ جو ہمارے بارے میں نامناسب باتیں کرتے ہیں تو جب وہ لوگ اسے دیکھیں گے تو ان میں سے کچھ دوسروں سے کہیں گے: بیشک یہ شخص ان کے شیعوں میں سے ہے، اور ان کے پاس سے ہمارے شیعوں میں سے کوئی شخص گذرے گا تو وہ اسے ماریں گے اور اس کے سلسلے میں برا بھلا کہیں گے تو اللہ عزّ وجلّ اس وجہ سے اتنی

نیکیاں لکھے گا کہ اس کا نامۂ اعمال بغیر عمل کے پر ہو جائے گا۔"

۴۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے حماد بن عثمان سے، انہوں نے حفص الکُناسی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کمترین چیز کونسی ہے کہ جس کے ذریعہ سے بندہ مؤمن بن سکتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "وہ اس بات کی گواہی دے کہ بیشک کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور بیشک محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اطاعت کا اقرار کرے اور اپنے زمانہ کے امام کی معرفت رکھے، جب وہ ان چیزوں کو انجام دیدے تو وہ مؤمن ہے۔"

۴۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے عبّاس بن معروف سے، انہوں نے حماد بن عیسی سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے ابوالربیع سے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: کمترین چیز کونسی ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟ فرمایا: ایسی رائے کہ وہ اسے حق کے مخالف دیکھے پھر بھی اس پر قائم رہے۔

۴۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد ابن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے حمّاد سے، انہوں نے حلبی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کمترین چیز کونسی ہے کہ جس کی وجہ سے بندہ کافر ہو جاتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "اس کا کسی بدعت کا ایجاد کرنا اور پھر اس کی ذمہ داری اٹھانا اور اس کی مخالفت کرنے والے سے بیزاری کرنا۔"

۴۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابن اُذینہ سے، انہوں نے برید العجلی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کمترین چیز کونسی ہے کہ جس کی وجہ سے بندہ کافر بن جاتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "کوئی شخص زمین سے کنکریاں اٹھائے اور کہے کہ یہ کنکریاں یقیناً کھجور کی گٹھلیاں ہیں اور جو شخص اس کی اس بات میں مخالفت کرے اس سے بیزاری کرے، اور اس کے قول کی مخالفت کرنے والے سے بیزاری کرنے کو اللہ کا دین قرار دے، تو یہ شخص ناصبی و دشمنِ خدا ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ہے اور اس طرح کافر ہو گیا ہے کہ وہ جانتا بھی نہیں ہے۔"

۴۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد ابن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن علی سے، انہوں نے محمد بن اسلم سے، انہوں نے حسن ابن محمد ہاشمی سے، انہوں نے عمر بن اُذینہ سے، انہوں نے ابان بن ابی عیاش سے، انہوں نے سُلیم بن قیس ہلالی سے، انہوں نے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام سے، راوی کہتا

ہے میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: کمترین چیز کونسی ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص گمراہ ہو جاتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس کا معرفت نہ رکھنا کہ اللہ نے کن کی اطاعت کا حکم کیا ہے، کن کی ولایت کو فرض کیا ہے اور کن کو اپنی زمین پر حجّت اور اپنی مخلوق پر گواہ قرار دیا ہے۔'' میں نے عرض کیا: یاامیرالمؤمنینؑ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ لوگ ہیں کہ جن کو پروردگار نے اپنے اور اپنے نبی کے ساتھ (اطاعت کے معاملے میں) ملایا ہے اور (اس سلسلے میں پروردگار نے) فرمایا ہے: یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الا مر منکم (سورۂ نساء: آیت۔۵۹)''اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔'' راوی کہتا ہے: میں نے آپ علیہ السلام کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا: آپ نے میرے لئے واضح کر دیا، میری تنگی کو کشادہ کر دیا اور ہر قسم کے شک کو جو میرے دل میں تھا اسے دور کر دیا۔

۴۶۔ہم بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے اپنی اسناد کے ساتھ جس کو متصل کیا گیا ہے الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام کی جانب کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''واجب نماز کے بعد کمترین دعا کہ جس کو پڑھ لینا کافی ہے وہ یہ ہے کہ:''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُسئَلُکَ مِن کُلِّ خَیرٍ أَحَاطَ بِہِ عِلمُکَ، وَ أعُوذُ بِکَ مِن کُلِّ شَرٍّ اَحَاطَ بِہِ عِلمُکَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُسئَلُکَ عَافِیَتَکَ فِی اُمُورِی کُلِّھَا وَ أعُوذُ بِکَ مِن خِزیِ الدُّنیَا وَ عَذَابِ الآخِرَۃِ''(معبود! رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر، معبود بیشک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر اس اچھائی کا کہ جس کو تیرے علم نے احاطہ کیا ہوا ہے اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس شر کا کہ جس کو تیرے علم نے احاطہ کیا ہوا ہے، معبود بیشک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اپنے تمام امور میں تیری عافیت کا اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے)۔''

۴۷۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے حبیب بن حکیم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کمترین الحاد (دین سے پھر جانے) کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کبر اسی میں سے ہے۔''

۴۸۔ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر نے، انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کمترین چیز کہ جس کے سبب سے کوئی شخص ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دین پر کسی سے برادرانہ تعلق قائم کرے اور پھر اس کی غلطیوں اور لغزشوں کو شمار کرتا رہے تا کہ کسی دن انہی کے ذریعے اسے ملامت کر سکے۔''

۴۹۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری سے، انہوں نے سفیان عیینہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ

السلام فرمارہے تھے: ''میں نے انسانوں کے تمام کے تمام علم کو چار چیزوں میں پایا: اس کا اول تمہارا اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرنا، دوسرا تمہارا یہ معرفت حاصل کرنا کہ تمہیں کیوں بنایا گیا ہے، تیسرا یہ کہ تمہارا یہ معرفت حاصل کرنا کہ پروردگار تم سے کیا چاہتا ہے اور چوتھا یہ کہ تمہارا یہ معرفت حاصل کرنا کہ کونسی چیز تمہیں اپنے دین سے نکالنے والی ہے۔''

۵۰۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''دل تین طرح کے ہیں: الٹا دل کہ جس میں نیکی میں سے کوئی چیز سما نہیں سکتی اور یہ کافر کا دل ہے، (دوسرا) وہ دل کہ جس میں سیاہ نقطہ ہے تو نیکی اور بدی کے درمیان اس میں کشمکش ہوتی ہے تو جو اس میں زیادہ قوی ہوگا وہ دوسرے پر غالب آ جائے گا اور (تیسرا) کھلا دل کہ جس میں چمکتا چراغ ہے کہ جس کی روشنی قیامت کے دن تک نہیں بجھے گی اور یہ مؤمن کا دل ہے۔''

۵۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحیٰ عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے، انہوں نے محمد بن اُورمہ سے، انہوں نے محمد بن خالد سے، انہوں نے ھارون سے، انہوں نے مفضّل سے، انہوں نے سعد الخفاف سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''دل چار قسم کے ہیں: ایسا دل کہ جس میں نفاق اور ایمان (دونوں) ہوتے ہیں، الٹا دل، مطبوع دل اور ازھر اور انور دل۔'' میں نے عرض کیا: ازھر کیا چیز ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جس میں چراغ کی سی کیفیت ہے اور مطبوع تو یہ منافق کا دل ہے اور ازھر تو یہ مؤمن کا دل ہے کہ اگر اللہ عزّ وجلّ کی اطاعت کرتا ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بلا و مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور جہاں تک الٹے دل کا تعلق ہے تو یہ مشرک کا دل ہے۔'' پھر آپ علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ''افمن یمشی مکبا علی وجهه اهدی امّن یمشی سویا علی صراط مستقیم'' (کیا وہ شخص جو منہ کے بل چلتا ہے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا جو سیدھے سیدھے صراط مستقیم پر چل رہا ہے) (سورۂ ملک: آیت۔۲۲)۔ اور جہاں تک اس دل کا تعلق ہے کہ جس میں ایمان اور نفاق دونوں ہیں تو یہ گروہ ہے جو طائف میں تھا اگر ان میں سے کوئی اپنی موت نفاق کے ساتھ درک کرتا تو ہلاک ہو جاتا اور اگر موت کو ایمان کے ساتھ درک کرتا تو کامیاب ہو جاتا۔''

۵۲۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی ابن محمد بن قتیبہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حمدان بن سلیمان نیشاپوری نے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ ابوالحسن علی بن موسی الرضا علیہما السلام فرمارہے تھے: ''بندوں کے اعمال مخلوق ہیں'' میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! مخلوق ہونے کے کیا معنی ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''(علم خدا میں) مقدر ہو چکے ہیں۔''

۵۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن فضّال سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن حجّاج سے، انہوں نے

سدیر صیرفی سے، انہوں نے الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جد امجد علیہ السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نور کو زمین اور آسمان کی تخلیق سے پہلے خلق کیا گیا۔'' بعض لوگوں نے کہا: یا نبی اللہؐ! تو کیا وہ انسانی جنس سے نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: فاطمہؑ انسانی جنس میں ہی ہیں۔'' اس نے کہا: یا نبی اللہؐ! پھر کیسے وہ انسانی جنس سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اللہ عزّ وجلّ نے ان کو اپنے نور سے آدمؑ کی تخلیق سے پہلے خلق فرمایا جب روحیں (ہی) تھیں تو جب اللہ عزّ وجلّ نے آدمؑ کو خلق فرمایا تو اس نور کو آدمؑ کے سامنے عارض کیا۔'' کہا گیا: یا نبی اللہؐ! تو اس وقت فاطمہؑ کہاں تھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''ان کا نور گوشۂ عرش کے نیچے چھوٹے سے ظرف میں تھا۔'' لوگوں نے کہا: یا نبی اللہؐ! تو وہاں آپ سلام اللہ علیہا کا کھانا کیا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تسبیح (سبحان اللہ)، تہلیل (لا الہ الاّ اللہ) اور تحمید (الحمدُ للہ)، تو جب اللہ عزّ وجلّ نے آدمؑ کو خلق فرمایا تو مجھے ان کے صلب سے نکالا تو اللہ عزّ وجلّ نے پسند کیا کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو میرے صلب سے خارج کرے تو اس کو جنّت میں ایک سیب قرار دیا اور اسے جبرئیل میرے پاس لے آئے اور مجھ سے کہا: السلام علیک و رحمة اللہ و برکاته یا محمدؐ! میں نے کہا: و علیک السلام و رحمة اللہ میرے دوست جبرئیل۔ اس نے کہا: یا محمدؐ! بیشک آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے۔ میں نے کہا: اسی سے سلام وسلامتی ہے اور اسی کی جانب سلام وسلامتی پلٹتی ہے۔ اس نے کہا: یا محمدؐ! بیشک یہ سیب ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے آپ کی جانب جنّت سے تحفہ کے طور پر بھیجا ہے۔ تو میں نے اسے لے لیا اور اس کو اپنے سینے سے لگالیا۔ جبرئیل نے کہا: یا محمدؐ! اللہ جلّ جلالہ فرماتا ہے: آپؐ اسے کھائیں، تو میں نے اسے شگافتہ کیا تو دیکھا کہ ایک چمکتا نور ہے تو میں نے اس سے گھبراہٹ کا اظہار کیا تو جبرئیل نے کہا: یا محمدؐ! آپ کو کیا ہوا ہے کہ آپ نہیں کھا رہے ہیں؟ اسے کھائیں اور خوف نہ کریں، بیشک یہ ایسا نور ہے جو آسمان میں منصورہ ہے اور یہ زمین میں فاطمہؑ ہے۔ میں نے کہا: میرے دوست جبرئیل، کیوں اس کا نام آسمان میں منصورہ اور زمین میں فاطمہ رکھا گیا؟ جبرئیل نے کہا: زمین میں فاطمہ اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ اپنے شیعوں کو (جہنم کی آگ) سے نجات دلائیں گی اور ان کے دشمن ان کی محبت سے محروم ہو جائیں گے اور یہ آسمان میں منصورہ ہیں اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے کہ: یومئذٍ یفرح المومنون بنصر اللہ • ینصر من یشاء ''اس دن مؤمنین خوش ہوں گے ☆ اللہ کی نصرت سے کہ وہ جس کی چاہے گا نصرت فرمائے گا۔'' (سورۂ روم: آیت-۴،۳) یعنی فاطمہؑ کی نصرت اپنے محبت کرنے والوں کے لئے۔''

۵۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابو ایوب خزّاز سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''جب یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل ہوئی کہ: من جآء بالحسنة فله خیر منها ''جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے حق میں اسی میں سے خیر ہے'' (سورۂ نمل: آیت-۹۰) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عرض کی: معبود! اضافہ فرما تو اللہ تبارک

وتعالیٰ نے نازل فرمایا: من جآء بالحسنة فله عشر امثالها ''جو شخص ایک نیکی لائے اس کے لئے اسی کی مثل دس ہیں'' (سورۂ انعام: آیت-۱۶۰) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عرض کی: معبود! اضافہ فرما تو اللہ عزّ وجلّ نے آپؐ پر نازل فرمایا: من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسنا فیضاعفه له اضعافاً کثیرة ''کون ہے جو خدا کو قرض حسن دے اور پھر خدا اسے کثیر اور کئی گنا کر کے واپس کر دے'' (سورۂ بقرہ: آیت-۲۴۵) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جانتے تھے کہ اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے کثیر اسے کہتے ہیں کہ جس کو نہ شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی انتہا ہوتی ہے۔''

۵۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے محمد بن عیسی بن عبید الیقطینی سے، انہوں نے ابوالحسن علی بن یحییٰ سے، انہوں نے علی بن مروک طائی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان کا کونسا گوشہ زیادہ قابل اعتماد ہے؟'' پس لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ بہتر جانتے ہیں، پس ان میں سے کسی نے کہا: نماز، کسی نے کہا: زکاۃ، کسی نے کہا: روزہ، کسی نے کہا: حج اور عمرہ اور کسی نے کہا: جہاد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''تم لوگوں نے جن کا تذکرہ کیا ان میں سے ہر ایک کے لئے فضیلت ہے مگر یہ وہ نہیں ہے، بلکہ ایمان کا قابل اعتماد گوشہ یہ ہے کہ محبت ہو تو اللہ کے سلسلے میں اور دشمنی ہو تو اللہ کے سلسلے میں اور اللہ کے دوستوں سے دوستی رکھنا اور اللہ عزّ وجلّ کے دشمنوں سے بیزاری رکھنا۔''

۵۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد ابن حسن صفّار نے، انہوں نے ھارون بن مسلم سے، انہوں نے مسعدہ بن زیاد سے، انہوں نے الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپ علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کو یاد رکھا اگر چہ اس کی نمازیں اور اس کے روزے اور اس کی تلاوت کم ہی کیوں نہ ہو اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کو فراموش کر دیا اگر چہ اس کی نمازیں، اس کے روزے اور اس کی قران کی تلاوت کثیر ہو۔''

۵۷۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے ابراہیم بن زیاد سے، انہوں نے کہا کہ الصادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جھوٹ بولا اس شخص نے جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہماری معرفت رکھتا ہے جبکہ وہ ہمارے غیر کی رسّی سے وابستہ ہو۔''

۵۸۔ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم المفسّر جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سنان نے، انہوں نے اپنے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک دن اپنے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ کے بندے! اللہ کے سلسلے میں محبت کر اور اللہ کے سلسلے میں دشمنی رکھ اور اللہ کے سلسلے میں دوستی رکھ اور اللہ کے سلسلے میں عداوت

رکھ چونکہ بیشک تو اللہ کی دوستی تک اس کے علاوہ کسی ذریعے سے نہیں پہنچ سکتا، اور کوئی شخص ایمان کے ذائقے کو اس وقت تک نہیں پاتا اگرچہ اس کی نماز اور اس کے روزے کثیر ہوں جب تک کہ وہ ایسا نہ ہو جائے اور یقیناً لوگوں کے اکثر برادرانہ تعلقات آج کل دنیا کے سلسلے میں ہوتے ہیں۔ اسی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے مودّت و محبت کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہیں اور یہ چیز انہیں اللہ سے کسی چیز میں بے نیاز کرنے والی نہیں بنے گی۔'' اس شخص نے کہا: یا رسول اللہؐ! میرے لئے کیا راستہ ہے کہ میں جان سکوں کہ میری دوستی اور میری عداوت اللہ کے سلسلے میں ہے؟ اور اللہ عزّ وجلّ کا ولی کون ہے تا کہ میں اس سے دوستی کروں اور اس کا دشمن کون ہے تا کہ میں اس سے عداوت رکھوں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''کیا اس کو دیکھتا ہے؟'' اس نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اس کا دوست اللہ کا دوست ہے تو تو اس سے دوستی رکھ اور اس کا دشمن اللہ کا دشمن ہے تو تو اس سے عداوت رکھ۔''

۵۹۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس عبدالرحمٰن بن محمد بن حمّاد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسعید یحییٰ بن حکیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوقتیبہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اصبغ ابن زید نے، انہوں نے سعید بن رافع سے، انہوں نے زید بن علی علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے، ان بزرگواروںؒ نے فاطمہ بنت النبی علیہا السلام سے کہ آپ سلام اللہ علیہا نے ارشاد فرمایا: ''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سنا کہ جمعہ میں ایک ایسا لمحہ ہے کہ مردِ مسلم اس کی نگہبانی نہیں کرتا کہ اگر اس لمحہ میں اللہ عزّ وجلّ سے کسی خیر کا سوال کیا جائے تو پروردگار اسے عطا فرمائے گا۔'' زہرا سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول ا! یہ کونسا لمحہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''جب سورج کا آدھا گولا غروب کے قریب پہنچ جائے۔'' فرمایا: اور فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے غلام سے فرمایا: ''بلندی پر چڑھ جاؤ اور جب دیکھو کہ سورج کا نصف گولا غروب کے قریب پہنچ گیا ہے تو مجھے آگاہ کرو تا کہ میں دعا کروں۔''

۶۰۔ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد ابن عامر نے، انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے کہا کہ الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا: ''جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کیا کہتا ہے اور اس کے سلسلے میں کیا کہا جاتا ہے تو وہ شیطان کا شریک ہے۔ اور جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ اسے [برائی کی حالت میں] دیکھ رہے ہیں تو وہ شیطان کا شریک ہے۔ جو شخص اپنے مؤمن بھائی کی غیبت کرے بغیر اس کے کہ دونوں کے درمیان کوئی کینہ ہو تو وہ شیطان کا شریک ہے، جو شخص حرام کی محبت اور زنا کی شہوت دل میں رکھے تو وہ شیطان کا شریک ہے۔'' پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ولد الزنا کی کچھ نشانیاں ہیں: ان میں سے ایک ہم اہل بیت سے دشمنی ہے، دوسری اس کا اس حرام کا شائق ہونا کہ جس کے ذریعے وہ پیدا ہوا ہے اور تیسرا اس کا دین کو حقیر جاننا اور چوتھا لوگوں سے میل جول میں برا ہونا اور اپنے (دینی) بھائیوں سے ملاقات کی طرف راغب نہیں ہوگا سوائے اس کہ جس کی پیدائش اپنے والد کے بستر کے علاوہ (زنا کی وجہ) سے ہوئی ہے یا اس کی

ماں اس سے حاملہ اپنے حیض کے عالم میں ہوئی ہو۔

۶۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی ۔رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد ضبّی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ھلال نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نائل بن نجیح نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عمرو بن شمر نے، انہوں نے جابر جعفی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "کشجرة طيّبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء ☆ تو تی اكلها كل حين باذن ربّها" (شجرۂ طیبہ کی مثل کہ جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے ☆ یہ شجرہ ہر زمانہ میں حکم پروردگار سے پھل دیتا رہتا ہے) (سورۂ ابراہیم: آیت-۲۴، ۲۵) بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جہاں تک شجرہ کا تعلق ہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور اس کی شاخ علی علیہ السلام ہیں اور اس کی ٹہنی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور اس کے پھل آپؐ کی اولاد علیہم السلام ہیں اور اس کے پتّے ہمارے شیعہ ہیں: پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: بیشک جب ہمارے شیعوں میں سے کوئی مؤمن مرتا ہے تو اس درخت سے ایک پتّہ گر جاتا ہے اور یقیناً جب ہمارے شیعوں میں سے کوئی پیدا ہوتا ہے تو درخت ایک پتّہ کو اگا دیتا ہے۔"

۶۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق ۔رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سعید بن یحییٰ بزوفری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ہیثم نے، [انہوں نے اُمیّہ] بلدی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے معافا بن عمران سے، انہوں نے اسرائیل سے، انہوں نے مقدام بن شریح بن ھانی سے، انہوں نے اپنے والد شریح سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر حسن بن علی علیہما السلام سے سوال کرتے ہوئے فرمایا: "اے بیٹا! عقل کیا چیز ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا: "آپ کے دل کا اس چیز کی حفاظت کرنا جو آپ نے اسے بطور امانت دی ہے۔"

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: "ہوشیاری اور دوراندیشی کیا چیز ہے؟" حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "آپ کا اپنی فرصت کا انتظار کرنا اور آپ سے جو ممکن ہو اس میں جلدی کرنا۔"

علی مرتضی علیہ السلام نے فرمایا: "بزرگی کیا چیز ہے؟" امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: "نقصانات اور لغزشوں کا تحمل کرنا اور شرافت کو اپنانا۔"

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: "فیاضی کیا چیز ہے۔" امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: "سوال کرنے والے کو دینا اور سخی کا (بغیر سوال کے خود سے) دینا۔"

فرمایا: "بخل کیا چیز ہے؟" فرمایا: "آپ کا کم کو زیادہ اور انفاق کو تلف دیکھنا۔"

فرمایا: "پستی کیا چیز ہے؟" فرمایا: "معمولی چیز کو مانگنا اور حقیر چیز کا منع کر دینا۔"

فرمایا: "اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا کیا چیز ہے؟" فرمایا: "وابستہ ہونا ایسے شخص سے جو آپ پر اعتماد نہ کرے اور نگاہ کرنا ان

چیزوں میں جو آپ کو عافیت نہ دیں۔''

فرمایا:''جہالت کیا چیز ہے؟''فرمایا:''فرصت کو پانے سے پہلے اس پر چھلانگ لگا دینا (صلاحیت آنے سے قبل کام کا آغاز کر دینا)، جواب دینے سے عاجز ہونا۔خاموشی کتنی بہترین مددگار ہے کثیر مقامات میں اگر چہ آپ فصیح ہوں۔''

پھر آپ صلوات اللہ علیہ اپنے لختِ جگر حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا:''اے بیٹا! سرداری کیا چیز ہے؟'' فرمایا:''خاندان سے نیکی کرنا اور اس کی دیّت وغیرہ کی ذمّہ داری اٹھانا۔''

فرمایا:''بے نیازی کیا چیز ہے؟''فرمایا:''آپ کی امیدوں کا کم ہونا اور ان چیزوں پر راضی ہو جانا جو آپ کے لئے کافی ہوں۔''

فرمایا:''فقر کیا چیز ہے؟''فرمایا:''لالچ اور مایوسی کی شدّت۔''

فرمایا:''ملامت کیا چیز ہے؟''فرمایا:''مرد کا اپنی حفاظت کرنا اور اپنی عیال کو مصیبت کے حوالے کر دینا۔''

فرمایا:''بیوقوفی کیا چیز ہے؟''فرمایا:''آپ کا اپنے امیر و رہبر سے اور اس سے دشمنی کرنا کہ جو آپ کو ضرر اور نفع پہنچانے پر قادر ہے۔''

پھر آپ علیہ الصلاۃ والسلام حارث الأعور کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:''اے حارث! تم اپنی اولاد کو یہ حکمتیں تعلیم دو کہ یقیناً یہ عقل، ہوشیاری اور رائے میں اضافہ کرتی ہیں۔''

۶۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن متیل دقاق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی الخطّاب نے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے عمر الکرابیسی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:''تمہارے جوانوں میں بہترین وہ ہیں کہ جو اپنے آپ کو تمہارے بوڑھوں کے مشابہ بنائیں اور تمہارے بوڑھوں میں بدترین وہ ہیں جو اپنے آپ کو تمہارے جوانوں کے مشابہ بنائیں۔''

۶۴۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے خلف بن حمّاد سے، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عبایۃ الاسدی سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے انہوں نے فرمایا: عنقریب فتنہ واقع ہوگا، پس اگر تم میں سے کوئی اسے پائے تو تم پر دو خصلتیں لازم ہیں: اللہ کی کتاب اور علی بن ابی طالب علیہ السلام، چونکہ یقیناً میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا ہے۔جبکہ آپؐ علیؑ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔:''یہ پہلا ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور پہلا ہوگا جو قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرے گا اور یہ اس امّت کا فاروق ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے گا اور یہ مؤمنین کا رئیس ہے جبکہ مال ظلمت وظالمین کا رئیس ہے اور بیشک یہی صدیق اکبر ہے اور یہی وہ دروازہ ہے جس سے آیا جاتا ہے اور یہ میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔''

۶۵۔ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہما۔نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد

بن عبداللہ نے ، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے ، انہوں نے حسن بن محبوب سے ، انہوں نے مقاتل بن سلیمان سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا: جب موسی علیہ السلام طور کی جانب بلند ہوئے تو انہوں نے اپنے پروردگارِ عزّ وجلّ سے مناجات کرتے ہوئے عرض کیا: اے پروردگار! تو مجھے اپنے خزانہ دکھا دے۔ پروردگار نے ارشاد فرمایا: ''اے موسی! میرا خزانہ فقط یہ ہے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کے لئے کہتا ہوں: ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔''

٦٦۔ہم سے بیان کیا میرے والد –رحمہ اللہ– نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد ابن احمد بن یحیٰ بن عمران الاشعری نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عبدالحمید نے ، انہوں نے ان سے جنہوں نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ آل ابی طالبؑ میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اس وقت ابوالحسن علی ابن ابی طالب علیہ السلام موجود نہیں تھے ، پس ایک گروہ آیا، جب آپ علیہ السلام تشریف فرما ہوئے تو قوم خاموش ہو گئی گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں جبکہ اس سے پہلے وہ فقر اور موت کا ذکر کر رہے تھے: تو جب آپ علیہ السلام تشریف فرما ہوئے تو: آپ علیہ السلام نے خود کلام کی ابتداء فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ساٹھ اور ستر کے درمیان جو کچھ ہے وہ میدان جنگ ہے۔'' پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''فقر[اء] اسلام کی آزمائش ہے۔''

٦٧۔ہم سے بیان کیا حسن بن احمد بن ادریس –رضی اللہ عنہ– نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے ، انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰ بن عمران الاشعری سے ، انہوں نے یعقوب بن یزید سے ، انہوں نے محمد بن ابراہیم نوفلی سے ، انہوں نے حسین بن مختار سے ، انہوں نے اپنی اسناد کے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو پیدائشی اندھا ہو؛ ملعون ہے ، ملعون ہے وہ شخص جو دینار اور درہم کا بندہ ہو، ملعون ہے ، ملعون ہے وہ شخص جو حیوان کے ساتھ فعل حرام کرے۔''

اس کتاب کے مصنفؒ کہتے ہیں کہ آپ کا قول: ملعون ہے ، ملعون ہے وہ شخص جو پیدائشی اندھا ہو' یعنی وہ شخص جو اپنے دین کے سلسلے میں کفر کی جانب سرگرداں و متحیّر حالت میں آگے بڑھ رہا ہو یہاں تک کہ وہ اپنے نفس میں اس کا اقرار بھی کرے اور اس کا اعتقاد بھی رکھے۔اور آپؐ کے قول: ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص کہ جو دینار اور درہم کا بندہ ہے تو اس سے آپ کی مراد وہ شخص ہے کہ جو اپنے مال کی زکاۃ روکتا ہے اور اپنی (دینی) بھائیوں کی مالی مدد کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے تو اس وجہ سے وہ اپنے خالق کی عبادت پر دینار اور درہم کی عبادت سے زیادہ متاثر ہو گیا ہے اور جہاں تک جانوروں سے فعل حرام کا تعلق ہے تو اس کے معنی تو معروف ہیں۔

٦٨۔ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسی –رضی اللہ عنہ– نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب نے ، انہوں نے حسن بن محمد سے ، انہوں نے محمد بن یحیٰ فارسی سے ، انہوں نے ابوحنیفہ محمد بن یحیٰ سے ، انہوں نے ولید بن ابان سے ، انہوں نے محمد بن عبداللہ بن مسکان سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک فاطمہ بنت اسد –رحمہا اللہ– ابوطالبؑ کے پاس آئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو ابوطالب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم میرے لئے

''سبت'' تک صبر کرو میں تمہیں اسی کی مثل عطا کروں گا سوائے نبوت کے۔ پس فرمایا: ''سبت'' تیس سال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور امیر المؤمنین علیہ السلام (کی پیدائش) کے درمیان تیس سال تھے۔''

۶۹۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یونس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حماد بن عیسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد علیہما السلام نے، آپ علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا: جابر بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی وفات سے تین (سال) پہلے علی بن ابی طالب علیہ السلام سے فرما رہے تھے: تم پر اللہ کا سلام اے دو ریحانوں کے پدر! میں تمہیں دنیا سے اپنے دو ریحانوں کے لئے وصیت کرتا ہوں، پس عنقریب تمہارے دو رکن منہدم ہو جائیں گے اور اللہ کی قسم یہ میرا جانشین ہے تم پر، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انتقال فرما گئے تو علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرا پہلا رکن ہے جس کا تذکرہ رسول اللہؐ نے مجھ سے کیا تھا، پھر جب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا انتقال ہوا تو علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ دوسرا رکن ہے کہ جس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا۔''

۷۰۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے سلمہ بن الخطاب سے، انہوں نے حسن ابن یوسف سے، انہوں نے صالح بن عقبہ سے، انہوں نے ابوالحسن موسی الکاظم علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کی تین قسمیں ہیں: عربی، مولی اور عِلج، جہاں تک عرب کا تعلق ہے تو وہ ہم ہیں اور جہاں تک مولی کا تعلق ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جو ہم سے محبت و دوستی رکھتے ہیں اور جہاں تک علج کا تعلق ہیں تو وہ ہم سے بیزاری کرنے والے اور ہمارے دشمن ہیں۔''

۷۱۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، حسن بن یوسف سے، انہوں نے عثمان بن جبلہ سے، انہوں نے ضریس ابن عبدالملک سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرما رہے تھے: ''ہم قریش ہیں اور ہمارے شیعہ عرب ہیں اور ہمارے دشمن عجم ہیں۔''

۷۲۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، سلمہ سے، انہوں نے عمر بن سعید بن خثیم سے، انہوں نے اپنے بھائی معمر سے، انہوں نے محمد بن علی الجواد التقی علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہم عرب ہیں، ہمارے شیعہ ہم سے ہیں اور سارے انسان ھُمَج ہیں یا ھَج ہیں۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: ھمج کیا چیز ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''مکھی''، میں نے عرض کیا: ھج کیا چیز ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کھٹمل''۔

۷۳۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے داود بن حصین سے، انہوں نے یعقوب بن شعیب سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: ایک شخص جو ہمارے امر کو کمزور کرنا چاہتا ہے اس شخص کو جس پر اللہ نے اسلام کے ذریعے احسان کیا ہے اس کو ''یا نبطی'' کہتا رہتا ہے۔ راوی کہتا ہے: آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہم اہل بیت ہیں اور نبطی ابراہیمؑ کی ذریت سے ہیں، اور فقط دو

نبط ہیں ایک پانی اور مٹی کا زمین سے نبط (پھوٹنا) اور یہ اس کی ذریّت میں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتی، اور ایک قوم والے ہیں کہ جو علم کا استنباط کرتے ہیں (اور اس وجہ سے نبطی کہلاتے ہیں) تو ہم وہ ہیں۔"

۴۷۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ایّوب بن نوح سے، انہوں نے صفوان ابن یحییٰ سے، انہوں نے اخی دارم سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام فرمارہے تھے: "جو شخص اسلام میں پیدا ہوا وہ عربی ہے اور وہ شخص جو اسلام میں اپنے اختیار سے داخل ہوا اس شخص سے افضل ہے کہ جو اسلام میں ناپسندیدگی کی حالت میں داخل ہوا ہو اور مولی وہ شخص ہے کہ جس کو اس کی زمین سے بطور قیدی حاصل کیا گیا ہو اور پھر وہ اسلام لے آیا تو یہی مولی ہے۔"

۷۵۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل نے، انہوں نے محمد بن یحییٰ اور احمد بن ادریس دونوں سے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "آٹھ افراد ایسے ہیں کہ جن کے لئے نماز کی قبولیت نہیں ہے: (۱) بھاگا ہوا غلام جب تک کہ اپنے آقا کی طرف پلٹ نہ آئے، (۲) اپنے شوہر کی (واجب حقوق میں) نافرمان عورت جبکہ شوہر اس پر ناراض ہو، (۳) زکاۃ روکنے والا، (۴) وضو کو ترک کرنے والا، (۵) سمجھدار لڑکی کہ جو بغیر پردے کے نماز پڑھے، (۶) ایک گروہ کا (پیش) امام کہ جو ان کے ساتھ نماز پڑھتا ہو جبکہ لوگ اس سے کراہت رکھتے ہوں اور (۷) زبین۔" لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! یہ زبین کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "ایسا شخص کہ جو پاخانہ اور پیشاب کو روکے رکھے۔اور (۸) نشے کی حالت والا، تو یہ آٹھ افراد ایسے ہیں کہ جن کے حق میں نماز کی قبولیت نہیں ہے۔"

۷۶۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین نے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے جمیل بن صالح سے، انہوں نے ولید بن عبّاس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرمارہے تھے: "حسب کردار ہے، شرف مال ہے اور کرم تقوی ہے۔"

۷۷۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی نے، انہوں نے ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے ابو سعید الآدمی سے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے عبدربّہ بن نافع سے، انہوں نے حباب بن موسی سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اسلام میں پیدا ہوا آزاد ہونے کی حالت میں وہ عربی ہے اور وہ کہ جس کے حق میں کوئی عہد تھا اور اس نے اس کی وفا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مولی (دوست) ہے اور جو اسلام میں اپنے اختیار سے داخل ہوا وہ مہاجر ہے۔"

۷۸۔اور انہی اسناد کے ساتھ، محمد بن احمد سے، انہوں نے محمد بن ھارون سے، انہوں نے ابو یحییٰ واسطی سے، انہوں نے اس شخص

سے جس نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: بیشک لوگ کہتے ہیں: جو شخص صلب کے لحاظ سے عربی نہیں ہے اور صریح مولی نہیں ہے وہ سفلی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''صریح مولی کیا چیز ہے؟'' آپ علیہ السلام سے اس شخص نے عرض کیا: جس کے ماں باپ کسی (عرب) کے نوکر ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''لوگ یہ کیوں کہتے ہیں؟'' اس شخص نے کہا: لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس قول کی وجہ سے کہتے ہیں کہ: قوم کا مولی ان کے اپنوں میں سے ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''سبحان اللہ! کیا تم تک یہ پہنچا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''میں اس کا مولی ہوں جس کا کوئی مولی نہیں اور میں ہر مسلمان کا مولی ہوں عربی ہو یا عجمی ہو۔؟ تو کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی محبت رکھتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نفس سے نہیں ہوگا؟ پھر فرمایا: دونوں میں کون اشرف وافضل ہے: وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نفس سے ہے یا وہ شخص کہ جو اعرابی، بیوقوف اور پچھلے پیر پلٹنے والا ہو؟ پھر فرمایا: جو شخص اسلام میں رغبت کے ساتھ داخل ہو وہ بہتر ہے اس شخص سے جو خوف کی وجہ سے داخل ہو، اور منافقین خوف کی وجہ سے داخل ہوئے ہیں اور موالی رغبت کی وجہ سے داخل ہوئے ہیں۔''

۷۹۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے علی بن سندی سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن سعید سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ جب داود الرقّی وہاں آئے، انہوں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے، بیشک لوگ کہتے ہیں: جب حمل کے لئے چھ ماہ گذر جائیں تو اللہ اس کی خلقت سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: ''اے داود! دعا کر اگر چہ صفا کے شگافتہ ہونے کا وقت ہو۔'' میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے یہ صفا کیا چیز ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ چیز جو پیدا ہونے والے کے ساتھ نکلتی ہے (یعنی پردۂ رحم) بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

۸۰۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے ابن فضّال سے، انہوں نے ابن بکیر سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ: میں اور بکیر علی کی اولاد میں سے ایک شخص کے ساتھ مشاہد کی زیارت کے لئے گئے یہاں تک کہ اُحد تک پہنچے، تو اس نے ہمیں شہدا کی قبریں دکھائیں پھر ہمیں لے کر غار میں داخل ہوا، تو ہم اس کے ساتھ کچھ وقت تک چلتے رہے یہاں تک کہ ایک مسجد تک پہنچے، تو اس نے کہا: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہاں پر نماز پڑھی تھی تو ہم نے وہاں پر نماز پڑھی، پھر اس نے ہمیں پہاڑ کی چوٹی پر ایک جگہ دکھائی اور کہا: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہاں چڑھتے تھے کہ بارش کا پانی وہاں ہوا کرتا تھا۔ زرارہ کہتے ہیں: میرے دل میں (خیال) ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پانی کے لئے نہیں چڑھتے ہوں گے، پھر میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ نہیں آتا، میں یہاں سوتا ہوں یہاں تک کہ تم لوگ واپس آ جاؤ، پس وہ اور بکیر گئے، پھر کچھ دیر بعد وہ لوگ واپس ہوئے اور میرے طرف آئے تو ہم سب واپس پلٹے یہاں تک کہ دوسرے دن ہم ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ہم سے فرمایا: ''کل تم لوگ کہاں تھے؟ میں نے تم لوگوں کو نہیں دیکھا۔'' پس ہم نے آپ علیہ السلام سے بیان کیا اور مسجد اور اس جگہ

کے بارے میں بیان کیا کہ جس کے بارے میں عقیدہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر چڑھے تھے اور اپنے چہرے مبارک کو وہاں دھویا تھا۔ پس ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا: ''رسول اللہؐ اس جگہ پر ہرگز نہیں آئے تھے۔'' ہم نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: ہمیں روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ کے چار دانت ٹوٹ گئے تھے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں، اللہ نے آپؐ کی روح کو سالم حالت میں قبض کیا، البتہ (جنگ احد میں) چہرے پر زخم آیا تھا تو آپؐ نے علیؑ کو بھیجا تھا علیؑ (چمڑے کی بنی ہوئی بغیر لکڑی کی) ڈھال میں پانی لے کر آئے تھے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لیا اور ان میں سے کچھ کو پیا تھا اور اپنے چہرۂ مبارک کو دھویا تھا۔''

۸۱۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے سفیان سے، انہوں نے فراس سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے کہا کہ ابن کوّاء نے علی علیہ السلام سے عرض کیا: یا امیر المؤمنینؑ! میں نے آپؑ کے قول کو دیکھا: ''تعجب، مکمل تعجب جمادی اور رجب کے درمیان'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''افسوس ہو تم پر اے کانے! یہ متفرقات کا جمع ہونا، اموات کا پھیل جانا، نباتات کا کٹ جانا، بدبختی کے بعد بدبختی کا آنا، ہلاک کرنے والی اور موت دینے والی (مصیبتیں) کہ وہاں پر نہ میں ہوں گا اور نہ ہی تم۔''

۸۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن صفّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد نے، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے، انہوں نے صالح بن میثم سے، انہوں نے عبایہ الاسدی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے سنا- جبکہ آپؑ لیٹے ہوئے تھے اور میں آپؑ کے قریب کھڑا ہوا تھا: ''ضرور بضرور مصر میں ہلاکت آئے گی اور ضرور بضرور دمشق پتھر پتھر ہو جائے گا اور یقیناً یہود و نصارا کو عرب کے ہر زاویہ سے نکالا جائے گا اور یقیناً عربوں کو میرے اس عصا سے ہانکا جائے گا۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: یا امیر المؤمنینؑ! آپؑ ایسے خبر دے رہے ہیں جیسے آپؑ اپنی موت کے بعد بھی زندہ ہوں گے! آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بعید ہے اے عبایہ! تم گئے ہو اس مذہب کے غیر کی طرف کہ جس کو کوئی شخص مجھ سے سمجھتا ہے۔''

اس کتاب کے مصنّف- رضی اللہ عنہ- کہتے ہیں کہ بیشک امیر المؤمنین علیہ السلام نے عبایۃ الاسدی سے اس حدیث میں تقیہ سے کام لیا ہے اور سابقہ حدیث میں ابن کوّاء سے تقیّہ سے کام لیا تھا چونکہ یہ دونوں اسرار آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا تحمل کرنے کے اہل نہیں تھے۔

۸۳۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے ابراہیم بن ابی البلاد سے، انہوں نے سدیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے امیر المؤمنین علیہ السلام کے قول: ''بیشک ہمارا امر سخت اور انتہائی مشکل ہے کہ اس کا اقرار نہیں کرتا مگر یہ کہ مقرب فرشتہ یا نبی مرسل یا ایسا بندہ کہ اللہ نے ایمان کے لئے اس کے دل کا امتحان لے لیا ہو۔'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''چونکہ فرشتوں میں مقربین بھی ہیں اور غیر مقربین بھی ہیں اور انبیاء میں (بھی) مرسلین بھی ہیں اور غیر مرسلین بھی ہیں اور مؤمنین میں

سے امتحان شدہ بھی ہیں اور غیر امتحان شدہ بھی ہیں، تو پس تمہارے اس امر (ولایت) کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کا اقرار نہیں کیا مگر مقرب فرشتوں نے اور انبیا کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کا اقرار نہیں کیا مگر مرسلین نے اور مؤمنین کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کا اقرار نہیں کیا مگر امتحان شدہ نے۔'' راوی کہتا ہے: پھر آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ''اپنی بات میں مرور کر۔'' (غور کر اور مضبوطی دکھا)۔

۸۴۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے قاسم بن محمد جوھری سے، انہوں نے اسماعیل بن ابراہیم سے، انہوں نے ابومعاویہ الاشتر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرما رہے تھے: ''جس نے مؤمن کے نزدیک شکوہ کیا اس نے اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں شکوہ کیا اور جس نے مخالفِ (ولایت) کے پاس شکوہ کیا اس نے اللہ عزّ وجلّ کا شکوہ کیا۔''

۸۵۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے کلیب بن معاویہ الاسدی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپ کے شیعہ کہتے ہیں: حج کرنے والے کے اہل اور مال اللہ کی ضمانت میں ہوتے ہیں اور اس کے عیال کے سلسلے میں خدا اس کا جانشین ہوتا ہے جبکہ کبھی کبھار وہ دیکھتا ہے کہ وہ نکلتا ہے اور اس کے گھر والوں پر حادثات آپڑتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ فقط اس کا جانشین ان چیزوں میں ہے جو اس کے ذریعے سے قائم ہوتی تھیں، جہاں تک تعلق ان باتوں کا ہے کہ اگر وہ حاضر بھی ہوتا تو اس کو دفع کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا تو ان معاملات میں نہیں۔''

۸۶۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حمّاد سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے (مرجانے والے) بچوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یقیناً کیا گیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے (سوال کے جواب میں) فرمایا تھا: ''اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ بچے (اگر زندہ رہتے تو) کیا عمل انجام دینے والے تھے''، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے زرارہ! کیا تم سمجھے قول پیغمبرؐ کو کہ: اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ بچے (اگر زندہ رہتے تو) کیا عمل انجام دینے والے تھے'' (کا کیا مطلب ہے؟)'' زرارہ نے کہا: نہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ عزّ وجلّ کے حق میں ان کے سلسلے میں مشیئت ہے، بیشک جب قیامت کا دن آئے گا تو بچوں کو، ایسے انتہائی بوڑھے شخص کو کہ جس نے عمر کو یقیناً درک تو کیا تھا مگر بڑھاپے اور بڑی عمر کی وجہ سے عقل باقی نہیں رہی تھی، ان لوگوں کو جو دو نبیوں کے بعثت کے درمیانی حصّہ میں مر گئے اور مجنون اور ایسے کم عمر جو عقل نہیں رکھتے (ان سب کو) لایا جائے گا، پس [ان میں سے] ہر ایک اللہ عزّ وجلّ پر دلیل پیش کرے گا، پس اللہ تعالی ان کی طرف فرشتوں میں سے ایک فرشتے کو بھیجے گا وہ آگ کو جلائے گا اور پھر کہے گا: بیشک تمہارا ربّ تم کو حکم دیتا ہے کہ اس میں کود پڑو۔ تو جو اس میں کود پڑے گا اس کے لئے وہ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جائے گی اور جو نافرمانی کرے گا اس کو (جہنم کی) آگ کی طرف آگے بڑھا دیا جائے گا۔''

۸۷۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے صفوان بن حکم حنّاط سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا زید الشحام نے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''دنیا میں نعمت امن اور جسم کی صحت ہے اور آخرت میں نعمت کی انتہاء جنّت میں داخل ہونا ہے۔ اور بندے پر نعمت ہرگز تمام نہیں ہوتی جب تک وہ جنّت میں داخل نہیں ہو جائے۔''

ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد بن بابویہ المذکر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا قاضی الکبیر ابوالحسن علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوسعید حسن بن علی بن زکریا ابن زفر العدوی البصری نے، انہوں نے کہا کہ میں بصرہ میں محلّ ''طحان'' سے گزرا جو کہ ایک ناحیہ تھی، اچانک دروازے پر اژدہام ہوا۔ کچھ لوگ گھر میں داخل ہو رہے تھے اور کچھ نکل رہے تھے، میں داخل ہوا تو ایک بوڑھا شخص کہہ رہا تھا: میرے مولا انس بن مالک نے مجھے حدیث بیان کی- اور وہ خراش تھا انس کا غلام- ابوسعید کہتے ہیں: میرے پاس کاغذ نہیں تھا پس قلم میں نے عاریتاً لیا اور ان چودہ حدیثوں کو اپنے جوتے کی پشت پر لکھا:

۸۸۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا انس بن مالک کے غلام خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ہمارے آقا انس بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''روزہ ڈھال- یعنی پردہ- ہے آگ سے'' اور آپؐ نے یہ فقط اس لئے فرمایا چونکہ روزہ باطنی عبادت ہے اس میں نہ تو شیطان کا وسوسہ ہے اور نہ انسانی دکھاوا۔''

۸۹۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی ابن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ہمارے آقا انس بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اس دن جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا''- اس کی خوشی اس کے افطار کے موقع پر یعنی مسلمان کا اس دن کی نیکیوں کے دیوان کو اور اپنے اعمال کی فضلیت کو حاصل کرنا ہے نہ کہ اسکی خوشی ان کھانوں میں ہے کہ جو وقت افطار اس کے لئے مباح ہو جاتے ہیں اور کھانے کی خوشی اور پیٹ کی حاجت کی تکمیل ان عمدہ باتوں میں سے نہیں ہے کہ نیک لوگوں کی اس کی وجہ سے مدح کی جائے؛ اور جہاں تک تعلق اپنے پروردگار عزّ وجلّ سے ملاقات کے وقت کی خوشی کا ہے تو یہ ان پر پروردگار کے عطا و فضل میں ہے کہ جو اللہ ان کو عطا فرمائے گا کہ جو اہل قیامت میں کسی ایک کے لئے بھی نہیں ہو گا مگر یہ کہ جس نے اس کے جیسا ہی عمل انجام دیا ہو۔

۹۰۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے آقا انس بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جنّت کے لئے ایک دروازہ ہے جس کو ''ریّان'' کہہ کر پکارا جاتا ہے اس سے داخل نہیں ہوں گے سوائے

روزہ داروں کے۔'' اور اس باب کو ''ریّان'' اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ روزہ دار پر پیاس کی سختی زیادہ بڑی ہوتی ہے بھوک کی سختی سے، تو جب روزہ دار اس دروازے سے داخل ہوگا تو ''ری'' (سیرابی) اس سے ملاقات کرے گی کہ اس کے بعد کبھی بھی اسے پیاس نہیں لگے گی۔

۹۱۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے مولا انس بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنی خوشی سے ایک دن روزہ رکھے تو اسے زمین کو پر کر کے سونا دیا جائے تو یہ بھی اس کے اجر کے مساوی نہیں ہوگا سوائے قیامت کے دن کے۔'' یعنی روزہ کے ثواب کی مقدار معین نہیں ہے جس طرح کہ نیکی کے لئے دس گنا ثواب معین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے: اولاد آدم کے تمام اعمال (کا ثواب) دس گنا سے سات سو گنا تک ہے سوائے صبر کے، بیشک وہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔'' تو صبر کا ثواب اللہ عزّ وجلّ کے علم میں پوشیدہ ہے اور صبر سے مراد صوم ہے۔

۹۲۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''شرم وحیاء مکمل طور پر نیکی ہے۔'' یعنی بیشک دیندار اور بے دین دونوں کو برے کام سے روکتی ہے تو وہ تمام اچھائیوں کو جمع کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔

۹۳۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''حیا اور ایمان دونوں ایک رسّی میں بندھے ہوئے ہیں تو جب دونوں میں سے ایک سلب کیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کی پیروی کرتا ہے۔'' یعنی جس شخص کو حیاء اس برے کام سے جو اس کے اور لوگوں کے درمیان ہے، نہیں روک سکتی تو وہ شخص اپنے آپ کو اس برے کام سے بھی نہیں روکتا جو اس کے اور اس کے پروردگار عزّ وجلّ کے درمیان ہے اور جو شخص اللہ عزّ وجلّ سے شرم نہیں کرتا اور اس کے سامنے کھلم کھلا برا کام کرتا ہے تو پھر اس کے لئے کوئی دین نہیں ہے۔

۹۴۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالی کسی بندے سے حیاء کو نہیں نکالتا مگر یہ کہ وہ ناپسندیدہ اور دشمن ہو جاتا ہے پھر اس سے ایمان کو نکال لیتا ہے، پھر اس سے رحمت کو نکال لیتا ہے اور پھر پروردگار اس کی گردن سے دین اسلام کو جدا کر دیتا ہے اور نتیجتاً وہ شیطان لعین بن جاتا ہے۔'' یعنی برائی کے بعد برائی کا ارتکاب کرتے رہنا شیطانیت کی انتہاء کو پہنچاتا ہے اور جو اللہ کا سرکش بن جاتا ہے تو اللہ اس پر لعنت فرماتا

ہے۔

۹۵۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا انس نے ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی عورت کے پیچھے اتنا غور کرے یہاں تک کہ اس عورت کے کپڑے کے پیچھے سے اس کی ہڈیوں کے ابھار اس کے لئے ظاہر ہوں تو اگر وہ روزے دار تھا تو یقیناً اس نے روزہ توڑ دیا۔'' یعنی یقیناً اس نے اپنے نفس کو روزہ توڑنے کے لئے آمادہ کر دیا ہے اس چیز کے ذریعے سے جو اس کی نفسانی خواہشات کو ابھارنے والی اور اس کی ہمّت کو توڑنے والی ہے تو وہ گناہ کے خطرے کے مقام میں پہنچ گیا ہے۔

۹۶۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس نے ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے غفلت کرنے والوں میں نہیں لکھا جائے گا ، جو شخص دو سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے امیدواروں میں لکھا جائے گا اور جو شخص تین سو آیتوں کی تلاوت کرے تو قران اس سے جھگڑا نہیں کرے گا۔'' یعنی جو شخص قران میں سے اس مقدار کو حفظ کر لے۔ جب کوئی قران کو حفظ کرتا ہے تو کہا جاتا ہے: ''قد قرأ الغلام القران'' (یقیناً لڑکے نے قران حفظ کر لیا)۔

۹۷۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس نے ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت تمہارے لئے بہتر ہے ، جہاں تک میری حیات کا تعلق ہے تو تم مجھ سے باتیں کرتے ہو اور میں تم سے باتیں کرتا ہوں اور جہاں تک میری موت کا تعلق ہے تو تمہارے اعمال میرے سامنے پیر اور جمعرات کی عشاء کے وقت پیش ہوتے ہیں ، تو جو عمل صالح ہوتا ہے اس پر میں اللہ کی حمد بجا لاتا ہوں اور جو برے عمل میں سے ہوتا ہے تو میں تمہارے حق میں اللہ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔''

۹۸۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس نے ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کہے: سبحان اللہ و بحمدہ تو اللہ اس کے حق میں دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس سے دس لاکھ برائیاں مٹاتا ہے اور اس کے حق میں دس لاکھ درجہ بلند کرتا ہے اور جو زیادہ (ذکر) کرے تو اللہ اس کو اور زیادہ دے گا اور جو طلب مغفرت کرے تو اللہ اس کے حق میں مغفرت فرمائے گا۔''

۹۹۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید

نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اصحاب کے پاس آئے اور فرمایا: ''جو میرے لئے دو باتوں کی ضمانت لے تو میں اس کے لئے جنّت کی ضمانت لیتا ہوں۔'' تو ابو ہریرہ نے عرض کیا: میرے باپ اور میری ماں آپؐ پر فدا! یا رسول اللہؐ! میں آپ کے لئے ان دونوں باتوں کی ضمانت لیتا ہوں، وہ دونوں باتیں کیا ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص میرے لئے جو اس کی داڑھی اور دونوں پیروں کے درمیان ہے اس کی ضمانت لے تو میں اس کے حق میں جنّت کی ضمانت لیتا ہوں۔'' یعنی جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت لے (کہ اس سے خدا کی نافرمانی نہیں کرے گا)۔

تمام مصیبتوں کے اسباب ان اعضاء سے کھلتے ہیں، زبان کا جرم اللہ کا انکار، جھوٹ بولنا، بہتان، اللہ کے ناموں اور اس کی صفات کے سلسلے میں شرک کرنا، غیبت، چغل خوری، تہمت اور یہ سب زبان کے جرائم میں سے ہیں۔

شرمگاہ کا جرم ایسی ہم بستری جو نکاح کے ذریعے سے حلال نہ ہوئی ہو اور نہ کنیز ہونے کی وجہ سے حلال ہوئی ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے والذین هم لفروجهم حافظون ۰ الّا علیٰ ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین ۰ فمن ابتغیٰ وراء ذٰلک فاولئک هم العٰدون ☆ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ☆ علاوہ اپنی بیویوں اور کنیزوں کے کہ ان کے معاملے میں ان پر کوئی الزام آنے والا نہیں ہے ☆ پھر اس کے علاوہ جو کوئی راستہ تلاش کریگا وہ زیادتی کرنے والا ہوگا۔ (سورۂ مؤمنون: آیت-۵ تا ۷)

۱۰۰۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزّ وجلّ کا صبح اور شام میں یاد کرنا اللہ عزّ وجلّ کی راہ میں تلواریں توڑنے سے زیادہ بہتر ہے۔'' یعنی جو شخص اللہ عزّ وجلّ کو صبح میں یاد کرے گا تو وہ رات میں جو کچھ برے عمل کئے ہیں اسے بھی یاد کرے گا اور اللہ سے استغفار کرے گا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرے گا پھر جب اس رزق کی تلاش میں نکلے گا جو اللہ اس کے حق میں تقسیم کر چکا ہے تو اس حالت میں نکلے گا کہ اس کے گناہ اس کی برائیاں اس سے ہٹ چکی ہوں گی اور اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ اور جب وہ اللہ عزّ وجلّ کو شام میں یاد کرے گا تو اس کا نفس اپنے پورے دن کی طرف متوجہ ہوگا اور جو اس نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے یا کسی حکم پروردگار کو ضائع کیا ہے تو جب وہ اللہ عزّ وجلّ کو یاد کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرے گا اور توبہ کرے گا تو وہ اپنے گھر والوں کی طرف اس حالت میں پلٹے گا کہ اس دن کے اس کے گناہوں کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔ اور شہادت فقط اس وقت قابل تعریف ہے جب وہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے والے کی اور اللہ عزّ وجلّ سے اپنی نافرمانی سے طلب مغفرت کرنے والے کی جانب سے ہو۔

۱۰۱۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن احمد طبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو

سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خراش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے آقا انس نے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اصحاب سمندر میں تجارت کیا کرتے تھے۔ یعنی تجارت کرنا سمندر میں اور اس میں سوار ہونا جب کہ وہ طغیانی کیفیت میں نہ ہو نا پسندیدہ نہیں ہے اور یہ اس پھیل جانے اور روزی کو تلاش کرنے میں سے ہے کہ جس کی اجازت اللہ عزّ وجلّ نے اپنے اس قول میں دی ہے: فا ذا قضیت الصلٰوۃ فا نتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ ''پھر جب نماز تمام ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور فضل خدا کو تلاش کرو'' (سورۂ جمعہ: آیت-۱۰): اور سمندر میں سواری کرنے کے سلسلے میں اور اس سے منع ہونے کے سلسلے میں یقیناً حدیث روایت کی گئی ہے۔

۱۰۲۔ ہم سے بیان محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ کے قول- کہ جب آپ علیہ السلام نے ''ثانی'' کی طرف نگاہ کی جبکہ اسے کفن میں لپیٹا جا چکا تھا-: میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی بات محبوب نہیں ہے کہ میں اپنے پروردگار سے ملاقات کروں اس کفن کے صحیفہ کے ساتھ۔'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''علی علیہ السلام کی مراد صحیفہ سے وہ صحیفہ تھا کہ جو کعبہ میں تحریر کیا گیا تھا۔''

۱۰۳۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے موسی بن عمران نخعی سے، انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے علی ابن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اس شخص سے سوال کیا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حوالے سے روایت بیان کی کہ آپؑ نے فرمایا: ''بیشک ولد الزنا تین میں شریر ترین ہے'' تو کیا معنی ہیں اس کے، تو انہوں نے کہا: مراد اس سے درمیانی ہے کہ وہ اپنے پہلے والے اور اپنے بعد آنے والے (دونوں) سے زیادہ شریر ہے۔''

۱۰۴۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ الرازی نے، انہوں نے حسن بن حسین سے، انہوں نے یاسین الضریر[۱] اور دوسروں سے، انہوں نے حماد بن عیسی سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ایک شخص ایک قوم کے پاس اپنے رشتہ کے لئے گیا تو انہوں نے اس سے پوچھا: تمہاری تجارت کیا ہے؟ اس نے کہا: میں جانوروں کو بیچتا ہوں تو انہوں نے اس کی تزویج کردی، بعد میں انہوں نے دیکھا کہ وہ تو بلّیوں کو بیچتا ہے تو وہ لوگ جھگڑا لے کر علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ علیہ السلام نے نکاح کو صحیح قرار دیا اور فرمایا: بلّیاں جانور (ہی) ہیں۔''

۱۰۵۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسعید الآدمی

نے ،انہوں نے حسن بن محبوب سے ،انہوں نے علی بن رئاب سے ،انہوں نے حسن بن زیاد عطار سے ،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: بیشک وہ لوگ ہم سے کہتے ہیں: کیا مؤمنین تم لوگ ہو؟ تو ہم نے کہا: ہاں، ان شاءاللہ تعالیٰ، تو انہوں نے کہا: کیا مؤمنین جنّت میں نہیں جائیں گے؟ ہم نے کہا: یقیناً، تو انہوں نے کہا: کیا تم لوگ جنّت میں ہو گے؟ پس ہم نے اپنی طرف نگاہ کی تو اپنے آپ کو کمزور اور جواب سے معذور پایا۔

راوی کہتا ہے: آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جب انہوں نے تم سے کہا: کیا مؤمنین تم لوگ ہو؟ تو تم کہو: ہاں، ان شاءاللہ۔'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ تم نے فقط ان شاءاللہ اس لئے کہا چونکہ تم لوگ شک میں ہو۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم لوگ کہو: قسم بخدا! ہم شک میں نہیں ہے بلکہ ان شاءاللہ اسی طرح سے کہا ہے جیسے اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے: ''لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله آمنين'' (سورۂ فتح: آیت ۲۷) جب کہ پروردگار پہلے سے جانتا ہے کہ وہ لوگ مسجد الحرام میں داخل ہوں گے، اور یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے مؤمنین کا نام مؤمنین عمل صالح کی وجہ سے رکھا ہے اور یہ نام ان لوگوں کا نہیں ہے جو کبیرہ گناہوں کے اور ان گناہوں کے جس پر اللہ عزّ وجلّ نے (جہنم کی) آگ کا وعدہ فرمایا ہے مرتکب ہوتے ہیں (ان کے لئے یہ نام) نہ قران میں رکھا گیا ہے اور نہ ہی احادیث میں۔ اور ان کو اس فعل کے انجام دینے کے بعد تم ایمان سے موسوم نہیں کر سکتے۔''

الحمد لله ربّ العالمين و صل الله على رسوله و آله اجمعين۔

کمال الدین وتمام النعمۃ

مولفہ

شیخ صدوقؒ

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ امام زمانہؑ کے بارے میں یہ وہ واحد کتاب ہے جسے خود امام زمانہؑ کی خواہش پر تحریر کیا گیا؟

(۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار کس کو ہے؟

(۳) کیا آپ جانتے ہیں کہ غیبت کے اثبات اور اس کی حکمت کیا ہے؟

(۴) کیا آپ جانتے ہیں کہ امام زمانہؑ کے وجود اور ان کی امامت پر اللہ تعالیٰ کی نص کیا ہے؟

(۵) کیا آپ جانتے ہیں کہ امام قائمؑ پر رسول خداؐ کے نصوص کیا ہیں؟

(۶) کیا آپ جانتے ہیں کہ امام زمانہؑ کے بارے میں جو مولائے کائنات حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے فرمایا ہے؟

(۷) کیا آپ جانتے ہیں کہ امام زمانہؑ کے بارے میں تمام ائمہؑ نے کیا فرمایا ہے؟

(۸) کیا آپ جانتے ہیں وہ روایت جو حضرت خضرؑ کی غیبت کے بارے میں آئی؟

(۹) کیا آپ جانتے ہیں وہ روایت جو حضرت ذوالقرنین کی غیبت کے بارے میں وارد ہوئی؟

(۱۰) کیا آپ جانتے ہیں کہ کن لوگوں نے حضرت قائمؑ کا انکار کیا؟

(۱۱) کیا آپ جانتے ہیں اُن لوگوں کے بارے میں جنہوں نے حضرت قائمؑ کی زیارت کی؟

(۱۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ غیبت امام زمانہؑ کا سبب کیا ہے؟

(۱۳) کیا آپ جانتے ہیں کہ نائبین کے لیے کیا توقیعات جاری کی گئیں؟

(۱۴) کیا آپ جانتے ہیں کہ امام زمانہؑ کی طول عمر کے اثبات کیا ہیں؟

(۱۵) کیا آپ جانتے ہیں دجّال اور دوسری علامات ظہور کے بارے میں؟

(۱۶) کیا آپ جانتے ہیں کہ انتظار ظہور کا ثواب کتنا ہے؟

(۱۷) کیا آپ جانتے ہیں کہ امام زمانہ کا نام لینے کی ممانعت کیوں کی گئی ہے؟

خصال

مولفہ

شیخ صدوقؒ

شیخ صدوق نے اعداد کی مناسبت سے احادیث جمع کی ہیں جن میں مندرجہ ذیل حقائق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ نیکی اور بدی کی حقیقت کیا ہے؟

(۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ بہترین جہاد کیا ہے؟

(۳) کیا آپ جانتے ہیں اس تحفہ کے بارے میں جو امت محمدیہ کو دیا گیا؟

(۴) کیا آپ جانتے ہیں اس عادت کے بارے میں جو دلوں کو زندہ کرتی ہے؟

(۵) کیا آپ جانتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو ذلیل ہو کر جنت میں داخل ہوگا؟

(۶) کیا آپ جانتے ہیں اُس عادت کے بارے میں جو مومن میں نہیں ہوتی؟

(۷) کیا آپ جانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا؟

(۸) کیا آپ جانتے ہیں کہ کون دو اشخاص جنت کی بو تک نہ سونگھیں گے؟

(۹) کیا آپ جانتے ہیں اس عادت کے بارے میں جو شیعوں میں ہوتی ہے؟

(۱۰) کیا آپ جانتے ہیں کہ کون سچا مومن ہے؟

(۱۱) کیا آپ جانتے ہیں اس عادت کے بارے میں جو فقر و فاقہ دور کرتی ہے اور عمر کو طویل کرتی ہے؟

(۱۲) کیا آپ جانتے ہیں ان عادتوں کے بارے میں جو ایمان کی حقیقتیں ہیں؟

(۱۳) کیا آپ جانتے ہیں کہ ان عادتوں کے بارے میں جو رزق لاتی ہیں؟

(۱۴) کیا آپ جانتے ہیں کہ حج کرنے کا کیا ثواب ہے؟

(۱۵) کیا آپ جانتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس جو انگوٹھیاں تھیں ان پر کیا لکھا ہوا تھا؟

(۱۶) کیا آپ جانتے ہیں کہ کن تین باتوں کے بارے میں اللہ مومن سے نہیں پوچھے گا؟

(۱۷) کیا آپ جانتے ہیں ان اشخاص کے بارے میں جو اللہ کے زیادہ قریب ہونگے؟

(۱۸) کیا آپ جانتے ہیں کہ کن تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے؟

(۱۹) کیا آپ جانتے ہیں کہ تمام خوبیاں کن تین عادتوں میں ہیں؟

(۲۰) کیا آپ جانتے ہیں کہ چار باتوں میں عورت کی بات ماننے والے کی کیا سزا ہے؟

(۲۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے پاس کون سی چار انگوٹھیاں تھیں؟

(۲۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ جنت میں کون بہترین چار عورتیں ہیں؟

(۲۳) کیا آپ جانتے ہیں کہ گناہ کی کیا چار وجوہات ہیں؟

(۲۴) کیا آپ جانتے ہیں کہ کون سی چار چیزیں دل کو برباد کر دیتی ہیں؟

(۲۵) کیا آپ جانتے ہیں کہ کن پانچ باتوں سے مال جمع ہوتا ہے؟

(۲۶) کیا آپ جانتے ہیں کہ کن پانچ چیزوں پر خمس دینا واجب ہے؟

(۲۷) کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ کون سے کام ہیں جو عید کے دن سب سے بہتر ہیں؟

یہ اور انہی سے متعلق دیگر سوالات کے جوابات کے لئے الکساء پبلشرز کی مندرجہ بالا کتاب سے رجوع فرمائیں۔

علل الشرائع

مولفہ

شیخ صدوقؒ

انسانی ذہن میں پیدا ہونے والے مختلف سوالات کے جوابات معصومینؑ کی احادیث کی روشنی میں۔ مثلاً

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ آگ کی پرستش کیوں کی گئی؟
(۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ نجف کا نام نجف کیوں رکھا گیا؟
(۳) کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے موت کی تمنا کیوں کی اور انکی قبر کا کسی کو پتہ نہیں؟
(۴) کیا آپ جانتے ہیں کہ حضورؐ نے پیدا ہوتے ہی کلام نہیں کیا جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے کیا تھا۔ کیوں؟
(۵) کیا آپ جانتے ہیں کہ لوگ بدشکل کیوں ہو گئے؟
(۶) کیا آپ جانتے ہیں کہ کافر کی نسل میں مومن اور مومن کی نسل میں کافر کیوں پیدا ہوتے ہیں؟
(۷) کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمقوں کے رزق میں وسعت کیوں رکھی ہے؟
(۸) کیا آپ جانتے ہیں کہ باپ کو اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے اتنی محبت اولاد کو باپ سے نہیں ہوتی۔ کیوں؟
(۹) کیا آپ جانتے ہیں کہ بڑھاپا کیوں آتا ہے؟
(۱۰) کیا آپ جانتے ہیں کہ پاک ولادت محبت اہلبیتؑ کے سبب ہوتی ہے اور ناپاک ولادت ان کی دشمنی کے سبب ہوتی ہے؟
(۱۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ لوگ حضرت علیؑ کے فضل و کرم کو جانتے ہوئے اغیار کے ساتھ ہو گئے۔ کیوں؟
(۱۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کے پاس خلافت آئی تو انہوں نے فدک نہیں لیا۔ کیوں؟
(۱۳) کیا آپ جانتے ہیں کہ بعض ائمہؑ نے تلوار اٹھائی اور بعض گھر میں بیٹھے رہے بعض نے امامت کا اظہار کیا اور بعض نے مخفی رکھا؟
(۱۴) کیا آپ جانتے ہیں کہ زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی؟
(۱۵) کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ محرابوں کو توڑ دیا کرتے تھے؟
(۱۶) کیا آپ جانتے ہیں کہ سجدے میں طول دینا کیوں مستحب ہے؟
(۱۷) کیا آپ جانتے ہیں کہ نماز شب کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟
(۱۸) کیا آپ جانتے ہیں کہ عید کے موقع پر آلِ محمدؑ کا حزن و غم کیوں تازہ ہو جاتا ہے؟
(۱۹) کیا آپ جانتے ہیں کہ بڑھاپے کے بغیر چہرے پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہونے کا سبب کیا ہے؟
(۲۰) کیا آپ جانتے ہیں کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے؟

یہ اور انہی سے متعلق دیگر سوالات کے جوابات کے لئے الکساء پبلشرز کی مندرجہ بالا کتاب سے رجوع فرمائیں۔

التوحید

مولفہ

شیخ صدوقؒ

توحید باری کی صرف ائمہ معصومین نے تشریح کی ہے جسے شیخ صدوق نے اس کتاب میں جمع کر دیا۔تو:

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ توحید اور عدل کے معنی کیا ہیں؟

(۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں، کان اور زبان کے معنی کیا ہیں؟

(۳) کیا آپ جانتے ہیں کہ قران کیا ہے؟

(۴) کیا آپ جانتے ہیں کہ اذان واقامت کے حروف کی تفسیر کیا ہے؟

(۵) کیا آپ جانتے ہیں اللہ کی عظمت کے بارے میں؟

(۶) کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کس ذریعے سے ہوسکتی ہے؟

(۷) کیا آپ جانتے ہیں کہ عرش اور اسکی صفات کیا ہیں؟

(۸) کیا آپ جانتے ہیں کہ مشیت اور ارادہ کیا ہیں؟

(۹) کیا آپ جانتے ہیں کہ استطاعت الٰہی کیا ہے؟

(۱۰) کیا آپ جانتے ہیں کہ واحد، توحید اور موحد کے معنی کیا ہیں؟

(۱۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کوئی شے ہے؟

(۱۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ قدرت کیا ہے؟

یہ اور انہی سے متعلق دیگر سوالات کے جوابات کے لئے الکساء پبلشرز کی مندرجہ بالا کتاب سے رجوع فرمائیں۔

ثواب الاعمال وعقاب الاعمال

مولفہ

شیخ صدوقؒ

اچھے کاموں کے کرنے کا شوق دلانے اور برے کاموں سے بچانے والی کتاب جو آپ کو بتاتی ہے

(۱) کہ لا الہ الا اللہ کہنے کا کتنا ثواب ہے؟

(۲) کہ تسبیح اربعہ کثرت سے پڑھنے کا کتنا ثواب ہے؟

(۳) کہ نماز شب پڑھنے کا کتنا ثواب ہے؟

(۴) کہ یوم غدیر کے روزے کا ثواب کیا ہے؟

(۵) کہ نیکی کی تعلیم دینے کا کیا ثواب ہے؟

(۶) کہ دینداروں کے ساتھ بیٹھنے کا کیا ثواب ہے؟

(۷) کہ کسی مومن کو خوش کرنے کا ثواب کیا ہے؟

(۸) کہ کسی مومن کو قرض دینے کا ثواب کیا ہے؟

(۹) کہ کسی مرحوم کا قرض معاف کرنے کا کیا ثواب کیا ہے؟

(۱۰) کہ دو افراد کے درمیان صلح کرانے کا کیا ثواب ہے؟

(۱۱) کہ اہلبیت کے دشمن کی کیا سزا ہے؟

(۱۲) کہ اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرنے والے کی سزا کیا ہے؟

(۱۳) کہ امیر المومنینؑ سے دشمنی رکھنے والے، اور شک کرنے والے کی کیا سزا ہے؟

(۱۴) کہ غرور وتکبر کی کیا سزا ہے؟

(۱۵) کہ یتیم کا مال کھانے کی کیا سزا ہے؟

(۱۶) کہ مومن کو ذلیل کرنے والے کی کیا سزا ہے؟

(۱۷) کہ قطع رحمی اور دلوں میں اختلاف کی کیا سزا ہے؟

(۱۸) کہ ریاکاری کی کیا سزا ہے؟

(۱۹) کہ گناہ پر خاموش رہنے والے کی کیا سزا ہے؟

(۲۰) کہ قرآن کو کمائی کا ذریعہ بنانے والے کی سزا کیا ہے؟

یہ اور انہی سے متعلق دیگر سوالات کے جوابات کے لئے الکساء پبلشرز کی مندرجہ بالا کتاب سے رجوع فرمائیں۔

الکساء پبلیشرز کی آئیندہ پیشکش

قصص العلماء

مولفہ

میرزا محمد تنکابنیؒ

مذہب تشیع کے مقتدر علماء کے حالات پر مبنی کتاب جس میں ان کی زندگی کے عام حالات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور دینی خدمات پر بھی نیز مناظرے، مباحثے، مواعظ، مزاح، حاضر جوابی، انکسار، جلال، وقار، ایثار، اخلاق، جو عالم کی طبعیت کا خاصہ ہیں اس کتاب میں دل نشین انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر نہ صرف ہم ان کے واقعات سے آگاہ ہو سکتے ہیں بلکہ ان کی زندگیوں کے لائحہ عمل کو اپنا کر دنیا اور آخرت کے فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

مذکورہ کتاب ان شاء اللہ جلد آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کی جائے گی۔

....

کتب اربعہ میں سے ایک کتاب

شیخ الصدوق

مترجم

سید حسن امداد صاحب
ممتاز الافاضل

ناشر

الکساء پبلیشرز

آر-۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی